مکاتیب شریفہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات واحادیث

محمد نذیر رانجھا

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

کندیاں، ضلع میانوالی

مکاتیب شریفہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات واحادیث

محمد نذیر رانجھا

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

کندیاں، ضلع میانوالی

انتساب

بہ نام نامی زبدۃ العارفین وقدوۃ الکاملین شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مخدوم زمان سیّدنا و مرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی:

مرشد مہربان چنیں باید
تا درِ فیض زود بکشاید

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین
سخرہ کند بر دھہ طعنہ زند بر چلہ

خاک پائے اولیائے عظام
احقر محمد نذیر رانجھا

فہرست

جواب اور رسالہ مراتب الوصل، جو میں نے تصنیف کر کے آپ کے حضور میں ارسال کیا تھا، وہ آپ کے حضور میں پہنچا اور اس کے مطالعہ سے خوش ہو کر تحریر فرمایا۔ بعض نصیحتیں، طالبان طریقت کے سلوک، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور نیاز مندی کے سجدوں کو بجالانے کی قید، فتوحات (نذرانوں) میں فقراء کا حصہ معیّن کرنا، حدیث وتفسیر اور مکتوبات وغیرہ کا توجہ وحلقہ سے پہلے ذکر اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کا بیان۔

مکتوب بستم ۱۹۵

عالی نسب صاحبزادہ حضرت حافظ ابوسعید صاحب (اور احمد سعید صاحب) سلمہا اللہ تعالیٰ کو تحریر فرمایا۔ ان کے عریضوں کے جواب میں، نیز یہ کہ توجہ وادراک کے حالات میں بہت زیادہ دِقت نظر کرنی چاہیے، مقامات مجددیہ کا کسب کرنا آسان کام نہیں، جو سالک سیر متوسط رکھتا ہو، اسے دس سال لگتے ہیں۔

مکتوب بست ویکم ۱۹۷

(حضرت) خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، (یہ کہ) صوفیہ کے علوم وجدانی ہیں اور علم الٰہی کا احاطہ ممکن نہیں اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کے بیان میں۔

مکتوب بست ودوّم ۱۹۸

نواب امیر خان نے خانقاہ معلّٰی کے لیے جو خرچ مقرر کر کے بطور نیاز پیش کیا، اس کے ردّ میں میاں محمد حسن وکیل انگریز کو تحریر فرمایا۔

مکتوب بست وسوّم ۱۹۹

حضرت مولانا خالد رومی (رحمۃ اللہ علیہ) کو "حب صرفہ" کے بارے میں تحریر فرمایا۔

مکتوب بست وچہارم ۲۰۰

(حضرت) صاحبزادہ (ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ تکرار بیعت اور یہ کہ توحید وجودی وشہودی سے آگے دوسرے مقامات بھی پیش آتے ہیں۔ اس کے ساتھ بعض لوگوں کے انکار اور دوسرے عزیزوں کے احوال کے بیان عالی میں۔

مکتوب بست وپنجم ۲۰۱

جناب خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اپنے کمال انکسار اور دید قصور میں، نیز اصلاح باطن کے لیے، نہ کہ فساد کے لیے تکرار بیعت کے جواز میں، اور توحید وجودی وشہودی کے عُلم سے آگے جو دوسرے مقامات ہیں، جن سے ہزاروں مجددی متوسلین، سرفراز ہوئے ہیں، کے بیان میں۔

مکتوب بست وششم ۲۰۲

اس بیان میں کہ توحیدی وجودی کا اعتقاد ایمانیات میں سے نہیں ہے اور یہ احوال قرنِ اوّل میں نہ تھے، یہ معارف راستے میں پیش آتے ہیں اور نسبت حضور قرنِ اوّل کے مطابق ہے۔

ثبوت کو پہنچتے ہیں، نیز اس کا بیان کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک لوگ مومن کی نظر میں اونٹ کی مینگنی سے کمتر نہ ہو جائیں، (اس وقت تک) وہ مومن نہیں بنتا، حضرت محی الدین ابن العربی (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے مکاشفات میں فرق (کا بیان)۔

مکتوب ہفتادویکم ۲۵۳

یہ بھی خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، ان کے بڑے بھائی خواجہ حسین مرحوم کی تعزیت میں اور اولیاء اللہ کے حالات میں کہ ان میں سے بعض غموں میں اداس ہو جاتے ہیں اور بعض دکھوں سے مسرور ہوتے ہیں اور بعض کے لیے غم اور خوشی برابر ہوتی ہے۔ نیز نسبت چشتیہ، نسبت قادریہ، نسبت نقشبندیہ، نسبت احمدیہ مجددیہ اور نسبت طریقہ کے درمیان فرق اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کا بیان۔

مکتوب ہفتادودوم ۲۵۵

میر فرخ حسین کو تحریر فرمایا، طلب دنیا کی مذمت، علم طب اور علوم فلاسفہ میں زیادہ مصروف رہنے کے برے نتائج اور بعض ضروری نصیحتوں، فقراء کی صحبت، جو امیروں کی صدارت سے بہتر ہے، کو لازمی پکڑنے اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کے بیان میں۔

مکتوب ہفتادوسوم ۲۵۶

خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اپنے والد ماجد نَوَّرَ اللّٰهُ مَرْقَدَهٗ (یعنی: اللہ ان کی قبر کو منور فرمائے) جو نسبت قادریہ رکھتے تھے، کے حالات، اور اپنے طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے مستفید ہونے کے حالات، (حضرت) مولانا عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) پر جو اعتراضات کیے ہیں، ان کے کلام سے ان کے جوابات (کے بیان میں)۔

مکتوب ہفتادوچہارم ۲۶۰

بعض طعنوں کے جواب میں، اس طریقہ شریفہ پر شک میں ڈالنے کے لیے لکھے گئے تھے اور رمز واشارہ سے، مع حالات بیعت حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت میرزا صاحب قبلہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور توحید وجودی اور شہودی کے بیان میں یہ بھی خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔

مکتوب ہفتادوپنجم ۲۶۵

اس بیان میں کہ کمالات الٰہیہ نے ہر سلسلہ میں ایک اور رنگ سے ظہور کیا ہے، لیکن ان کا معیار شریعت ہے، حکیم سنائی (رحمۃ اللہ علیہ) کے شعر کے معنی، نیز اس کے ساتھ بہت زیادہ فوائد۔ یہ بھی خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔

مکتوب ہفتادوششم ۲۶۷

نسبت نقشبندیہ اور احمدیہ مجددیہ کے بیان اور تعزیت (کے بارے) میں، نیز خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ)

تک کے مراقبات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب صد و یکم ۴۲۱

خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔اعتراضات کے جواب میں۔اول یہ کہ مرشد کو چاہیے کہ طالبین کی مختلف طبیعتوں کے مطابق کئی قسم کے اشغال تربیت فرمائے۔دوم یہ کہ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت خواجہ محمد باقی (باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی نسبت میں مشغول نہ ہوئے اور ریاضات نہ کیں، نسبت میں ایک ضرر پیدا ہوا، کلمات عالیہ کس طرح صادر ہوتے تھے۔سوم یہ کہ طریقہ عالیہ چشتیہ کی افضلیت۔چہارم یہ کہ جو اولیاء غوثیت کے مرتبہ کو پہنچے ہیں، وہ بہت ہیں۔چشتیہ اور نقشبندیہ میں نظر نہیں آتے اور قادریہ میں صرف حضرت غوث الاعظم (شیخ سید عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارک ہے۔نیز جو کچھ ان امور کے مناسب ہے (اس کا بیان)۔

مکتوب صد و دوم ۴۲۸

(حضرت) سید احمد بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا، جو آنجناب حضرت عالی کے مزاج مبارک کے ملال کے اظہار اور ان کی ظاہری تنگدستی پر مبنی تھا۔بعض دوسری نصیحتیں اور جو کچھ اس کے مناسب ہے۔

مکتوب صد و سوم ۴۳۰

نواب شمشیر خان (صاحبؒ) کو ظاہری و باطنی ترقیوں کی دعا اور ان کے عریضہ کے جواب میں بعض مطالب تحریر فرمائے۔

مکتوب صد و چہارم ۴۳۱

سید احمد بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان کے عریضہ کے جواب، معہ خانقاہ معلی کے حالات، توجہ کرنے کا طریقہ اور طالبین کی اجازت کے مقام کے بیان میں تحریر فرمایا۔

مکتوب صد و پنجم ۴۳۳

مولوی بشارت اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، بعض لوگوں کے جھوٹ باندھنے میں، جو توحید وجودی کے قائلین کی تکفیر اور اپنے طریقہ کی دوسرے طریقوں پر افضلیت کو حضرت اقدس کی طرف نسبت کرتے تھے اور جو کچھ اس کے مناسب ہے۔

مکتوب صد و ششم ۴۳۵

سید امین الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا، جس میں انہوں نے تعلیم طریقہ کی اجازت کی درخواست کی تھی۔اس کے ساتھ طریقہ کی بعض روشوں کا بیان ہے۔

مکتوب صد و ہفتم ۴۳۶

مولوی عبدالرحمن شاہ جہان پوری (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان دو اشعار کے معنی میں تحریر فرمایا:

یا تبر بر گیر و مردانہ بزن — تو علیؓ وار این در خیبر بکن
یا چو صدیقؓ و چو فاروقؓ مہین — رو طریق دیگرانرا بر گزین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیر ابوالخلیل
خان محمد
عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ
نقشبندیہ مجددیہ
کندیاں ۔ ضلع میانوالی
پاکستان

بَعدَالحَمدِ وَالصَّلٰوۃِ وَارسَالِ التَّسلِیمَاتِ وَالتَّحِیَّاتِ فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

تقریظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامدا و مُصلیا و مسلّمًا

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے پیکرِ اخلاص، مجسمہ خیر و برکت اور سیرۃِ طیبہ کی عملی تصویر ہوتے ہیں۔ جہاں ان کی زیارت وصحت سے پیاسی آنکھوں کی پیاس بجھتی ہے اور مضطرب و پریشان دِلوں کو سکون ملتا ہے، وہاں ان کے ارشادات، مقالات اور مکتوبات سے روحانی مریض شفایاب اور بھٹکے ہوئے راہ یاب ہوتے ہیں۔ انہی برگزیدہ ہستیوں میں ایک شخصیت عارف باللہ قدوۃ السالکین حضرت شاہ غلام علی دہلوی نور اللہ مرقدہٗ بھی ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مبارک خاندان کے چشم و چراغ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل اور جانشین، ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات کو چار دانگ عالم میں پھیلانے والے ہیں۔ وقتاً فوقتاً ان کے مبارک قلم سے ایسے مکتوبات صادر ہوئے جو للّٰہیت، حکمت، رشد و ہدایت اور بصیرت سے بھرپور اور سالکان طریقت و وارثانِ نبوت کے لیے عظیم خزانہ ہیں۔ چونکہ ان مکتوبات میں اکثر فارسی زبان میں ہیں، جن سے بسہولت استفادہ ہر آدمی کے لیے ممکن نہ تھا، ضرورت تھی اس بات کی کہ ان کو اُردو زبان کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے محترم محمد نذیر رانجھا صاحب کو، جو فقیر کے برخوردار عزیزم خلیل احمد سلمہٗ کے متوجہ کرانے سے اس عظیم کام کے لیے تیار ہوئے اور بہت ہی کم عرصہ میں مکتوباتِ دہلوی کا اُردو زبان میں عام فہم و آسان ترجمہ کر کے اس خیر کو جاری و ساری کر دیا۔

اللہ تعالیٰ رانجھا صاحب کی اس محنت کو قبول فرماویں اور اپنی رضا و خوشنودی، اخروی کامیابیوں کا ذریعہ بناویں۔

والسلام

فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ

از خانقاہ سراجیہ

۲۷ر جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

حرفِ آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ زَيَّنَ السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلَهَا رُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنَ، وَزَيَّنَ الْاَرْضَ بِالرُّسُلِ وَالْاَوْلِيَآءِ وَالْعُلَمَآءِ وَجَعَلَهُمْ حُجَجًا وَّبَرَاهِيْنَ، يَرْفَعُ بِهِمُ الظُّلُمَاتِ وَالشُّكُوْكَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيّٖنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى اَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا وَاَسْلَافِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاَصْحَابِنَا وَجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ. اَمَّا بَعْدُ:

قدر گل و مل بادہ پرستاں دانند
نہ خود منشاں و تنگدستاں دانند

از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن
کین نقش غریب نقشبنداں دانند

خوشا روزِ اول کہ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ/ جولائی ۱۹۶۹ء میں حضرات کرام دامت برکاتہم العالیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں ضلع میانوالی کے محبّ و مخلص اور اپنے مہربان و مشفق اور محسن صادق جناب صوفی شان احمد بھلوانہ (م ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء)، برادرِ گرامی جناب صوفی احمد یار بھلوانہ (م ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء) اللہ کریم دونوں بھائیوں کو غریقِ رحمت فرمائے (ساکن پرانا بھلوال، ضلع سرگودھا)، کی تشویق و راہنمائی سے یہ ننگ جہاں کشاں کشاں خانقاہ سراجیہ شریف جا پہنچا اور اس خانقاہ عالیہ کی مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز سلطانِ طریقت و شہنشاہِ حقیقت، آفتابِ عالم تاب و مہتاب ضیاء بار خولجہ خواجگان، شیخ المشائخ، مخدوم زماں سیدنا و مرشدنا و مخدومنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کی زیارت و دست بوسی کا اسے شرف نصیب ہوا۔

خوشا روز دوّم کہ بعد از نماز فجر اور حلقہ و مراقبہ اس پر تقصیر کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی سلک تاجدار کے اس گوہر نامدار و درِ شاہوار اور زنجیرہ روحانی کے عروۃ الوثقیٰ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی سعادت ازلی ارزانی ہوئی اور تلقین وارشاد کے سبقِ اوّل، مثلِ آخر کا حظ وافر اور شافی وکافی عطا ہوا:

شالا مڑ آدن اوہ گھڑیاں
جدوں سنگ سجناں دے رلیاں
در گور برم از سرِ گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند برسرِ من روزِ قیامت

غالباً اوائل نومبر ۲۰۰۶ء میں گرامی مرتبت حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی نے احقر کو کتب خانہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ، کندیاں، ضلع میانوالی میں محفوظ چند کتب و رسائل عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت اقدس (سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی) کے زیر مطالعہ رہنے والی خصوصی کتب کی الماری میں سے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اہلِ سلسلہ اور تصوف کے شائقین ان سے مستفید ہوں۔ لہٰذا ان کا اُردو ترجمہ کریں۔

فَاَجَبْتُهُمْ اِلٰی ذٰلِكَ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ مَقَامِیْ هُنَالِكَ وَاللّٰهُ تَعَالٰی هُوَ الْمُسْتَعَانُ وَ عَلَیْهِ التُّكْلَانُ:

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زدہ ناگاہ رسید
تن را مرا اُلفت زکلفت رستہ می سازد
کہ آتش مشت خار خشک را گل می سازد

مذکورہ کتب و رسائل میں مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ بھی شامل تھے۔ رسائل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ وتعلیقات سے فراغت کے بعد اس ناکارہ جہاں نے بتوفیق الٰہی بروز جمعرات ۲۵ رشعبان المعظم ۱۴۲۹ھ/ ۲۸ راگست ۲۰۰۸ء کو ''مکاتیب شریفہ'' کے اُردو ترجمہ کا آغاز کردیا۔ دفتر سے چھٹی کے روز اس کام میں مصروف رہا۔

یہاں تک کہ کریم رب نے اپنے فضل وکرم سے مرشدِ کامل ومکمل شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مخدوم زماں سیدنا ومرشدنا حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کے فیوضات سے جرعہ شافی ارزانی فرمایا اور آج ان ''مکاتیب شریفہ'' کے ترجمہ کا کام مکمل ہوگیا۔ وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

''مکاتیبِ شریفہ'' کا زیرِنظر ترجمہ حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) خلیفہ نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہٗ (م۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) کی تصحیح وکوشش سے ۱۳۷۱ھ/۵۲-۱۹۵۱ء میں لاہور سے طبع ہونے والے متن سے کیا گیا ہے۔ بوجوہ اُردو متن میں بعض کلمات حذف کر کے وہاں تین نقاط (...) لگائے گئے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں مقدمہ کے تحت مصنف ''مکاتیبِ شریفہ'' حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) اور اُن کے جامع ومرتب حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) کے احوال وآثار پیش کیے گئے ہیں۔

اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آداب المریدین حضرت شیخ عبدالقاہر سہروردیؒ، رسائل حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ اور رسائل حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے بعد مکاتیب حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی اشاعت بھی خانقاہ سراجیہ شریف کی طرف سے ہو رہی ہے، جو عالی مناقب اور بلند مراتب صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی کی مساعی خیر کا ثمرہ ہے۔ اللہ کریم اپنے فضل وکرم سے حقیر کی اس سعی کو قبول ومنظور فرمائے اور ذریعۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم. وَلَا تُخْزِنِیْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ. يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّبَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ.

خاکِ پائے اولیاءِ عظام

محمد نذیر رانجھا غفر ذنوبہ وستر عیوبہ

مکان نمبر ۱۳۱، غازی آباد،

کمال آباد، راولپنڈی

بروز اتوار، ۲۹ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ/ ۲۶اپریل ۲۰۰۹ء۔

مقدمہ

♑

مصنفِ کتاب

حضرت غلام علی دہلوی قدس سرہٗ کے احوال و آثار

♑

جامع کتاب

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر احوال و آثار

خاک نشینی است سلیمانیم
نیک بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش
کہنہ نشد خلعت عریانیم

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیءً لِلّٰہِ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفرین بر دست و بر بازوئے تو

وَفَدْتُّ عَلَی الْکَرِیْمِ بِغَیْرِ زَادٍ
مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِیْمِ
فَحَمْلُ الزَّادِ اَقْبَحُ کُلِّ شَیْءٍ
اِذَا کَانَ الْوُفُوْدُ عَلَی الْکَرِیْمِ

مصنفِ کتاب

حضرت غلام علی دہلوی قدس سرہٗ کے احوال و آثار

شاہِ خوباں

مظہر کمالات خفی و جلی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حسب و نسب مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ (م ۴۰ھ/ ۶۶۱ء) تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ برگزیدہ عصر اور صاحب مرتاض و مجاہدہ تھے۔ آپ کی ولادت مبارک سے پہلے آپ کے والد بزرگوار کو خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا۔

آپ حافظ قرآن تھے اور قرأت پر بھی خوب ملکہ تھا۔ وقت کے معروف اساتذہ سے کسب علوم ظاہری کیا۔ حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) سے حاصل کی۔ بائیس برس کی عمر میں قاصد غیبی نے حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کی خدمت میں پہنچایا۔ بیعت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا: ''جہاں ذوق وشوق پاؤ، وہاں بیعت کرو، یہاں تو بغیر نمک پتھر چاٹنا ہوگا۔'' عرض کیا: ''مجھے یہی منظور ہے۔'' حضرت مظہرؒ نے فرمایا: ''تو مبارک ہو۔'' اور بیعت فرمالیا۔ پندرہ برس تک پیرو مرشد کی خدمت مبارک میں رہ کر زہد و مجاہدہ اور ریاضت کی کٹھن منازل طے کیں اور بفضل الٰہی اجازت مطلقہ اور بشارت ضمنیت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد اُن کے جانشین معظم بنے اور طالبانِ حق اور خستگانِ راہِ طریقت کے رہنما اور ملجا و ہادی ٹھہرے اور پھر آپ کی ذات فیض آیات

سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کا فیض چار دانگ عالم میں ہر سُو پھیل گیا۔ روم، شام، بغداد، مصر، چین اور حبش سے مستان الست خانقاہ مظہریہ شریف کے بقعۂ نور کی زیارت کو دوڑ پڑے۔ قریب کے ملکوں اور شہروں کا کیا کہنا؟ برصغیر پاکستان و ہندوستان، افغانستان اور بلخ و بخارا کے طالبین ٹڈی دل کی طرح اُمڈ آتے تھے۔ خانقاہ مظہریہ شریف پر آپ کے ہاں پانچ سو کے قریب طالبانِ حق کا مجمع ہوتا، جن کی رہائش، لباس اور خورد و نوش آپ کے ذمے تھی اور سب کام توکلِ الٰہی پر جاری تھا۔

آپ کو سلسلۂ مجددیہ کا مجدد، بلکہ تیرہویں صدی ہجری میں سلوک الی اللہ اور تزکیہ و احسان کا مجدد کہا جاتا تھا۔ آپ پر عجم و عرب کے طالبانِ حق پروانوں کی مانند گرتے تھے، ہندوستان کا کوئی ایسا شہر نہیں تھا جس میں آپ کا خلیفہ مجاز نہ رہتا ہو۔ صرف ایک شہر انبالہ میں آپ کے پچاس خلفاء موجود تھے۔

سینکڑوں علماء و صلحاء دور و دراز کے ممالک سے کشاں کشاں آپ کی خدمت میں خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف میں آ پہنچے۔ جن میں بعض ایسے تھے جن کو رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خواب میں حکم فرمایا تھا۔ آپ نے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج و اشاعت میں بہت محنت و ریاضت فرمائی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر فیض سلسلہ آپ کی زندگی مبارک میں آپ سے جاری ہوا، اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی اسی شہرت تامہ و عامہ کے ثبوت میں آپ کے خلیفہ نامدار حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) نے اپنے قصیدہ میں کہا تھا:

خبر از من دہید آن شاہ خوباں را بہ پنہانی
کہ عالم زندہ شد بار دگر از ابر نیسانی

فصل اوّل

ولادت باسعادت تا اجازت مطلقہ و جانشینی

حسب ونسب شریف

آپ کا حسب ونسب شریف حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ (م ۴۰ھ/ ۶۶۱ء) تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ برگزیدہ عصر اور صاحب مرتاض و مجاہدہ تھے۔ وہ اُبلے ہوئے کریلے کھاتے اور صحرا میں جا کر ذکر جہر کرتے تھے۔ چالیس روز تک مطلق نہیں سوئے اور رات کو بہت کم کھاتے تھے اور مہینوں جنگل کے پتوں پر قناعت فرماتے تھے۔ غرور نفس (کے خطرہ) سے روزے کی نیت بھی نہیں کرتے تھے۔ اور وہ حضرت پیر ناصر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۴۷ھ/ ۱۷۱۱ء) کے مرید تھے۔ حضرت شاہ عبداللطیفؒ اور اُن کے پیر و مرشد کا مزار دہلی شریف میں حبش پورہ، عقب عیدگاہ محمد شاہی میں واقع ہے۔ (۱)

حضرت شاہ عبداللطیفؒ بٹالہ (پنجاب) کے باشندے تھے اور قادری، چشتی اور شطاری نسبتوں سے فیض یافتہ تھے۔ وہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری کے لیے دہلی شریف میں مقیم ہو گئے تھے۔ حضرت شاہ فاضل الدین قادری بٹالویؒ سے بھی ان کی رشتہ داری تھی۔ اس خاندان کے ایک صاحب سیّد حسن شاہؒ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا تھا۔ انہوں نے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کو "خالِ محترم" لکھا ہے۔ (۲)

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت مبارک ۱۱۵۶ھ/ ۱۷۴۳ء، بٹالہ میں ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) نے تاریخ ولادت "مظہر جود" سے ۱۱۵۸ھ/ ۱۷۴۵ء نقل کی ہے اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ (۳)

آپ کی ولادت مبارک سے پہلے آپ کے والد بزرگوار کو خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ (م ۴۰ھ/ ۶۶۱ء) کی زیارت ہوئی کہ فرماتے ہیں: ''اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا۔'' چنانچہ انہوں نے آپ کی ولادت کے بعد آپ کا نام مبارک ''علی'' رکھا۔ جب آپ سنِ تمیز کو پہنچے تو خود کو ادباً ''غلام علی'' کہلوایا۔

آپ کی والدہ ماجدہؒ نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا، جنہوں نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کا نام عبدالقادر رکھنا۔ آپ کے چچا بزرگوار، جو ایک بزرگ شخصیت تھے اور انہوں نے ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا تھا، نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے آپ کا نام ''عبداللہ'' رکھا۔ آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام ''فقیر عبداللہ عرف غلام علی'' لکھتے تھے۔ لیکن خاص و عام میں آپ کی شہرت ''حضرت شاہ غلام علی دہلوی'' کے نامِ گرامی سے ہے۔ (۴)

تعلیم و تربیت

آپ حافظِ قرآن تھے اور تحقیق قرأت بھی بہت خوب تھی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں، قیاس ہے کہ بٹالہ میں ہوئی ہوگی، کیونکہ آپ سولہ برس کی عمر تک یہیں رہے۔ آپ کے والد ماجد دہلی شریف میں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کو وہاں اپنے پیر و مرشد حضرت ناصر الدین قادریؒ، جو کہ حضرت خضر علیہ السّلام کے ہم صحبت تھے، سے بیعت کرانے کے لیے بلا بھیجا، لیکن وہاں سے فیض آپ کے مقدر میں نہ تھا، لہٰذا جب آپ بروز ہفتہ ۱۱ر رجب ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۱ء کو دہلی شریف پہنچے تو اتفاق سے اسی شب حضرت شاہ ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے۔ (۵)

آپ کے والد ماجد نے فرمایا: ''میں نے تو تمہیں ان سے بیعت کے لیے طلب کیا تھا، لیکن خدا کی مرضی یہ نہیں تھی۔ اب تم جہاں اپنا فائدہ دیکھو اور جس جگہ تمہیں قلبی اطمینان ہو، وہاں بیعت ہو جاؤ۔'' (۶)

۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ تک آپ چار سال دہلی شریف ہی میں حصولِ علم میں مصروف رہے۔ اسی دوران آپ نے حضرت شاہ ضیاء اللہؒ اور حضرت شاہ عبدالعدلؒ، خلفائے حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۱ھ/ ۱۷۳۹ء)، خواجہ میر دردؒ (م ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۵ء)، حضرت

شاہ فخر الدینؒ (م۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء)، حضرت شاہ نانوؒ اور حضرت شاہ غلام سادات چشتیؒ سے بھی استفادہ کیا۔ (۷)

آپ نے ان حضرات سے تفسیر و حدیث کا علم حاصل کیا۔ حدیث کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) سے لی اور انہی سے بخاری شریف پڑھی اور اپنے پیر و مرشد سے بھی حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ (۸)

بیعت طریقت

۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۷ء میں جبکہ آپ کی عمر بائیس سال تھی، آپ حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کی خدمت مبارک میں خانقاہ مظہریہ شریف، دہلی وارد ہوئے اور بیعت کے لیے درخواست کی۔ اس پر حضرت مظہرؒ نے فرمایا: ''جہاں ذوق وشوق پاؤ، وہاں بیعت کرو، یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا۔'' آپ نے عرض کی: ''مجھے یہی منظور ہے۔'' حضرت نے فرمایا: ''تو مبارک ہو۔'' اور پھر آپ کو بیعت فرمالیا۔ بعدازاں آپ شب و روز ذکر و عبادت میں مصروف ہو گئے اور پندرہ سال تک پیر و مرشد کے ذکر و مراقبہ کے حلقہ میں شرکت کرتے رہے۔ (۹)

ریاضت ومجاہدات

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ جب میں نے طریقت میں قدم رکھا تو ابتداء میں مجھے معاش کی بہت تنگی تھی، جو کچھ تھا وہ بھی چھوڑ کر توکل اختیار کرلیا۔ ایک پرانا بوری بستر اور اینٹ کا سرہانہ بنالیا۔ ایک مرتبہ شدت ضعف سے میں نے ایک حجرہ میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا کہ یہی میری قبر ہے۔ اس ذات پاک نے کسی کے ہاتھ فتوح بھیجی۔

اب پچاس سال سے میں اسی گوشۂ قناعت میں بیٹھا ہوں۔ (۱۰)

کثرت فتوحات

ایک دفعہ آپ نے دروازہ بند کرلیا کہ اگر میں مروں گا تو اِسی حجرہ میں۔ آخر اللہ تعالیٰ کی مدد

آ پہنچی۔ ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ دروازہ کھولیں۔ آپ نے نہ کھولا تو اُس نے پھر کہا کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے، (دروازہ) کھولو۔ آپ نے پھر بھی دروازہ نہ کھولا۔ وہ کچھ روپے (بذریعہ) شگاف اندر پھینک کر چلا گیا۔ پس اسی دن سے فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ (۱۱)

اجازت مطلقہ و بشارت ضمنیت

بیعت طریقت کے بعد آپ پندرہ برس تک پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر زہد و مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے۔ حلقہ ذکر اور مراقبہ میں شریک رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے اور بالآخر اجازت مطلقہ اور بشارت ضمنیت کا شرف پایا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ شروع میں مجھے تردد ہوا کہ اگر میں طریقۂ نقشبندیہ میں شغل اختیار کروں تو کہیں حضرت غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ناراض ہونے کا باعث نہ ہو۔ اسی اثناء میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان میں حضرت غوث الاعظمؒ تشریف رکھتے ہیں اور اُس کے سامنے ایک اور مکان ہے، وہاں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز ہیں۔ میں نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو حضرت غوث الاعظمؒ فرمانے لگے: ''خدا کی مرضی یہی ہے، جاؤ، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔'' (۱۲)

جانشینی خانقاہ مظہریہ شریف، دہلی

آپ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت (۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے بعد اُن کے جانشین ہوئے اور طالبانِ خدا کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔ اگرچہ آپ نے بیعت سلسلۂ قادریہ میں کی تھی، لیکن سب سلاسل کی اجازت سے مشرف ہوئے، لہٰذا آپ نے ذکر و اذکار و اشغال طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں جاری کیا اور اِسی طریقہ پاک کی اشاعت و ترویج فرمائی۔ (۱۳)

اشاعت و ترویج سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ

آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور صاحبِ ارشاد بنے اور تلقین و ارشاد کا سلسلہ اپنے پیرو

مرشد کے روبرو جاری فرمایا۔

آپ کا اپنے زمانے میں اتنا شہرہ تھا کہ عقیدتمند آپ کو تیرہویں صدی میں سلوک الی اللہ کا مجدد کہتے تھے۔ اور اگر اُس روحانی انقلاب کا اندازہ کریں جو خلیفہ راشد حضرت خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کی بدولت بلادِ تُرکی، شام، روم وعراق اور کردستان میں ہوا، تو یہ اظہارِ عقیدت بالکل سچ دکھائی دیتا ہے۔ ہندوستان میں بھی آپ کا بڑا اثر واقتدار تھا اور دہلی شریف میں آپ کی خانقاہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے مدرسے کا مدّ مقابل سمجھی جاتی تھی۔ ایک میں ولی اللّٰہی طریقے کی میانہ روی اور علم وعرفان تھا اور دوسرے میں مجددی مشرب کا احیائی ذوق وشوق اور متشرع تصوف تھا۔ (۱۴)

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی عالمگیر اشاعت

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی عالمگیر اشاعت آپ کے لیے مقدر تھی۔ آپ کو سلسلۂ مجددیہ کا مجدد، بلکہ تیرہویں صدی ہجری میں سلوک الی اللہ اور تزکیہ واحسان (جس کا معروف نام تصوف ہے) کا مجدد کہنا صحیح ہوگا، جن پر عجم وعرب کے طالبین نے پروانوں کی طرح ہجوم کیا۔ ہندوستان کا کوئی ایسا شہر نہ ہوگا جہاں آپ کا کوئی خلیفہ نہ ہو۔ صرف ایک انبالہ شہر میں آپ کے پچاس خلفائے عظام موجود تھے۔ سر سیّد احمد خان (م۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں:

> ''آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہان میں فیض پھیلا اور ملکوں ملکوں کے لوگوں نے آکر بیعت کی۔ آپ کی خانقاہ شریف میں روم، شام، بغداد، مصر، چین اور حبش کے لوگ حاضر خدمت ہو کر بیعت ہوئے اور انہوں نے خانقاہ مظہریہ شریف کی خدمت کو سعادت ابدی سمجھا اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان، پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دَل کی طرح امنڈ تے تھے۔ آپ کی خانقاہ شریف میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا اور باوجودیکہ کہیں سے ایک حبہ مقرر نہ تھا، اللہ تعالیٰ غیب سے کام چلاتا تھا۔'' (۱۵)

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) نے ایک روز

کے طالبین میں سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار، قندھار، کابل، پشاور، کشمیر، ملتان، لاہور، سرہند، امروہہ، سنبھل، رام پور، بریلی، لکھنؤ، جائس، بہرائچ، گورکھپور، عظیم آباد، ڈھاکہ، حیدرآباد اور پونا وغیرہ کے نام لکھے ہیں، جو ۲۸ ر جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۲۷ ر اپریل ۱۸۱۶ء کو خانقاہ مظہریہ شریف، دہلی میں آپ کی خدمت میں استفادہ کے لیے حاضر تھے۔ (۱۶)

آپ کے اس فیضِ عام کو دیکھ کر آپ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کا یہ فارسی شعر بالکل واقعہ کی تصویر ہے:

خبر از من دہید آن شاہ خوباں را بہ پنہانی
کہ عالم زندہ شد بار دگر از ابر نیسانی (۱۷)

درویش و مرید نوازی

آپ کی فیاضی اور سخاوت اس قدر تھی کہ کبھی سائل کو محروم نہیں فرمایا، جو اُس نے مانگا وہی دیا۔ جو چیز عمدہ اور تحفہ آپ کے پاس آتی، اُس کو بیچ کر فقراء پر صَرف کرتے۔ اور جیسا گاڑھا موٹا کپڑا تمام فقیروں کو میسر ہوتا، ویسا ہی آپ بھی پہنتے، اور جو کھانا سب کو میسر ہوتا وہی آپ کھاتے۔ (۱۸)

فضلِ الٰہی کی یاری

آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) نے آپ کو ''عضد العرفاء'' (عارفوں کے مددگار) کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ کا علمی و روحانی درجہ بہت بلند تھا۔ آپ حضرت خواجہ حسن مودود رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھے گئے اپنے مکتوب گرامی میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

> ''انہوں (حضرت خواجہ مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) نے اس ناچیز کو ''عضد العرفاء'' کا خطاب (عنایت فرمایا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! عمر برباد کرنے والا یہ بوڑھا کب اس خطاب کے لائق ہے؟ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کی عنایت کی برکت سے ایمان سلامت فرمائے۔

(حضرت) شاہ عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے برادران (گرامی) جو سب باعمل علمائے ربانی اور نسبت نقشبندیہ بھی رکھتے ہیں، علوم کے درس و تدریس میں ممتاز ہیں۔ یہ فقیر حقیر جس نے جوانی مستی اور غفلت میں گزاری اور بڑھاپا کاہلی اور کمزوری میں گزار رہا ہے، کب اس لائق ہے کہ ان تین اکابر کا چوتھا ہو؟ لوگوں نے اس کمینہ کا نام غلط مشہور کر دیا ہے۔''

سینکڑوں علماء اور صلحاء دور دراز کے ممالک سے آپ کی خدمت میں حصولِ فیض و اخذ طریقہ کے لیے حاضر ہوئے۔ ان میں سے بعض تو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خواب میں حکم فرمانے سے خدمت میں پہنچے، مثلاً حضرت مولانا خالد رومی، حضرت شیخ احمد کردی اور حضرت سیّد اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہم اور بعض نے بزرگوں کے شوق دلانے سے بیعت کی تھی، مثلاً حضرت مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ، اور بعض نے آپ کو خواب میں دیکھا تو حاضرِ خدمت ہو گئے۔ (۱۹)

آپ نے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی اشاعت اور ترویج و ترقی میں بہت محنت و ریاضت فرمائی، اور آخرکار آپ سے اس قدر فیض آپ کی زندگی مبارک میں جاری ہوا کہ شاید ہی کسی شیخ سے جاری ہوا ہو۔ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) نے اپنی کتاب ''ملفوظاتِ شریفہ شاہ غلام علی دہلویؒ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز میں عصر کے بعد حاضر تھا، حضرت شاہ (غلام علی دہلوی) صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''الحمدللہ! ہمارا فیض دور دور پہنچ گیا ہے، مکہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے، مدینہ منورہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے، بغداد شریف، روم اور مراکش میں ہمارا حلقہ جاری ہے۔'' اور (پھر) مسکرا کر فرمایا: ''بخارا تو ہمارے باپ کا گھر ہی ہے۔'' (۲۰)

فصل دوّم

عبادات وریاضات اور معمولاتِ مبارکہ

نمازِ تہجد وتلاوتِ قرآن مجید

آپ بہت کم سوتے تھے۔ اگر تہجد کے وقت لوگوں کو خوابِ غفلت میں پاتے تو انہیں بیدار کرتے تھے۔ خود تہجد کی نماز پڑھتے اور پھر مراقبہ اور تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول ہو جاتے اور روزانہ دس پارے پڑھتے، مگر ضعف کی حالت میں کم کر دیتے تھے۔ (۲۱)

حلقہ ومراقبہ

صبح کی نماز اوّل وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کر کے اشراق تک حلقہ ومراقبہ ہوتا۔ لوگوں کی کثرت کے سبب حلقہ ایک سے زیادہ مرتبہ فرماتے۔ پہلے لوگ چلے جاتے اور اُن کی جگہ دوسرے بیٹھتے۔ (۲۲)

درس حدیث وتفسیر

اس کے بعد آپ طالبوں کو حدیث اور تفسیر کا درس دیتے۔ (۲۳)

زائرین کے ساتھ حسنِ سلوک

جو کوئی بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتا، اُسے تھوڑا وقت دے کر رخصت کر دیتے اور معذرت کرتے کہ فقیر ان دنوں فکر گور میں مصروف ہے۔ اور اسے مٹھائی یا تحفہ بھی دیتے۔ (۲۴)

نواب محمد میر خان، جو کہ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کی اولادِ امجاد اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) کے نواسے تھے اور آپ

اسی بزرگی کی وجہ سے ان کی بہت عزت کرتے تھے، وہ آکر تھوڑی دیر بیٹھتے تو آپ عذر فرما کر رخصت کردیتے۔ غلبۂ محبت کی وجہ سے ان کا دل اٹھنے کو نہ چاہتا تو آپ اپنے خادم سے فرماتے کہ مکان کی چابیاں لاکر نواب صاحب کی نذر کرو کہ یہ تو اُٹھتے نہیں، ہم مکان ان کی نذر کر کے خود ہی چلے جاتے ہیں۔ یہ سن کر وہ فوراً اُٹھ جاتے۔ (۲۵)

امراء کے گھروں کے کھانے اور نقدی کا استعمال

زوال کے قریب آپ تھوڑا سا کھانا کھاتے۔ امراء کے گھروں کا مکلّف کھانا، جو آپ کے لیے اکثر آتا تھا، خود بھی نہ کھاتے، بلکہ اسے طالبوں کے لیے بھی مکروہ خیال فرماتے۔ مگر اپنے ہمسایوں اور اُس شہر میں اگر کوئی نو وارد ہوتا تو اُن میں تقسیم کردیتے، اور کبھی دیگوں کو کھلا چھوڑ دیتے کہ جو چاہے کھانا لے جائے۔ البتہ اگر کوئی نقد رقم بھیجتا اور اُس پر کوئی شبہ نہ ہوتا تو سال گزرنے سے پہلے اس میں سے چالیسواں حصہ نکال لیتے، جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء) کے نزدیک بشرط وجود نصاب زکوٰۃ جائز ہے۔ کیونکہ فرض کا صدقہ نفلی صدقہ سے زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ (۲۶)

نیاز تقسیم فرمانا

پھر اپنے پیران عظام خصوصاً حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کی نیاز کے لیے حلوا وغیرہ تیار کروا کر فقراء میں تقسیم فرماتے اور اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز بھی دیتے۔ (۲۷)

فقراء اور حاجتمندوں کی مدد

آپ وہ قرض بھی ادا کرتے جو خانقاہ شریف کے فقراء پر خرچ ہوتا۔ جو کوئی بھی حاجتمند آتا، اُسے رقم دے دیتے۔ اور کبھی کوئی شخص بغیر اطلاع کے بھی لے جاتا تو اُسے لیتے ہوئے دیکھنے کے باوجود چشم پوشی فرماتے ہوئے اپنا چہرۂ مبارک دوسری طرف کر لیتے تھے۔ (۲۸)

کتاب چور پر ترحم وشفقت

بعض لوگ آپ کی کتابیں چرا کر لے جاتے اور وہی بیچنے کے لیے آپ کے پاس لے آتے تو آپ اُس کتاب کی تعریف فرماتے اور اُس کی قیمت دے دیتے۔ اگر اشارتاً کوئی کہتا کہ حضرت یہ کتاب تو آپ ہی کے کتب خانے کی ہے اور اس پر مہر علامت بھی موجود ہے تو آپ ناراض ہوکر منع فرماتے اور کہتے کہ صاحب ایک کاتب کئی کتابیں لکھتا ہے۔ (۲۹)

قیلولہ

آپ دوپہر کا کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے۔ (۳۰)

مطالعۂ کتب ودرس وتدریس

پھر دینی کتب مثلاً نفحات الانس اور آداب المریدین وغیرہما کا مطالعہ اور ضروری تحریرات میں مشغول ہو جاتے۔ نماز (ظہر) ادا کرنے کے بعد تفسیر وحدیث کا درس دیتے۔ عصر کی نماز پڑھتے اور پھر حدیث اور تصوف کی کتابیں پڑھاتے، مثلاً مکتوبات امام ربانیؒ، عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ۔ (۳۱)

حلقہ ذکر وتوجہ

اسی طرح شام تک حلقہ ذکر اور توجہ میں مشغول رہتے۔ شام کی نماز کے بعد خاص مریدوں کو توجہ دیتے۔ (۳۲)

رات کا کھانا اور معمولات

رات کا کھانا کھا کر عشاء کی نماز پڑھتے۔ رات اکثر بیٹھ کر ذکر اور مراقبہ میں گزار دیتے۔ اگر نیند کا زیادہ غلبہ ہوتا تو مصلے پر ہی دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ کبھی چارپائی پر بھی سوتے تھے۔ (۳۳)

مراقبہ میں بیٹھنے کا انداز مبارک

آپ نے پاؤں مبارک کبھی دراز نہیں فرمائے۔ اکثر احتیاط کے طور پر اس حالت میں، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہے اور اولیائے کرام مثلاً حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) سے ثابت ہے، مراقبہ میں بیٹھتے تھے اور بہت زیادہ حیا کی وجہ سے پاؤں مبارک بہت کم پھیلاتے تھے، یہاں تک کہ وفات بھی اسی حالت میں ہوئی۔ (۳۴)

فتوح

جو فتوح (نذر و نیاز) آتی تھی، آپ اسے فقراء میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ (۳۵)

لباس مبارک

آپ خود موٹا لباس پہنتے تھے۔ اگر کوئی نفیس لباس بھیجتا تو اُسے بیچ کر کئی کپڑے خریدتے اور انہیں صدقہ میں دے دیتے تھے اور اِسی طرح دوسری چیزوں کے بارے میں بھی کرتے، تا کہ ایک کی بجائے زیادہ لوگ پہن لیں تو بہتر ہے۔ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بھی اکثر یہی عادت مبارک تھی کہ آپ موٹا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (م۵۷ھ/ ۶۷۷ء) سے مروی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چادر مبارک موٹی اور تہبند شریف بوسیدہ تھا۔ نیز آپ فرماتی ہیں کہ اسی لباس مبارک میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وصال فرمایا۔ (۳۶)

سخاوت

آپ اعلیٰ درجے کے سخی تھے۔ یہ سخاوت خفیہ طور پر کرنا بہت پسند تھا۔ حلقہ کے وقت بھی لوگوں کو دیتے تھے۔ (۳۷)

حیاداری

آپ پر حیا اِس قدر غالب تھی کہ لوگوں کی شکل دیکھنا تو درکنار، کبھی اپنا چہرۂ مبارک بھی

آئینہ میں نہیں دیکھا تھا۔ (۳۸)

مومنوں پر شفقت

آپ مومنوں پر اِس قدر شفقت فرماتے تھے کہ اکثر رات کو اُن کے حق میں دعا فرماتے تھے۔ (۳۹)

ہمسائے کے ساتھ حسنِ سلوک

حکیم قدرت اللہ خان، جو کہ آپ کا ہمسایہ تھا اور اکثر آپ کی غیبت میں اپنا وقت صَرف کرتا تھا، ایک مرتبہ کسی وجہ سے قید ہو گیا۔ آپ نے اس کی رہائی کے لیے بے حد کوشش فرمائی۔ (۴۰)

آپ کی مجلس کا انداز مبارک

آپ کی مجلس شریف میں دنیا کا ذکر نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی امراء یا فقراء کا ذکر ہوتا۔ گویا یہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ/ ۷۷۷ء) کی مجلس تھی۔ (۴۱)

غیبت اور آپ

اگر کوئی آپ کی غیبت کرتا تو فرماتے، واقعی برائی مجھ میں ہے۔ (۴۲)

غیبت سے نفرت

کسی نے شاہ عالم بادشاہ (م ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء) کی برائی (غیبت) بیان کی۔ آپ روزے سے تھے، فرمایا: ''افسوس کہ روزہ جاتا رہا۔'' کسی نے عرض کی کہ حضرت! آپ نے کسی کی غیبت تو نہیں کی۔ آپ نے فرمایا: ''صاحب! اگرچہ میں نے ایسا نہیں کیا، لیکن میں نے سنا ہے کہ غیبت کرنے والا اور سننے والا برابر ہوتے ہیں۔'' (۴۳)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

امر بالمعروف ونہی عن المنکر آپ کا شیوہ تھا۔ بادشاہ کا سخت احتساب کرتے تھے اور اِس باب میں آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا تھا۔ وہ مکتوب جس میں آپ نے اکبر شاہ ثانی (۵۳-۱۲۲۱ھ/ ۳۷-۱۸۰۶ء) کا احتساب کیا ہے، وہ آپ کے مکاتیب شریفہ (مرتبہ شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) میں (ص ۴۴ پر) شامل ہے۔ (۴۴)

جامع مسجد، دہلی شریف سے تصاویر نکلوانا

حضرت سیّد اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم مبارک سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ ہی کے حکم سے جامع مسجد، دہلی شریف میں موجود آثار نبویہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی زیارت کے لیے گئے اور واپس آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر چہ وہاں حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برکات محسوس ہوتی ہیں، لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کروائی گئی تو وہاں بعض اکابر کی تصویروں کی موجودگی کا علم ہوا۔ آپ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو لکھا تو وہ تصویریں وہاں سے باہر نکال دی گئیں۔ (۴۵)

اندازِ احتساب

بندیل کھنڈ کا رئیس نواب شمشیر بہادر ایک مرتبہ ہیٹ پہنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ غصے میں آ گئے اور اُسے منع فرمانے لگے۔ اس نے عرض کی کہ اگر یہی احتساب ہے تو پھر نہیں آؤں گا۔ آپ نے فرمایا: ''خدا تمہیں ہمارے ہاں نہ لائے۔'' وہ غصے میں بھرا ہوا اُٹھا اور دالان کے چبوترہ کی سیڑھیوں تک جا کر اپنی ہیٹ خادم کو دے کر پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور بیعت کی، اور بعد ازاں آپ کے مخلصین میں شامل رہا۔ (۴۶)

اُسلوبِ اصلاح

میر اکبر علی کہتے ہیں کہ میرے چچا نے داڑھی نہیں رکھی تھی۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دیکھا اور نرمی سے فرمایا کہ عجب ہے کہ میر صاحب کی داڑھی نہیں ہے۔ پھر خندہ

پیشانی سے فرمایا کہ اسلام میں جو کچھ ہے، وہ آپ ہی کے خاندان سے ہے، ہم تو آپ کے گماشتے ہیں۔ آخر کار وہ چلے گئے اور پھر انہوں نے کبھی داڑھی نہ منڈوائی۔ (۴۷)

ترک وتجرد

آپ کا ترک وتجرد اس مرتبہ کا تھا کہ بادشاہِ وقت اور دوسرے امراء یہ تمنا کرتے رہے کہ وہ آپ کی خانقاہ شریف کے خرچ کے لیے کچھ معیّن کریں، لیکن آپ کی زبانِ مبارک پر اکثر یہی قطعہ رہتا:

خاک نشینی است سلیمانیم
نیک بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش
کہنہ نشد خلعت عریانیم

یعنی: خاک نشینی ہی میری بادشاہت ہے (اور) مجھے سلطانی عطا کرنے والا بہت ہی کریم ہے۔
چالیس سال سے میں نے اسے پہن رکھا ہے، (ابھی تک) میری خلعت عریاں بوسیدہ نہیں ہوئی ہے۔

آپ اکثر فرماتے تھے کہ ہماری جاگیر تو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں۔ (جیسا کہ وہ فرماتا ہے): وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (سورۃ الذاریات، آیت ۲۲)، یعنی: اور آسمانوں میں تمہارے لیے رزق ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دینی و دنیاوی مشکلات حل فرما دیتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ خانقاہ کے اخراجات غیب سے پورے ہو جاتے ہیں، اس کے لیے ان چار چیزوں کا ہونا لازم ہے: ''شکستہ ہاتھ، شکستہ پاؤں، صحیح دین اور درست یقین۔'' (۴۸)

طبع نازک

آپ کی طبیعت مبارک اس قدر نازک تھی کہ اگر کوئی دور تمباکو کا دھواں چھوڑتا (حقہ پیتا) تو آپ ناراض ہو جاتے اور مکان کو دھونی دیتے۔ فرماتے کہ افغانوں نے ہماری مسجد کو نسوار دانی بنا

دیا ہے۔(۴۹)

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے محبت وعقیدت وافرہ

آپ کو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ عشق کا مرتبہ حاصل تھا۔ جب آپ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسمِ گرامی لیتے تو بیتاب ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ خادم قدم شریف سے پانی کا تبرک لایا اور آپ کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا آپ پر سایہ ہو۔ یہ بات سنتے ہی آپ بیتاب ہو گئے اور اُس خادم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ (اور) فرمایا کہ میری ہستی ہی کیا ہے کہ مجھ پر حضرت رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سایہ مبارک ہو؟ اور (پھر) اس خادم پر بہت نوازش فرمائی۔(۵۰)

اتباعِ سنت کا ذوق وجذبہ عالی

مرض وصال مبارک کے وقت ترمذی شریف آپ کے سینۂ مبارک پر تھی۔ اگر حدیث شریف سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کسی عمل کا پتہ چلتا تو اُس کے مطابق عمل کرتے۔ بکری کے شانے کا گوشت منگواتے اور اُسے پکاتے، کیونکہ وہ مسنون ہے۔(۵۱)

قرآن مجید کا ذوق وشوق

آپ کو قرآن شریف کا نہایت ذوق تھا۔ اوّابین اور تہجد کی نماز میں حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے ختم قرآن مجید سنتے اور کبھی غلبہ شوق سے زیادہ سنتے اور بیتاب ہو کر فرماتے: ''بس کرو، مجھ میں بیتاب ہونے کی زیادہ طاقت نہیں ہے۔''(۵۲)

درد انگیز اشعار سننا

آپ اکثر درد انگیز اشعار سنتے تھے، جس سے آپ کو وجد آجاتا۔ لیکن چونکہ استقامت کا پہاڑ تھے، اس لیے ضبط کر لیتے تھے۔(۵۳)

حالتِ ضعف میں قوت توجہ

آخر عمر میں آپ کو ضعف بہت زیادہ ہو گیا تھا، لیکن آپ حافظ شیرازیؒ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کا یہ شعر پڑھتے:

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں شدم

یعنی: اگر چہ میں بوڑھا، شکستہ دل اور ناتواں ہو چکا ہوں، لیکن جب تیرے چہرے کی مجھے یاد آتی ہے تو جواں ہو جاتا ہوں۔

اور پھر شدید ضعف میں ہی اٹھ کر بیٹھ جاتے اور پوری قوت سے طالبوں پر توجہ فرماتے تھے۔ (۵۴)

فصل سوم

سفر عالم بقا

شوقِ شہادت

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو تھی، لیکن فرماتے تھے: ''حضرت پیر و مرشد (مظہر جان جاناں) قدس سرہ کی شہادت سے لوگوں پر کس قدر مصائب نازل ہوئے۔ تین سال تک بہت بڑا قحط مسلّط رہا، جس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں اور لوگوں نے ایک دوسرے کو جو قتل کیا، وہ حیطۂ تحریر سے باہر اور کسی پر مخفی نہیں، اس لیے میں اپنی شہادت سے ڈرتا ہوں۔'' (۵۵)

مرض وصال شریف

آپ کو آخری عمر مبارک میں بواسیر اور خارش کے مرض کا غلبہ ہوا۔ (۵۶)

حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی طلبی

آپ کے خلیفہ نامدار حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) لکھنؤ میں تھے۔ آپ نے ان کو بہت ہی مکتوب گرامی تحریر فرمائے، جن میں سے ایک میں انہیں تحریر فرمایا:

''اس سے پہلے تمہاری طلب کے لیے میں متواتر خطوط مع تبرکات جدیدہ روانہ کر چکا ہوں۔ تعجب ہے کہ تم یہاں آنے کا قصد نہیں کر رہے۔ ظاہراً مجھے اب صحت ملنا محال ہے، اور افسوس ہے کہ تم نے اس قدر دیر کر دی ہے:

ع خوباں درین معاملہ تاخیر می کنند

یعنی: محبوب اس معاملے میں دیر ہی کرتے ہیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ اس خاندان عالی شان (نقشبندیہ مجددیہ) کے مقامات کا

آخری منصب تمہیں سے متعلق ہے۔،،(۵۷)

حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے سراسیمگی کے عالم میں اپنے اہل وعیال کو لکھنؤ ہی میں چھوڑا اور خود آپ کی خدمت مبارک میں پہنچ گئے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

''میری آرزو تو یہ تھی کہ تم سے ملتے وقت بہت رووں، لیکن نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مجھ میں رونے کی طاقت نہیں رہی۔،،(۵۸)

وصیت نامہ

آپ کی دائمی عادت مبارک یہ تھی کہ مشکوک مرض کے وقت وصیت نامہ تحریر فرماتے اور زبانی بھی تاکید کرتے کہ دوام ذکر، شغل نسبت، اخلاقِ حسنہ، مل کر رہنا، قضائے الٰہی پر چون و چرا کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ طریقہ اتحاد، فقر و قناعت، تسلیم و رضا اور توکل سے بافراغت رہنا۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا. (سورۃ النساء، آیت ۸۷) یعنی: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ میرا جنازہ آثار شریف نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، جو کہ جامع مسجد (دہلی شریف) میں ہے، لے جائیں اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شفاعت کرنے کے لیے عرض کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ نماز (جنازہ) جامع مسجد (دہلی شریف) میں پڑھی گئی، آثار شریفہ کے پاس لے گئے۔ وہ تبرکات جو آپ کے پاس تھے، ان کے بارے میں فرمایا کہ انہیں تربت کے سرہانے چھوٹے گنبد میں رکھیں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) نے فرمایا تھا کہ میرے جنازے کے آگے فاتحہ، کلمۂ طیبہ اور دیگر آیات شریفہ کا پڑھنا بے ادبی ہے، (لہٰذا) یہ دو اشعار پڑھے جائیں:

مفلسانیم آمدہ درکوئے تو
شیءِ لِلّٰہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما
آفرین بر دست و بر بازوئے تو

یعنی: ہم مفلس آپ کے کوچہ میں آئے ہیں، خدا کے واسطے اپنے رُخِ انور کی زیارت کرائیے۔
ہمارے کشکول کی طرف اپنے کرم کا ہاتھ کھولیے۔ آپ کے ہاتھ اور بازو پر آفرین۔
(آپ نے فرمایا) میں بھی یہی کہتا ہوں کہ میرے جنازے پر یہی اشعار پڑھے جائیں، نیز یہ دو عربی اشعار بھی پڑھیں:

وَفَدْتُّ عَلَى الْكَرِيْمِ بِغَيْرِ زَادٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِيْمِ
فَحَمْلُ الزَّادِ اَقْبَحُ كُلِّ شَيْءٍ اِذَا كَانَ الْوُفُوْدُ عَلَى الْكَرِيْمِ

یعنی: میں اپنے (رب) کریم کی طرف نیکیوں اور قلبِ سلیم جیسے زادِ راہ کے بغیر جا رہا ہوں۔
کیونکہ زادِ راہ کا اس وقت اُٹھانا بہت بُرا کام ہے، جب کسی کریم کے پاس جانا ہو۔

وصال مبارک

آپ نے شیخ غلام مرتضیٰ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام اپنے مکتوب شریف میں اپنی بیماری اور آرزو کے بارے میں یوں تحریر فرمایا:

''معمولی سی حرکت اور نماز میں سانس سخت ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے پنڈلی میں بل (کڑول) پڑ جاتا ہے۔ اعضاء میں زندگی کے اسباب میں سے کچھ نہیں رہا، ذات قادر قوی (اللہ) سبحانہٗ کے ارادہ سے زندگی کی صورت باقی ہے:

خدایا بحق بنی فاطمہؓ
کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

(بوستان سعدی، ص۱۰)

یعنی: اے اللہ! (خاتونِ جنت حضرت سیّدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی اولاد کے صدقے کلمہ ایمان پر خاتمہ نصیب فرمانا۔

احوال محبت میں مغلوب اور حضرت حق سبحانہٗ کے شہود میں (رہ کر) میں مرنا چاہتا

ہوں اور ابن یمین کبروی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ان اشعار کے معنی کی آرزو کرتا ہوں:

منگر کہ دلِ ابن یمین پر خون شد
بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست
با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد"

یعنی: تو مت دیکھ کہ ابن یمین کا دل پُرخون ہوا، تو (یہ) دیکھ کہ وہ اس فانی دنیا سے کیسے گیا؟

ہتھیلی پر مصحف (قرآن مجید)، راستہ چلتے ہوئے اور آنکھ دوست (ربّ قدوس) کی طرف کیے ہوئے موت کے قاصد کے ہمراہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

مرض وصال مبارک کے وقت ترمذی شریف آپ کے سینہ مبارک پر تھی۔ اور یہ چیز آپ کی نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے محبت وعقیدت کی علامت ہے۔ بروز ہفتہ ۲۲ رصفر ۱۲۴۰ھ/ ۱۶ر اکتوبر ۱۸۲۴ء کو اشراق کے بعد آپ نے مولوی کرامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میاں صاحب (حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ) کو جلد بلاؤ۔ آپ نے بڑی دقت سے یہ مفہوم ادا فرمایا۔ مولوی کرامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ جلدی سے گئے اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لائے۔ جب وہ دروازے سے داخل ہوئے تو آپ نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور اُسی عالم میں اشراق کے بعد پاؤں کے بَل بیٹھے ہوئے، عین مشاہدۂ حق کے استغراق میں آپ نے وصال فرمایا۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

اس وحشت ناک خبر کو سن کر ہزاروں لوگ خانقاہ مظہریہ شریف، دہلی میں جمع ہوگئے۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نمازِ جنازہ جامع مسجد، دہلی شریف میں حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کی امامت میں پڑھی گئی اور بعد ازاں آپ نے خانقاہ مظہریہ شریف میں اپنے پیر و مرشد حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے دائیں جانب آخری آرام گاہ پائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

تاریخ سال وصال مبارک

آپ کی تاریخ وفات ''نور اللہ مضجعہ'' اور مصراع فارسی: ''جاں بحق نقشبند ثانی داد'' سے (۱۲۴۰ھ) برآمد ہوتی ہے۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) نے تاریخ وصال یوں کہی ہے:

چوں جناب شاہ عبداللہ قیوم زماں | زاین جہاں فرمود رحلت سوئے جناب کریم
سال او با حال او جستم چواے رافت ز دل | گفت ''فی روح وریحان و جنات النعیم''(۵۹)

۱۲۴۰ھ

جانشین معظم

حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) آپ کے جانشین معظم قرار پائے۔(۶۰)

فصل چہارم

آثار وتصنیفات

آپ نے متعدد کتب ورسائل تصنیف وتالیف فرمائے ،جن میں چند درج ذیل ہیں:

۱۔ احوال بزرگان (فارسی)

اس رسالہ میں آپ نے حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی (م ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء)، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ/ ۱۲۳۴ء)، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ (م ۶۱۸ھ/ ۱۲۲۱ء)، حضرت خواجہ معین الدین چشتی (م ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۶ء)، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (م ۶۳۴ھ/ ۱۲۳۶ء)، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر (م ۶۴۴ھ/ ۱۲۴۶ء)، حضرت شیخ نظام الدین اولیا (م ۷۲۶ھ/ ۱۳۲۵ء)، حضرت مخدوم صابر (م ۶۹۱ھ/ ۱۲۹۱ء)، حضرت شاہ (بہاء الدین) نقشبند (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء)، حضرت خواجہ (علاء الدین) عطار (م ۸۰۲ھ/ ۱۴۰۰ء)، حضرت خواجہ (عبیداللہ) احرار (م ۸۹۵ھ/ ۱۴۹۰ء)، حضرت خواجہ محمد باقی (م ۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء)، حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور آپ کی اولاد امجاد کے نہایت مختصر حالات لکھے ہیں۔

یہ رسالہ ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء کے بعد تالیف ہوا ہے۔ اس کا خطی نسخہ کتاب خانہ جی. معین الدین، لاہور میں موجود ہے۔ (۶۱)

۲۔ ایضاح الطریقہ (فارسی)

یہ رسالہ ۱۲۱۲ھ (۹۸-۱۷۹۷ء) کی تصنیف ہے اور بارہا چھپ چکا ہے۔ ایک بار مطبع علوی، لکھنؤ سے ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء میں شائع ہوا۔ اس کے ساتھ سبعہ سیارہ، اربعہ انہار اور حاشیہ اربعہ انہار بھی طبع ہیں۔ ایک دفعہ مطبع احمدی، رام پور سے ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا۔ (۶۲)

اس کا فارسی متن مع اُردو ترجمہ از مولانا منظور احمد (مدینہ منورہ) شیخ المشائخ سیّدنا ومرشدنا

حضرت مولانا ابوالخلیل صاحب بسط اللہ ظلہم العالی، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کے حکم پر خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کی جانب سے ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء اور ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء میں طبع ہو چکا ہے اور اس ناکارہ روزگار راقم الحروف کا کیا ہوا ترجمہ ''مکاتیب شریفہ'' کی زیر نظر اشاعت میں مکتوب ۹۰ کی صورت میں موجود ہے۔

۳۔ درالمعارف (فارسی)

یہ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جسے آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۳۸ - ۱۸۳۷ء) نے حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) کی فرمائش پر مرتب کیا تھا۔ اس میں منگل ۱۲ر ربیع الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۱۱ر فروری ۱۸۱۶ء سے مسلسل اتوار عیدالفطر (یکم شوال) ۱۲۳۱ھ/ ۲۵ر اگست ۱۸۱۶ء تک کے ملفوظات جمع ہیں۔ آخر میں کچھ ملفوظات بغیر تاریخ جمع ہیں، جن میں جمادی الثانی ۱۲۳۳ھ/ اپریل ۱۸۱۸ء کے بعض ارشادات بھی محفوظ ہیں۔

یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے۔ ایک بار مطبع نادری، بریلی سے ۱۳۰۴ھ/ ۸۷-۱۸۸۶ء میں طبع ہوئی۔ پھر محبوب المطابع، دہلی سے ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں چھپی۔ اس کے بعد ۸۰-۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء میں کلیم آرٹ، ملتان نے چھاپی۔ نیز استنبول، ترکی سے مکتبہ ایشیق نے ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء میں اسے طبع کیا اور مطبع نامی نے نیاز علی بریلوی کے اہتمام سے اسے چھاپا۔ (۶۳)

اس کا اُردو ترجمہ فقیر عبداللہ نے کیا جو مکتبہ اسدیہ، گجرات سے ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں طبع ہوا اور ایک اور ترجمہ عبدالحکیم خان اختر نے کیا جو نوری کتب خانہ، لاہور سے شائع ہوا۔

۴۔ رسالہ اذکار (فارسی)

یہ مختصر رسالہ، رسائل سبعہ سیارہ میں شامل ہے۔ (۶۴)

۵۔ رسالہ در احوال شاہ نقشبندؒ (فارسی)

یہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کے حالات و مناقب میں ہے اور رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہو چکا ہے۔ نیز مکاتیب شریفہ کی زیر نظر اشاعت میں مکتوب ۸۷ کے تحت ''رسالہ سوم'' کے طور پر شامل ہے۔ (۶۵)

۶۔ رسالہ درذکر مقامات ومعارف وواردات حضرت مجددؒ (فارسی)

یہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) اوراُن کے خلفاء واولاد کے احوال ومناقب میں ہے اور دراصل زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کی تلخیص ہے۔ بعض دیگر کتابوں اور صدری روایات کو بھی اس میں جمع کیا گیا ہے۔ اس کے مخطوطات کتب خانہ خانقاہ شریف مولوی غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)، لِلّٰہ شریف، ضلع جہلم. کتب خانہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور کتب خانہ آصفیہ، حیدرآباد دکن (فہرست مخطوطات ا:۴۶۰) میں محفوظ ہیں۔ (۶۶)

۷۔ رسالہ دررد اعتراضات شیخ عبدالحقؒ برحضرت شیخ مجددؒ (فارسی)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض کشوف کے بارے میں اشکال تھے، جو ایک مکتوب کی صورت میں موجود ہیں۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ محدث دہلویؒ حضرت مجددؒ کے بارے میں مطمئن ہو گئے اور انہوں نے اپنے اعتراضات واپس لے لیے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مخالفین نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اعتراضات کو آڑ بنا کر اپنے دِلوں کی غبار نکالی ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں نہایت مثبت طریقے سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشکال کا جواب دیا ہے۔ یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ میں طبع ہو چکا ہے۔ ''مکاتیب شریفہ'' کی زیرنظر اشاعت میں مکتوب ۸۸ کے تحت رسالہ ششم کے طور پر شامل ہے۔ (۶۷)

۸۔ رسالہ دررد مخالفین حضرت مجددؒ (فارسی)

یہ رسالہ درج ذیل فصول پر مشتمل ہے: (۱) دربیان مجملی از احوال حضرت مجددؒ، (۲) دررفع اعتراضات از کلام ایشان بطریق اجمال، (۳) درا جوبہ بعضی اعتراضات شیخ عبدالحقؒ کہ رسالہ ای درانکار معارف ایشان نوشتہ اند، (۴) دربیان حواشی کہ استاد فقیر (حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ) درایام خردی بر رسالہ مذکور تحریر فرمودہ اند، (۵) دررفع شبہاتی کہ برالسنہ عوام مذکور است۔

یہ رسالہ آپ کے اس موضوع پر دوسرے رسالہ سے زیادہ مفصل ہے اور رسائل سبعہ سیارہ

میں طبع ہو چکا ہے۔ (۶۸)

۹۔ رسالہ درطریق بیعت واذ کار (فارسی)

یہ رسالہ آپ نے حضرت سیّد اسماعیل محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ سے بیعت ہونے کے بعد لکھا ہے اور اِس میں بیعت کی قسمیں اور ذکر کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔ یہ رسالہ بھی رسائل سبعہ سیارہ میں چھپ چکا ہے۔ ''مکاتیب شریفہ'' کی زیر نظر اشاعت میں مکتوب ۸۵ کے تحت ''رسالہ اوّل'' کے طور پر شامل ہے۔ (۶۹)

۱۰۔ رسالہ درطریقہ شریفہ شاہ نقشبندؒ (فارسی)

اس مختصر رسالہ میں آپ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ یہ رسالہ ''رسائل سبعہ سیارہ'' اور آپ کے ''مکاتیب شریفہ'' میں چھپ چکا ہے۔ زیر نظر اشاعت میں مکتوب نمبر ۸۶ کے تحت رسالہ دوّم کے طور پر شامل ہے۔ (۷۰)

۱۱۔ رسالہ مراقبات (فارسی)

اس میں آپ نے طریقت کے مقامات کا ذکر کیا ہے اور یہ ۵/ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۴/ فروری ۱۸۱۶ء سے پہلے تالیف فرمایا ہے۔ یہ مکاتیب شریفہ میں مکتوب نمبر ۱۰۰ کے تحت رسالہ پنجم کے طور پر، رسائل سبعہ سیارہ اور درالمعارف (درملفوظات ۵/ جمادی الاوّل ۱۲۱۳ھ/ ۳/ اپریل ۱۸۱۶ء) میں شامل ہیں۔ (۷۱)

۱۲۔ رسالہ مشغولیہ (فارسی)

اس میں لطائف کا ذکر ہے اور غیر مطبوعہ ہے اور حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء) کی بیاض میں شامل ہے، جو مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد کے کتاب خانہ گنج بخش میں موجود ہے۔ (۷۲)

۱۳۔ سلوک راقیہ نقشبندیہ (فارسی)

یہ رسالہ کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت، مدینہ منورہ، سعودی عرب میں موجود ہے۔ (۷۳)

۱۴۔ کمالاتِ مظہریہ (فارسی)

یہ آپ نے اپنی عمر مبارک کے آخری حصہ میں ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء میں تالیف فرمائی اور اس میں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے احوال وافکار درج ہیں اور یہ درحقیقت آپ کی اسی موضوع پر دوسری تصنیف ''مقامات مظہری'' کا خلاصہ ہے، جس میں آپ نے بعض ترمیمات بھی کی ہیں۔ اس کا خطی نسخہ کتاب خانہ حضرت ابوالحسن زید فاروقی صاحبؒ (م۱۴-۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء) کے ذاتی کتب خانہ میں موجود تھا۔ (۷۴)

۱۵۔ مقامات مظہری (فارسی)

یہ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے حالات ومقامات پر مشتمل ہے۔ اس میں ان کے بعض ملفوظات ومکتوبات بھی شامل ہیں۔ اسے آپ نے ۱۲۱۱ھ/ ۱۷۹۶ء میں تالیف کیا اور یہ مولوی نعیم اللہ بہڑائچی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۱۸ھ/ ۰۴-۱۸۰۳ء) کی کتاب ''بشارات مظہریہ'' کی تلخیص اور انتخاب ہے اور اس میں آپ نے اضافہ بھی کیا ہے۔

اس کا فارسی متن چند بار طبع ہوا۔ ایک بار مطبع احمدی، دہلی سے ۱۲۶۰ھ/ ۱۸۵۳ء میں بعنوان ''رسالہ شریفہ در بیان حالات ومقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا جان جاناں مظہر شہید قدس سرہٗ'' بہ نگرانی حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ، ۱۸۳ص، اور دوبارہ ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۲ء میں طبع مجتبائی، دہلی سے باہتمام مولوی عبدالاحد (مالک مطبع) بعنوان ''لطائف خمسہ معروف بہ مقامات مظہری''، ۱۷۲ص، شائع ہوا تھا۔

اس کا پہلا اُردو ترجمہ ملک فضل الدین وملک چنن الدین (مالک) اللہ والے کی قومی دکان، لاہور سے (تقریباً) ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء میں طبع ہوا تھا، جو ۲۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ دوسرا اُردو ترجمہ پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب نے کیا، جو اُردو سائنس بورڈ کی طرف سے ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا اور ۷۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۷۵)

۱۶۔ مکاتیب شریفہ (فارسی)

آپ کے ۱۲۵ مکتوبات گرامی کا مجموعہ، جو آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) نے ۱۲۱۳ھ/ ۱۸۱۶ء میں جمع کیا تھا۔ یہ پہلی دفعہ مطبع عزیزی، مدراس سے ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں ۲۲۲ صفحات پر شائع ہوا۔ دوبارہ حضرت حکیم

عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) خلیفہ ارشد نائب قیوم حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء) خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کی عمدہ و عالی تصحیح و تحقیق سے لاہور سے ۱۳۷۱ھ/ ۵۲-۱۹۵۱ء میں ۱۷۴ صفحات کی ضخامت میں طبع ہوا تھا اور بعد ازاں یہ طباعت ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکی سے حسین حلمی کی کوشش سے عکسی صورت میں شائع ہوئی۔ (۷۶)

''مکاتیب شریفہ'' (مترجم اُردو) کی زیرِ نظر اشاعت حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ کے تصحیح و طبع کردہ اسی متن پر مبنی ہے۔

۱۷۔ مکتوب گرامی (اُردو)

آپ کا ایک اُردو مکتوب گرامی ''ارشاد المسترشدین'' میں (ص ۱۳۷-۱۴۱) موجود ہے، اور یہ ۱۲۷۳-۷۴ھ/ ۱۸۵۷ء سے پہلے کی اُردو نثر کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ (۷۷)

۱۸۔ ملفوظات شریفہ (فارسی)

یہ آپ کے خلیفہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۴ء) نے تقریباً ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء (بتاریخ ۲۹ رشعبان، ۲۲-۲۳ رمضان اور عید الفطر) میں مرتب کیا، اور اس میں آپ کے چالیس روز کے ملفوظات نقل ہیں جو مؤلفؒ نے اپنی گیارہ ماہ کی حاضری میں وقتاً فوقتاً جمع کیے تھے۔ ان ملفوظات کو اگر ''دار المعارف'' کا ضمیمہ سمجھ کر مطالعہ کیا جائے تو دونوں مجموعوں کے بعض مقامات کی تشریح خود بخود ہو جاتی ہے۔

اس کا اُردو ترجمہ جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی نے کیا، جو اُن کے مقدمہ و حواشی کے ساتھ مکتبہ نبویہ، لاہور سے ۱۷۵ صفحات پر طبع ہوا ہے۔ (۷۸)

فصل پنجم

امراء کی تربیت وتوکّل

آپ کے مجموعہ مکاتیب شریفہ میں بادشاہِ ہند محمد اکبر شاہ ثانی (۵۳-۱۲۲۱ھ/ ۳۷-۱۸۰۶ء) کے نام ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا ایک مکتوب ملتا ہے۔ (۷۹)

نواب شمشیر بہادر رئیس بندھیل کھنڈ ہیٹ سر پر رکھ کر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے طیش میں آکر اُسے منع فرمایا۔ (۸۰)

بادشاہ اور امراء خانقاہ مظہریہ شریف کے اخراجات کے لیے مدد کے طور پر کچھ دینے کی درخواست کرتے رہے، لیکن آپ نے مسلسل استغنا برتا۔ نواب امیر خان (م ۵۰-۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء) والی ٹونک وسرونج نے بھی یہی استدعا کی، لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی اور حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) سے یہ لکھنے کے لیے فرمایا:

> ''ہم فقر وقناعت کی آبرو پر آنچ نہیں آنے دیں گے، امیر خان سے کہہ دو کہ روزی مقرر ہے۔'' (۸۱)

تقریباً ۱۸۱۱-۱۸۱۹ء میں نواب نظام الدین کی تعزیت کے لیے دہلی شریف کے لوگ اس کے ہاں گئے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے۔ وہاں دہلی کا ریذیڈنٹ بھی آیا۔ تمام حاضرین اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے، لیکن آپ نہ اُٹھے اور نہ اس سے ملے، بلکہ اپنا چہرۂ مبارک دوسری طرف کرلیا۔ اس نے حاضرین سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' لوگوں کے بتانے پر وہ آپ کے نزدیک آیا تو اُس کے منہ سے شراب کی بُو آرہی تھی، جس سے آپ بہت آزردہ خاطر ہوئے۔ اسے آپ نے بری طرح ڈانٹ کر ہٹایا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اُس نے اپنے ملازموں سے کہا:

> ''میں نے سارے ہندوستان میں یہی ایک مسلمان دیکھا ہے۔'' (۸۲)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اتنے متوکل اور قناعت پسند تھے کہ ایک مرتبہ خرچ کے لیے کوئی چیز ہاتھ میں نہ تھی۔ فاقہ آ پہنچا۔ ایک حجرے میں داخل ہوئے اور اُس کا دروازہ بند کر لیا، اس خیال سے کہ یہ کپڑے جو میرے تن پر ہیں، یہ میرا کفن ہیں، اور یہ حجرہ میری قبر ہے۔ میں اپنی تجہیز و تکفین کے لیے لوگوں کو زحمت میں مبتلا کیوں کرو؟ تیرہ روز فاقہ کی حالت میں اس حجرے میں تھے کہ ایک آدمی نے آ کر حجرے کے دروازے پر آواز دی کہ میں تیرہ روپے جناب کے لیے لایا ہوں، ان کو قبول فرمالیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے جواب نہ دیا۔ آخر کار اُس آدمی نے حجرے کے دروازے کے سوراخ سے وہ رقم اندر گرادی، جس کے بعد حضرت شاہ صاحب کا کام جاری ہوا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارک تھی کہ خانقاہ شریف کے خرچہ کے لیے قرض مبارک لے کر درویشوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ دس ہزار روپیہ نان بائی کا قرض ہو جاتا تھا۔ فتوحات (تحائف) ملنے پر اوّل پہلا قرض ادا فرماتے تھے اور باقی بچ رہنے والا مال خانقاہ شریف کے لیے خرچ کرتے تھے اور اُس کے ختم ہو جانے پر پھر قرض لینا شروع کر دیتے تھے، لیکن آپ اہلِ دنیا اور اُمراء کے مال و تحائف قبول نہ فرماتے تھے۔ (۸۳)

فصل ششم

ملفوظات شریف

کیفیات عبادات پر دھیان

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طالب کو عبادات کی کیفیات پر الگ الگ دھیان دینا چاہیے کہ نماز کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ تلاوت سے کس نسبت کا ظہور ہوتا ہے؟ درس حدیث اور زبانی شغل تہلیل (لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کے ذکر) سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے؟ یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ مشکوک لقمہ سے ظلمت میں کتنا اضافہ ہوا؟ اسی طرح دوسرے گناہوں پر بھی دھیان ہونا چاہیے۔ (۸۴)

طالب خواہشات

فرمایا کہ جو خواہشات کا طالب ہو وہ خدا کا بندہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اے عزیز! جب تک تو کسی چیز کے خیال میں ہے تو اسی چیز کا غلام رہے گا۔ (۸۵)

محبت دنیا

فرمایا کہ دنیا کی محبت خطاؤں کی جڑ اور یہی کفر یہ گناہوں کی اصل ہے:

اہل دنیا کافران مطلق اند
روز و شب در بق بق و در زق زق اند

یعنی: اہلِ دنیا (صرف دنیا چاہنے والے طریقت میں) مطلق کافر ہیں۔ وہ دن رات بک بک اور فضول (کاموں میں) مصروف ہیں۔ (۸۶)

یادِ مطلوب

فرمایا کہ طالب کو چاہیے کہ ایک لحہ بھی یادِ مطلوب سے غافل نہ رہے:

این شربت عاشقی ست خسرو
بے خون جگر چشید نتوان

یعنی: اے خسرو! یہ شربت عاشقی ہے (اور یہ) خونِ جگر کی آمیزش کے بغیر نہیں پیا جا سکے گا۔ (۸۷)

صوفی اور دنیا و آخرت

فرمایا کہ صوفی کو دنیا و آخرت پس پشت ڈال کر مولی (کریم) کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے۔ (۸۸) بقول مولانا رومؒ:

ملت عشق ز ملتہا جدا ست
عاشقان را مذہب و ملت خدا ست

یعنی: عشق کی ملت تمام ملتوں سے جدا ہے، عاشقوں کا مذہب اور ملت (رضائے) خدا ہے۔

مردوں کی اقسام

فرمایا کہ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں: نامرد، مرد، جوانمرد اور فرد۔ ان میں دنیا کے طالب نامرد، آخرت کے طالب مرد، آخرت و مولیٰ (کریم) کے طالب جوانمرد اور (صرف) مولیٰ (کریم) کے طالب فرد (یعنی یگانہ) ہوتے ہیں۔ (۸۹)

اقسام خطرات

فرمایا کہ خطرات (وسوسوں) کی بھی چار قسمیں ہیں: شیطانی، نفسانی، ملکی اور حقانی۔ ان میں شیطانی وسوسہ بائیں طرف سے، نفسانی اوپر سے یعنی دماغ سے، ملکی (خیر و نیکی والا) دائیں طرف سے اور حقانی فوق الفوق (سب سے اوپر سے) آتا ہے۔ (۹۰)

اقسام بیعت

فرمایا کہ بیعت تین قسم کی ہوتی ہے؛ پہلی پیرانِ کبار کے وسیلہ کے لیے، دوسری گناہوں سے توبہ اور تیسری نسبت (باطنی) حاصل کرنے کے لیے۔ (۹۱)

مخدوم بننے کا راز

فرمایا کہ جو مخدوم بننا چاہے، وہ مرشد کی خدمت کرے:

ع ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد (۹۲)

یعنی: جس نے خدمت کی، وہ مخدوم بن گیا۔

درویشوں کی شب معراج

فرمایا کہ بھوک کی رات درویشوں کے لیے شب معراج ہے۔ (۹۳)

معاش درویشاں

فرمایا کہ درویشوں کی معاش وہی ہے، جسے شیخ ابن یمین کبرویؒ (م۷۶۹ھ/ ۱۳۶۹ء) نے ان الفاظ میں نظم کیا ہے:

نان جوین وخرقہ پشمین وآب شور — سیپارہ کلام و حدیث پیغمبری
ہم نسخہ دو چار زعلمی کہ نافع است — در این نہ لغو بوعلی و ژاژ عنصری
تاریک کلبۂ کہ پی روشنی آن — بے ہودہ منتی نبرد شمع خاوری
با یک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو — در پیش چشم ہمت شان ملک سنجری
این آن سعادت است کہ حسرت برد بر آن — جویائے تخت قیصر و ملک سکندری (۹۴)

یعنی: جَو کی روٹی، پشم کا خرقہ اور تلخ پانی، قرآن مجید کے تیس پارے اور پیغمبر (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث مبارک۔۔

۷؎ نیز ایسے علم کی دو چار کتابیں جو نفع بخش ہو (اور) اس میں نہ بوعلی (سینا) کی لغویات اور عنصری کی فضولیات ہوں۔

۷؎ ایک تاریک گوشہ (حجرہ) جس پر شمع خاوری (یعنی مشرق کے بادشاہ سورج) کی روشنی کا بیہودہ احسان نہ ہو۔

۷؎ ایک دو ایسے آشنا (یار) جن کی آنکھوں کی ہمت کے سامنے بادشاہ سنجر کی سلطنت آدھے جَو کے برابر بھی قیمت نہ رکھتی ہو۔

۷؎ یہ ایسی سعادت ہے کہ جس پر تخت قیصر اور ملک سکندری کا متلاشی (بھی) حسرت کرتا ہے۔

عاشق رند

نیز آپ مولانا جمالی (م۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء) کے یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے:

لنگکی زیر لنگکی بالا — نے غم دزد نے غم کالا
کزک بوریا و پوستکی — دلکی پر ز درد دوستکی
این قدر بس بود جمالی را — عاشق رند لاأبالی را (۹۵)

یعنی: ایک چادر نیچے (بطور تہبند اور) اور ایک چادر اوپر (لباس کی کافی ہے)، نہ چور کا غم اور نہ ہی مال کا فکر (ہے)۔

۷؎ پھٹا پرانا بوریا اور گدڑی، پُر درد دل اور (ایک) محبوب۔

۷؎ اتنی ساری (متاع دنیا) رند (آزاد منش اور) لاأبالی (نڈر) عاشق جمالی کے لیے کافی ہے۔

بقول حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (م۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) کے یہ اشعار بھی آپ کے حسب حال ہیں:

دو یار زیرک و از بادۂ کہن دو منی — فراغتی و کتابی و گوشہ چمنی
من این مقام بہ دنیا و آخرت ندہم — اگرچہ در پیم افتند ہر دم انجمنی
ہرآنکہ کنج قناعت بہ گنج دنیا داد — فروخت یوسف مصری بہ کمترین ثمنی (۹۶)

یعنی: دو عقلمند دوست اور کثیر مقدار میں پرانی شراب۔ فراغت (کے لمحات)، ایک کتاب اور ایک چمن کا گوشہ۔

٭ میں اس مقام (نعمت) کو دنیا و آخرت کے بدلے میں (بھی) نہیں دیتا۔

٭ جس کسی نے گوشۂ قناعت کو دنیاوی خزانے کے بدلے میں دے دیا، (گویا) اس نے مصر کے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کو کھوٹے داموں بیچ ڈالا۔

سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی دانائی

فرمایا کہ سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ/۱۲۹۲ء) سلسلۂ سہروردیہ کے عقلمند آدمی تھے۔ انہوں نے دو ہی نکتوں میں سارا تصوف بیان کر دیا ہے:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکی آنکہ برخویش خود بین مباش دگر آنکہ بر غیر بد بین مباش

یعنی: میرے دانا پیر و مرشد (شیخ شہاب (الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ) نے دو سنہری (قیمتی) نصیحتیں فرمائیں۔

٭ ایک یہ کہ خود بین مت بنو اور دوسرا یہ کہ (اپنے علاوہ) دوسروں کو بُرا مت سمجھو۔ (۹۷)

طلب و ترک حلال کی فرضیت

فرمایا کہ جس طرح طلب حلال مومنوں پر فرض ہے، اُسی طرح ترک حلال بھی عارفوں پر فرض ہے۔ (۹۸)

طریقہ نقشبندیہ

فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ چار چیزوں سے عبارت ہے، یعنی بے خطرگی، دوام حضور، جذبات اور واردات۔ (۹۹)

دیدِ قصور

فرمایا کہ میری دیدِ قصور (خود کو کم درجہ سمجھنا) یوں ہے کہ جب کوئی کتا میرے گھر آئے تو میں کہتا ہوں کہ الٰہی! میں کون ہوں جو تیرے مقربین (دوستوں) کو نجات کا وسیلہ بناؤں، تو اس کتے، جو تیری مخلوق میں سے ہے، کے صدقے میرے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے اوپر نظر عنایت فرما۔ نیز فرمایا کہ اسی طرح اگر کوئی طلب (حق) کے لیے (میرے پاس) آتا ہے تو میں اسے تقرب (الٰہی) کے لیے وسیلہ بناتا ہوں۔[۱۰۰]

شانِ ذوق

فرمایا کہ حلقہ اکابر چشتیہ، جو کہ ذوقِ محبت میں سرشار ہیں اور سماع و سرود اُن کے دلوں میں رنگا رنگ کے ذوق پیدا کرتا اور چہرۂ یار سے پردہ ہٹاتا ہے اور ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ کا حلقہ بھی بادہ نوشِ محبت سے سرشار ہے، لیکن اس کے متوسلین کے قلوب کو حدیث اور درود شریف اذواق بخشتے ہیں۔

ع آن ایشا نند من چنینم یارب

یعنی: الٰہی! وہ کتنے عظیم لوگ تھے اور میں کیسا ہوں؟

اسی طرح جب اسم مبارک (نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم) زبان پر آتا تو آہ آہ کہتے ہوئے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور کبھی دونوں پھیلاتے اور ملاتے کہ گویا کسی کو آغوش میں لیتے ہیں، اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۷۲ھ/۱۲۷۳ء) کا یہ شعر پڑھتے:

موسیا آداب دانان دیگر اند
سوختہ جان و روا نان دیگر اند[۱۰۱]

یعنی: اے موسیٰ (علیہ السّلام)! سالکوں کے آداب اور ہیں اور سوختہ جاں اور مجاذیب کے آداب اور ہیں۔

طالب ذوق وکرامات

فرمایا کہ ذوق وشوق اور کشف وکرامات کا طالب، خدا کا طالب نہیں ہوتا۔[۱۰۲] حضرت

مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) حافظ شیرازیؒ (م۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) کا یہ شعر نقل کرتے ہیں:

شرم ما باد ازین خرقہ آلودہ خود
گر بدین فضل و کرم نام کرامات بریم

یعنی: مجھے اس اپنے آلودہ خرقہ پر شرم آتی ہے اگر اس فضل و کرم کو کرامات کا نام دیں۔

نیز حافظ شیرازیؒ ہی کہتے ہیں:

با خرافات نشینان ز کرامات ملاف
ہر سخن جائی و ہر نکتہ مکانی دارد

یعنی: دیر نشینوں کے سامنے کرامات بیان نہیں کرنی چاہئیں، کیونکہ ہر بات اور ہر نکتہ کا ایک موقع ہوتا ہے۔(۱۰۳)

کمالات نبوت کا ظہور

فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام کمالات کے جامع تھے۔ ان کمالات کا ظہور مختلف زمانوں میں افراد امت کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ وہ کمالات جن کا ظہور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فیض کے خزانے بدن (مبارک) سے ہوا، یعنی بھوکا رہنا، جہاد اور عبادت کرنا، یہ فیض صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں جلوہ گر ہوا۔ وہ کمالات جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلب مبارک کے کمالات، یعنی استغراق، بے خودی، ذوق، شوق، آہ، نعرہ اور اسرار توحید (کی صورت میں ظاہر ہوا)، وہ حضرت (جنید) بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے امت کے اولیا تک پہنچے ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفہ نفس کے کمالات، جو نسبتِ باطن میں اضمحلال اور استہلاک سے عبارت ہیں، وہ حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے اکابر نقشبندیہ پر آشکار ہوئے ہیں اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اسم شریف (حضرت) محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کمال حضرت مجدد الف ثانی (شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) کے زمانے میں ظاہر ہوا۔(۱۰۴)

ولایت وکمالاتِ نبوت

فرمایا کہ ولایت میں خطرات مضر ہوتے ہیں، لیکن کمالاتِ نبوت میں مضر نہیں ہوتے۔
امیرالمومنین (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''اُجَهِّزُ الْجَیْشَ وَ اَنَا فِی الصَّلٰوةِ.''
یعنی میں نماز کے دوران لشکر کی تیاری بھی کرتا ہوں۔
آفتاب کا مشاہدہ خطرات قلب میں مانع نہیں ہوتا۔ (١٠٥)

رضائے نفس اور حق نفس

فرمایا کہ کھانے میں ایک تو رضائے نفس ہے اور دوسرا حق نفس ہے۔ رضائے نفس کی غذا بہت لطیف ہے اور حق نفس یہ ہے کہ فرائض و سنن کی ادائیگی کے لیے بقدر توانائی کھانا کھایا جائے۔ (١٠٦)

لفظ فقیر کی تشریح

فرمایا کہ لفظ فقیر میں ''ف'' سے مراد فاقہ، ''ق'' سے قناعت، ''ی'' سے یادِ الٰہی اور ''ر'' سے ریاضت ہے۔ جو انہیں بجالائے تو اُسے ''ف'' سے فضل خدا، ''ق'' سے قربِ مولیٰ، ''ی'' سے یاری اور ''ر'' سے رحمت حاصل ہوتی ہے۔ نہیں تو ''ف'' سے فضیحت (ذلت)، ''ق'' سے قہر، ''ی'' سے یاس (نااُمیدی) اور ''ر'' سے رسوائی ملتی ہے۔ (١٠٧)

کمالات اور وصول وحصول

فرمایا کہ کمالات میں عریانی وصل ہوتی ہے اور اس مقام میں سالک کے نصیب میں نااُمیدی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ہوتا، ہر چند وصول ہوتا ہے لیکن حصول نہیں ہوتا۔ (١٠٨)

ادراک بلند

فرمایا کہ حق سبحانہٗ نے مجھے ایسا ادراک عطا کیا ہے کہ میرا بدن قلب کا حکم رکھتا ہے۔

چاروں طرف سے جو لوگ آتے ہیں، مجھے ان کی نسبت معلوم ہو جاتی ہے۔ (۱۰۹)

تین بلند کتابیں

فرمایا کہ تین کتابیں بے نظیر ہیں؛ قرآن شریف، صحیح بخاری اور مثنوی مولانا رومؒ۔ (۱۱۰)

اولیا کی اقسام

فرمایا کہ اولیا تین قسم کے ہوتے ہیں؛ اربابِ کشف، اربابِ ادراک اور اربابِ جہل۔ (۱۱۱)

قبولیت دعا کی نشانی

فرمایا کہ دعا کے وقت فیض کے انوار ہوتے ہیں (لیکن دعا کی) قبولیت کے اثر کی برکات کا فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اگر دونوں ہاتھ بوجھل محسوس ہوں تو یہ دعا کی قبولیت کی علامت ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر (دعا کے بعد) انشراح صدر (سینے کی کشادگی) حاصل ہو جائے تو یہ قبولیت کی نشانی ہے۔ (۱۱۲)

بیعت اویسی کا طریقہ

فرمایا کہ جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اویسی (بیعت) ہونا چاہے تو وہ نمازِ عشاء کے بعد اپنے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر کہے:

''یَا رَسُوْلَ (اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) بَايَعْتُكَ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ:
اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ وَ صَوْمَ رَمَضَانِ وَ حَجَّ الْبَيْتِ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا.''

یعنی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں پانچ چیزوں پر آپ سے بیعت کرتا ہوں: لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور اللہ کے گھر کی زیارت کرنا، اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھنے کی صورت میں۔

چند راتیں وہ یہ عمل کرے۔ اگر وہ کسی بزرگ کا اویسی (مرید) بننا چاہے تو وہ خلوت میں بیٹھ کر دو رکعت نفل اس کے لیے پڑھے اور اُس بزرگ کی روح کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ (۱۱۳)

عقل نورانی و ظلمانی

فرمایا کہ نورانی عقل وہ ہوتی ہے جو بلا واسطہ مقصود پر دلالت کرے، اور ظلمانی (عقل) وہ ہے جو مرشد کے راہ دکھانے پر راہِ راست پر آئے۔ (۱۱۴)

پیروی شیخ و مرشد

فرمایا کہ جو کوئی ہم سے ملاقات (بیعت) رکھتا ہے (اسے چاہیے کہ) وہ ہم جیسا لباس پہنے اور ہم جیسے اطوار (حال) اختیار کرے:

یا مرو با یار ازرق پیرہن یا بکش بر خانمان انگشت نیل
یا مکن با پیل بانان دوستی یا بنا کن خانہ در خورد پیل (۱۱۵)

یعنی: یا نیلی قمیص پہننے والے دوست (ولی اللہ) کے ساتھ نہ جا، یا اپنے گھربار کو برباد کر ڈال۔
یا ہاتھی والوں کے ساتھ دوستی نہ کر، یا اپنے گھر کو ہاتھی (کی آمد و رفت) کے لائق بنا۔

خاصانِ خدا کی ارواح

فرمایا کہ بعض مومنوں کی روح ملک الموت قبض کرتا ہے، لیکن خاصانِ خدا کی ارواح میں فرشتے کو اختیار نہیں ہوتا:

در کوئے تو عاشقان چنان جان بدہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز (۱۱۶)

یعنی: تیرے کوچے میں عاشق یوں جان دیتے ہیں (کہ) وہاں موت کے فرشتہ کو ہرگز جانا نہیں پڑتا۔

عین زوال کی حقیقت

فرمایا کہ عین زوال اس بات کا نام ہے کہ سالک ''انا'' نہ کہہ سکے۔ چنانچہ خواجہ (عبید اللہ) احرار (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے: ''انا الحق کہنا آسان ہے، لیکن ''انا'' کو زائل کرنا مشکل ہے۔''(۱۱۷)

کفر طریقت

فرمایا کہ طریقت میں کفر یہ ہے کہ امتیاز اُٹھ جائے اور ذات حق کے سوا کوئی چیز نظر نہ آئے۔ منصور حلاج (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں:

''كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ لَدَيَّ وَ عِنْدَالْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ.''(۱۱۸)

یعنی: میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک واجب اور مسلمان کے نزدیک معیوب ہے۔

منصور (رحمۃ اللہ علیہ) کی رہنمائی

فرمایا کہ منصور (حلاج رحمۃ اللہ علیہ) نے لغزش کھائی اور زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دستگیری کرتا۔ اگر میرے زمانے میں ہوتے تو میں بے شک ان کی مدد کرتا (اور) اس حالت سے نکال کر حالتِ فوق پر لے جاتا۔(۱۱۹)

مقامات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کہ نبوت کے سوا تمام وہ کمالات جو ایک انسان میں ممکن ہو سکتے ہیں، ان کا ظہور حضرت مجدد (قدس سرہٗ) میں ہوا۔(۱۲۰)

فرمایا کہ حضرت مجدد (الف ثانی) قدس سرہ جیسے کمالات شاید ہی کسی نے حاصل کیے ہوں۔ اگر حضرت (مجدد) تمام وجودی اولیاء پر توجہ فرمائیں تو وہ شاہراہِ شہود پر آجائیں۔(۱۲۱)

طریقہ مجددیہ کے چار فیض

فرمایا کہ طریقہ مجددیہ میں چار فیض ہیں، یعنی نسبت نقشبندی، قادری، چشتی اور سہروردی۔ لیکن اس پر پہلی نسبت (نقشبندیہ) غالب ہے۔ (۱۲۲)

انوار ریاضت اور نسبت باطنی

فرمایا کہ اب تو میں بوڑھا ہو گیا ہوں، لیکن اس سے پہلے شاہ جہان آباد (دہلی شریف) کی جامع مسجد کے حوض کا کڑوا پانی پی کر کلام مجید کے دس سیپارے پڑھتا اور دس ہزار مرتبہ ذکر نفی اثبات کرتا تھا۔ میری نسبت باطنی اس قدر قوی تھی کہ ساری مسجد نور سے بھر جاتی اور اسی طرح میں جس کوچہ سے گزرتا (وہ بھی منور ہو جاتا)، اگر میں کسی کے مزار پر جاتا تو اُس کی نسبت پست ہو جاتی، (لیکن) میں بھی خود کو پست کر دیتا اور اُس بزرگ (صاحب مزار) کی تواضع کرتا۔ (۱۲۳)

انتہائے ناتوانی

فرمایا:

ز ناتوانی خود این قدر خبر دارم
کہ از رخش نتوانم کہ دیدہ بردارم (۱۲۴)

یعنی: میں اپنی ناتوانی کو اتنا جانتا ہوں کہ اس کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا سکتا۔

روزہ داروں کے لیے وصالِ الٰہی کی خوشخبری

فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے: ''اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ'' (یعنی: روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا بھی میں ہی دوں گا)۔ بعض کے نزدیک اجزی صیغہ مجہول ہے، اس صورت میں روزہ کا رؤیت (باری تعالیٰ) میں کامل دخل ہے۔ پس روزہ داروں کے لیے (اس میں) خوشخبری ہے۔ (۱۲۵)

سلسلہ کی اجازت کے لائق

فرمایا کہ اس (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ) میں طریقہ کی اجازت، مرتبہ دوام حضور، فنائے قلب، تہذیب اخلاق حاصل کیے بغیر اور اتباعِ سنت پر ثابت قدم رہے بغیر حاصل نہیں ہوتی، اور مقام اجازت کا یہ ایک ادنیٰ مرتبہ ہے۔ اس کا درمیانی (اوسط) مرتبہ لطیفہ نفس کی فنا، لفظ انا کے اطلاق کا سالک کے وجود سے خاتمہ اور نسبت کے انوار کا موجزن ہونا ہے اور (اس کا سب سے) اعلیٰ مرتبہ، لطیفہ قلب و نفس کی فنا و بقا کا شرف حاصل کرنے کے بعد عالمِ خلق کے لطائف کی تہذیب ہے، کیونکہ اس مرتبہ میں طلب کی تپش کی تسکین، باطن کو کمال درجہ کا اطمینان اور جو کچھ (حضرت محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اس کا اتباع حاصل ہو جاتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک مرتبہ کے حصول کے بغیر اجازت (سلسلہ) دینا، مجاز (اجازت پانے والے) کو مغرور اور مستفید کو محروم کرنا ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ. (ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔ (۱۲۶)

آدمی کو کیا چاہیے

آدمی کو دو چیز درست اور دو چیز شکستہ چاہیے: دین و یقین درست اور ہاتھ اور پاؤں شکستہ۔ (۱۲۷)

بغیر نمک پتھر چاٹنا

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مرزا (جان جاناں) صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے کسی نے میرے بارے میں کہا کہ وہ طالب ذوق و شوق اور کشف و کرامت ہے۔ انہوں نے یہ سن کر فرمایا کہ جو شخص ایسے شعبدوں کا طالب ہو، اُسے کہو کہ وہ ہماری خانقاہ سے چلا جائے اور ہمارے پاس نہ آئے۔ جب یہ خبر مجھے پہنچی تو میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور نے یہ فرمایا ہے؟ جواب دیا: ''ہاں!'' میں نے عرض کیا: ''پھر کیا مرضی ہے؟'' فرمایا کہ یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا، اگر یہ بے مزگی منظور ہوے تو ٹھہرے رہو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے یہی منظور ہے۔ (۱۲۸)

امتیازات نقشبندیہ

فرمایا کہ اس طریقہ نقشبندیہ میں مجاہدہ نہیں ہے، مگر وقوف قلبی، یعنی دل کو ہر آن ذات الٰہی کی طرف لگائے رکھنا، اور گزشتہ و آئندہ خطرات کی نگہداشت، یہ یوں کہ جب خطرہ (وسوسہ) دل میں پیدا ہو کہ فلاں کام گزشتہ زمانہ میں کس طرح ہوا تھا؟ تو اسی وقت دل سے دفع کرے، تاکہ تمام قصہ دل میں نہ آئے، یا دل میں خیال آئے کہ فلاں جگہ جا کر یہ کام کروں اور اس کام میں فائدہ ہو تو اس کو فوراً دفع کرے۔ غرضیکہ اللہ کے سوا جو خیال (بھی) دل میں آئے، اسے اسی وقت دفع کرے۔ (۱۲۹)

احوال قلب

فرمایا کہ احوال قلب سالک کے دل پر شدید بارش کی مانند ظاہر ہوتے ہیں، اور جب قلب سے عروج کر کے لطیفہ نفس کی سیر (میسر) ہوتی ہے تو (یہ) ہلکی بارش کی طرح جلوہ گر ہوتے ہیں۔ پھر لطیفہ نفس سے سیر جس قدر بلند ہوتی جاتی ہے، نسبت سمجھ میں نہیں آتی، نیستی و نابودی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور نسبت شبنم کے مانند ہو جاتی ہے۔ (۱۳۰)

اللہ کا ہونا

ایک بار کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میرے لیے کچھ تحریر فرما دیں۔ آپ نے یہ آیت شریف تحریر فرمائی:

قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ. (سورۃ الانعام، آیت ۹۱)۔

یعنی: آپ کہہ دیں اللہ، پھر انہیں چھوڑ دیں۔

آپ نے اس (آیت) کی تفسیر بھی اس کے نیچے اس طرح لکھی کہ تمام جزئی اور کلی امور کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے اور معاش وغیرہ کی فکر نہیں کرنی چاہیے اور ماسویٰ اللہ کے تعلقات کو چھوڑنا چاہیے اور اپنے تمام امور کو اللہ کے سپرد کرنا چاہیے۔ (۱۳۱)

حبس نفس

ایک دن ایک درویش کو آپ نے توجہ کے لیے یاد فرمایا۔ کسی نے عرض کیا کہ وہ جامع مسجد

کی طرف سیر کو گیا ہے۔ فرمایا کہ یہ کیسی فقیری ہے؟ فقیری میں صبر لازم ہے اور صبر جس نفس کو کہتے ہیں۔ (۱۳۲)

مجاہدہ

فرمایا کہ جس وقت ہم مجاہدہ میں مشغول تھے، پچیس برس تک اپنے آپ کو ایک حجرہ میں بند کر رکھا تھا، نہ سردیوں میں باہر آتا تھا اور نہ گرمیوں میں۔ (۱۳۳)

ذکر وفکر پر استقامت اور فکر خاتمہ بالخیر

فرمایا کہ میری عمر سترہ سال تھی کہ میں دہلی آیا تھا۔ اب مجھے دہلی میں ساٹھ برس گزر چکے ہیں اور ایک دن بھی بلا ذکر وفکر اور مراقبہ نہیں گزرا، اس کے باوجود خاتمہ (بالخیر) کا خوف ہر وقت دامن گیر ہے، اور اطمینان اس وقت ہوگا جب بہشت میں داخل ہو جاؤں گا اور اپنے کانوں سے پروردگارِ عالم کی صدا سنوں گا کہ اے بندے! میں تجھ سے راضی ہوں۔ (۱۳۴)

نہایت وبدایت

فرمایا کہ ہمارے اکابر طریقت فرماتے ہیں کہ سلسلۂ نقشبندیہ میں نہایت کو بدایت میں درج کیا (گیا) ہے۔ اس کے معنی بہت لوگوں نے کیے ہیں۔ (پھر) فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ نہایت بدایت میں پیدا ہونے کی وجہ سے دائمی توجہ اور مع اللہ حضوری (نصیب ہوتی) ہے اور اس سے مراد کم خطرگی، یا بے خطرگی ہے، جو دوسرے سلاسل میں نہایت میں سمجھی جاتی ہے اور طریقہ نقشبندیہ میں (یہ) شروع ہی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز فرمایا کہ نہایت ہمارے ہاں کچھ اور ہی ہے اور وہ توجہ حضور کا گم ہونا ہے۔ (۱۳۵)

ذکر کثیر

فرمایا کہ ذکر کثیر سے مراد دائمی قلبی ذکر ہے جس کا سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹتا اور (اس سے) لسانی (ذکر) مراد نہیں، جو منقطع ہو جاتا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (سورۃ النور، آیت ۳۷)۔
یعنی: (ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے، نہ خرید وفروخت۔
کیونکہ تجارت میں زبانی ذکر رُک جاتا ہے (اور) قلبی (ذکر) نہیں رُکتا۔ (۱۳۶)

ذکرقلبی وخفی کی وضاحت

فرمایا کہ اکثر آدمی قلبی ذکر کو خفی (ذکر) کہتے ہیں اور یہ (کہنا) غلط ہے، کیونکہ خفی کے معنی پوشیدہ کے ہیں (اور) ذکر قلبی اگرچہ غیر سے پوشیدہ ہے، لیکن فرشتوں اور شیطان سے پوشیدہ نہیں۔ پس حقیقی خفاء (پوشیدگی) اس میں نہیں پائی جاتی۔

دراصل ذکر خفی سے مراد ذاکر (ذکر کرنے والے) کا مذکور میں گم ہونا ہے، تاکہ اسے اپنی اور ذکر کی کوئی خبر نہ ہو۔ (۱۳۷)

کیفیت ذکر

فرمایا کہ میرا حال ایسا ہے کہ ہر چند متوجہ قلب ہوتا ہوں، توجہ اور ذکر کا کوئی اثر نہیں پاتا، البتہ کسی وقت غیبت (غیر متوجہ ہونا) ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ روئیں روئیں سے ذکر جاری ہے۔ (۱۳۸)

شب قدر کا پانا

فرمایا کہ شب قدر عجیب بابرکت رات ہے۔ اس میں دعا اور عبادت مقبول ہوتی ہے۔ اہلِ قرب کو اس رات عجیب کیفیت نصیب ہوتی ہے۔

(پھر) فرمایا کہ ایک بار میں جامع مسجد میں رات کو سویا ہوا تھا، اعتکاف کی حالت تھی۔ ایک شخص نے آکر مجھے جگایا اور کہا: ''اُٹھیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت مرحومہ کے لیے دعا کیجیے۔'' میں اٹھا تو دیکھا کہ ہر طرف نور ہی نور ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ نور شب قدر کا ہے۔ (۱۳۹)

مرشد کی رضا و ناراضگی

فرمایا کہ پیر کی رضا خالق اور مخلوق کے ہاں مقبولیت کا ذریعہ ہے اور پیر کی ناراضگی خلقت اور مخلوق کی نفرت کا سبب ہے۔ (۱۴۰)

بنائے کار

فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ اس طریقہ (نقشبندیہ) میں بنائے کار اللہ رب العزت کی درگاہ میں عجز وانکسار اور مرشد کے ساتھ اخلاص پر ہے۔ (۱۴۱)

آسان ترین، قریب ترین اور اللہ سے ملانے والا طریقہ

فرمایا کہ حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ روز سجدہ میں پڑ کر اللہ رب العزت کے حضور مناجات کی کہ اے الہ العالمین! مجھے نیا طریقہ عطا فرما، جو سب (طریقوں) سے زیادہ آسان، سب (طریقوں) سے زیادہ اللہ کے قریب (کرنے والا) اور (سب سے زیادہ) اللہ تعالیٰ سے ملانے والا ہو۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور یہ طریقہ (نقشبندیہ) عطا فرمایا۔ (۱۴۲)

طریقہ نقشبندیہ کا انتخاب

فرمایا کہ حضرت مرزا (جان جاناں شہید) صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے کسی نے عرض کیا کہ آپ نے یہ طریقہ (نقشبندیہ) مجددیہ کیوں اختیار کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس طریقہ میں اتنی زیادہ ریاضت ومجاہدہ نہیں ہے اور میں نازک مزاج تھا، مجھ سے اور طریقوں کے مجاہدات نہ ہو سکتے۔ (۱۴۳)

اہلِ محبت کے لیے آسانیاں

فرمایا کہ اہلِ محبت کو (بڑے بڑے) اعمال (ریاضتوں) کی ضرورت نہیں، ان کے لیے

قلیل عمل ہی کافی ہوتا ہے، بلکہ (انہیں) قلیل کی بھی حاجت نہیں ہوتی۔

علماء کا پسندیدہ طریقہ

فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ علماء کو پسند ہے۔ (۱۴۴)

طریقہ نقشبندیہ کی انفرادیت

فرمایا کہ جب حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے کمال کی شہرت پھیلی تو ایک زاہد آپ کے اوقات اور اعمال دیکھنے کے لیے آیا۔ اس نے آپ کو کوئی ریاضت اور مجاہدت کرتے نہ دیکھا۔ آپ نے سیدھی سادھی نمازیں پڑھیں اور رات کو عشاء کے بعد پلاؤ کھا کر سو رہے۔ رات کے تیسرے پہر میں نمازِ تہجد پڑھی۔ وہ زاہد حیران ہو گیا اور عرض کیا کہ حضرت! میں رات بھر نہیں سویا اور ذکر کرتا رہا ہوں، جبکہ آپ نے شام کو پلاؤ کھایا اور رات کا زیادہ حصہ سوتے رہے، لیکن جو نور آپ میں ہے، وہ مجھ میں نہیں ہے۔ حضرت خواجہ (قدس سرہٗ) نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ اُسی پلاؤ کا نور ہے۔ (۱۴۵)

یادِ الٰہی کا سبق

فرمایا کہ ایک روز ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ مجھے رب کی یاد سکھا دیں۔ میں نے کہا: ''اللہ اللہ، دو ہزار مرتبہ ہر روز صبح کے وقت کہہ لیا کر۔'' اس نے کہا: ''اس لفظ سے تو یاد نہیں کروں گا۔'' میں نے کہا: ''اچھا قلب کی طرف متوجہ ہو کر دل سے تُو ہی تُو، تُو ہی تُو، کہتا رہ۔'' اس پر وہ راضی ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد اُس کے دل میں توجہ الی اللہ پیدا ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ (۱۴۶)

کیفیت نورانی و ذکر ایمانی

فرمایا کہ ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ میں روزانہ پچاس ہزار بار اللہ اللہ کرتا ہوں، اس کی برکت سے ماسویٰ اللہ سے روگردانی ہو گئی ہے۔

(پھر) فرمایا کہ میں نے اپنی ان آنکھوں سے اس کے دل میں کیفیت دیکھی ہے، لیکن کفر کی وجہ سے وہ کیفیت دھندلی تھی (کیونکہ) نورانی کیفیت ذکر ایمانی کے سوا پیدا نہیں ہوتی۔

(پھر) فرمایا کہ اس ہندو سے مجھے ندامت آئی کہ باوجود کفر کے اندھیرے کے، وہ ایک دَم بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہوتا، اور میں نورِ ایمان (رکھنے) کے باوجود غافل ہوں (یاد رہے کہ یہ بات آپ نے کسرِ نفسی کے طور پر فرمائی ہے)۔ (۱۴۷)

طالب خدا و کیفیت ذکر

فرمایا کہ طالب خدا کیفیت پرست نہیں ہوتا۔ ذکر کرنا چاہیے، خواہ کیفیت پیدا ہو یا نہ ہو۔ ذکر فی نفسہ عبادت ہے۔ (۱۴۸)

ہر روز کا ذکر اسم ذات

فرمایا کہ ہر روز پچیس ہزار مرتبہ ذکر اسم ذات ''اللہ اللہ'' دل کے ساتھ کرنا ضروری ہے۔ (۱۴۹)

جمعیت باطنی

فرمایا کہ جمعیت باطنی کی تعریف یہ ہے کہ آئندہ و گذشتہ کی تشویش دل میں نہ آئے۔ (۱۵۰)

فقیر کون؟

فرمایا کہ فقیر دل کی مراد سے خالی ہونے کو کہتے ہیں، نہ کہ ہاتھ کے خالی ہونے کو۔ (۱۵۱)

تربیت جمالی و جلالی

فرمایا کہ تربیت کی دو قسمیں ہیں، تربیت جمالی اور جلالی۔ تربیت جمالی سے سب راضی رہتے ہیں اور یہ موافق نفس ہے، لیکن تربیت جلالی پر قائم رہنا نہایت دشوار اور دیندار لوگوں کا کام

ہے۔(۱۵۲)

حقیقت رضا

فرمایا کہ حقیقت رضا فنائے کامل کے سوا حاصل نہیں ہوتی، اور اِسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ رضا آخرت کے مقامات سے ہے۔(۱۵۳)

تصفیۂ قلب کا عمل

فرمایا کہ اس زمانہ میں تصفیۂ قلب کے لیے کوئی عمل اولیاء اللہ کے اذکار کی کتابوں کے مطالعہ سے بہتر نہیں ہے۔(۱۵۴)

مرشد کی دو نصیحتیں

فرمایا کہ میرے پیر نے مجھے دو نصیحتیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کے عیب کی نیکی کی طرف تاویل کرنا، اور دوسرا یہ کہ اپنی نیکی کی عیب کی جانب تاویل کرنا۔ (اس پر) میں نے عرض کیا کہ اس سے تو نیکی کے حکم کرنے کا عمل رک جائے گا۔ (میرے پیرو) مرشد نے فرمایا کہ مجھے تو کسی میں بھی (عیب) معلوم نہیں ہوتا، کہ اسے امر بالمعروف کیا جائے، ہر ایک کو نیک ہی جانتا ہوں۔(۱۵۵)

بارگاہِ ایزدی سے ضرورت پوری ہونا

فرمایا کہ جس عمارت میں بیٹھے ہیں، جس دن ہم اس کی بنیادیں کھود رہے تھے تو معمار نے کہا کہ اس دیوان کی چھت کے لیے ۳۶ روپے درکار ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس ایک پھوٹی کوڑی نہ تھی۔ بارگاہِ ایزدی میں عرض کی۔ اسی وقت ضرورت کے مطابق روپیہ پہنچ گیا۔(۱۵۶)

فصل ہفتم

کشف وکرامات

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

''سالکانِ راہِ الٰہی اور طالبانِ فیض نامتناہی سے مخفی نہیں ہے کہ خدا کی محبت اور اتباع سیّدالانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم جیسی کوئی کرامت اور خرق عادت نہیں ہے۔ اور یہ دونوں امر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ''وجود باجود'' میں بدرجۂ کمال پائے جاتے تھے۔ سب سے بڑی کرامت اور سب سے افضل خرق عادت تو طالبوں کے باطنوں پر تصرف اور اُن کے سینوں میں حضرت سبحانہٗ کے فیض و برکات کا اِلقا کرنا ہے اور یہ امور آپ سے اس قدر ظہور پذیر ہوئے کہ ان کی تحریر کے لیے دفاتر درکار ہیں۔

ہزاروں ارادت مندوں کے دل ذاکر کیے اور سینکڑوں جذبات و واردات الٰہیہ کو پہنچے، اور بہت سے لوگوں کو مقامات و حالات عالیہ پر فائز کیا۔ بہت سے لوگ خواب میں آپ کا دیدار کر کے شرف یاب ہوئے اور طریقہ اخذ کیا اور عالی مقامات پر پہنچے اور اپنے وطنوں کو روانہ ہوئے۔ طالبوں کی کثرت کے باوجود ہر ایک کو توجہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچاتے اور ایک حال سے دوسرے حال میں پہنچاتے۔ توجہ کی قوت سے برسوں کا کام تھوڑے ہی دنوں میں کر دیتے۔ اکثر فاسق و فاجر آپ کی توجہ شریف سے تائب ہو کر راہِ راست پر آئے اور کئی کفار آپ کی معمولی سی توجہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔''(۱۵۷)

ہندو کا مسلمان ہونا

ایک روز ایک ہندو برہمن کا خوبصورت لڑکا آپ کی مجلس شریف میں اتفاقاً آ گیا۔ تمام اہلِ محفل کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں۔ آپ نے اس پر نظرِ عنایت ڈالی۔ اسی وقت اس نے زنار کفر اتار دی اور فوراً کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اپنے حسن کو نورِ اسلام سے جلا دے کر بول اٹھا:

بنشین بہ گدایانِ درِ دوست کہ ہر کس
بنشست باین طائفہ شاہی شد برخاست

یعنی: درِ دوست کے منگتوں میں شامل ہو جا، جو اُن کے پاس بیٹھ جاتا ہے، وہ بادشاہ بن کر اُٹھتا ہے۔ (۱۵۸)

نرینہ اولاد کے لیے دعا و قبولیت

ایک صالحہ ضعیف عورت کا جوان بیٹا فوت ہو گیا۔ آپ اس کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ دورانِ تعزیت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ اس عورت نے عرض کیا کہ حضرت! میں اب بوڑھی ہو گئی ہوں اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہو گیا ہے، اب اولاد کہاں ہو گی؟ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ قادر ہے۔ بعد ازاں آپ وہاں سے اٹھ کر ایک مسجد میں تشریف لائے اور وضو فرما کر دو رکعت نماز پڑھی اور اُس عورت کے ہاں فرزند ہونے کے لیے دعا فرمائی۔ دعا کے بعد آپ نے اپنے ہمراہی (میاں احمد یار صاحبؒ) سے فرمایا کہ اس عورت کی اولاد کے لیے جناب الٰہی میں عرض کی ہے، قبولیت دعا کا اثر ظاہر ہو گا اور ان شاء اللہ اس کے ہاں فرزند ہی پیدا ہو گا۔ اس کے بعد آپ کے فرمانے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطا فرمایا اور وہ جوان ہوا۔ (۱۵۹)

گمشدہ لڑکے کا مل جانا

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت! میرا لڑکا دو ماہ سے گم ہے، آپ دعا فرمائیں کہ وہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا لڑکا تو تیرے گھر میں ہے۔ وہ حیران ہوا

کہ میں تو ابھی گھر سے آ رہا ہوں، لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ وہ گھر میں ہے۔ لہٰذا وہ حضرت کے فرمانے پر گھر گیا تو دیکھا کہ واقعی اس کا لڑکا گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔ (۱۶۰)

ہر ایک کا اُس کی تمنا کے مطابق پانا

ایک بار آپ کے چند خلفاء بہت دور سے آپ کے پاس آئے۔ وہ راستے میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ حضرت کا معمول ہے کہ قدم بوسی کے وقت آپ تبرک عنایت فرماتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ مجھے اس مرتبہ مصلّی کی خواہش ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں کلاہ چاہتا ہوں۔ تیسرے نے بھی کسی چیز کی طلب کا خیال کیا۔ جب وہ آپ کے حضور پُرنور میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہر ایک کو اُس کی تمنا کے مطابق عنایت فرمایا۔ (۱۶۱)

بیماری سے شفا نصیب ہونا

غریب اللہ نامی سقہ، جو کہ آپ کی ہمسائیگی میں رہتا تھا، ایک روز شدید بیمار ہوا اور مرنے کے قریب لگتا تھا۔ اس کے رشتہ دار رات کے آخری حصہ میں اسے حضرت اقدس کے پاس لے گئے۔ آپ نے توجہ اور دعا فرمائی تو اُسے عنایت الٰہی سے صحت کامل نصیب ہوگئی۔ (۱۶۲)

درد کا رَفع ہونا

مولوی کرامت اللہؒ، جو کہ آپ کے خادم تھے، ایک روز اُن کے پہلو میں شدید درد ہوا۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک درد کی جگہ پر رکھا اور دعا فرمائی تو اُسی وقت اللہ کریم نے شفا نصیب فرما دی۔ (۱۶۳)

آپ کی ناراضگی پر منصب سے معزولی

حکیم رکن الدین کو بادشاہ سے وزارت کا منصب حاصل ہوا تو آپ نے حکیم مذکور سے ایک عزیز کی (جائز) سفارش کی، لیکن اس نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی، جس پر حضرت اقدس کو دُکھ ہوا۔ چند روز کے بعد حکیم مذکور منصب وزارت سے معزول ہو گیا اور پھر کبھی اس منصب پر فائز

نہ ہو سکا۔

اسی طرح آپ دہلی کے صوبہ دار شاہ نظام الدین سے ناراض ہوئے تو وہ بھی معزول ہو گیا۔ (۱۶۴)

قید سے رہائی

میاں احمد یار صاحب کے چچا کو رقم لینے کے جرم میں بادشاہ نے گرفتار کر لیا۔ میاں احمد صاحب روتے ہوئے آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور صورتِ حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم چند لوگ جمع ہو کر قلعہ میں جاؤ اور اُسے رہا کر کے لے آؤ۔ میاں صاحب موصوف نے عرض کیا کہ حضرت! قلعہ کے دروازے پر تو چوکی اور سپاہیوں کی پلٹن حفاظت کے لیے متعین ہے، لہٰذا ہم کیسے لا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تمہیں اس سے کیا مطلب؟ تم میرے کہنے پر جاؤ'' اس طرح وہ چلے گئے۔ دروازے کے نگہبانوں اور سپاہیوں کی پلٹن میں سے کسی نے انہیں نہ دیکھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ آخر وہ اسے قید خانے سے زندہ لے آئے، کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ (۱۶۵)

صحت نصیب ہونا

مولوی فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء) کے بیٹے بہت علیل تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں اور اُن کے بیمار بیٹے کو کچھ پلایا ہے۔ جب صبح ہوئی تو اُسے شفا نصیب ہو گئی۔ مولوی صاحب موصوف آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور کچھ رقم پیش کی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ ہماری رات کی عنایت کا شکرانہ ہے؟ (۱۶۶)

ہدایت نصیب ہونا

ایک عورت آپ کے پاس آئی اور عرض کی کہ حضرت! میرا بیٹا فوج میں نوکر تھا۔ اس کی نوکری جاتی رہی۔ اس نے تمام لباس ترک کر کے لنگوٹی پہن لی ہے اور دین و شریعت سے ہٹ گیا

اور بھنگ پیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جائیں۔ وہ بیٹھ گئی، جس سے اس کے تمام لطائف ذکر جاری ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے اس کے بیٹے کے حال پر توجہ فرمائی، جس کی برکت سے وہ فرقہ ملامتیہ کو چھوڑ کر راہِ راست پر آ گیا۔ (۱۶۷)

توجہ کی برکات

مولوی کرامت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں آپ کے پاس تھا، میں نے بہت عجائبات کا مشاہدہ کیا۔ ایک مرتبہ نمازِ فجر کے بعد مراقبہ اور ذکر کے وقت میں بغل میں کتاب دبائے پڑھنے کے ارادہ سے جا رہا تھا۔ آپ کی نگاہ مبارک مجھ پر پڑ گئی۔ ناراض ہو کر فرمایا: ''بیٹھ اور (ذکر میں) مشغول ہو جا۔'' میں نے عرض کیا کہ میں تو اس لیے آیا تھا کہ کچھ بغیر محنت کے مل جائے، ورنہ محنت سے تو ہر جگہ مل جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمہیں بحق بہاء الدین (نقشبند قدس سرہٗ) بغیر محنت کے ہی دوں گا، بیٹھ جاؤ۔'' اسی وقت توجہ عنایت فرمائی۔ میرے ہوش جاتے رہے کہ گویا میرا دل سینہ سے نکل گیا ہے۔ بڑی دیر کے بعد مجھے ہوش آیا۔ حضرت اقدس حلقہ سے فارغ ہو چکے تھے اور مجھ پر دھوپ آ گئی تھی اور آپ کے خاص اصحاب مثلاً (حضرت) شاہ ابو سعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) حاضر تھے۔ میں شرمندہ ہوا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیا ہوا تھا؟ میں نے عرض کیا: ''حضرت! نیند کا غلبہ ہو گیا تھا۔'' آپ تبسم فرمانے لگے۔ (۱۶۸)

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارات مبارک

آپ نے فرمایا:

(۱) ایک روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فراق میں بے تابی کے عالم میں مَیں نے اپنے سر پر خاک ڈال لی۔ چونکہ یہ امر شرع میں اچھا نہیں ہے، اس لیے میرے باطن میں ظلمت پیدا ہو گئی۔ اسی اثناء میں مَیں نے خواب میں میر روح اللہ کو، جو کہ حضرت شہید (مرزا جان جاناں مظہرؒ) کے مخلص تھے، دیکھا کہ وہ کہتے ہیں: ''آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تمہارے انتظار میں تشریف فرما ہیں۔'' میں نہایت شوق سے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (میرے ساتھ) معانقہ فرمایا۔ معانقہ تک آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی شکل شریف

میں رہے،اس کے بعد سیّد میر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی شکل اختیار فرمالی۔ (۱۶۹)

(۲) ایک روز خواب میں مَیں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم !مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأی الحَقَّ، آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہی حدیث ہے؟ فرمایا:''ہاں''۔

ترجمہ حدیث: جس نے (خواب میں) مجھے دیکھا، اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا۔ (صحیح البخاری، نمبر ۶۹۹۶، مشکوٰۃ شریف، باب رؤیا، ص ۳۹۴)۔

(۳) (میرا) معمول تھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روح مبارک پر ہمیشہ تسبیح و تمجید پڑھا کرتا تھا، لیکن ایک مرتبہ مجھ سے یہ عمل نہ ہو سکا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اسی شکل (مبارک) میں، جو شمائل ترمذی میں مذکور ہے، تشریف لائے اور شکایت فرمائی۔

(۴) ایک مرتبہ مجھ پر دوزخ کی آگ کے خوف کا شدید غلبہ ہوا تو میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرما رہے ہیں کہ جو ہم سے محبت رکھتا ہے، وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

(۵) ایک بار میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ تیرا نام عبداللہ اور عبدالمہیمن ہے۔ (۱۷۰)

فصل ہشتم

خلفائے عظام

حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۲؍ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ/ ۹؍اکتوبر ۱۷۸۲ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام زکی القدر اور کنیت ابوسعید تھی۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا اور بعدازاں قاری نسیم رحمۃ اللہ علیہ سے تجوید سیکھی اور قرآن خوانی کے حسن ترتیل میں قاریوں کے لیے رونق افزا ہوئے۔ جو کوئی بھی آپ سے قرآن مجید سنتا، محو ہو جاتا تھا۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھے قرآن مجید اچھا پڑھنے کے سلسلے میں اپنے اوپر اعتماد نہیں تھا۔ آخر بعض عربوں نے حرم محترم میں مجھ سے قرآن سنا اور تعریف کی، کیونکہ مجھے اہلِ عجم کی تحسین پر مطلق اعتماد نہیں تھا۔

قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد علومِ عقلیہ ونقلیہ میں بہرہ حاصل کیا۔ اکثر درسی کتب مفتی شرف الدین حنفی رام پوریؒ (م ۱۲۶۸ھ/ ۵۲-۱۸۵۱ء) اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء) سے پڑھیں۔ خود فرماتے ہیں کہ قاضی (مبارک) شرح سلم انہی سے پڑھی ہے، نیز صحیح مسلم کی سند بھی انہی سے لی اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے ماموں گرامی حضرت شاہ سراج احمد مجددیؒ (۱۱۷۶ - ۱۲۳۰ھ) بن مولانا محمد مرشدؒ (۱۱۱۷-۱۲۰۱ھ) اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۳ء) سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔

تحصیلِ علم کے دوران ہی خداطلبی کی ارادت پیدا ہوگئی۔ پہلے اپنے والد گرامی ہی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ پھر ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے بیعت ہوئے۔ بہت جلد منازل سلوک طے کیں، یہاں تک کہ ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۵ء میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ضمنیت کا شرف بخشا۔ اپنے آخری ایام حیات میں جب حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو آپ نے انہیں کئی خطوط لکھے اور انہیں جلد دہلی شریف پہنچنے کی تاکید فرمائی۔ ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا:

''میں دیکھتا ہوں کہ اس عالی شان خاندان کے آخری مقامات کا منصب آپ سے متعلق و وابستہ ہوا اور قیومیت آپ کو عطا ہوئی۔''

اس مکتوب گرامی کے ملنے پر آپ فوراً دہلی شریف میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو اپنا جانشین بنایا۔

آپ نے حجازِ مقدس کے سفر حج سے واپسی پر بروز ہفتہ یکم شوال ۱۲۵۰ھ/ ۳۱ر جنوری ۱۸۳۵ء کو ریاست ٹونک (ہندوستان) میں رحلت فرمائی اور آپ کی نعش مبارک وہاں سے دہلی شریف لاکر حضرت مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک چبوترے میں دفن کی گئی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

ہدایت الطالبین (فارسی) آپ کی معروف تصنیف ہے۔

آپ کے بے شمار خلفائے عظام تھے، جن کا فیض برصغیر پاکستان و ہندوستان سے لے کر ترکستان تک پھیلا ہوا تھا۔

آپ کے صاحبزادوں کے نام گرامی حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۰ء)، حضرت شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) اور حضرت شاہ عبدالمغنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اوّل الذکر دو صاحبان نابغۂ روزگار ہوئے۔ (۱۷۱)

آپ کے مفصل حالات راقم الحروف کی کتاب ''تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ نقشبندیہ مجددیہ، موسیٰ زئی شریف'' (ص ۶۷-۹۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) کے ہاں یکم ربیع

الاوّل ۱۲۱۷ھ/ ۳۱ر جولائی ۱۸۰۲ء کو رام پور میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت ''مظہر یزدان'' سے برآمد ہوتی ہے۔ اپنے والد ماجد کی تربیت سے قرآن شریف حفظ کیا۔ عقلی علوم مولانا فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ء) اور مفتی شرف الدین حنفی رام پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۸ھ/۵۲-۱۸۵۱ء) وغیرہما سے پڑھے۔

حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء) کے تلامذہ مثلاً مولانا رشید الدین خان دہلویؒ (م۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء) بن امین الدینؒ وغیرہ سے پڑھی۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) اور اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۴۹ھ/۱۸۳۴ء ہی میں آپ کے والد گرامیؒ نے حج کے لیے روانہ ہوتے ہوئے، خانقاہ مظہریہ شریف کی تولیت آپ کے سپرد فرمادی تھی۔ یکم شوال ۱۲۵۰ھ/ ۳۱ر جنوری ۱۸۳۵ء کو حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا اور بعدازاں آپ باقاعدہ خانقاہ مظہریہ شریف کی مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد پیش آمدہ حالات کے پیشِ نظر آپ نے محرم ۱۲۷۴ھ/ اگست-ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی شریف سے حرمین الشریفین کی طرف ہجرت فرمائی۔

اس سفر میں اوّل آپ راستے کے بے شمار مصائب کے باوجود اپنے خلیفہ نامدار حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۸ء) کے پاس ان کی خانقاہ واقع موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لے گئے اور اپنے مریدین اور خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف اور خانقاہ غنڈان شریف (قندھار) کی تولیت حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمائی اور اپنے دست خاص سے یہ تحریر حضرت حاجی صاحبؒ کو عنایت فرمائی:

> ''اپنے مریدوں کو، جو کہ ہندوستان اور خراسان میں سکونت رکھتے ہیں (کہتا ہوں) کہ وہ مقبول بارگاہ احد (یعنی اللہ تعالیٰ) حاجی دوست محمد صاحب کو میرا خلیفہ سمجھیں اور اُن سے توجہات حاصل کیا کریں۔''

آپ نے حضرت حاجی صاحبؒ کو اپنی ضمنیت کا شرف بخش کر خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف کے مکانات اور تسبیح خانہ بھی عنایت فرمادیے۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے ایک خلیفہ حضرت مولانا رحیم بخش اجمیری ہرصوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۸۳ھ/ ۶۷-۱۸۶۶ء) کو اسی وقت حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی سے خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف جانے کا حکم فرمایا اور وہ روانہ ہو گئے۔

بعد ازاں حضرت شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ مع اہل وعیال حرمین الشریفین کے لیے روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ میں قیام فرما ہوئے۔ آپ کے ان مقامات مقدسہ میں قیام فرما ہونے کے باعث یہاں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کو بہت زیادہ ترویج وترقی ہوئی۔

آپ نے ۲/ربیع الاوّل ۱۲۷۷ھ/ ۱۸/ستمبر ۱۸۶۰ء کو مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (م۳۵ھ/ ۶۵۶ء) کے مزار مبارک کے جوار میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ کی اولا دامجاد میں حضرت عبدالرشیدؒ، حضرت عبدالحمیدؒ، حضرت محمد عمرؒ، حضرت محمد مظہرؒ اور ایک صاحبزادی صاحبہ تھیں۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ سعید البیان فی مولد سیّد الانس والجان (اُردو، مطبوعہ)۔

۲۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی)۔

۳۔ اثبات المولد والقیام (عربی، مطبوعہ)۔

۴۔ الفوائد الجابطہ فی اثبات الرابطہ (فارسی)۔

۵۔ انہار اربعہ (فارسی)۔

۶۔ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین (فارسی، مطبوعہ)۔

۷۔ مجموعہ مکتوبات (فارسی)۔

آپ کے اسّی خلفاء کے احوال مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ میں محفوظ ہیں۔ (۱۷۲)

آپ کے مفصل احوال راقم الحروف کی کتاب ''تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف'' (ص ۱۰۱-۱۴۵) میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سیّد احمد کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے بغداد میں حضرت مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ کیا، پھر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم مبارک سے دہلی شریف آکر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا کسب کیا۔ راستے میں بیمار ہوگئے تو خواب میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شفایابی کے لیے درود شریف کی تعلیم فرمائی، جس کی برکت سے شفا نصیب ہوگئی۔ (۱۷۳)

حضرت میاں احمد یار رحمۃ اللہ علیہ

آپ سوداگر تھے۔ تمام نسبت نقشبندی مجددی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے حاصل کی تھی۔ آپ کی قبر مبارک بھی خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف میں ہے۔ (۱۷۴)

حضرت سیّد اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے پہلے حضرت مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے بیعت ہوکر نقشبندی مجددی نسبت حاصل کی۔ ایک روز خواب میں حضور سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ دہلی جاؤ اور شاہ غلام علی سے نسبت مجددی کا کسب کرو۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ اجازت وخلافت کا شرف پایا اور وطن واپس چلے گئے۔ آپ کا کشف ووجدان صحیح تھا۔

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے جامع مسجد (دہلی شریف) میں موجود آثار نبویہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کے لیے گئے اور واپس آکر حضرت اقدس کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ اگرچہ وہاں حضرت رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برکات محسوس ہوتی ہیں، لیکن وہاں کفر کی ظلمت بھی موجود ہے۔ اس کی تحقیق کرائی گئی تو وہاں بعض اکابر کی تصاویر کی موجودگی کا علم ہوا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بادشاہ کو لکھا تو وہ

تصویریں وہاں سے باہر نکالی گئیں۔ (۱۷۵)

حضرت مولوی بشارت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے اپنے خسر حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۱۸ھ/ ۰۴-۱۸۰۳ء) سے بیعت کی۔ بعدازاں حضرت بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت اقدسؒ نے آپ کے حال پر خاص عنایت فرمائی اور یہ حضرت اقدسؒ کے مکتوبات گرامی (نمبر ۸۱، ۱۰۵، موجود مکاتیب شریفہ، ص ۳۶، ۷۰) سے عیاں ہے۔ ایک مکتوب میں حضرت اقدسؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ''مولوی صاحب (بشارت اللہ) میرے اصحاب میں ممتاز ہیں، علم ظاہری میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ان کی نسبت (نسب) حضرت شیخ بڈھن بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔''

آپ نے بہرائچی میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی خوب اشاعت فرمائی اور ۱۲۵۴ھ/ ۳۹-۱۸۳۸ء) میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ کے ایک صاحبزادے حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو ۱۳۰۵ھ/ ۸۸-۱۸۸۷ء میں بقید حیات تھے اور حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچیؒ کے مزار کے متولی تھے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے دو مکتوبات گرامی (نمبر ۸۱، ۱۰۵) آپ کے نام ہیں اور ایک مکتوب گرامی (نمبر ۴۲) آپ کی والدہ محترمہؒ کے نام ہے۔ (۱۷۶)

حضرت ملا پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سلوک کی تعلیم حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت مبارک میں رہ کر حاصل کی۔ آپ کو عجیب قسم کا استغراق حاصل تھا۔ آپ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کے مزار انور پر بیٹھتے اور کہتے ہیں کہ ساری رات اس طرح گزر جاتی، اور اگر بارش بھی آجاتی تو آپ کو اُس کی پروانہ ہوتی۔ کشمیر میں آپ کو

بہت شہرت حاصل ہے۔ (۱۷۷)

حضرت شیخ جلیل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے خاص خادم تھے۔ قوی نسبت کے مالک تھے۔ حضرت اقدسؒ کی ان پر خاص عنایت تھی۔

ایک شخص نے حلقۂ ذکر میں، جبکہ آپ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے روبرو بیٹھے ہوئے تھے، آپ کو تلوار ماری تو آپ حضرت اقدسؒ کے پاؤں مبارک پر گر پڑے اور فوراً شہید ہو گئے۔ حضرت اقدسؒ کے آخری ایام میں یہ واقعہ پیش آیا۔

آپ کی قبر مبارک بھی حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۱ء) کی قبر مبارک کے پائیں میں ہے۔ (۱۷۸)

حضرت مولانا خالد شہرزوری کردی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خالد بن احمد بن حسین شہرزوری کردی شافعی کے نام سے معروف تھے، اور ضیاء الدین، بہاء الدین اور شیخ الطریقہ النقشبندیہ کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (م ۳۵ھ/ ۶۵۶ء) سے ملتا ہے۔ سلیمانیہ کے قریب علاقہ شہرزور کے قصبہ قرہ طاغ میں ۱۱۹۳ھ/ ۱۷۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ وقت کے معروف اساتذہ سے مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کی اور معقولات، ریاضیات اور ہیئت وغیرہ میں بھی کمال پیدا کیا۔ حدیث کی پچاس کتابوں کی سند حاصل کی۔ مشہور عالم تھے اور ہر فن میں عجیب استعداد رکھتے تھے۔

تحصیلِ علوم کے بعد سلیمانیہ واپس آ گئے اور یہاں کے مدرسہ میں تدریس کا شغل اپنایا اور حکمت، علم کلام و بلاغت کی انتہائی کتابیں پڑھاتے رہے۔

۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۶ء میں حج بیت اللہ و زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے۔ مکہ معظمہ میں دہلی شریف جانے کا غیبی اشارہ پایا۔ پہلے شام واپس آئے۔ خدا طلبی کا جذبہ دل میں موجزن تھا۔ اتفاق سے یہاں حضرت میرزا رحیم اللہ بیگ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) جو کہ جہاں گشت تھے۔ سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ ان سے کامل

مرشد کی غیر موجودگی کی شکایت کی۔ انہوں نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر کیا۔ لہٰذا یہ سن کر آپ ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء میں درس و تدریس ترک کر کے دہلی شریف کی طرف روانہ ہوئے اور ایران و افغانستان سے ہوتے ہوئے اور ہر جگہ اپنے علم کا سکہ منواتے ہوئے، لاہور کے راستے سے پورے ایک سال کی مدت میں ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء میں دہلی شریف حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

جب پشاور پہنچے تو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔ بیدار ہوئے تو لطائف خمسہ کو اپنے سینے میں جاری پایا۔ جب آپ حضرت شاہ صاحبؒ کی مجلس میں دہلی شریف میں خانقاہ مظہریہ شریف پر حاضر ہوئے تو وہی صورت مبارک جو خواب میں دیکھی تھی، سامنے پائی۔ اس سے آپ کا اشتیاق سو گنا زیادہ بڑھ گیا۔ گو حضرت شاہ صاحبؒ ہر طالب خدا کو مساوی توجہ دیتے تھے، لیکن آپ کی غربت، مسافرت اور استعداد فطرت کو دیکھ کر آپ سے بے حد شفقت فرماتے اور مربیانہ ممتاز بٹھاتے۔

آپ نے عربی زبان میں قصیدہ شوقیہ کہا، جس میں اپنے ورود دہلی شریف کے تاثرات بیان کیے۔ اس کا مطلع ہے:

كَمَلَتْ مَسَافَةَ كَعْبَةِ الْآمَالِ
حَمِداً لِمَنْ قَدْ مَنْ بِالْاِكْمَالِ

یعنی: میں نے امیدوں کے کعبہ کی مسافت کو طے کر لیا ہے، اور تعریف ہے اس ذات کی جس نے مجھے یہ مسافت مکمل کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

آپ نے علاوہ ازیں بھی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں طویل عربی و فارسی قصائد کہے ہیں۔ (۱۷۹)

ایک روز حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرینِ مجلس سے فرمایا: ''جس وقت مولانا خالد رومی، جو ایک بے نظیر فاضل تھے، یہاں تشریف لائے، ہم نے انہیں کہا تھا کہ تمہیں تو ہم قطب بنا دیں گے۔ بعض حضرات ہماری بات پر ہنس پڑے اور مولانا (خالد) بھی متعجب ہو گئے۔ آخر جو کچھ ہم نے کہا تھا، وہی ہوا۔ اب وہ اپنے علاقے کے قطب ہیں۔'' (۱۸۰)

ایک دفعہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ

حضرت خواجہ باقی باللہ کی خوش بختی تھی کہ حضرت مجددؒ آپ کے مرید ہوئے اور حضرت مجدد کی خوش بختی تھی کہ سیّد آدم بنوریؒ آپ کے مرید ہوئے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مولانا خالد میرے مرید ہو گئے ہیں۔"(۱۸۱)

آپ نو ماہ تک حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں رہ کر کسب و اخذ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کرتے رہے۔ آپ اپنے ملک میں حضرت اقدسؒ کے فیض و ارشاد کا آوازہ سن کر ہمہ تن شوق و بے قراری بن کر خانقاہ مظہریہ شریف میں یوں آپڑے تھے کہ کسی اور جانب کا دھیان ہی نہ رہا۔

جو لوگ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بدگوئی کرتے، وہ آپ کو خنزیر کی صورت میں نظر آتے، جس سے آپ کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔ خانقاہ مظہریہ شریف کے لیے پانی مہیا کرنے کی خدمت آپ نے اپنے ذمہ لی اور حضرت اقدسؒ کے حلقہ میں جوتوں کی قطار کے پیچھے گردن جھکا کر بیٹھا کرتے تھے۔

اس عرصہ میں آپ کی یکسوئی کا عالم یہ تھا کہ دہلی شریف کے علماء و مشائخ، جو آپ کے فضل و کمال کی شہرت برسوں سے سنتے تھے، ملنے آتے تو آپ ان سے فرما دیتے کہ فقیر جس مقصد کے لیے آیا ہے، اس کے حصول کے بغیر کسی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ مسند وقت سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) تشریف لائے کہ القادم یزار (یعنی باہر سے آنے والے سے ملنے خود جاتے ہیں) اور حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) نے، جو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے، حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ استاد الہند آپ کی ملاقات کے لیے آئے ہیں تو فرمایا کہ سلام کہیں اور عرض کریں کہ مقصد براری کے بعد میں خود حاضر خدمت ہوں گا۔

آپ ہندوستان کے علماء میں سے صرف حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے تھے اور اُن سے آپ نے صحاح ستہ کی اجازت بھی لی تھی۔(۱۸۲)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت عنایات فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال سے کم وقت میں تصوف کے پانچ سلاسل میں اجازت و خلافت کا شرف حاصل کیا اور اپنے پیر و مرشد نے آپ کو اپنے وطن واپس جانے کا حکم فرمایا۔ روانگی کے وقت آپ کو حضرت شیخ محمد عابد

سنامی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء) کے مزار مبارک تک وداع کرنے گئے اور خدا کے سپرد فرمایا۔ پھر رخصت کرتے وقت حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو اپنے وطن کی قطبیت عنایت فرمائی۔

آپ اپنے وطن کو روانہ ہوئے۔ پہلے بغداد پہنچ کر تربیت وارشاد کا سلسلہ شروع فرمایا۔ پانچ مہینے وہاں قیام کر کے وطن واپس ہوئے۔ ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء میں پھر بغداد واپس ہوئے۔ وہاں ان کی قبولیت اور رجوع عام دیکھ کر لوگوں کو حسد ہوا اور اُن کے خلاف ایک فتنہ کھڑا کیا گیا۔ والی بغداد کی طرف سے بعض علماء کو اس کی تردید کا اشارہ ہوا۔ علمائے بغداد نے اپنی مہروں سے مزین کر کے ان کی برأت اور اُن کے عالی مرتبہ ہونے کا فتویٰ دیا۔ کردوں، اہلِ کرکوک، اربل، موصل، عمادیہ، عنیتاب، حلب، شام، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور بغداد کے ہزاروں آدمیوں نے آپ سے نفع حاصل کیا۔

کہتے ہیں کہ اپنے واطن واپس پہنچ کر انہوں نے بہت ریاضتیں کیں۔ وہاں خلق کا اتنا ہجوم ہو جاتا کہ گویا سلطنت آپ ہی سے متعلق ہے۔ آپ کے خلفاء اور پھر خلفاء کے خلفاء ہزاروں تھے۔ ۱۲۳۱ھ/ ۱۸۱۶ء تک آپ کے مریدین کی تعداد ایک لاکھ تھی اور عالمِ اسلام کے ایک ہزار متبحر عالم آپ سے فیضیاب ہو چکے تھے۔

آپ کے قیام بغداد (۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء) کے دوران آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ایک ہزار صاحب تصنیف علماء آپ کے حلقہ بگوش ہو کر ہمہ وقت سامنے کھڑے رہتے تھے۔ (۱۸۳)

جب آپ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء) کی روح مبارک کی جانب متوجہ ہوتے تو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کو دیکھتے کہ فرماتے ہیں کہ ہماری طرف توجہ کرو۔

آپ کا گھوڑا بھی مشتبہ چارہ نہیں کھاتا تھا۔ آپ سے بہت زیادہ کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔ اتنی عزت تو وہاں کے رئیسوں کی بھی نہیں تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بغداد کے والی سے ناراض ہو کر اُسے اپنی مجلس سے نکال دیا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ کا نام لیا تو بے ہوش ہو گئے۔

حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ، جو آپ کے خلیفہ، صاحب کرامت اور مرجع خلائق تھے، آپ سے منحرف ہو گئے۔ ان کی نسبت سلب ہو گئی اور لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو گئے، یہاں

تک کہ ۱۲۴۹ھ/ ۱۸۳۴ء میں حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ جب حج پر تشریف لے گئے تو حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ ہزار عجز و انکسار سے پیش آئے تو حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے ازسرِ نو اُن کو توجہات دیں، پھر وہ مقبول ہوئے اور چند سال بعد رحلت فرمائی۔

آپ نے اپنے اکثر مریدوں کو حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔ آپ کے جو مرید عرب سے آتے، وہ کہتے کہ مولانا خالد رومی آپ (حضرت شاہ ابو سعید) کو مقدم سمجھتے ہیں۔

آپ نے آخر میں شام کو اپنا مستقر بنا لیا اور ۱۲۳۸ھ/ ۲۳-۱۸۲۲ء میں اپنے خلفاء و مریدین کے ایک جمِ غفیر کے ساتھ شام کا سفر فرمایا اور ملک شام گویا آپ پر اُمڈ آیا۔ سلوک وارشاد کے ساتھ علومِ شرعیہ کی اشاعت اور مساجد کی دوبارہ آبادی و رونق کی طرف بھی متوجہ رہے۔

علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء) نے اپنا ایک خواب حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا کہ میں نے (آج رات) خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے اور میں اُن کی نمازِ جنازہ پڑھ رہا ہوں۔ اس پر حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ میری رحلت کا اشارہ ہے، میں ان کی اولاد ہوں۔ یہ خواب انہوں نے مغرب کے وقت بیان کیا تھا اور حضرت مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ نے عشاء کی نماز پڑھ کر وصیت فرمائی اور اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ بعدازاں گھر تشریف لے گئے۔ اسی رات ۱۴ ذی قعدہ ۱۲۴۲ھ/ ۹ جون ۱۸۲۷ء کو طاعون کا حملہ ہوا اور شہادت پائی اور قاسیون کے دامن میں دفن ہوئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے ۲۸ شوال ۱۲۴۲ھ/ ۲۵ مئی ۱۸۲۷ء کو دمشق میں وفات پائی۔ [۱۸۴] فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ کثیر التصانیف تھے اور عربی و فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اشعار کو حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۹۸ھ/ ۱۴۹۲ء) کے ابیات سے مناسبت دیتے تھے۔ انہوں نے جو قصائد (عربی و فارسی) حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں کہے ہیں، وہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء) اور مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کے ان منظومات سے کسی طرح کم نہیں ہیں، جو انہوں نے سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۶ھ/ ۱۳۲۵ء) اور خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ

علیہ (م۸۹۵ھ/ ۱۴۹۰ء) کی مدح میں کہے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) نے آپ کے قصائد در مدح حضرات نقشبندیہ کو فردوسی طوسی (م۴۱۱ھ/ ۱۰۲۰ء) اور فرزدق (م۱۱۴ھ/۳۳-۷۳۲ء) پر سبقت دی ہے۔

آپ کی تصانیف میں درج ذیل کتب و رسائل شامل ہیں:

۱۔ دیوان (فارسی) ترکی سے ۷۴-۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۵ء میں طبع ہوا۔

۲۔ رسالہ اعتقادیہ (فارسی)، قلمی مخزونہ کتاب خانہ عارف حکمت، مدینہ منورہ۔

۳۔ رسالہ عرفانی (فارسی) ایضاً۔

۴۔ شجرات منظوم طریقہ نقشبندیہ (فارسی)، قلمی مخزونہ کتاب خانہ مرکزی دانشگاہ، تہران۔

۵۔ سلسلہ طریقہ نقشبندیہ (فارسی)، مطبوعہ قاہرہ، ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۶۰ء، ۴۱۵ص۔

۶۔ شرح مقامات الحریری (عربی)۔

۷۔ شرح العقائد العضدیہ (عربی)۔

۸۔ رسالہ فی اثبات مسئلہ الارادۃ الجزئیہ (عربی)، مطبوعہ۔

۹۔ العقد الجوہری فی الفرق بین کسبی الماتریدی والاشعری (عربی)۔

۱۰۔ جلاء الاکدار (عربی)۔

۱۱۔ بغیۃ الواجد فی مکتوبات حضرت مولانا خالد (عربی)، مطبوعہ۔

۱۲۔ الرسالۃ الخالدیہ فی آداب الطریقہ النقشبندیہ (عربی)۔

۱۳۔ فرائد الفوائد (شرح حدیث جبریل علیہ السّلام) (عربی)۔

۱۴۔ شرح اطباق الذہب (مصنّفہ جاراللہ الزمخشری)، مع ترجمہ لغت فارسیہ۔

۱۵۔ تعلیقات حاشیہ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی علی الخیالی (عربی)۔

۱۶۔ حاشیہ علی جمع الفوائد من الحدیث (عربی)۔

۱۷۔ حاشیہ علی النہایہ فی فقہ الشافعی (عربی)۔

۱۸۔ رسالہ فی اثبات الرابطہ (عربی)۔

۱۹۔ رسالہ فی آداب المرید (مطبوعہ روس)۔

۲۰۔ حاشیہ تتمہ سیالکوٹی لحاشیہ عبدالغفور علی جامی (عربی)۔[۱۸۵]

آپ کے احوال و مناقب اور آثار پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ علامہ ابن عابدین مشہور بہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ مصنف ''رد المختار'' شرح ''الدر المختار'' آپ کے شاگرد اور دست گرفتہ تھے۔ انہوں نے آپ کے مناقب میں ایک رسالہ ''سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندیؒ'' (عربی) لکھا جو مجموعہ رسائل ابن عابدین، (جلد۲: ۲۸۴-۳۲۹) طبع جدید، سہیل اکیڈمی، لاہور میں شامل ہے۔ یہ اس رسالہ کے ردّ میں لکھا گیا ہے، جو بعض حاسدوں نے حضرت مولانا خالد رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں تحریر کیا تھا۔ اس کے آخر میں علامہ ابن عابدینؒ نے آپ کے احوال و مناقب بھی جمع کیے تھے۔

علامہ ابن عابدینؒ کے معاصر اور مشہور ادیب و شاعر شیخ عثمان بن سند النجدی نے ایک کتاب ''اصفی الموارد فی سلسال احوال الامام خالد'' (عربی) لکھی تھی۔

آپ کی زندگی میں ہی آپ کے خلیفہ حضرت شیخ حسین الدوسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب ''الاساور العسجدیہ فی المآثر الخالدیہ'' (عربی) کے نام سے آپ کے حالات میں لکھی۔

شیخ محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) نے کتاب ''الفیض الوارد علیٰ روض مرثیہ مولانا خالد'' (عربی) تحریر کی۔

آپ حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام کرتے تھے اور اپنے اکثر مریدوں کو اُن کی اطاعت کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ آپ کا ایک مکتوب گرامی حضرت شاہ ابو سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے نام یہاں تبرکاً پیش ہے:

> ''مرکز دائرۂ غربت و مہجوری خالد کردی شہرزوری، عالی مخدومی جناب ابی سعید مجددی معصومی کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ اگرچہ آپ کے آبا و اجداد کرام، جو فیوض حضرت قبلہ عالم روحی فداہ (حضرت شاہ غلام علیؒ) کی ہمت سے، جو اس مقصر اور گمنام کو ملے ہیں، وہ احاطۂ تحریر اور حوصلہ تقریر سے خارج ہیں، لیکن:
>
> بِفَحْوَای مَالَا یُدْرِكُ كُلُّهٗ لَایُتْرَكُ كُلُّهٗ. (یعنی: بقول کہ جو چیز پوری حاصل نہ کی جاسکے، اسے بالکل چھوڑنا بھی نہ چاہیے)۔
>
> شکر گزاری کے طور پر آپ کے حضور عرض کرتا ہوں کہ تمام مملکت روم، عربستان، دیار حجاز، عراق اور قلمرو عجم کے ممالک اور تمام کردستان یک قلم طریقہ عالیہ

(نقشبندیہ مجددیہ) کے جذبات وتاثیرات سے سرشار اور حضرت امام ربانی مجدد ومنور الف ثانی قدس اللہ سرہ السامی کی مدح سرائی محافل، مجالس، مساجد اور مدارس میں شب وروز اس طرح زبان زدِ خاص وعام ہے کہ گویا کسی صدی میں دنیا کے اور کسی ملک میں اس زمزمہ کی نظیر نہ دیکھی گئی اور نہ ہی سنی ہے اور نہ فلک نے ایسی رغبت اور اجتماع دیکھا ہے۔

چونکہ حضرت صاحب قبلہ (شاہ غلام علی دہلویؒ) کی بہت رغبت اس مہجور مسکین کے دل میں تھی، اس لیے گستاخی کرتے ہوئے آنجناب اور تمام احباب کی فرحت افزائی ہے۔ ہر چند اس قسم کے امور کا اظہار گستاخی اور خود بینی ہے، میں اس سے شرمندہ ہوں، لیکن دوستوں کی رعایت کو مقدم جانتے ہوئے بے ادبی ہوئی ہے، ورنہ ان امور کو تحریر میں لانا مجھ نالائق سے بعید از قیاس تھا۔

امیدوار ہوں کہ آپ (حضرت اقدس سے) ملاقات پر یا بذریعہ مکتوب جیسا کہ آپ کی عادت کریمہ ہے، اس مسکین وذلیل کے ذکر جمیل بہ حضور حضرت بافرو سعادت حضرت صاحب قبلہ کونین (شاہ غلام علی دہلویؒ) سے کوتاہی نہیں فرمائیں گے اور کسی تقریب سے ہمیں اس آستانہ میں، جو خوش قسمت اور صادقین کے لیے مخصوص ہیں، یاد فرمائیں گے اور خود بھی کبھی کبھی (اپنی) نیم نگاہی سے ہم بے نواؤں کے دل سے سیاہی کا زنگ دور فرمائیں گے۔ اور کیا لکھوں، مہیمن منعم (اللہ تعالیٰ) آپ کو اپنی پناہ اور پیرانِ کرام کی ہمت کا ضمنی بنائے۔ بمنہ انتہا"۔(۱۸۶)

حضرت مولانا خالد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بھی خط وکتابت ہوتی تھی۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان کے نام تین مکاتیب ملتے ہیں جو مکاتیب شریفہ میں زیر نمبر ۲۳، ۳۸، ۱۱۰ شامل ہیں۔

حضرت ملا خدابردی ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے حین حیات، حضرت شاہ

ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے لکھنؤ میں تعلیم سلوک حاصل کی۔
آپ سے بلغار وغیرہ کے لوگوں نے بہت فوائد حاصل کیے۔ (۱۸۷)

حضرت مرزا رحیم اللہ بیگ مسمی بہ محمد درویش عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ روزگار ترک کر کے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت میں آئے اور نسبت نقشبندیہ مجددیہ حاصل کی۔ اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔ سیاہ گدڑی پہن کر حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) کے مزار کی زیارت کے لیے گئے۔ اکثر اسلامی شہر اور ممالک مثلاً روم، شام، حجاز مقدس، عراق، مراکش، ماوراء النہر، خراسان اور ہندوستان کی سیر کی تھی اور کہتے تھے کہ حضرت شاہ غلام علی جیسا شیخ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ والدین سے حقوق معاف کروالیے تھے۔

نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں آپ کو کوئی خوف نہیں تھا۔ والی ہرات شہزادہ کامران آپ کے مخلصوں میں سے تھا۔ آپ اس کا سخت اور بے باک الفاظ میں احتساب فرماتے تھے۔ اسی طرح ترکستان کا والی بھی آپ کا معتقد ہو گیا تھا۔ شرعی امور میں احتساب کی وجہ سے ہر جگہ سے ناراض ہو کر چلے آتے۔ قہقند کے بادشاہ سے بھی، جو کہ آپ کا بہت مخلص تھا، رنجیدہ ہو گئے۔ آخر شہر سبز میں قرار ملا۔ وہاں کے حاکم نے ایک بڑا گاؤں آپ کی نذر کیا اور وہاں سے اپنی حکومت اٹھالی۔ آخری عمر میں نکاح کیا۔ اور ہر آنے جانے والے کی خدمت اپنے ذمہ لے لی، اس لیے وہ مقام آستانہ بن گیا۔ شافعی مذہب اختیار کیا۔ اس لیے بخارا وغیرہ میں آپ کا لقب شافعی ہے۔ شہر سبز کے والی سے بعض حکام دشمنی رکھتے تھے، انہوں نے آپ کو خفیہ طور پر قتل کر دیا، اس طرح آپ نے شربت شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. (۱۸۸)

حضرت شاہ شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولد موضع اچڑی، علاقہ پکلی (پنجاب) ہے، قوم تاجیک سے تھے۔ اپنے پیر بھائی حضرت مولوی آخوند شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیلِ علم کی۔

آپ نے حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت میں پہنچ کر

سلوک شروع کیا۔ اس کے بعد حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے توجہات لیں۔ پھر اجازت وخلافت لے کر حرمین الشریفین چلے گئے۔ وہاں سے شرف اندوز ہو کر براستہ کرنال ۱۲۴۵ھ/ ۱۸۲۹ء میں حیدر آباد دکن پہنچے۔ وہاں دو سال قیام کے بعد گولکنڈہ چلے گئے۔

ارشاد میں کامل تھے۔ دکن کا ہر چھوٹا بڑا اخلاص سے پیش آیا۔ ان کی خانقاہ میں ایک سو پچاس طلبہ وظیفہ خوار تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا عرس بڑے تکلف سے کرتے تھے۔ دنیا سے قطع تعلق رہتے تھے اور سخاوت بہت زیادہ کیا کرتے تھے اور آپ دونوں پاؤں سے معذور تھے۔

بخارا، کابل، قندھار اور پشاور وغیرہ سے علماء وفضلا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ ڈیڑھ سو سال کا مجمع اہلِ حق آپ کے ہاں ہوتا تھا۔ نواب افضل الدولہ مغفرت مکان آپ ہی کے معتقد تھے۔

آپ نے ۲۸ر جمادی الاوّل ۱۲۷۰ھ/ ۲۶ر فروری ۱۸۵۴ء کو رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. نواب افضل الدولہ کے استاد محمد حسین نے آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کرایا۔

آپ کے خلفائے عظام کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت مولوی محمد عثمان پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، (۲) حضرت میر اشرف علی حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، (۳) حضرت مولوی عبدالرحیم حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، (۴) حضرت مولوی عبدالقوی رحمۃ اللہ علیہ (برادر حضرت مولوی عبدالرحیمؒ مذکور)، (۵) حضرت مولوی محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ، (۶) حضرت مولوی محمد حسین بخاری رحمۃ اللہ علیہ، (۷) حضرت مولوی محمد فضل اللہ عرف فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ، (۸) حضرت مولوی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ، (۹) حضرت مولوی فضل علی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۰) حضرت میر رفعت علی نبیرہ نواب فتح الدولہ رحمۃ اللہ علیہ، (۱۱) حضرت پیر عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ، (۱۲) حضرت مولوی اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ، (۱۳) حضرت مولوی نیاز محمد بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۴) حضرت حکیم میر آصف علی رحمۃ اللہ علیہ، (۱۵) حضرت مولوی محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ، (۱۶) حضرت مولوی سعید الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ (مصنف مناظرہ و

طریقت، مطبوعہ)، (۱۷) حضرت مولوی محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۶۴ھ/ ۳۱-۱۸۳۰ء)، (۱۸) حضرت سیّد محمد بادشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء)۔ (۱۸۹)

حضرت آخوند شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم حاصل کر کے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی آستانہ بوسی سے مشرف ہوئے۔ نسب کے کسب کی اجازت ملی۔ آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تمام ظاہری علوم بھول گئے۔ حال یہ ہو گیا تھا کہ علم نحو کی آسان ترکیب بھی مشکل نظر آتی تھی۔ پھر آپ نے علم ظاہر کی طرف رجوع کیا، تا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ تلف ہو جائے۔ بعدازاں ہزاروں طلبہ کو علم سے بہرہ ور کیا۔ آپ اپنے شاگردوں کو تقویٰ اور اچھے کاموں کا حکم دیتے تھے۔ آپ کی مجلس میں اگر کوئی دوسرے طالب علم کی غیبت کرتا تو آپ اسے جرمانہ کرتے۔

آپ عمر کے آخری حصہ میں بہت ضعیف ہو گئے تھے۔ کتابیں فروخت کر دیں اور درس و تدریس ترک کر دیا اور گویا تلاوتِ قرآن شریف اور فرض نماز کے سوا کوئی اور کام نہیں تھا۔

آخر ہندوستان کی سکونت کو، جو کہ دار الحرب ہو چکا تھا، مکروہ خیال کرتے ہوئے عین بیماری کی حالت میں ہجرت کی نیت سے حرمین الشریفین کی طرف روانہ ہوئے، لیکن ملتان پہنچ کر رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً. (۱۹۰)

حضرت میر طالب علی مشتہر بہ مولوی عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے حدیث کی پچاس کتب کی سند لی۔ خواب میں حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم مبارک پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت مبارک میں دہلی شریف حاضر ہوئے۔ اس طرح ظاہری علوم سے فراغت کے بعد نسبت قلبی کا کسب کیا۔ بعدازاں حرمین الشریفین چلے گئے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کو ملک یمن کے شہر زبید میں خوب رواج دیا۔ روایت ہے کہ آپ اس ملک کے قاضی بھی رہے۔ (۱۹۱)

حضرت مولوی عبدالرحمٰن شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت سے بزرگوں کے پاس گئے، کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ آخر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت مبارک میں آئے۔ سلوک کی تکمیل کے بعد خلعت خلافت سے مشرف ہوئے۔ اہلِ دنیا سے عجیب قسم کی خلوت اور بے تعلقی رکھتے تھے، جیسے کہ ان سے کسی قسم کا التفات نہیں ہے۔ فرخ آباد کے نواب خادم حسین شوکت جنگ (۳۹-۱۲۲۹ھ/۲۳-۱۸۱۳ء) نے کتنی آرزوئیں کیں اور حاضر ہوا، لیکن آپ نے کسی قسم کے التفات کا اظہار نہ فرمایا۔

آپ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ ضلع فرخ آباد اور شاہ جہان پور (دہلی شریف) میں خوب مروّج ہوا۔ آپ سے اجازت یافتہ حضرات کی نسبت قوی اور کشف صحیح تھا۔ آپ سے بہت لوگوں نے فیض پایا۔ (۱۹۲)

حضرت شاہ عبدالرحمٰن مجددی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۱۹۴ھ/۱۷۸۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۶۶-۱۲۵۱ھ/۵۳-۱۷۵۲ء-۳۶-۱۸۳۵ء) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کی اولاد میں سے تھے۔ شجرہ نسب درج ذیل ہے:

> ''حضرت شاہ عبدالرحمٰن بن شاہ سیف الرحمٰن بن شیخ کلمۃ اللہ بن خواجہ سیف الدین بن حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ اسرارہم۔''

آپ علوم عقلی و نقلی، فقہ و حدیث، تفسیر اور تصوف کے جامع تھے۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) کے مرید تھے اور آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے بیعت کی اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کسب واخذ کیا اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

جالندھر میں آپ کے بکثرت مریدین تھے اور انہیں دوابہ جالندھر میں قبولِ عام حاصل تھا۔ تہذیب اخلاق میں بے نظیر تھے۔ پنجاب کے لوگ آپ کے اخلاق پر شیفتہ تھے اور بہت سے

مرید بھی تھے۔ آپ ایک بار حج کے لیے گئے تھے اور پھر وطن واپس آئے۔ پھر حج کے ذوق کا غلبہ ہوا اور حرمین الشریفین تشریف لے گئے۔ واپس آتے ہوئے سندھ پہنچ کر راستے ہی میں ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.(۱۹۳)

حضرت مرزا عبدالغفور بیگ خورجوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ جوانی ہی سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت شریف میں رہنے لگے اور بہت سی عنایات حاصل کیں۔ آپ کی توجہ شریف سلب امراض میں اکسیر تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ اکثر مریض آپ کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ کبھی ایک ہی توجہ میں مرض سلب کر لیتے تھے۔ جب سر سیّد احمد خان (م۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء) کے والد میر تقی یا اُن کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو سلب مرض کے لیے اُن کے مکان پر بھیجتے اور آپ ہمیشہ جب تک کہ بیمار کو صحت نہ ہوتی، برابر تشریف لاتے تھے۔

ایک شخص حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں داخل ہوا تو اُسے فرمایا کہ مرزا عبدالغفور بیگ کے پاس جاؤ، تاکہ لطائف جاری ہو جائیں۔ آپ نے ایک ہی توجہ میں اس کے لطائف جاری کر کے حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے دیکھتے ہی معلوم کر لیا۔

آپ کے مریدوں کو کشف حاصل تھا اور عجائب وغرائب بیان کرتے تھے۔ آپ کو روحوں سے ملاقات کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ آپ کی صاحبزادی صاحبہؒ نے بیان کیا کہ چوری شدہ مال فلاں جگہ موجود ہے۔ آپ کے بعض خلفاء ترکستان میں بہت مشہور ہیں۔

''شیخ زمن'' سے آپ کی تاریخ وصال ۱۰۰۷ھ (۱۵۹۹ء) نکلتی ہے۔ آخر شوال یا ذیقعدہ کی یکم کو بلاد خورجہ (ہندوستان) میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ فرماتے تھے کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مریدوں، جن میں میاں محمد اصغر اور احمد یار کے علاوہ غالباً محمد جان بھی شامل ہیں، نے مجھ سے توجہات لی ہیں۔(۱۹۴)

حضرت ملا عبدالکریم ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں آئے اور نسبت حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے توجہات لیں۔ اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ شہر سبز میں ان کا طریقہ خوب مروّج تھا۔ ہزاروں طلبہ ان کے حلقہ بگوش ہوئے۔ عظیم خانقاہ، دیہات (خانقاہ سے متعلق زمین) اور لنگر خانہ بھی تھا۔ شہر کا والی (امیر) ان کا بہت مخلص تھا۔ (۱۹۵)

حضرت سیّد عبداللہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے پہلے حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ فیض کیا اور پھر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خلافت و اجازت کا شرف پایا۔ (۱۹۶)

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ تقریباً ۱۲۰۲ھ/ ۸۸-۱۷۸۷ء میں قصور میں شیخ غلام مصطفیٰ بن شیخ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۵ء) کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م ۱۳ھ/ ۶۳۴ء) سے ملتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے حاجی حافظ قاری عبدالملکؒ نے عہد شاہ جہان (۶۸-۱۰۳۷ھ/ ۵۸-۱۶۲۸ء) میں سندھ سے قصور سکونت اختیار کر لی تھی۔ حاجی عبدالملکؒ کے پوتے شیخ غلام مرتضیٰؒ تھے جو ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے روزگار تھے۔ انہوں نے پنجاب میں سکھوں سے تنگ آ کر پشاور ہجرت کر لی تھی اور احمد شاہ ابدالی (۱۱۸۴-۱۱۳۶ھ/ ۱۷۲۴-۱۷۷۳ء) جب پنجاب آیا تو اُس نے یہاں کے جن علمائے کرام سے مذہبی مسائل میں مشاورت کی تھی، ان میں حضرت مولانا غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی شامل تھا۔

آپ کی عمر ایک سال تھی کہ آپ کے والد شیخ غلام مصطفیٰؒ نے ۱۲۰۳ھ/ ۱۷۸۸ء میں رحلت فرمائی اور یوں آپ کے چچا حضرت مولانا محمد قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) نے آپ کی پرورش کی اور آپ کو مروّجہ علوم کی کتابیں پڑھائیں۔ آپ نے ان سے حضرت امام ربّانی مجدد

الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) کے مکتوبات شریف بھی سبقاً پڑھے اور سلسلہ قادریہ کے اشغال واوراد بھی سیکھے۔ بعدازاں ان سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے اور انہوں نے آپ کو خلافت واجازت سے مشرف کر کے اپنا قائم مقام نامزد کیا۔ ان کی زندگی ہی میں آپ کو اتنی مقبولیت ہوئی کہ بہت سے اضلاع کے طالبانِ حق آپ سے بیعت ہوئے، لیکن اس کے باوجود آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کے آرزومند تھے۔

آپ ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۵ء میں بانس بریلی میں اپنے عزیزوں سے ملنے گئے تو واپسی پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں دہلی شریف حاضری دی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ پر بڑی مہربانی وشفقت فرمائی۔ چونکہ اس وقت آپ کے اوّلین مرشد و چچا حضرت مولانا محمد قصوری رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات تھے، لہٰذا آپ نے ان کے ادب کی وجہ سے حضرت شاہ صاحبؒ سے سلسلۂ ارادت قائم نہ کیا۔ جب (۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء میں) آپ کے چچا مکرم نے رحلت فرمائی تو آپ دوبارہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی شریف میں حاضر ہوئے۔ آپ سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہونے کی غرض سے حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حاضرین سے فرمایا کہ آج امر عظیم کا ظہور ہونے والا ہے کہ ایک فاضل ہم سے اخذ طریقہ کرے گا۔ پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کے دونوں ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیے اور اللہ رب العزت کے حضور زاری کرتے ہوئے فرمایا: ''الٰہی! جو فیض حضرت غوث الاعظمؒ کو اپنے آبائے کرام سے وراثت میں اور اپنے دوسرے مرشدوں سے عنایت کے ذریعے نصیب ہوا اور علاوہ ازیں جو فیض انہوں نے اپنے کسب سے حاصل کیا، وہ تمام ان کو نصیب فرما۔''

پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کا ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے ہاتھ کو ہم نے حضرت غوث الاعظمؒ کے ہاتھ میں دے دیا، ہر دینی اور دنیاوی کام میں وہ تمہارے مدد ومعاون ہوں گے۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے سر مبارک سے کلاہ اتار کر آپ کے سر پر پہنا دی اور فاتحہ خیر پڑھی۔ پھر آپ مسلسل گیارہ ماہ حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر اخذ وکسب

فیض و برکات کرتے رہے۔ ۲۷ر شعبان ۱۲۳۳ھ/ ۲ر جولائی ۱۸۱۸ء کو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو القا و حلقہ کی اجازت عنایت فرمائی۔ پھر ۲۷ر رمضان المبارک ۱۲۳۳ھ/ ۳۱ر جولائی ۱۸۱۸ء کو حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور یہ خرقہ مبارک خود اپنے مبارک ہاتھوں سے پہنایا۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) اور حضرت مولوی محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ پہنانے میں مدد کی۔ نماز عید الاضحیٰ کے لیے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں گئے۔ وہاں حضرت مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد انبوہ کثیر حضرت شاہ صاحبؒ کی قدم بوسی کے لیے اُمڈ پڑا۔ عین اژدہام میں حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی (غلام محی الدین) قصوری کہاں ہیں؟ آپ حاضر خدمت ہو کر دولت قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو اپنے سینۂ مبارک سے چمٹا کر توجہ قوی سے القا فرمایا۔ اس وقت دہلی شریف کے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے پھر حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کو طلب فرمایا اور مفتی صاحب سے فرمایا کہ تین چار ماہ ہوئے ہیں کہ یہ مولوی قصور سے آیا ہے اور فقط تین ماہ میں مجھ سے کسب نسبت کی ہے اور اتنی قلیل مدت میں اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ تم چھ سال میں بھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکتے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ مولوی صاحب! مولویت چھوڑ دو اور آہ سیکھ لو۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے (یوں) فرمانے کے دوسرے دن ہی آہ کے ماہ کا نور آپ کے دل پر چمکنے لگا۔ آپ نے اسی وقت آہ کی تعریف میں یہ شعر کہے:

مدے کہ طرفہ برسر آدم کشیدہ اند　　آن مد آہ دان کہ پیش آفریدہ اند

مد آہی گر نبودے برسر آدم پدید　　او آدم بودے کہ یعنی چرم گاؤ گوسپند

ایک روز حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرینِ محفل کی موجودگی میں خواجہ نجیب الدین خان قصوریؒ کی طرف متوجہ ہو کر نہایت بشاشت سے فرمایا کہ غلام محی الدین کو کس جگہ کا پیر بنایا جائے؟ خواجہ موصوف نے عرض کی کہ انہیں پیر قصور بنا دیں۔ آپ نے بڑے جلال سے فرمایا: ''بڑے پست ہمت ہو، ہم تو اسے سارے پنجاب کا پیر بنائیں گے، یہ لاہور کے بھی پیر ہیں،

ملتان کے پیر ہیں اور بٹالہ کے بھی پیر ہیں۔"

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تحریری خلافت نامہ عنایت کیا، جس میں آپ کو "جامع کمالات فضائل ظاہر و باطن" کا لقب عطا فرمایا۔

آپ کا تیسری بار دہلی شریف میں ۱۲۳۷ھ/ ۱۸۲۱ء میں جانا ہوا۔ دہلی شریف کے قیام میں آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) سے صحاح ستہ کی سند حاصل کی۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات پسندیدہ اور اخلاقِ حسنہ سے نوازا تھا۔ اتباعِ شریعت ہر حال و قال میں فرماتے تھے۔ ایسی گفتگو جسے شطحیات صوفیہ کہا جاتا ہے، سے مکمل پرہیز کرتے تھے۔ اپنے عقیدتمندوں کی اصلاح تربیت کے لیے دور و نزدیک کے سفر اختیار فرماتے تھے۔ رمضان شریف کا پورا مہینہ موضع مٹھہ ٹوانہ، ضلع خوشاب میں گزارتے تھے۔ لاہور میں مزنگ میں قیام فرماتے تھے۔ علاوہ ازیں پاک پتن، بھیرہ، نمک میانی، شاہ پور، چوہڑکانہ، ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان وغیرہ میں اکثر جانا ہوتا تھا۔

آپ نے قصور میں تیس برس تک مسند دعوت و ارشاد کو رونق بخشی اور بے پناہ دینی اور روحانی خدمت انجام دیں۔ بالآخر ۲۱ر ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ/ ۱۶ر اگست ۱۸۵۴ کو عین زوال کے وقت، بحالت مراقبہ تقریباً ۶۹ برس کی عمر میں رحلت فرمائی اور قصور میں ہی آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

آپ کے قطعہ ہائے تاریخ ولادت اور وصال درج ذیل ہیں:

آن شاہ والا غلام محی الدین — مرشد دین، رہبر ہر خاص و عام
داد ساقی از دل درد ست اُو — از شراب معرفت پر کردہ جام
چوہ بہ دنیا آمد آن مرد سخی — بخشش آمد سال تولیدش تمام

۱۲۰۲ھ

ہست خورشید معلیٰ رحلتش — ذات حقانی است ہم اے نیک نام

۱۲۷۰ھ

آپ کی اولادامجاد میں ایک صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۵-۱۲۹۴ھ/ ۱۸۱۹-۱۸۷۷ء) اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین وخلیفہ تھے۔

آپ کے دیگر خلفاء میں آپ کے بھانجے، داماد اور شاگرد تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۵ھ/ ۹۸-۱۸۹۷ء)، حضرت مولانا غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۴۳-۱۳۰۶ھ/ ۱۹-۱۸۱۸-۱۸۸۸ء)، لِلّٰہ شریف، تحصیل پنڈ دادن خان، ضلع جہلم، حضرت مولانا حافظ غلام مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۱-۱۳۲۱ھ/ ۳۶-۱۸۳۵-۱۹۰۳ء)، بیربل شریف، تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا اور حضرت حافظ نور الدین چکوڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۰۲ھ/ ۸۵-۱۸۸۴ء)، ضلع گجرات نے خوب شہرت پائی۔ علاوہ ازیں درج ذیل حضرات گرامی بھی آپ کے خلفائے عظام میں شامل ہیں:

۱۔ حضرت مولانا علم الدین رحمۃ اللہ علیہ برادر گرامی حافظ نور الدین چکوڑویؒ۔

۲۔ حضرت حافظ محمد الدین رحمۃ اللہ علیہ برادر گرامی حافظ نور الدین چکوڑویؒ۔

۳۔ حضرت مولانا مفتی غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، نمک میانی۔

۴۔ حضرت صاحبزادہ غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ، نمک میانی۔

۵۔ حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ، مرالی، نزد ڈیرہ اسماعیل خان۔

۶۔ حضرت مولانا بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ، اوچ لدھے کی، نزد میانی، مضافات لاہور۔

۷۔ حضرت مولانا محمد اشرف بھیروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۹ھ/ ۱۸۶۲ء)۔ یہ آپ کے شاگرد تھے اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے بھی فیض یافتہ تھے۔

۸۔ حضرت مولانا کرم الٰہی بھیروی رحمۃ اللہ علیہ۔

۹۔ حضرت مولانا عطاء اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰۔ حضرت مولانا محمد صالح کنجاہی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۱۔ حضرت مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ علیہ، کانگڑہ والے۔

آپ نے بہت سی کتب تصانیف فرمائیں، جن میں سے اکثر ضائع ہوگئی ہیں۔ درج ذیل کا ذکر ملتا ہے:

۱۔ شرح گلستان سعدی

مصنفہ ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء، آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی مخطوطہ کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔

۲۔ رسالہ علم میراث

مصنفہ رمضان ۱۲۲۷ھ/ ۱۸۱۲ء، بخط مصنفؒ، قلمی مخطوطہ، کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں موجود ہے۔

۳۔ تحفہ رسولیہ

(منظوم فارسی) مناقب و معجزات نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم، آپ نے ۱۲۳۴ھ/ ۱۸۱۸ء میں اپنے صاحبزادہ حضرت حافظ عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء) کی ولادت سے ایک سال پہلے تصنیف کیا اور اُس میں اپنے ہاں فرزند کی بشارت سنائی اور اپنے ہونے والے فرزند کو نصائح تحریر فرمائیں۔ بارہا طبع ہوا ہے۔ ایک مرتبہ مطبع محمدی نے لاہور سے ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء میں شائع کیا تھا۔ مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۵ء/ ۱۹۸۵ء) نے اس کا اُردو ترجمہ مراۃ الجمال کے نام سے ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں قصور سے شائع کیا۔

۴۔ زادالحاج (منظوم، پنجابی)

مسائل حج و زیارت حرمین الشریفین، اس کا قلمی مخطوطہ ذخیرہ حافظ محمود شیرانی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں زیر نمبر ۷۶۶ محفوظ ہے۔

۵۔ رسالہ نظامیہ (منظوم، فارسی)

وحدت الوجود کی بحث میں، بفرمائش شیخ معاصر سیّد نظام الدین کھیم کرنیؒ (م ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء)۔ اس کا ایک قلمی مخطوطہ کتاب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء) لاہور میں محفوظ ہے۔

۶۔ سلالۃ المرورہ فی تجویز اسماء المشہورہ (نثر، فارسی)

اس کا قلمی مخطوطہ حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء) کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہے۔

۷۔ حلیہ مبارک حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم

اس کا قلمی مخطوطہ ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی (م۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں زیرنمبر۱/ ۶۲۸۰ محفوظ ہے۔

۸۔ الفاظ چند

اس کا قلمی مخطوطہ زیرنمبر۳/ ۳۳۶۵، ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی (م۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء) میں پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں محفوظ ہے۔

۹۔ دیوان حضور قصوری (فارسی و پنجابی)

اس کا موضوع نعت اور مناقب بزرگان ہے۔ اس کے بعض حصے مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی قصوریؒ (م۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء) نے اُردو ترجمہ کے ساتھ ''احسن الکلام گوہر نظام'' کے نام سے ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں قصور سے طبع کیے تھے۔

۱۰۔ اسرارالحقیقہ (مدح)

اس کا قلمی مخطوطہ کتاب خانہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سراجی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء)، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں محفوظ ہے۔

۱۱۔ خطبات حضوری

(مجموعہ خطبات عیدین و جمعہ)، مطبوعہ لاہور۔

۱۲۔ مکاتیب طیبہ

(مجموعہ مکتوبات)، اس میں آپ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) اور دیگر احباب کے نام اپنے مکتوبات جمع کیے ہیں۔ اس میں حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)، مولانا محمد صالح گنجاہیؒ اور مولانا غلام محمدؒ کے نام مکتوبات ملتے ہیں۔

اس کا قلمی مخطوطہ ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی (م۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں زیرنمبر۱۵۷/ ۳۷۸۴ محفوظ ہے۔

۱۳۔ مکاتیب شریفہ بنام حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ

جامع حضرت مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۴۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)، قلمی مخطوطہ، ذخیرہ حافظ محمود خان شیرانی (م۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں محفوظ ہے۔

۱۴۔ مکتوبات بنام مولوی محمد صالح کنجاہیؒ

اس کا قلمی مخطوطہ محترم پروفیسر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری، گجرات کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔

۱۵۔ مکتوبات بنام مولوی غلام محمدؒ

اس کا قلمی مخطوطہ جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور کے کتاب خانہ میں محفوظ ہے۔

۱۶۔ مجموعہ مکتوبات حضرت قصوری بنام یاران خود

متفرق مکتوبات کا مجموعہ، جامع پروفیسر محمد اقبال مجددی، لاہور۔

۱۷۔ بیاض نظم ونظر ۱۲۳۲-۱۲۶۹ھ

اس میں اپنے معاصرین کے سنین وفات وغیرہ نظم کیے ہیں۔ قلمی مخطوطہ کتاب خانہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء)، لاہور میں محفوظ ہے۔

۱۸۔ ملفوظات شریفہ ۱۱۷۳ھ/ ۱۷۵۹ء (فارسی)

یہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے ملفوظات ہیں جو آپ نے جمع کیے ہیں۔ جناب اقبال احمد فاروقی کے ترجمہ اور پروفیسر محمد اقبال مجددی کے مقدمہ وحواشی سے مکتبہ نبویہ، لاہور سے ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں طبع ہوئے۔

آپ نے اپنے علمی ذوق کی خاطر ایک گراں قدر ذاتی کتاب خانہ بنایا تھا، جسے آپ کے وصال کے بعد حوادثِ روزگار نے خراب کر ڈالا۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالرسول رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء) کو یہ کتاب خانہ بہت عزیز تھا۔ انہوں نے اپنی وفات سے قبل اس کی چابیاں اپنے نواسے کو عنایت فرمائیں۔ اس میں فقہ، حدیث اور تصوف کے اہم نوادرات محفوظ تھے، جو زمانے کے نشیب وفراز کا شکار ہوتے رہے اور بچا کھچا ورثہ ۱۵ر محرم ۱۳۹۴ھ/ ۱۸ر فروری ۱۹۷۴ء کو کتاب خانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد میں محفوظ ہوا۔ (۱۹۷)

حضرت ملا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا تعلق ضلع اٹک سے تھا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/

۱۸۲۴ء) کی زندگی مبارک میں حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) سے نسبت حاصل کی اور پھر اپنے وطن واپس جا کر لوگوں کو سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات سے مستفید کرتے رہے۔ زیارت حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے واپس آتے ہوئے راستے میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ (۱۹۸)

حضرت میاں میر قمر الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلۂ قادریہ کے بزرگوں میں سے تھے اور پہلے طریقہ مجددیہ کے منکر تھے۔ (پھر) پشاور سے آ کر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی ارادتمندی میں شامل ہوئے اور بالآخر اجازت طریقہ کا شرف حاصل کر کے واپس ہوئے۔

آپ بروز اتوار ۸ر جمادی الاول ۱۲۳۱ھ/ ۶ر اپریل ۱۸۱۵ء کو اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں خانقاہ مظہریہ، دہلی شریف میں حاضر تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آدمی کو اپنے اوقات ضائع نہیں کرنے چاہئیں۔ اوقات کا ضیاع درجات کے نقصان کا موجب ہے۔

بروز منگل ۱۰ر جمادی الاول ۱۲۳۱ھ/ ۸-اپریل ۱۸۱۵ء کو حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ متوجہ رہو، ہم ہمت کریں گے کہ تمہارے لطائف خمسہ عالم، لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ ایک (ساتھ طے) ہو جائیں۔

بروز جمعرات ۱۲ر جمادی الاول ۱۲۳۱ھ/ ۱۰-اپریل ۱۸۱۵ء کو آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (کرامؓ) میں شامل ہیں یا تابعین میں؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ چھوٹی عمر کے صحابہ (کرامؓ) میں شامل ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث شریف: ''دَاعَ مَا يُرِيبُكَ إِلٰى مَا لَا يُرِيبُكَ۔ '' (جامع الترمذی، نمبر ۲۵۱۸، ص ۵۷۲) یعنی جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر اس کو اختیار کر لو جس میں شک نہ ہو، روایت فرمائی ہے۔ نیز (حضرت) امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کے مسلک میں جو دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے، وہ بھی

آپ نے روایت فرمائی ہے۔ جو یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَ عَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَ تَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ، فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ وَاِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ.

(جامع الترمذی، نمبر۴۶۴، ص۱۲۳)۔

یعنی: اے اللہ! مجھے بھی ان لوگوں کے زمرہ میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت عطا فرمائی ہے، اور مجھے بھی ان لوگوں میں عافیت دے جن کو تو نے عافیت عطا فرمائی ہے، اور میرا بھی تو والی بن جیسا کہ تو (ان کا) والی بنا ہے، اور جو تو نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس میں برکت عطا فرما، اور جو تو نے فیصلہ فرمایا ہے، مجھے اس کے شر سے محفوظ فرما، بے شک تو ہی فیصلہ فرماتا ہے اور تیرے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اور تو جس کا دوست ہو وہ ذلیل نہیں ہو سکتا، اے ہمارے پروردگار! تیری ذات پاک بہت ہی بابرکت اور بلند و بالا ہے، میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بھی دو احادیث مبارکہ روایت ہیں۔

بروز جمعہ ۴ر جمادی الآخر ۱۲۳۱ھ/ ۲ر مئی ۱۸۱۶ء کو آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فنا کو عود (حاصل) ہے اور عدم کو عود (حاصل) نہیں! حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ وجود عدم کو عود (حاصل) ہے اور وجود فنا کو عود (حاصل) نہیں، مرتبہ عدم اوّل ہے اور مرتبہ فنا آخر، جب مسلسل اعدام (جمع عدم) آتے ہیں تو فنائے فنا حاصل ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں یہ شعر پڑھا:

وصل اعدام گر توانی کرد
کار مردان مردوانی کرد

یعنی: اگر تو وصل اعدام (حاصل) کر سکے تو (گویا یوں) تو نے جوانمردوں کا کام کیا۔ (۱۹۹)

حضرت مولوی کرم اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد گرامی مولانا عبداللہ ہندو تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے، اور غالباً حضرت فخر جہاں شاہ فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء) کے مرید تھے۔ مولانا عبداللہ ذی علم اور بلند درجہ شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی انہیں کے لیے تصنیف فرمائی تھی۔

آپ کی ولادت و پرورش دہلی شریف میں ہوئی۔ علومِ ظاہری کی تحصیل حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۰ھ/ ۱۵-۱۸۱۴ء) بن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۷۶ھ/۶۲-۱۷ء) سے کی اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۸ء) سے بھی پڑھا۔ آپ علوم ظاہری و باطنی، فقہ وحدیث اور تفسیر وقرأت قرآن مجید میں وحید العصر اور فرید الدہر تھے۔ اکثر اہل دہلی بالواسطہ یا بلاواسطہ فن قرأت اور وجوہات سبعہ میں آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ نے تحصیل علوم ظاہری کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر علومِ باطنی کی تکمیل فرمائی اور خرقہ خلافت واجازت کا شرف پایا۔ آپ نے ۴۳ برس کی عمر میں حج بیت اللہ کی سعادت پائی اور واپس آ کر خلق کثیر کو فیض یاب کیا۔ پھر حرمین الشریفین کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا اور دوسری بار عازمِ حرمین الشریفین ہوئے اور راستہ میں سورت (ہندوستان) پہنچ کر سرطان کے عارضہ میں شعبان ۱۲۵۲ھ/ نومبر ۱۸۳۶ء میں رحلت فرمائی اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔ (۲۰۰)

حضرت ملا گل محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ غزنی سے حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کسب واخذ کیا۔ مقامات نقشبندیہ مجددیہ طے کیے اور خلافت و اجازت کا شرف پایا۔ بعدازاں اپنے ملک جا کر لوگوں کو خوب مستفید و مستفیض فرمایا اور چند ایک کو

اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

حج کے لیے تشریف لے گئے اور حرمین الشریفین ہی میں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

بروز جمعرات ۱۴ ربیع الآخر ۱۲۳۱ھ/۱۲ مئی ۱۸۱۶ء کو آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے توجہ کے طریقہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرات گرامی نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ رحمۃ اللہ علیہ اجمعین کا طریقہ توجہ جو ہمیں پہنچا ہے اور ہم اپنے یاروں کو القا کرتے ہیں، وہ اس طرح ہے کہ اول (سورۃ) فاتحہ (پڑھ کر اُس کا ثواب) انبیاء کے پیشوا، اصفیا کے سردار حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات پیران کبار، کاشف اسرار مرشدوں، خاص کر خواجہ خواجگان، پیر پیران حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند، (حضرت) خواجہ عبیداللہ احرار، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور مظہر اسرار، مصدر انوار اور قطب زماں حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ارواح مبارک کو بخشتا ہوں اور جناب باری تعالیٰ کے حضور دعا اور تضرع کر کے اور پیران (گرامی) سے استمداد مانگ کر طالب کے قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اس طرح کہ اپنے قلب کو طالب کے قلب کے برابر کر کے ہمت دیتا ہوں اور پیرانِ کبار سے ذکر کا جو نور میرے دل پر آتا ہے اُسے طالب کے دل میں القا کرتا ہوں، یہاں تک کہ طالب کا دل ذاکر ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد (طالب کے) لطیفہ روح، سر، خفی، اور اخفی پر سابقہ طریقہ سے ذکر القا کرتا ہوں اور ہر لطیفہ میں تین تین (بار) توجہ دیتا ہوں۔ پھر طالب کے دل کے خطرات (وسوسوں) کی طرف متوجہ ہو کر ہمت سے خیال زائل کرتا ہوں۔ بعدازاں حضور سے جمعیت القا کرتا ہوں اور اپنے دل کی ہمت سے طالب کے دل کا انجذاب اوپر کی طرف کرتا ہوں۔

بروز بدھ ۱۶ر جمادی الآخر ۱۲۳۱ھ/۱۴ مئی ۱۸۱۶ء حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین مجلس سے ارشاد فرمایا کہ گل محمد کو دیکھو کہ بخارا کے پیر بن گئے ہیں۔ یہاں (خانقاہ مظہریہ شریف) میں آئے تھے تو قرآن مجید بھی نہیں پڑھا تھا۔ میرے اللہ جل شانہ کے فضل اور پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی عنایات سے تھوڑے عرصہ میں کلام اللہ کو ختم کر لیا اور علم فقہ کی تحصیل کر کے باطنی نسبت کو پوری قوت کے ساتھ حاصل کر لیا ہے اور مجھ سے خرقہ خلافت حاصل

کر کے بخارا شریف میں مرشد بن کر اس علاقے کے لوگوں کو ہدایت وارشاد کر رہے ہیں۔ پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ شعر پڑھا:

بنشین بہ گدایانِ درِ دوست کہ ہر کس

بنشست باین طائفہ شاہی شد برخاست

یعنی: تو دوست کے دروازے کے گداگروں کے ساتھ بیٹھ جا کہ جو بھی اس گروہ کے ساتھ بیٹھا، وہ بادشاہ بن کر اُٹھا ہے۔

ایک روز نمازِ عصر کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ خاص جاری تھا۔ حضرت حاجی گل محمد رحمۃ اللہ علیہ نے چند عمدہ اور پاکیزہ آم حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''آگے آؤ! ہم تمہیں آج پیر بنا دیں۔'' پھر فرمانے لگے کہ ہم تو جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کے خاکروب ہیں۔ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے چوبدار ہیں۔ یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ حاکمِ شہر نے اپنے خاکروب کو اس غوثیہ قافلہ کے ہمراہ کر دیا ہے تاکہ ڈاکو اور چور اس قافلہ کی طرف نگاہ نہ اٹھا سکیں، ہم حضرت غوث الثقلینؒ اور حضرت شاہ نقشبندؒ کے خاکروب ہیں۔ (۲۰۱)

حضرت میاں محمد اصغر رحمۃ اللہ علیہ

آپ نہایت قوی نسبت کے مالک تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کے حکم سے حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ آپ پر بہت عنایت فرماتے تھے۔ خانقاہ شریف کا نظم ونسق آپ ہی کے ذمہ تھا۔

لوگوں کو آپ کی توجہات سے بہت حظ (فیض) نصیب ہوتا تھا۔ آپ پہلے حرمین الشریفین کے سفر سے واپس آئے اور پھر حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بھی حجاز مقدس گئے۔ بعدازاں دہلی شریف واپس آ گئے اور قضائے الٰہی سے ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء میں رحلت فرمائی اور خانقاہ مظہریہ شریف میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. (۲۰۲)

حضرت مولانا محمد جان رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم حاصل کرنے کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت ریاضت کی۔ آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (م۶۳۴ھ/ ۱۲۳۶ء) کے مزار کی زیارت کے لیے جاتے تھے، جو خانقاہ مظہریہ شریف سے سات کوس کے فاصلہ پر تھا۔ رات وہاں عبادت میں مشغول رہتے، صبح وہاں سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک گھڑا پانی لاتے، کیونکہ وہاں کا پانی زود ہضم ہوتا تھا۔

بروز منگل ۱۰/ جمادی الاوّل ۱۲۳۱ھ/ ۸/اپریل ۱۸۱۶ء کو حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ مظہریہ شریف میں حضرت مولوی شیر محمد، حضرت مولوی محمد عظیم، حضرت مقبول الٰہی کبروی کشمیری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور آپ کو ارشاد فرمایا کہ تم چاروں اصحاب متوجہ ہو جاؤ کہ میں تمہیں توجہ دیتا ہوں، تاکہ تمہارے لطائف خمسہ لطیفہ نفس سے متحد ہو جائیں اور ان کے درمیان کوئی مسافت نہ رہے۔ (۲۰۳)

حضرت خواجہ محمد حسن مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے مقبول درگاہ تھے، لیکن آپ کے حالات نہیں ملتے۔ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء) نے ایک محمد حسن کا ذکر کیا ہے، جو حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۷ء) کے شاگرد تھے اور بغداد سے آکر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تھے اور بیت المقدس اور شام میں جا کر ارشاد تبلیغ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مصروف رہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکیس مکاتیب شریفہ ان کے نام لکھے گئے ہیں، جو تصوف کے اسرار و رموز اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اہم مقامات کے بیان پر مشتمل ہیں۔ ان مکاتیب میں ان کے نام کے ساتھ نسبت کمہاری کا اضافہ ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں مکاتیب شریفہ نمبر: ۶-۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۱، ۵۵، ۶۱، ۶۲، ۶۴، ۷۹-۹۳، ۱۰۱، ۱۱۱۔

حضرت خواجہ محمد حسن مودودی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن بوقت عصر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ محمد حسن بزبان حال کہتے ہیں:

نالہ ز من بود کہ بلبل زود برد
یک نفس وا شدنی داشت دلم گل زود برد

حضرت مولانا قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زبانِ حال سے عرض کیا:

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

ایک روز نمازِ مغرب کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھنڈا پانی طلب فرمایا۔ پانی کا پیالہ حاضر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ''زیادہ ٹھنڈا تو نہیں ہے۔'' حکومتِ برطانیہ کا ملازم ایک آدمی مجلس میں موجود تھا، اس نے عرض کیا کہ انگریز نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس سے برتن میں فوراً پانی ٹھنڈا ہو جاتا ہے، بلکہ برف بن جاتا ہے، لیکن اس مشین پر بہت سا روپیہ خرچ آتا ہے۔ اس پر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے بھی ایک نئی مشین ایجاد کی ہے جس پر کچھ بھی خرچ نہیں آتا۔ میں حاضرین میں سے کسی کو کہوں گا کہ دو سو بار الا اللہ کی ضرب پانی پر لگاؤ، اسی وقت پانی ٹھنڈا یخ ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت حضرت خواجہ حسن مودودی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ اس پانی پر چشتیوں کے طریقہ پر کلمہ ضرب (لا الہ الا اللہ) بادکش کے سامنے لگاؤ۔ انہوں نے ایسے ہی کیا اور فوراً پانی ٹھنڈا ہو گیا۔ (۲۰۴)

حضرت محمد شیر خان رحمۃ اللہ علیہ

آپ افغانستان سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کسب و اخذ کیا اور خلافت کا شرف حاصل کر کے واپس چلے گئے۔ (۲۰۵)

حضرت مولانا محمد عظیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ جید عالم، دیندار اور بہت ہی زیادہ مہذب الاخلاق تھے اور اخلاقِ حمیدہ آپ کی جبلت تھی۔ باطنی نسبت حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے حاصل کی تھی۔ کئی سال تک حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر مقاماتِ نقشبندیہ مجددیہ طے کیے اور خلافت و اجازت کا شرف پایا اور حضرت شاہ صاحبؒ سے تا حیات جدا نہ ہوئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے وصال فرمایا تو آپ نے ہی حضرت شاہ صاحبؒ کو غسل دیا اور پھر حرمین الشریفین چلے گئے اور وہیں رحلت فرمائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

ایک دن نمازِ عصر کے بعد آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دست بستہ ہو کر عرض کی کہ میری دلی خواہش ہے کہ مجھے قول، فعل، عمل اور اعتقاد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نصیب ہو جائے اور آپ (یعنی حضرت شاہ صاحبؒ) کی محبت میں استغراق حاصل ہو جائے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لیے خصوصی دعا فرمائی اور آپ کی حالت پر توجہ فرمائی۔ آپ نمازِ عشاء کے بعد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) سے ملے تو فرمایا کہ ابھی تک اس دعا اور توجہ کا اثر میری نس نس میں باقی ہے۔ (۲۰۶)

حضرت مولانا محمد عیسیٰ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے خلیفہ تھے۔ اس ناکارہ روزگار راقم الحروف کے مہربان محترم جناب شوکت محمود زاد لطفہ محلہ میاں قطب الدین، راولپنڈی میں حضرت میر محمد شاہی نقشبندی سریابی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے پیرانِ گرامی کا شجرہ طریقت ''سلسلہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ'' کے نام سے طبع کرایا تھا، جس کی رُو سے ان کے پیر و مرشد حضرت میر محمد شاہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد عمر جان چشموی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت میاں فیض الحق چشموی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) کے خیفہ تھے اور وہ حضرت خواجہ میاں روح اللہ چشتی اخوند زادہ گانگڑی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۱۴ھ/۹۷-۱۸۹۶ء) کے خیفہ تھے اور وہ حضرت خواجہ مولانا محمد عیسیٰ

قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ قندھاری ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء میں حیات تھے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت خواجہ میاں روح اللہ اخوندزادہ گانگلزئی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ بلوچستان میں خوب پھیلا اور فیوض و برکات کا سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے۔ (۲۰۷)

حضرت محمد منور رحمۃ اللہ علیہ

آپ مسجد اکبر آبادی کے امام تھے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے فیوض حاصل کیے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ نہایت قوی نسبت رکھتے تھے۔ (۲۰۸)

حضرت مرزا مراد بیگ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے کسب و اخذ کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ کمال زہد کے مالک تھے اور اِس وجہ سے حضرت شاہ صاحبؒ آپ کو جنید وقت کہا کرتے تھے۔ آپ کی نسبت بہت قوی تھی اور لوگوں کو آپ سے عظیم کیفیات حاصل ہوئیں۔ آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں رحلت فرمائی اور حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پائیں میں آسودہ خاک ہوئے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً. (۲۰۹)

حضرت مقبول النبی کبروی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقامات حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے طے کیے۔ (۲۱۰)

حضرت میر نقش علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) سے نسبت

نقشبندیہ مجددیہ حاصل کی اور بعد ازاں لکھنؤ چلے گئے۔ (۲۱۱)

حضرت مولوی نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے بہت زیادہ ریاضتیں کیں اور پھر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ اشغال اور مراقبات میں مشغول رہے اور بالآخر اجازت و خلافت کا شرف پایا۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ چار آدمی میرے خاندان (سلسلۂ طریقت) کے لیے قابلِ فخر ہیں، یعنی مولوی شیر محمد، مولوی محمد جان، مولوی محمد عظیم اور مولوی نور محمد (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)۔ یہ چاروں بزرگ تبحر عالم اور ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے۔ (۲۱۲)

حضرت مولوی ہراتی المشہور بہ مولوی جان محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے کسبِ فیض کیا اور خلافت کا شرف پایا۔ قندھار کے ہزاروں لوگوں نے آپ سے ہدایت حاصل کی اور وہاں کے لوگ آپ کی بہت سی کرامات بیان کرتے ہیں۔ (۲۱۳)

جامع کتاب
حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی رحمۃ اللہ علیہ
کے مختصر احوال و آثار

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) تک یوں ہے:

حضرت رؤف احمد ابن حضرت شعور احمد ابن حضرت محمد شرف ابن حضرت شیخ رضی الدین ابن حضرت شیخ زین العابدین ابن حضرت شیخ محمد یحییٰ ابن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ر محرم ۱۲۰۱ھ/ ۶ر نومبر ۱۷۸۶ء مصطفیٰ آباد المعروف بہ رام پور میں ہوئی۔

جدّ بزرگوار نے آپ کا تاریخی نام رحمٰن بخش (۱۲۰۱ھ) رکھا۔ جب سن تمیز کو پہنچے اور علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو آپ کے دل میں راہِ فقر اور عشق مولیٰ کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۵ء) آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ عنایت ازلی نے دستگیری کی اور پہلے پہل ان کے ساتھ حضرت شاہ فیض بخش الملقب بہ حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء) جو کہ مادر زاد ولی تھے، کے آستانہ فیض پر پہنچے اور سلسلۂ قادریہ میں ان کے دست مبارک پر بیعت فرمائی اور پندرہ سال تک ان سے کسب فیوض و برکات کرنے کے بعد تعلیم طریقہ کی اجازت کا شرف پایا اور چھ سلاسل: قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ (صابریہ و چشتیہ نظامیہ)، سہروردیہ، کبرویہ اور مداریہ میں مجاز طریقت قرار پائے۔

حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد القائے ربانی سے حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) سے بیعت کی اور پیری و مریدی چھوڑ کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے تمام مقامات شروع سے آخر تک ان کی خدمت میں رہ کر نئے سرے سے اخذ وکسب کیے اور اُن سے مذکورہ بالا چھ سلاسل اور سلسلۂ قادریہ میں بھی اجازت مطلقہ اور خلافت عامہ سے سرفراز ہوئے۔

حصولِ خلافت کے بعد آپ بلدہ بھوپال میں جا کر مقیم ہو گئے۔ وہاں آپ کو قبولِ عام نصیب ہوا۔ امراء اور فقراء آپ کے حلقہ میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک عرصہ تک یہاں مسند ارشاد کو زیب وزینت بخشی اور یہاں ایک خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ کی بنیاد رکھی جس کو آپ کے پوتے حضرت پیر ابواحمد عبداللہ مجددی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۲ھ/۲۴-۱۹۲۳ء) اور اُن کے فرزند ارجمند حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اپنے وقت میں آباد کیا۔

آپ نے اپنے پیرومرشد حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور مکتوبات کو جمع کیا اور اُن کے حالات میں کتاب ''جواہر علویہ'' تصنیف فرمائی۔ آپ بے نظیر شاعر تھے اور اُردو وفارسی میں کامل شہرت رکھتے تھے اور رافت تخلص کیا کرتے تھے۔ مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں بیشمار مکتوبات گرامی آپ کے نام ہیں۔

آخری عمر میں حرمین الشریفین کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا اور حجازِ مقدس اور کعبۃ اللہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ بندرلیث، واقع ملک یمن کے قریب پہنچے تو ۱۲۵۳ھ/ ۳۸-۱۸۳۷ء میں اس جہانِ پُر ملال سے قربِ الٰہی میں رحلت فرمائی اور بیر علی جس کا لقب یلملم ہے، میں آخری آرام گاہ پائی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

آپ کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ آپ کے شاگرد عبدالغفور نساخ نے آپ کا سالِ وفات ۱۲۴۸ھ اور مولانا ابوالحسن ندویؒ نے ۱۲۶۶ھ لکھا ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ خطیب احمد رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۶۶ھ/۱۸۵۰ء) تھے۔ ان کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک حضرت محمد ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۸۶ھ/ ۷۰-۱۸۶۹ء) اور دوسرے حضرت پیر ابواحمد عبداللہ بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ ایک عالم، مدرس، مفسر، فقیہ، محدث، جامع علوم عقلیہ ونقلیہ، واقف فنون ظاہریہ و

رسمیہ تھے۔ آپ کی ایک رُباعی ملاحظہ فرمائیں:

چون رشتۂ اخلاص دو عالم بشکست　　در راہ محبت الٰہی بنشست
رافت نہ تقدم و تاخر این جاست　　آن دم کہ گسست در ہماندم پیوست

آپ کثیر التصانیف تھے۔ چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ دیوان شعر

بقول عبدالغفور نساخ، فارسی میں ایک اور ریختہ میں چھ دیوان اور ہر فن میں آپ کے دو رسالے یادگار ہیں۔ جمیع اصناف سخن پر قادر تھے۔

۲۔ ارکان الاسلام (اُردو)

مطبع نظامی، کانپور سے طبع ہوا۔ اس کے علاوہ فقہ میں اور بھی رسائل ہیں۔

۳۔ تفسیر رؤفی (اُردو)

آپ نے ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء میں شروع کی جو مختلف عوارض کی وجہ سے ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۳ء میں اختتام کو پہنچی۔

۴۔ رسالہ تفسیر تبارک الذی

اس کا خطی نسخہ کتب خانہ رضا، رام پور لائبریری میں محفوظ ہے۔

۵۔ صادقہ مصدقہ

قلمی، مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور۔

۶۔ مراتب الوصول

قلمی، مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور۔

۷۔ سلوک العارفین

قلمی، مخزونہ کتاب خانہ رضا، رام پور۔

۸۔ شراب رحیق

قلمی، مخزونہ کتاب خانہ رضا، رام پور۔

۹۔ رسالہ سلوک

قلمی، مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ پنجاب، لاہور۔

۱۰۔ سوانح حیات حضرت شاہ درگاہیؒ

۱۱۔ مثنوی اسرار

۱۲۔ معراج نامہ (اُردو)

۱۳۔ مثنوی یوسف زلیخا

۱۴۔ جواہر علویہ

احوال مشائخ نقشبندیہ خصوصاً حضرت شاہ غلام علی دہلوی (م۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء)، اُردو ترجمہ، مطبوعہ لاہور، ۳۸-۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء۔

۱۵۔ درالمعارف (ملفوظات شاہ غلام علیؒ)

اس کا فارسی متن چند بار طبع ہوا۔ پہلی بار ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں محبوب المطابع، دہلی سے چھپا۔ درالمعارف کا اُردو ترجمہ عبدالحکیم خان اختر نے کیا، جو ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء میں نوری کتب خانہ، لاہور سے شائع ہوا تھا۔

فارسی متن ترکی، مکتبہ الحقیقہ دار الشفقۃ، استانبول سے بھی ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء میں طبع ہوا ہے۔

۱۶۔ مکاتیب شریفہ (شاہ غلام علی دہلویؒ)

جامع حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ۔ حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) خلیفہ ارشد نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء)، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کی عمدہ و عالی تصحیح و تحقیق سے فارسی متن لاہور سے ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء میں طبع ہوا ہے۔ (۲۱۴)

یہ مکاتب شریفہ سب سے پہلے ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں مطبع عزیزی، مدراس سے شائع ہوئے اور حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ والی طباعت کی عکسی اشاعت مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکی سے بھی ہوئی ہے۔

''مکاتیب شریفہ'' کی حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمۃ اللہ علیہ والی فارسی طباعت کا اُردو ترجمہ زیرِ نظر اشاعت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

حواشی مقدمہ

۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۰/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۱/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء، ص ۶۵۱/ محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، دہلی: ۱۳۴۶ھ، ص ۱۱

۲۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۳۹، ۱۴۰/ محمد عالم فریدی: مزارات اولیائے دہلی، ص ۱۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: در المعارف، استنبول: ۱۹۷۴ء، نیز ۱۹۹۷ء، ص ۹۷/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فارقی (مترجم)/ ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، ص ۱۴ (مقدمہ)/ ظہور حسن: ارشاد المسترشدین، آگرہ: مطبع اکبری، ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء، ص ۱۸، ۲۴۔

۳۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۰/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: در المعارف، ص ۱۵۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ شریف، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، ص ۲۵۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۳۹۔

۴۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۳/ غلام علی دہلویؒ، شاہ: ایضاح الطریقہ (شامل رسائل سبعہ سیارہ)، مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ، ص ۲۔

۵۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: در المعارف، ص ۹۷/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: در المعارف، ص ۱۴۰/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر، ص ۶۵۳/ سر سید احمد خان: آثار الصنادید، دہلی: ۱۹۶۵ء، باب ۴، ص ۶۳۔

۶۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۱/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۲۔

۷۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۵۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۱/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۲۔

۸۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۴۱/ عبدالحی حسنیؒ: نزہۃ الخواطر، ۷:۳۵۶/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۷۵، ۷۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۳۔

۹۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۲۵۳۔

۱۰۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۲۔

۱۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۲۔

۱۲۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۲/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۲۵۳۔

۱۳۔ سر سید احمد خان: آثار الصنادید، باب ۴، ص۳۶۳/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر: ص ۶۵۱-۶۵۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۲۔

۱۴۔ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر: ص ۶۵۰/ سر سید احمد خان: آثار الصنادید، باب ۴، ص۳۶۴-۳۶۵/
E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, Leiden: E.J. Brill, 1993, vol. 7:936-938

۱۵۔ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۷/ سرسیّد احمد خان: آثار الصنادید، ص ۴۶۴ - ۴۶۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:936-939

۱۶۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۶۵/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۷/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۴۔

۱۷۔ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴: ۳۶۸

۱۸۔ سرسیّد احمد خان: آثار الصنادید، باب ۴، ص ۴۶۴/ محمد اکرام، شیخ: رود کوثر: ص ۶۵۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳۔

۱۹۔ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۴/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳۔

۲۰۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۲۱/ سرسیّد احمد خان: آثار الصنادید، ص ۴۶۴- ۴۶۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۴/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۶۵/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۴/ شاہ غلام علی دہلویؒ/ شاہ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، لاہور: بیڈن روڈ، حکیم عبدالمجید سیفیؒ (مصحح وطابع وناشر)، ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء، ص ۶۲/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:936-939

۲۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۴۔

۲۲۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳۔

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ ایضاً، ص ۵۷۳-۵۷۴

۲۶۔ ایضاً،ص۵۷۴

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ ایضاً

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ ایضاً،ص۵۷۵

۳۴۔ ایضاً،ص۵۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ،ص۱۴۳-۱۴۴۔

۳۵۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۵۔

۳۶۔ ایضاً،ص۵۷۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ،ص۱۴۳-۱۴۴۔

۳۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۵۔

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ ایضاً

۴۱۔ ایضاً

۴۲۔ ایضاً

۴۳۔ ایضاً،ص۵۷۶

۴۴۔ ایضاً

۴۵۔ ایضاً / رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ،ص۱۴۱-۱۴۲۔

۴۶۔ ایضاً،ص۵۷۶، ۶۲۸ (حاشیہ نمبر ۳۶، ۳۷)

۴۷۔ ایضاً،ص۵۷۶

۴۸۔ ایضاً، ص ۵۷۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۶/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۰۲۔

۴۹۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۷۹۔

۵۰۔ ایضاً، ص۵۷۷

۵۱۔ ایضاً، ص۵۷۸

۵۲۔ ایضاً

۵۳۔ ایضاً

۵۴۔ ایضاً، ص۵۷۷

۵۵۔ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص ۲۵۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۲۹۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۱۹/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۴۔

۵۶۔ ایضاً

۵۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۰۵-۶۰۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۱۹۔

۵۸۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۹۷۔

۵۹۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۲۳۶-۲۳۸/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص۱۵۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۹۶-۵۹۸/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۱۹-۲۰/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۴۴/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۲۵۸/ محمد ایوب قادریؒ: اُردو ادب کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص۱۰۲/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:938

۶۰۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۰۸،

نیز ۶۰۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۴/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:938

۶۱۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۱/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۵۔

۶۲۔ ایضاً / محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۳۴/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی و فارسی کتب اور اُن کے اُردو تراجم)، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۹۹-۱۹۹۸ء، ص۹۹، ۱۳۹۔

۶۳۔ ایضاً، ص ۱۷۶/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص۱۲۲- ۱۲۳/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۴۴-۴۶۔

۶۴۔ ایضاً، ص۱۷۲-۱۷۳/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۸۔

۶۵۔ ایضاً، ص۱۷۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۸/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۳۹/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، لاہور: ۱۳۷۱ھ/ ص ۳۸،

۶۶۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۱، ۲۲۰-۲۲۱۔

۶۷۔ ایضاً، ص۳۹-۴۰/ ایضاً، ص۱۷۳۔

۶۸۔ ایضاً، ص۴۰/ ایضاً، ص۱۷۳-۱۷۴۔

۶۹۔ ایضاً، ص۳۷/ ایضاً، ص۱۷۲۔

۷۰۔ ایضاً، ص ۳۸/ ایضاً، ص ۱۷۲/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص ۸۷/ ۷۹۔

۷۱۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۳۵ - ۳۸/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص ۱۰۰/ ۱۳۹/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۳/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۹۔

۷۲۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۴/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ،

ص ۴۱-۴۲۔

۷۳۔ ایضاً/ ایضاً،ص ۴۳۔

۷۴۔ ایضاً،ص ۱۷۷-۱۷۸/ ایضاً،ص ۴۲-۴۳۔

۷۵۔ ایضاً،ص ۱۷۸-۱۸۴/ ایضاً،ص ۳۲-۳۴/ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): ترجمہ ہای متون فارسی بہ زبانہای پاکستانی، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، ص ۱۲۰-۱۲۱/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۹۷، ۳۳۰۔

۷۶۔ ایضاً،ص ۱۷۵/ ایضاً،ص ۴۳-۴۴/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۹۸۔

۷۷۔ ایضاً،ص ۱۷۶۔

۷۸۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۴۶/ محمد نذیر رانجھا: برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۲۰۹/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۷۶-۱۷۷۔

۷۹۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۳/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص ۶۰/ ۲۴۔

۸۰۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۶/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۳۔

۸۱۔ ایضاً، ص ۵۷۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۶، ۱۴۴، ۱۴۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۳۔

۸۲۔ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۸۴- ۸۵، ۱۲۷- ۱۲۸/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۳/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:938

۸۳۔ اکبر علیؒ، سیّد: مجموعہ فوائد عثمانیہ، ملفوظات، مکتوبات، معمولات حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ، ملتان: حافظ محمد یوسف خان خاکوانی، ۱۳۸۲ھ، ص ۲۵۔

۸۴۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص ۵۸۰/ رؤف احمد رافت

مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۴۹۔

۸۵۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۵۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ۵۸۱۔

۸۶۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۱۴/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ۵۸۵۔

۸۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص۵۸۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۱۳۔

۸۸۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۵۱/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص۵۸۲۔

۸۹۔ ایضاً

۹۰۔ ایضاً

۹۱۔ ایضاً

۹۲۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۵۶/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۶/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۳۶۔

۹۳۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۸۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۵۱-۱۵۲۔

۹۴۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۰۲-۱۰۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۸۴-۵۸۵۔

۹۵۔ ایضاً، ص۱۰۲-۱۰۳/ ایضاً، ص۱۰۲۔

۹۶۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۸۵/ حافظ شیرازیؒ: دیوان حافظ، بمبئی: س۔ن، ص۲۳۹۔

۹۷۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۱۰۲/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۸۲/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام

نقشبندیہ، ص ۲۵۷۔

۹۸۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۰-۱۵۱۔

۹۹۔ ایضاً، ص ۵۸۱/ ایضاً، ص ۱۴۹۔

۱۰۰۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۹۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۳۔

۱۰۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۷۹۔

۱۰۲۔ ایضاً، ص ۵۸۰/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۴۸-۱۴۹/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۰۳۔

۱۰۳۔ ایضاً، ص ۵۸۰۔

۱۰۴۔ ایضاً، ص ۵۸۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۰-۱۵۱۔

۱۰۵۔ ایضاً، ص ۵۸۱/ ایضاً، ص ۱۴۹

۱۰۶۔ ایضاً

۱۰۷۔ ایضاً، ص ۵۸۰/ ایضاً، ص ۱۴۸-۱۴۹/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۵ (تھوڑے اختلاف سے)۔

۱۰۸۔ ایضاً، ص ۵۸۰۔

۱۰۹۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۵۸۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۱۵۲۔

۱۱۰۔ ایضاً، ص ۵۸۳/ ایضاً، ص ۱۵۲۔

۱۱۱۔ ایضاً

۱۱۲۔ ایضاً، ص ۵۸۲/ ایضاً، ص ۱۵۱۔

۱۱۳۔ ایضاً، ص ۵۸۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۹۴۔

۱۱۴۔ ایضاً، ص ۵۸۵۔

۱۱۵۔ ایضاً، ص۵۸۴/ ایضاً، ص۱۰۲۔

۱۱۶۔ ایضاً، ص۵۸۴/ ایضاً، ص۱۰۲۔

۱۱۷۔ ایضاً، ص۱۸۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۵۴۔

۱۱۸۔ ایضاً، ص۵۸۶۔

۱۱۹۔ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۲۵۷۔

۱۲۰۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۸۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۵۱۔

۱۲۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۸۳۔

۱۲۲۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۵۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۵۸۶۔

۱۲۳۔ ایضاً، ص۱۵۶/ ایضاً، ص۵۸۶/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۲۵۴۔

۱۲۴۔ ایضاً

۱۲۵۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص۳۵۸۔

۱۲۶۔ ایضاً، ص۳۱۲۔

۱۲۷۔ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۳۵۴۔

۱۲۸۔ ایضاً

۱۲۹۔ ایضاً، ص۲۵۴-۲۵۵۔

۱۳۰۔ ایضاً، ص۲۵۵۔

۱۳۱۔ ایضاً

۱۳۲۔ ایضاً

۱۳۳۔ ایضاً

۱۳۴۔ ایضاً

۱۳۵۔ ایضاً

۱۳۶۔ ایضاً

۱۳۷۔ ایضاً

۱۳۸۔ ایضاً

۱۳۹۔ ایضاً،ص۲۵۶

۱۴۰۔ ایضاً

۱۴۱۔ ایضاً

۱۴۲۔ ایضاً

۱۴۳۔ ایضاً

۱۴۴۔ ایضاً

۱۴۵۔ ایضاً

۱۴۶۔ ایضاً

۱۴۷۔ ایضاً

۱۴۸۔ ایضاً،ص۲۵۷۔

۱۴۹۔ ایضاً

۱۵۰۔ ایضاً

۱۵۱۔ ایضاً

۱۵۲۔ ایضاً

۱۵۳۔ ایضاً

۱۵۴۔ ایضاً

۱۵۵۔ ایضاً

۱۵۶۔ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/محمد اقبال مجددی (تحقیق)/اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)،ص ۸۷۔

۱۵۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص

۵۹۰-۵۹۱۔

۱۵۸۔ ایضاً،ص۵۹۱/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ،ص ۲۵۷۔

۱۵۹۔ ایضاً،ص۵۹۲/ ایضاً،ص ۲۵۷۔

۱۶۰۔ ایضاً،ص۵۹۵/ ایضاً،ص ۲۵۸۔

۱۶۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری،ص۵۹۴۔

۱۶۲۔ ایضاً،ص۵۹۵۔

۱۶۳۔ ایضاً،ص۵۹۱۔

۱۶۴۔ ایضاً،ص۵۹۳۔

۱۶۵۔ ایضاً،ص۵۹۴۔

۱۶۶۔ ایضاً،ص۵۹۵۔

۱۶۷۔ ایضاً

۱۶۸۔ ایضاً

۱۶۹۔ ایضاً،ص۵۸۷۔

۱۷۰۔ ایضاً،ص۵۸۷-۵۸۸۔

۱۷۱۔ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری،ص ۱۶۵-۱۶۶/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری،ص۵۹۹-۶۱۰/ ابوالحسن زید فاروقی، مقامات خیر،ص ۴۰-۴۷/ نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ،ص ۲۵۹-۲۶۰/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ،ص ۲۱-۲۳/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:938/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء،ص ۶۷-۹۵۔

۱۷۲۔ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ، دہلی: اکمل المطابع، ۱۲۸۴ھ/ محمد مظہر مجددیؒ/ محمد اقبال مجددی: رشحات عنبریہ، استنبول: ۱۹۷۹ء/ محمد معصوم رام پوری: ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین، رام پور: مطبع مظہر العلوم، ۱۳۰۸ھ/ ابوالحسن زید فاروقی: مقامات خیر،ص۱۸۲،۱۰۳/

نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ: حضرات کرام نقشبندیہ، ص۲۶۰-۲۶۴/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص۱۶۶-۱۶۷/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، ص۶۱۰-۶۱۱/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۲۳-۲۰۶/ محمد ایوب قادری: اُردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ، ص۳۰۱/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:938/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، ص۱۰۱-۱۴۵۔

۱۷۳۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۲۱۔

۱۷۴۔ ایضاً، ص۶۲۳۔

۱۷۵۔ ایضاً، ص۶۱۸-۶۱۹، نیز ۵۷۶/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۱۴۱-۱۴۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۲۹-۳۰۔

۱۷۶۔ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت و عزیمت، ۴: ۳۶۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۱۴-۶۱۵، ۶۴۲/ ابوالحسن، سیّد: آئینہ اودھ، کانپور، مطبع نظامی، ۱۳۰۵ھ، ص۱۳۵/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۶۷/ غلام علی دہلویؒ، شاہ/ رؤف احمد مجددیؒ: مکاتیب شریفہ، ص۳۶، ۷۰، ۱۴۸۔

۱۷۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۲۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۲۴۲-۲۴۳۔

۱۷۸۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۲۳۔

۱۷۹۔ ایضاً، ص۶۱۵-۶۱۸، ۶۴۸/ محمد خالد رومیؒ، مولانا: دیوان، استنبول (ترکی)، ۱۹۵۵ء/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: ملفوظ شریفہ، ص۸۷-۸۸۔

۱۸۰۔ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: ملفوظ شریفہ، ص۸۷، ۱۳۲۔

۱۸۱۔ ایضاً، ص۱۱۴۔

۱۸۲۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۱۵/ محمد بن عبداللہ خانی خالدی: البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ، مصر: ۱۳۱۹ھ، ص۸۲، نیز ۸۰۔

۱۸۳۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص۵۰،۶۵،۷۰،۷۷،۱۰۸،۱۷۰۔

۱۸۴۔ شامی، علامہ ابن عابدینؒ: سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندیؒ، مشمولہ رسائل ابن عابدینؒ، لاہور: سہیل اکیڈمی، ۱۹۸۰ء، ص ۳۱۸ - ۳۲۵/ محمد مراد مکی قزانی: نفائس السانحات فی تذییل الباقیات الصالحات (معروف بہ تکملہ رشحات)، بکر (ترکی)، س۔ن، ص ۱۷۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۲۴۰/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، ۴:۳۶۸-۳۷۲/ محمد بن عبداللہ خانی خالدی: البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقۃ الخالدیہ، ص۹۲/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۶ -۲۹۔

۱۸۵۔ الزرکلی، خیرالدین: الاعلام، بیروت: دارالعلوم للملایین، ۱۹۹۷ء، جلد۲:۲۹۴/ عمر رضا کحالہ: معجم المولفین، بیروت: داراحیاء التراث العربی، س۔ن، جلد۴: ۹۵/ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ: ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، بیروت: دارالعلوم الحدیثہ، س۔ن، جلد۱:۳۶۲،۲:۱۰۷/ سرکیس، یوسف الیان: معجم المطبوعات العربیہ والمعربیہ، مصر، سرکیس، ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء، جلد۱:۸۱۳، جلد۲: ۱۸۶۵/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص۲۸۔

۱۸۶۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۱۶- ۶۱۷/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۷۰/ E.J. Brill: The Encyclopaedia of Islam, vol. 7:935, 936

۱۸۷۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۱۱- ۶۱۲/ محمد مظہر دہلویؒ: مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ، ص۶۸۔

۱۸۸۔ ایضاً ص۶۱۹/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۲۴۲۔

۱۸۹۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص۶۱۲، ۶۴۲-۶۴۳ (حاشیہ نمبر ۱۷۶- از محمد اقبال مجددی)/ محمد قطب الدین ومحمد خلیل الرحمٰن: احوال العارفین، حیدرآباد دکن: ۱۳۱۷ھ، ص۴، ۶، ۷-۹، ۱۷/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت و عزیمت، جلد۴: ۳۶۸/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، ص۸۶-۸۷۔

۱۹۰۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص۲۴۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ

غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۹ - ۶۲۰ / رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۴۸، ۵۰، ۵۵، ۷۵، ۹۴۔

۱۹۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۸، ۶۴۹ (حاشیہ نمبر ۲۱۹ - از محمد اقبال مجددی) / رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۰۔

۱۹۲۔ ولی اللہ فرخ آبادی / شریف الزمان شرف (مترجم) / محمد ایوب قادری (مرتّب): عہد بنگش، کراچی: ۱۹۶۵ء، ص ۴۳۵ / عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۸، ۶۴۹ (حاشیہ نمبر ۲۱۸ - از محمد اقبال مجددی)۔

۱۹۳۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۴ / رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۳۸ / غلام سرور لاہوریؒ، مفتی: خزینۃ الاصفیاء، ۱/ ۷۰۴ / احمد مکی: ہدیہ احمدیہ، ص ۸۳ / محمد حسن جان مجددیؒ، انساب الانجاب، ص ۴۱۔

۱۹۴۔ حالی، الطاف حسین: حیات جاوید، کانپور: ۱۹۰۱ء، ص ۱۸ / عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲ - ۶۱۳۔

۱۹۵۔ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۸ / عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲۔

۱۹۶۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۳ - ۲۴۴ / عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲۔

۱۹۷۔ اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر): تذکرہ علماء پنجاب، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۸ء، جلد ۲: ۵۰۵ - ۵۰۹، نیز ۴۳۵، ۵۱۶، ۵۳۰ / محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۴۷ - ۶۷ / محمد اقبال مجددی: مقدمہ مقامات مظہری، ص ۱۶۹ - ۱۷۰ / غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا / محمد اقبال مجددی (تحقیق) / اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۸۷، ۱۰۲ / محمد حسن کیرتپوریؒ، مولوی: اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ: مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ۴۸۱ / امام الدین کھوتکی: مقامات طیبین، قلمی مخطوطہ، مخزونہ کتب خانہ خانقاہ مولانا غلام نبی للّٰہی رحمۃ اللہ علیہ، لِلّٰہ شریف، پنڈ دادن خان، ضلع جہلم، ص ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۲۶ / غلام سرور لاہوریؒ، مفتی / محمد اقبال مجددی، حدیقۃ الاولیاء، لاہور: المعارف، ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۲ / سیّد محمد، حافظ صاحبزادہ: بستان

معرفت، لاہور: ۱۳۰۳ھ، ص ۳، ۴، ۶، ۱۵، ۱۶/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا: تحفۂ رسولیہ، لاہور: ۱۳۰۸ھ، ص ۵۷/ محمد صالح کنجاہی، مولوی: سلسلۃ الاولیاء، قلمی مخطوطہ مملوکہ محترم پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری صاحب، گجرات/ شبیر احمد شاہ: انوار محی الدین (سوانح غلام محی الدین قصوریؒ)، لائل پور (فیصل آباد): ۱۹۶۶ء/ محمد حسین تسبیحی (ڈاکٹر): کتاب خانہ ہائے پاکستان، اسلام آباد: (مصنف)، ۱۹۷۷ء، ص ۷۷/ محمد بشیر حسین، ڈاکٹر: فہرست مخطوطات شفیع، لاہور: دانشگاہ پنجاب، ص ۲۹۵۔

۱۹۸۔ محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۶۸/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۲/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)، ص ۸۷۔

۱۹۹۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۳/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۴۷، ۵۰، ۵۲، ۷۵۔

۲۰۰۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۰/ رحمٰن علی، مولوی/ محمد ایوب قادری (مترجم): تذکرہ علمائے ہند، کراچی: ۱۹۶۱ء، ص ۵/ عبدالغنی مجددیؒ، شاہ: تکملہ مقامات مظہری (ضمیمہ مقامات مظہری)، دہلی: مطبع احمدی، ۱۳۶۹ھ، ص ۱۷۰/ فقیر محمد جہلمی، مولوی: حدائق الحنفیہ، ص ۴۹۱/ عبدالحی حسنیؒ، نزہۃ الخواطر، جلد ۷: ۳۹۴/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۵/ محمد ظفر الدین: تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند، ۱۹۷۳ء، جلد ۱: ۶۱۔

۲۰۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۱/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۳/ ابوالحسن ندویؒ، مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد ۴: ۳۶۸/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۹، ۴۷، ۸۳/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۸۶۔

۲۰۲۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۲ - ۶۲۳/ محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل

خان)،ص ۸۷۔

۲۰۳۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۵۰/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۰۔

۲۰۴۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۴۱/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۹۷-۹۸ (حاشیہ ۱- از محمد اقبال مجددی)، ۱۱۱۔

۲۰۵۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۳۔

۲۰۶۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۵۰، ۹۴/ محمد مظہر مجددیؒ، مناقب احمدیہ و مقامات سعیدیہ، ص ۱۵۷/ عبدالغنی تکملہ مقامات مظہری (ضمیمہ مقامات مظہری)، ص ۱۸۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۳/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۲/ غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال مجددی (تحقیق)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم): ملفوظات شریفہ (حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ)، ص ۹۰۔

۲۰۷۔ شوکت محمود: سلسلہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ، راولپنڈی: محلّہ قطب الدین، س۔ن/ انعام الحق کوثر، ڈاکٹر: تذکرہ صوفیائے بلوچستان، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء (طبع سوم)، ص ۱۰۷-۱۰۹، ۱۹۷-۲۰۲، ۲۸۴-۲۸۹۔

۲۰۸۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۲۔

۲۰۹۔ ایضاً

۲۱۰۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۵۰۔

۲۱۱۔ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۲۳۔

۲۱۲۔ ایضاً، ص ۶۲۲/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۳۔

۲۱۳۔ ایضاً، ص ۶۲۲/ ایضاً، ص ۲۴۳۔

۲۱۴۔ رؤف احمد رافت مجددیؒ: درالمعارف، ص ۱۷۳-۱۷۴، نیز ۴۵/ عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ: حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری، ص ۶۱۳-۶۱۴/ محمد اقبال مجددی: مقدمہ ملفوظات شریفہ، ص ۳۰، ۹۲ (حاشیہ ۱)/ رؤف احمد رافت مجددیؒ: جواہر علویہ، ص ۲۴۴-

۳۰۹،۲۷۱/محمد مظہر مجددیؒ: مناقب احمدیہ ومقامات سعیدیہ،ص۵۴/عبدالغفور نساخ:سخن شعراء، نول کشور، ۱۲۹۱ھ،ص ۱۸۷/ احمد علی شوق رام پوری: تذکرہ کاملان رام پور، دہلی: ۱۹۲۹ء،ص ۱۴۳، ۱۴۷/ فقیر محمد جہلمی : حدائق حنفیہ، لاہور: مکتبہ حسن سہیل، س۔ن (عکسی طباعت از طبع لکھنؤ،۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء،ص۴۹۰/عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، ۷: ۱۸۸/ ابوالحسن ندویؒ،مولانا: تاریخ دعوت وعزیمت، جلد۴: ۳۶۸/محمد نذیر رانجھا: تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ،موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان)،ص۸۰-۸۱۔

مکاتیب شریفہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

کلمہ تشکر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ.

عنایات بخشنے والے اُس اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا بیحد شکر، جس نے اس بے سرمایہ فقیر کو توفیق کرامت فرمائی کہ وہ مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو طبع کرے۔

یقیناً (یہ) طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تشریح وتوضیح میں ایک ایسی کتاب ہے جو (اپنی) نظیر نہیں رکھتی۔ اس کی عبارت نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۱۳ھ میں مطبع عزیزی، مدراس (ہندوستان) سے طبع ہوئی تھی، اس نسخہ کے مطابق جو مولانا محمد سعید خان صاحب مرحوم ومغفور، مفتی عدالت عالیہ، حیدرآباد دکن کی ملکیت تھا اور وہ تقریباً ۱۲۹۶ھ میں جامع مکاتیب حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے خط میں لکھے گئے نسخہ (مخزونہ) کتب خانہ مظہریہ، مدینہ طیبہ علیٰ ساکنہا الف الف تحیۃ سے نقل کیا گیا تھا۔ لیکن عرصہ سے وہ (دونوں) مخطوطے اور یہ مطبوعہ بھی نایاب تھے۔

کئی کاتبوں کی کتابت کی وجہ سے مدراس کا مطبوعہ نسخہ کتابت کی اغلاط سے پاک نہیں تھا، اور ایک دوسرا نسخہ جو کتب خانہ موسیٰ زئی شریف سے ملا تھا، وہ بھی اتنا صحیح نہ تھا۔ تاہم غنیمت شمار کرتے ہوئے اس اشاعت کی تصحیح وکتابت میں ان دونوں نسخوں کو پیشِ نظر رکھ کر ممکنہ کوششیں اس کی تصحیح میں بجالائی گئیں۔ چند مکتوبات (گرامی) جو سبعہ سیارہ، کلمات طیبات اور ہدایت الطالبین میں درج تھے، ان کو بھی تصحیح کے ساتھ شامل کیا گیا۔ پھر بھی بعض جگہوں پر غلطی اور کتابت وطباعت کا سہو باقی رہ گیا ہے۔ ازراہِ کرم (اسے) درست کرلیں اور اِس فقیر کو معذور سمجھ کر معاف فرمائیں اور دعائے خیر سے یاد کریں۔

قطعہ تاریخیہ ومدحیہ

(از مولانا محبوب الٰہی صاحب وفائی سلمہٗ)

شاہ عبداللہ غلام با علی
خاصۂ خاصان مولائے کریم
قطب عرفان، گوہر تاجِ ولا
ہادیٔ عالم براہِ مستقیم
بُد مجدّد قرنِ ثالث والعشر
حُجَّةٌ لِّلّٰهِ فِی الدِّیْنِ الْقَوِیْم
از مکاتیبش منوّر شرق و غرب
از تجلّی ہائے رحمان و رحیم

آن طریقِ خاصِ شاہِ نقشبندؒ — اقرب و ہم موصل و ہم مستقیم
تخم آں را در زمینِ ہند کاشت — خواجہ ما باقی باللہؒ الکریم
گشت اصلش ثابت و فرعش بعرش — از مجدّد الف ثانیؒ نعیم
شارحِ اخبارِ ختم المرسلینﷺ — کاشف اسرار قرآنِ حکیم
گفت دین چہ؟ اتباع مصطفیٰﷺ — زان طریقت شد شریعت را خدیم
دادہ آرایش بافزائش ز حق — آن امامؒ برحق دیارِ قسیم

قاسم آمد گنج آمد شاہؒ ما
برملا گویم ندارم ہیچ بیم
باز ازوے دادہ تجدیدِ جدید
شیخِ ما داد آن ربِ علیم

بحرِ عرفان شیخ عبداللہؒ ما
کین زمان گردیدہ فیضانش عمیم
نائب بو سعد احمدؒ آمدست
کو بقیوم زمان بودہ وسیم
اوست نورے از سراج دینِ حق
و آں زِ عثمانؒ گلشنِ عنبر شمیم
او زِ شیخ قندھاریؒ نائب است
و آن بشہ احمد سعیدؒ آمد ضمیم
گر پرسی نسبت آن پاک ذات
او زِ شاہِ بوسعیدؒ آمد مقیم
او خلیفہ شاہؒ را پس این چنیں
شیخ ما با شاہؒ ے گرد ندیم
فیض عبداللہؒ بعبداللہ رسید
شکرلِـلّٰـهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

شیخِ ما چون این چمن را آب داد — شد مشام طالبان پُر از نسیم
ہم بصحت ہم بطبعش رنج برد — تا بر آورد آب چوں دُرِّ یتیم
چوں وفائی فکرِ سالِ طبع کرد — گفت ہاتف این بداند ہر فہیم
عظمت وعرفانِ حق رامظہرست — زاں بیاید سال اوشان عظیم
(۱۳۷۱ھ)

لَا نُرِيْدُ غَيْرَ وَجْهَكَ بِالَّذِىْ
قَدْ عَمِلْنَا رَبَّنَا اَنْتَ الْعَلِيْم

اس زمانے میں ان اسرار و معارف کے حامل اور اِس طریقہ شریفہ کے صاحبِ رشد و ہدایت سیّدنا و مرشدنا حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہم العالی ہیں، جو اس رسالہ شریفہ کی

طاعت کے محرک بنے ہیں۔ آپ حضرت قیوم زماں محبوب رب العالمین سیّدنا ومولانا ابوالسعد احمد قدس سرہ العزیز بانی خانقاہ سراجیہ مجددیہ، جو کندیاں، ضلع میانوالی سے تین میل کے فاصلے پر جنوب مائل بہ مشرق، کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔

ان اشعار میں قطعاً مبالغہ نہیں ہے، حضرت ممدوح اس پُرفتن زمانے میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے محافظ بھی ہیں اور اِس راہِ سلوک کے ہادی اور مرشد بھی:

ہنوز آں ابرِ رحمت درخروش است

خم و خمخانہ و ساقی بجوش است

اربابِ نظر وبصیرت پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔

یہ فقیر اپنے پروردگار کے شکر کا حق ادا نہیں کر سکتا، اگر وہ اپنے شیخ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہم العالی ممدوح الصدر کی مساعی اور ذرّہ نوازی کا بھی شکر نہ بجالائے۔

مَنْ لَّمْ يَشْكُرَ النَّاسِ لَمْ يَشْكُرُ اللهَ. رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِي اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ. وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ الصَّلٰوةَ وَالسَّلَام.

العارض بندہ عاجز فقیر عبدالمجید عفی عنہ

۲۱ رشعبان المعظم ۱۳۷۱ھ

حضرت مصنفؒ کے حالات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ جَعَلَ التَّصَوُّفَ صَفَآءَ الۡقُلُوۡبِ الۡاَصۡفِيَآءِ
وَاَعَدَّ التَّعَرُّفَ جِلَاءُ لِجَنَانِ الۡعُرُفَاءِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا
اِمَامِ الۡاَنۡبِيَآءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصۡحَابِهِ الۡاَتۡقِيَآءِ.

آسمانِ ارشاد کے قطب، ابدال و اوتاد کے غوث، واصلین کے برگزیدہ، عارفوں کے امام، کامل اولیاء کے سرکردہ، سیّد المرسلین (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے نائب حضرت شاہ عبداللہ علوی مشہور بہ شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ اللّٰہ سِرُّہٗ وَاَفَاضَ عَلَیۡنَا بِرُّہٗ ۱۱۵۸ھ میں قصبہ بٹالہ (پنجاب، ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب شریف حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ دینی علوم کی تحصیل کے بعد بائیس برس کی عمر میں آپ نے حضرت مرزا جان جاناں مظہر شہید قُدِّسَ اللّٰہ سِرُّہٗ سے طریقہ شریفہ (نقشبندیہ مجددیہ) اخذ کیا اور کمالِ ریاضت اور مجاہدات شاقہ کی بدولت اولیائے عارفین کے سردار بن گئے اور آپ کے ارشاد و ہدایت کا فیض تمام روئے زمین پر پھیل گیا۔ ہزاروں علماء و صلحاء دور و دراز کے ممالک سے آپ کی خدمت مبارک میں بھاگ آئے۔ بعض نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان سے (آپ کے) آستانہ عالیہ پر پہنچے، مثلاً (حضرت) مولانا خالد رومی (رحمۃ اللہ علیہ)، حضرت شیخ احمد کردی (رحمۃ اللہ علیہ) اور (حضرت) سیّد اسماعیل مدنی (رحمۃ اللہ علیہ)۔ بعض نے بزرگوں کے اشارہ سے بیعت فرمائی اور بعض نے آپ کی شخصیت مبارک کو خواب میں دیکھ کر (یہ) شرف پایا۔ آپ کو کامل قبولیت اور خاص و عام کی مرجعیت حاصل ہوئی۔

جب عمر شریف بیاسی برس کو پہنچی تو بواسیر اور خارش کی بیماری کے دوران حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہٗ، جو آپ کے خلیفہ اوّل تھے، کو اپنی جانشینی کے لیے مکمل تاکید کے ساتھ طلب فرمایا اور اپنے روبرو انہیں اپنا قائم مقام بنایا اور بائیس صفر ۱۲۴۰ھ کو اشراق کے بعد پاؤں کے بل بیٹھے ہوئے مشاہدۂ حق کے کمال استغراق میں اس رنج بھرے جہاں سے رحلت اختیار فرمائی۔ خوب کہا (کہنے والے نے):

سال تولید و حیات و فوت آن سلطان پاک
مظہر جود و امام و مظہر یزدان پاک
(۱۱۵۸ھ) (۱۲۴۰ھ)

(آپ کا) مزار پُرانوار دہلی میں خانقاہ شریف کے اندر موجود ہے۔ یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا فُیُوْضَہٗ وَ بَرَکَاتَہٗ.

صنعت غیر منقوطہ وتوشیح

مورد اسرار علوم حکم
حاکم کل عالم علم امم
مہر کرم ماہ عطاء درّ داد
دادرس عالم اہل وداد

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ.

اَمَّا بَعْدُ، اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا امیدوار رؤف احمد مجددی عفی عنہ گزارش کرتا ہے کہ ایک غیبی القاء سے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرے پیر دستگیر، میرے کاروانِ طریقت، سالکانِ حقیقت ربّ کے مرتبہ احسان پر پہنچے ہوئے شجر، فیوضات نبویہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سمندر، طریقت مصطفویہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے حامی، استقامت کے پہاڑ، ملت ودین کے تمکین امام، خیر البشر (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی شریعت کے حاکم، تیرہویں صدی کے مجدد، دلوں کی تاریکیوں کو مٹانے والے، اولیاء کی ولایتوں کے والی، عرفان کے بانی مبانی، نبیوں کے کمالات کے وارث، کتاب (قرآن مجید) کے معارف وحقائق کے بشارت دینے والے، علوم دقائق سے آگاہ، دل وجان کی

رحمت، انس و جان کے والی، سالکانِ لاہوتی کے ہادی، دریائے ہاہوتی کی ماہی، علوم نبویہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے عالم، شریعت مصطفویہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے مالک، عالم اور جہان والوں کی سربلندی، انسان اور انسانیت کی عظمت، گروہ اولیاء کے ثقہ، جناب کبریا کے مقبول، قاصدان ہدایت کے ادیب، ولایت کے لشکریوں کے نقیب، یقین کے واقف، دین کے جام، مریدوں کی بیعت کے لیے دستِ الٰہی، پروردگارِ عالم کی قدرت کی دلیل، فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۱۵، یعنی: پس جدھر تم منہ کرو اُدھر خدا کی ذات ہے) کے راز دار، راستے کے نشیب وفراز کے واقف، اسرار معیت واقربیت کے حاوی، محبّیت ومحبوبیت کے سریر کے سرور، حضرت مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے نائب، ہر دو جہان کی سختی کو آسان فرمانے والے، ولایت کے ناظم مناظم، مواقف ہدایت کے واقف، تجدید دین کے باعث، سیّد المرسلین (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی رضا کے تابع، ولی خدا، سخاوت کے جواہر، عالم کے پیر، انسان کے امیر، اسرار عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (اسرار المرفوعہ، ص ۲۴۷ - یعنی: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السّلام کی مانند ہیں) کے اسرار کے خزانے، ربّ جلیل کے خلیل، لولاک کے سلطان کے وزیر، فلک الافلاک کے ایوان کے شاہ، مظلوموں کے مصنف، آیتِ رحمان، رہبر شہید، ظلم کے دفع کرنے والے، انس و جان کے رہنما، امراضِ جان کی دوا، نیازمندوں کی مغفرت کے وسیلہ، معارف نقشبندیہ کے معارف، آسمانِ ہدایت وایقان کے سورج، کان ولایت واحسان کے ہیرے، شریعت وطریقت کے مروّج، حقیقت ومعرفت کے واقف، سخا وعطا کے دریا، ہمارے و تمہارے ہادی، عاشقِ خدا، کبریا کے شیدا، قیوم زماں، عرفان کے خزانے، رسول الثقلین (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے والہ، عادلِ کونین، پروردگارِ عالم کے الطاف کی شیرینی، تمکین کے گھوڑے کے سوار، فضلاء کے افضل، عرفاء کے اکمل، امت مصطفویہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے نافع، ذات نبویہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے مقبول، رہنمائی کے جھنڈے گاڑنے والے، ضیائے بیچونی کے کسب کرنے والے، فلک احسان کے سورج، زمین وآسمان کے فخر، امانت کے حافظ، استقامت کے پہاڑ، اہلِ ایمان کے دوست و مددگار، بدعت و بطلان کے قاطع، اشکالات واحدیت کی توضیح کرنے والے، متن احدیت کے شارح، دشتِ تجرید کے مسافر، بیابان تفرید کے عابد و بادیہ نشین، رہبر اعظم، سرور اکرم، انبیاء کے کمالات کے وارث، صدف ہدایت کے موتی، انس و ملک کے

پیشوا، زمین و آسمان کی آبرو، اسرار الٰہ کی کتاب، ہمارے شیخ، ہمارے امام اور اللہ (کے حضور) تک ہمارے وسیلہ مَدَّ اللّٰہُ تَعَالٰی ظِلَالَ رَافِتِھِمْ عَلٰی مُفَارِقِ الطَّالِبِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. آمِیْن.

مثنوی

ایسی صنعت پر مشتمل ہے کہ تمام مصروں کے پہلے حروف اور اسی طرح دوسرے مصرعوں کے سروں سے، آنجناب کے مشہور اور غیر مشہور، دونوں نام مبارک نکلتے ہیں۔ اسی طرح ناچیز بندہ کا نام مصروں کے پاؤں کے حروف سے اپنی قدم بوسی کا اظہار کرتا ہے، اس شعر تک ان دونوں صنعتوں کے اظہار میں مثنوی بھی ذو بحرین ہے:

حامی دین مالک ہر بحر و بر	حاکم کل نائب خیرالبشر
ضابط سر مرشد راہ ورا	ضامن نور از پئے اہل ولا
رحمت حق قاطع ہر آرزو	رہبر دین دافع دیو عدو
تارک دنیا و درّ دین را صدف	ترک از وے یافتہ عز و شرف
غلبہ حق والئے ہر دوسرا	غرّہ پیشانی اہلِ صفا
لمعہ نور از پئے ترویج روح	لجہ فتح و در بحر فتوح
اکرم عالم مہِ عزّ و کرم	افضل آدم شہ اہل حکم
مخزن اسرار و دُر بحرِ جود	معدن انوار و در بحر جود
عالم علمے کہ جلی و خفی است	عارف اسرار نبی و ولی است
لؤلوئے عمان سخا و کرم	لمعہ فیضان و جوب و قدم
یار و مددگار محبان حق	یسر کن عسر بفیضان حق
عارف و عریض بعرفان ذات	عالم علمی کہ گذشت از صفات
بانی ایوان صفا در صفا	باعث عنوان وفا در وفا
داروئے اسقام جنان جہان	دافع آلام تن انس و جان
آئینہ چہرہ مقصود خلق	آب دہ مزرعہ امید خلق

لمعہ انوار کریم الرحیم لجہ اسرار علیم الحکیم
لیس کمثلہ ز وجودش نشان لامع و ساطع بزمین و زمان
ہادی ما آنکہ ہدایت نشان است
ہیبت حق است کہ رافت عیان است

آنجناب کے مشہور اسمِ مبارک کا معما

اکلیل غوثیت بسر آن ماہ من پرداخت
عین عنایت بہر من رافت ظہوری ساختہ

ایضاً

منع نظارہ رامکن لطف تو این قدر بس است
بندہ چشم خویش خوان بہر من این نظر بس است

(آنجناب کے) غیر مشہور نام (مبارک) کا معما

نرگس تو بدست یافت جائے عصا قامتی
زین دو بلا گزیر نیست کاش بچاہ اوفتم
بندہ قامت و زلفین و دہان یارم
غنچہ و سنبل و سرویست کہ در دل دارم

آپ کا ہر مکتوب (گرامی) شریعت وطریقت کے حقائق پر مشتمل ہے اور حقیقت ومعرفت کے دقائق کا احاطہ کرنے والا ہے، بلکہ ان کی ہر سطر جیسے لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہیں، (جو) عارفوں کے دل کو صفا بخشنے والے ہیں۔ ان کا ہر لفظ بکھرے ہوئے روشن جواہر کے رنگ کی طرح، تاریک باطنوں کو منور کرنے والے ہیں۔ نہیں! نہیں! (بلکہ) ہر حرف یوں خوبصورت کہ وہ حسن یار کے نظارے کا چشمہ ہے اور ہر نقطہ کا فیض ایک پتلی جو اہلِ بصیرت کی آنکھ کی زینت ہے، ہم ان کو جمع کررہے ہیں، تا کہ ایک جہان ان سے نفع اٹھانے والا بن جائے اور ایک دنیا ان سے مستفید

ہو۔ ان کا مطالعہ طالبین کو سیدھا راستہ دکھائے اور ان کا پڑھنا قارئین کو صراطِ مستقیم کی طرف دلالت فرمائے۔ صوفیہ کی صفا میں اضافہ کرے، بیہودہ گووں کی کدورتوں کو مٹا ڈالے، مریدوں کو مرادوں کے مقام پر پہنچائے، مرادوں کو واصل تر بنائے، ابراروں کو مقام مقربین عطا فرمائے اور مقربین کو محبوبوں کے کمال سے معزز فرمائے۔ مثنوی:

عابدا نرا عاشقان حق کند　　　عاشقان را واصل مطلق کند

شوق افزاید محبان را ازو　　　کور یابد دیدہ بینا ازو

سالکان رامی برد از راہ جذب　　　ہر مریدی را کند آگاہ جذب

اس کے ساتھ، اخوت پناہ، کمالات دستگاہ، علومِ دینی کے عالم، معارف یقینی کے عارف، میرے ایک بڑے بھائی، جن کا نام اس شعر میں پہیلی کی صورت میں درج ہے۔ معما:

مدت را بوی معطر چو دید

کلاہ سعادت بپوشید عید

ان کے اور اس درویشوں کے قدموں کی خاک کے درمیان بچپن کے ایام سے لے کر اب تک ایک ایسا اتحاد (قائم) ہے، جو حد تحریر میں نہیں آتا، اور دوستی اس درجے کی ہے جو الفاظ میں نہیں سماتی۔ گویا ایک جان دو دل ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اس جلیل القدر کام کی تحریک کا سلسلہ ان کی ذات بنی۔ پس سال ہجری کے اعداد اس قطعہ سے نکلتے ہیں۔ میں نے ان فیوضات اسالیب مکاتیب کے جمع کرنے کا آغاز انتہائی عمدہ طریقوں سے کیا۔

قطعہ تاریخ تدوین (مکاتیب شریفہ)

آن نامہا کز انہا ہر حرف قلب فرخ ست

ہر نقطہ ایست نکتہ الموذج غرائب

دادہ چو انتظامش رافت بگفت ہاتف

دریاب سال جمعش از ''مظہر عجائب''

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ لِاِتْمَامِ ھٰذَا الْاَمْرِ الصَّوَابُ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰب۔

۲

مکتوب اوّل

صحابہ کرامؓ کے حق میں عقیدہ (رکھنے)، ان حضرات (کرام) کی اولیائے امت پر فضیلت، حضرات شیخین کی فضیلت اور اُن دو عزیزین رضوان اللہ علیہم کی محبت، مشائخ متقدمین کی متاخرین پر فضیلت، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تجدید کے ثبوت اور آپ کے کلام پر بعض انکار کرنے والوں کے شبہات کو دور کرنے اور جو کچھ اس بارے میں مناسب ہے، اس کا بیان۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارِكًا فِيْهِ مُبَارِكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَ يَرْضٰى عَلٰى مَا اَنْعَمَ عَلَيْنَا وَ مَنْ قَبْلِنَا وَ اَفْضَلَ.

یعنی: سبھی زیادہ، مقدس اور مبارک تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جیسا کہ ہمارا رب پسند کرتا اور راضی ہوتا ہے، جن سے اس نے ہمیں اور ہم سے پہلوں کو نوازا اور فضیلت عطا فرمائی۔

منعم حق عم نوالہ کی بہت ہی زیادہ نعمتوں کا شکر بیان کرنے کی قدرت نہیں ہے، جس نے ہمیں (حضرت) محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی امت مرحومہ بنایا اور اہلِ سنت و جماعت کے عقائد سے سرفراز فرمایا۔

شیخینؓ کی تمام امت پر فضیلت اور اُن عزیزین عَلَيْهِمُ الرِّضْوَانُ کی محبت، اہلِ بیعت عظامؓ کی تعظیم، صحابہ کرامؓ کے احترام و اکرام (کے بارے میں) فرمایا گیا ہے کہ ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہم کی محبت و تعظیم ایمان و نجات کے دو ممتاز رکن ہیں۔ انبیاء علیہم السّلام کی اولیاء رحمۃ اللہ علیہم پر فضیلت کے بارے میں عقیدہ (رکھنے کو) کرامت فرمایا گیا ہے۔ کسی ولی کا ذوق وشوق اور اسرار و علوم کسی نبی کی بلند نسبتوں کی لطافت (کے درجہ) تک نہیں پہنچتا، کیونکہ وہ تجلی صفاتی سے صادر ہوا اور انہوں نے تجلیات ذاتیہ سے ظہور پا کر اولیاء کو اپنا تابع بنالیا، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم کی اولیاء پر فضیلت ثابت ہے، کیونکہ وہ خیر الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت مبارک کے شرف سے حکمت الٰہی کے چشمے اور نہ ختم ہونے والے فیوضات کے منبے بن کرامت محمدیہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ہدایت میں مشغول ہو گئے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نظر عنایت سے (اپنے) دلوں میں ایک فیض اور ایک نور پا کر انہوں نے صبر وقناعت، توکل و رضا اور تسلیم کو اپنی زندگی کا سرمایہ بنایا (اور) تہجد اور نوافل کی عبادات کو اپنی پسندیدہ عادت بنایا۔ خدا اور رسول (مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی محبت کے غلبہ سے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے عزیزوں کی محبت کو اپنی فلاح اور دونوں جہانوں کی بھلائی سمجھا اور (پھر) انہوں نے جہاد اور جان نثاری کے ذریعے دین و اسلام کو رواج دیا، تب لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ پس کوئی ولی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ ان ہستیوں کا شکر گزار رہنا سب مسلمانوں کے لیے لازم قرار پایا، جَزَاهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَيْرَ الْجَزَآءِ۔ یعنی: اللہ سبحانہٗ ان کو بہتر جزا عطا فرمائے۔ سبحان اللہ! آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک ومقدس صحبت کی تاثیر قابلِ ستائش ہے۔

مشائخ متقدمین کو متاخرین پر فضیلت حاصل ہے۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ ان اکابر کی تربیت وتلقین کی برکت سے ان (متاخرین) کو احوال، اسرار اور معارف حاصل ہوئے ہیں۔ ہمارے پیر حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے کہ حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ معارف و اسرار میں امام اور پیشوا ہیں اور ہم ان کے دستر خوان کی نعمتوں کے پس خوردگان سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ اسرار کے بعض جزئیات باقی رہ گئے تھے، جن کو ہم نے بیان کیا ہے، جیسا کہ علم نحو کے امام سیبویہ اور اخفش وغیرہما ہیں، (لیکن) علم نحو کے بعض دقائق کو ابن حاجب اور رضی نے واضح کیا ہے۔ متاخرین فقہاء نے مسائل کے جزئیات کو بہت بیان کیا ہے اور سب نے (حضرت) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور (حضرت) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا ہے۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے طریقہ کے جن علوم و معارف اور اصطلاحات کو بیان کیا ہے، وہ سب شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت سے حاصل ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد ماجدؒ خلیفہ (حضرت) شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلیفہ اور صاحبزادے شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ چشتیہ اور قادریہ اخذ کرنے، حضرات (کرام) سہروردیہ و کبرویہ رحمۃ اللہ علیہم سے انتساب کرنے کے بعد الہام اور القائے الٰہی کے ذریعے ان

مقامات کو حاصل کیا، پھر ایک جہان کو ان (بلند) درجات تک پہنچایا۔ آپ کے ان تفصیلی درجات میں کوئی اشتباہ نہیں ہے، کیونکہ (یہ) علماء وفضلاء کے اقرار سے ثابت ہیں۔

آپ کا جدید طریقہ دس لطائف پر مشتمل ہے۔ ہر لطیفہ کی سیر میں الگ الگ تجلیات، حالات اور اسرار ہیں۔ ان دس لطائف کی سیر سے آگے آپ نے ایک اور سیر کا اشارہ فرمایا ہے:

ع اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

یعنی: اے خواجہ! (تجھے) درد (لاحق) نہیں، ورنہ طبیب (تو) موجود ہے۔

آیت شریفہ: ''وَلَا يُحِيطُونَ بِهٖ عِلْمًا'' (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۰) یعنی: ''وہ (اپنے) علم سے خدا (کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے''، اس راستے کی بے نہایتی پر گواہ ہے، لیکن آپ کے طریقہ سے نسبت رکھنے والے تمام لوگ ان اصطلاحات تک نہیں پہنچ پائے۔ لہٰذا ان کے حالات میں اختلاف نے راہ پالی ہے۔ ان مقامات کے منکرین کا انکار نارسائی اور جہالت کی وجہ سے ہے۔ جہالت (کوئی) دلیل نہیں ہے۔ طریقہ صوفیہ سے مقصود سلف صالح کا عقیدہ یا اس میں قوت (پانا)، حدیث کے مطابق اعمال کی توفیق اور فقہ واخلاق، صبر وقناعت اور توکل و مقامات سلوک سے جو کچھ میسر ہو اور باطنی احوال کا ورود اور توجہ وحضور کا دوام ہے، جو احسان کا مرتبہ ہے، تاکہ دین کامل ہو جائے اور بدعت اور مناہی سے اجتناب (حاصل ہو)، تاکہ دین تباہ نہ ہو۔ اَلْحَمْدُلِلّٰه کہ آپ کے طریقہ کے متوسلین، جو آپ کی باطنی نسبت تک پہنچ گئے ہیں، انہیں آپ کی مبارک ہستی کے واسطہ سے یہ حالات ہر وقت نصیب ہیں۔

انکار اور اعتراضات کے جواب آپ کے مخلصین نے علمائے صوفیہ کے طور پر لکھے ہیں۔ (حضرت) محمد ہاشم کشمی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک کتاب ''برکات احمدیہ'' کے نام سے اور (حضرت) ملا بدرالدین سرہندی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ''حضرات القدس'' کے نام سے (ایک) رسالہ آپ کے احوال شریفہ اور آپ کے صاحبزادگان گرامی اور خلفائے نامی کے احوال میں تحریر کیا ہے۔ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق آپ کے تازہ علوم اور جدید معارف کو بیان کیا ہے۔ دوسرے عزیزوں نے بھی یہ سعادت حاصل کی ہے۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاء، یعنی: اللہ تعالیٰ ان کو بہتر جزاء عطا فرمائے۔

آپ مجدد الف ثانی ہیں۔ حقائق ودقائق اور کثرت معارف الٰہیہ اور آپ کے کثیر فیوض و

برکات اور افاضات، جنہوں نے دلوں کی اصلاح کی اور مقامات عالیہ، جن کو آپ نے اپنے طریقہ میں الہامات حقہ سے مقرر فرمایا ہے اور وہ قرب الٰہی سبحانہٗ کے مقامات ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ مقامات: (۱) ولایات ثلاثہ، (۲) کمالات ثلاثہ اور (۳) حقائق سبعہ وغیرہ صوفیہ کی کتابوں میں (کسی نے) بیان کیے ہوں۔ آپ نے علومِ صوفیہ کی تجدید فرمائی ہے (اور) وہ تحریر کیے گئے ہیں، جو آپ کے مجدد ہونے پر یہ ایک واضح دلیل ہے اور تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ چنانچہ حضرت خواجہ معروف کرخی، حضرت غوث الثقلین، حضرت خواجہ معین الدین، حضرت خواجہ نقشبند، حضرت خواجہ علاء الدولہ سمنانی اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہم طریقہ صوفیہ کے مجدد ہو گزرے ہیں۔ ان کے انوار و علوم اور معارف و فیوض ان کی تجدید کی دلیل ہیں۔

ظاہری مجاہدات و ریاضات کو اعتدال پر مقرر کرنا، نیز اسرار توحید کو بغیر مجاہدوں کے افاضہ کرنا، دوام حضور کو لطائف عشرہ میں سے ہر لطیفہ کے اندر رکھنا، ترقی کا انحصار حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سنن پر مقرر کرنا طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ كَثَّرَ اللّٰهُ اَهْلَهَا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ رَحْمَةً وَّاسِعَةً وَّاَفَاضَ عَلَيْنَا بَرَكَاتَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. اٰمِيْن، اٰمِيْن.

یعنی: اللہ تعالیٰ اس (طریقہ) کے متوسلین کی تعداد میں اضافہ فرمائے اور ان پر اپنی وسیع رحمت نازل فرمائے اور ہمیں دنیا و آخرت میں ان کی برکات سے فیض عطا فرمائے۔ آمین، آمین۔

آپ (حضرت مجددؒ) نے اپنے عقیدہ سے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) فیضِ ولایت کا واسطہ ہیں اور مرتبہ کا پہلا واسطہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تعلق رکھتا تھا، پھر وہ حضرات ائمہ اثناء عشر رضی اللہ عنہم سے ترتیب وار متعلق ہو گیا۔

پھر حضرت غوث الثقلین کو منتقل ہو گیا۔ غوث الاعظم اصحاب عظام اور اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد میں ہیں۔ اس ضعیف کو حضرت غوث محی الدین (عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) نے توجہات دے کر ترقیات عالیہ تک پہنچایا ہے۔ وہ منیب (حق کی طرف پھرنے والے) اور یہ فقیر ان کا نائب ہے۔ تحریر فرمایا گیا ہے کہ حضرت غوث الاعظم کا عروج (مرتبۂ کمال) اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے اور وہ مقام روح تک آگے آئے ہیں، لیکن آپ (حضرت مجددؒ) کے

کلام میں حضرت غوث الاعظمؒ کے بارے میں قصور (نقصان) کا ذکر نہیں ہے، (یہ) جھوٹ اور بہتان ہے جو لوگوں نے بغیر تحقیق کے رائج کر لیا ہے۔ جھوٹ کی جزا (کا ذکر) قرآن مجید میں ہے۔ مَعَاذَ اللّٰه! (اللہ کی پناہ!) حضرت خواجہ قطب الدین (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس فقیر کا مددگار بن کر افاضات فرمائے ہیں اور حضرات مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔ یہ فقیر ان اکابر کی نعمتوں کے دسترخوان کا خوشہ چین اور پس خوردہ اٹھانے والا ہے، جنہوں نے کئی طرح کے فیوضات سے میری تربیت فرمائی ہے۔

غلبہ دید قصور، جو کہ اہلِ بیخودی وفنا کی پرواز ہے، کے تحت آپ (حضرت مجددؒ) نے فرمایا ہے کہ میں اپنے کاتب شمال (یعنی گناہ لکھنے والے فرشتے) کو کام میں مصروف دیکھ رہا ہوں اور کاتب یمین (نیکیاں لکھنے والے فرشتے کو) بیکار (کچھ نہ لکھتے ہوئے) دیکھ رہا ہوں۔ میں خود کو اگر کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھوں تو مجھ پر خدا کی محبت حرام ہے، میں بزرگانِ دین سے (بے اعتنائی) کیسے کر سکتا ہوں؟ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ (یعنی: اللہ پاک ہے اور اسی کی تعریف ہے)۔ پیغمبر صادق و مصدوق عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِهٖ اَلْفَ اَلْفَ صَلٰوةٌ وَسَلَامٌ وَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا کَثِیْرًا کی حدیث ہے:

''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ.'' (مشکوٰۃ شریف، حدیث ۵۱۱۹)۔

یعنی: جو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ اس کے درجہ کو بلند کر دیتا ہے۔

من آنخا کم کہ ابر نو بہاری
کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم
پے سوسن شکر لطفش کے توانم

یعنی: میں وہ خاک ہوں کہ تازہ بہار کا بادل، میرے اوپر مینہ برساتا ہے۔
اگر تن پر میری سو زبانیں اُگ پڑیں تو بھی میں اس (اللہ تعالیٰ) کے لطف کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں؟

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَعَنَّا بِهِمْ. آمِیْن، آمِیْن، آمِیْن.
یعنی: ان سے اللہ راضی ہو اور ہم سے ان کے طفیل۔

روز قیامت شو قیامت را بہ بین

دیدن ہر چیز را شرط است این

یعنی: تو (خود) قیامت کا ذن بن (اور) قیامت کو دیکھ، ہر چیز کو دیکھنے کے لیے یہی شرط ہے۔

وَنَحْمَدُ اللّٰہ سُبْحَانَہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی حَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. یعنی: ہم اللہ سبحانہٗ کی تعریف کرتے ہیں اور پروردگار عالمین کے حبیب (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر درود و سلام بھیجتے ہیں، نیز آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تمام آل (اطہارؓ) اور سب صحابہ کرامؓ پر۔

ایک کو دوسرے پر آیت کریمہ یا حدیث یا اجماع علماء کے ثبوت کے بغیر ترجیح دینا کیسے درست ہو؟ اربابِ علم و معرفت کے نزدیک عقیدہ برابر ہے۔ ایک دوسرے کی فضیلت کہاں سے ثابت کی ہے؟ عقل و شرع اور ہے اور محبت کا راستہ اور، اس کا غلبہ الگ (شے) ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ کَمَا ھِیَ، آمِیْن، آمِیْن. (المغنی عن حمل الاسفار، ۲:۳۶۶)۔

یعنی: اے اللہ! تو ہمیں چیزوں کی حقیقت (اسی طرح) دکھا جس طرح وہ ہیں۔

۲

مکتوب دوّم

حق سبحانہٗ کے ذکر میں لطائف سبعہ، مراقبہ احدیت اور معیت کے ذریعے مشغولیت، اور جو کچھ اس کے لیے مناسب ہے، اس کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

توجہ کے ساتھ لطائف سبعہ سے حق سبحانہٗ کے ذکر میں مشغول ہونے کا طریقہ، تاکہ اس حرکت میں ذکر پیدا ہو جائے، یہ ہے کہ پہلے پچیس بار استغفار پڑھے، پھر بزرگوں کی ارواح پاک عَلَیْھِمُ الرَّحْمَہ پر فاتحہ پڑھے اور ان کے وسیلہ سے جناب الٰہی میں درخواست کرے اور محبت و

معرفت کا فیض طلب کرے اور جس شیخ سے تلقین پائی ہے، اس کو دل کے روبرو حاضر کرے۔

(پھر) اوّل لطیفہ قلب سے، جو کہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر پہلو کی طرف ہے، (حق سبحانہٗ کا) ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کے مبارک نام جو کہ ذاتی ہے، بیچون سبحانہٗ کو دھیان میں رکھ کر اور گذشتہ و آئندہ کے خواطر (وسوسوں) سے بچتے ہوئے، دل کی طرف توجہ کر کے، دل کو اسی مقدس مفہوم سے متوجہ رکھ کر، خیال کی زبان سے اسم مبارک اللہ، اللہ کہے۔ جب دل میں حرکت پیدا ہو جائے تو پھر لطیفہ روح سے، جس کا محل دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے، متوجہ ہو کر خیال کی زبان سے ذکر کرے۔ پھر لطیفہ سر سے، جس کا محل بائیں پستان کے سامنے سینے کی طرف دو انگلی کے فاصلے پر ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے، جس کا محل دائیں پستان کے سامنے دو انگلی کے فاصلے پر سینے کے وسط کی جانب ہے۔ پھر لطیفہ اخفی سے، جس کا محل بالکل سینہ کے درمیان میں ہے۔ پھر لطیفہ نفس سے، جس کا محل پیشانی میں ہے، ذکر کرے۔ پھر لطیفہ قلب سے، تمام قالب (تن) کی طرف توجہ کر کے زبانِ حال سے اللہ، اللہ کہے، تا کہ لطیفہ قلب میں ذکر جاری ہو جائے۔

دوسرا ذکر

ذکر نفی و اثبات ہے، زبان کو تالو سے چپکا کر زبان خیال سے کلمہ ''لَا'' ناف سے (کھینچ کر) دماغ تک (لے جانا)، کلمہ ''اِلٰہ'' دائیں کندھے تک لا کر کلمہ ''اِلّا اللّٰہ'' کی ضرب دل پر لگائے، اس طرح کہ اس کلمہ کا گزر لطائف خمسہ پر ہو۔ کلمہ پاک کا معنیٰ ''کوئی مقصود نہیں سوائے ذات پاک (اللہ) کے'' کو دھیان میں رکھے۔ ذکر نفی و اثبات میں اگر حبس دم کرے تو (یہ) مفید ہے۔ ذکر نفی و اثبات کرنے میں عدد طاق کا لحاظ رکھے۔ بعد (آخر) میں چند بار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) پڑھے۔ سانس کو زیادہ (دیر) نہ روکے، تا کہ خفقان نہ ہو۔ اس کے بعد چند بار ذکر اسم ذات یا نفی و اثبات کرے۔ انتہائی عاجزی سے کہے: ''خداوندا! میرا مقصود تو ہی ہے اور رضا بھی تو ہی ہے، اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔''

ان دونوں ذکر خفیہ کا معمول ہے۔ جب ایک کیفیت اور ایک جمعیت پیدا ہو جائے تو اس کیفیت کی حفاظت کرے۔ اگر غائب ہو جائے تو پھر ذکر کرے، تا کہ کیفیت ملکہ بن جائے۔

کہتے ہیں کہ وصول الی اللہ سبحانہٗ کے طریقے تین ہیں۔ ایک: ذکر اپنی شرائط کے ساتھ، دوسرا: مراقبہ اور وہ مبدءِ فیاض کی طرف توجہ کرنا، فیض کا انتظار اور خواطر (وسوسوں) کی نگہداشت ہے۔ تیسرا: ایسے شیخ کی صحبت لازمی پکڑنا، جس کی صحبت سے جمعیت و توجہ نصیب ہو جائے۔ جو جمعیت و کیفیت اس سے حاصل ہوئی ہے، اس کی حفاظت کرتے ہوئے اس کے تصور پر نگاہ رکھی جائے۔ کہا گیا ہے کہ ذکر اور مبداء فیاض (حق سبحانہٗ) کی جانب توجہ، دل کی طرف توجہ اور اس بزرگ کی صورت کے تصور کی حفاظت۔ (یہ) تینوں کام ہر وقت اور ہر لحظہ کرنے چاہئیں۔ جب بھی جمعیت (دل جمعی)، بے خطرگی، یا کم خطرگی چار گھڑیوں تک پہنچ جائے تو مراقبہ معیت کرے۔ (آیت) وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (سوۃ الحدید، آیت ۴) یعنی: ''اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو'' (کے مطابق) اللہ تعالیٰ کی معیت کا لحاظ رکھتے ہوئے ذکر کرے۔ اسم ذات (کا ذکر) جذبہ کے زیادہ قریب ہے۔ خواطر (وسوسوں) اور خواہشات کی نفی کے لیے (ذکر) نفی و اثبات مفید ہے۔ محض ان کی جانب اور حضرت حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ رہنے سے استغراق، بیخودی اور سکر لاحق ہوتا ہے اور مراقبہ معیت میں مشغول رہنے سے ان شاء اللہ توحید وجودی کے اسرار، ''سب کچھ وہی ہے'' (ہمہ اوست) کے معنی میں اور گرمی، ذوق وشوق اور استغراق، بیخودی اور دوسری کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔

(اسی طرح) قرآن مجید کی تلاوت، درود و استغفار، کلمہ تمجید، کلمہ توحید، سبحان اللہ وبحمدہٖ، نمازِ تہجد، اشراق و چاشت اور نمازِ مغرب کے نوافل (کی ادائیگی)، طالب کی جمعیت (دل جمعی) اور باطنی نسبت کے مددگار بنتے ہیں۔ (یہ اعمال) اللہ تعالیٰ کی طرف پورے انکسار، صبر و قناعت، شکر و رضا، تسلیم، سپردگی، توکل، درگذر، خطا معاف کرنا، خاموشی، ذکر کی ہمیشگی کے ساتھ متوجہ رہنے اور قربِ الٰہی کے ذرائع ہیں۔

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: تا کہ محبوب کسے چاہتا ہے اور کس کی طرف توجہ کرتا ہے۔

اگر اللہ سبحانہٗ چاہے گا تو پھر قلبی نسبت کی کیفیات کے حاصل ہو جانے کے بعد مراقبہ اقربیت و محبت، مراقبہ مسمّٰی الباطن، مراقبہ ذات بحت (باری تعالیٰ)، جو ذات حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سوا تمام اعتبارات سے عاری ہوتا ہے اور دوسرے مراقبات کی توفیق مل جائے گی۔ احمدی مجددی

بزرگوں کا طریقہ یہی مراقبات ہیں۔ وَالسَّلَامُ.

۳

مکتوب سوم

عالی نسب وحسب صاحبزادہ شاہ ابوسعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف ان کے مکتوب کے جواب میں لکھا گیا۔ بعض بشارتوں، توحید وجودی کے حالات کا تذکرہ کرنے سے روکنے، نسبت نقشبندیہ کے اس مقام سے گزرنے اور نہایت کی یادداشت جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت عالیہ کے مطابق ہے، کی ستائش اور جو کچھ اُن احوال کے مناسب ہے، کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

اولیائے کرام کی ہدایت وارشاد کی مسند پر رونق افروز پر سلام نیاز کے بعد واضح کیا جاتا ہے کہ آپ کے عنایت نامہ کے ورود مسعود نے خوشیاں بخشیں اور آپ کے لیے دعائیں کی گئیں۔ دعاؤں کے اثرات اسی وقت ظاہر ہوئے ہوں گے۔ امید ہے کہ ان سب التجاؤں کے اثرات جناب الٰہی سے آپ کی تمام عمر کے لیے کافی ہیں۔ اس بڑھاپے اور اس ضعیف کی کمزوری میں اسے اپنی دائمی توجہ، مشکل آسان کرنے والی ہمت اور عفو وعافیت اور حسن خاتمہ (کی دعاؤں) سے یاد فرماتے رہیں۔ اَحْسَنَ اللّٰهُ الْجَزَاءَ كُمْ. یعنی: اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا عطا فرمائے۔ (اور بقول شاعر):

ع وَلِلْاَرْضِ مِنْ كَاْسِ الْكِرَام

یعنی: اور بزرگوں کے پیالے میں سے کچھ زمین کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔

اس وقت آپ کو اربابِ توحید؛ جن بزرگوں کا ظاہر و باطن اس دید سے مخمور ہے، جو ریاضتوں اور مجاہدوں سے پیدا ہوتی ہے اور وہ قال سے حال میں آئے ہیں، کی صحبت زیادہ (حاصل) ہے۔ آپ کو بھی اس مشرب سے ایک حصہ حاصل ہو گیا ہے اور جس چیز کے حضرت امام ربانی (مجدد الف ثانی) رحمۃ اللہ علیہ صاحب اختیار ہیں، اس سے (بھی) حصہ پایا ہے۔ مرشدوں

کو یہ معارف ہمیشہ نصیب ہوتے ہیں اور وہ (اپنے) دلوں کو محظوظ کرتے ہیں۔ احمد سعید بھی افیونیوں، جو کہ ترکِ افیون کرتے ہیں، (کی طرح) پھر ان کیفیات کے تذکرہ سے افیونی ہوتے ہیں۔ مَعَاذَ اللّٰہِ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ، اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا وَ جَمِیْعِ اِخْوَانِنَا عَلٰی صِرَاطِكَ الْمُسْتَقِیْمِ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ. (تفسیر قرطبی، ۱۹:۲۷۲)۔

یعنی: روشنی کے بعد اندھیرے سے اللہ کی پناہ! اے اللہ! ہمیں اور ہمارے تمام بھائیوں کو سیدھے راستے پر قائم رکھ اور ہمارے سردار حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم، آپ کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر درود اور سلامتی نازل فرما۔

کتنی پسندیدہ نعمت ہے اور کیسی عظیم دولت ہے؟ ظاہر کو اتباعِ سنت سے آراستہ کرنا، تاکہ صاحبِ شرع کو اس حالت پر کوئی اعتراض نہ ہو اور دل کو ماسوی اللہ سے خالی کرنا، روح کو خواجہ بزرگؒ اور اُن کے خلفاءؒ کی یادداشت کے نور سے پیراستہ کرنا اور حضرت حق سبحانہٗ کے مشہود و مشاہدہ میں مستغرق ہونا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عزیز الوجود نسبت یہ ہے:

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: تاکہ محبوب کسے چاہتا ہے اور کس کی طرف توجہ کرتا ہے۔

ریاضات و مجاہدات، ترک و تجرید، خلوت و گوشہ نشینی اور کثرت اذکار کے اربابِ توحید کے اسرار کو اپنے حال پر رکھتے ہیں، نہ قال پر، وہ غلبہ سکر کی بنا پر اہلِ علم کی محبت سے معذور ہیں اور وہ معذور قال کو بھی اپنے طریقہ پر مقرر کرتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ شرع و عقل کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے اور آپ کے مرشدین کے معارف ان کے پیروکاروں کے وجدان میں صحیح ملتے ہیں اور تقلید سے تحقیق (کے مقام) پر پہنچے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ.

تمہارا اس جگہ (مقام) پر رہنا ہی اچھا ہے۔ اگر وہاں مستفیض زیادہ جمع ہو جائیں تو اسی جگہ بسر کریں، ورنہ استخارہ کے بعد دہلی حاضر ہو جائیں۔ اس ضعف میں ہم نے تمہیں بہت ہی زیادہ یاد کیا اور دعائیں بھی کیں، لیکن جو کچھ خدا اور رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس ہے، وہی بہتر ہے۔ مکرر لکھ رہا ہوں کہ کوئی کام بھی استخارہ، نیت اور شرح صدر کے بغیر نہ کیا جائے۔ عالی نسب صاحبزادہ حضرت احمد سعید کے خط کا جواب یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کا طریقہ آخری نقطہ تک پہنچائیں اور طالبین کو سلوک سکھائیں۔

حضرت فضل امام صاحب کے خط کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوسعید کی صحبت کو لازمی سمجھیں اور باطنی ترقیاں (حاصل) کریں۔

میر سیّد محمد بھی تمہاری صحبت کا فیض لازم پکڑیں۔

۴

مکتوب چہارم

اس بندہ ناچیز (حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ) کو لکھا گیا، اس التماس کے جواب میں جو بعض قلبی حالات پر مشتمل تھی۔ بے غیبت حضوری، جو جہتِ فوق سے پاک ہے، جس سے مراد نسبت نقشبندیہ ہے اور توجہ کو نابود کرنے اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

حضرت سلامت رہیں۔ (آپ کا) رقعہ شریف ملا۔ اس کے لکھے گئے مضامین نے خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو (اپنے) آبائے کرام کے مقامات، علوم اور معارف تک پہنچائے۔ سیر قلبی میں بہت سے مقامات پیش آتے ہیں، یہ سب مقامات (فقر) ہیں۔ کوشش فرمائیں، اور جناب الٰہی سبحانہٗ میں التجا کریں کہ باطنی احوال (مقام) تمکین پر پہنچ جائیں اور حضرت حق سبحانہٗ کی ذات مبارک کی حضوری کا نور باطن شریف پر ظاہر ہو جائے۔ جہت فوق سے پاک حضور، جس کا وہم ہوتا ہے، وہ دوام (ہمیشگی) پائے اور سب چھ جہتوں میں شامل ہو جائے، تاکہ نسبت نقشبندیہ حاصل ہو جائے۔ گذشتہ کیفیات و حالات کامل توجہ کے بغیر ہاتھ نہیں لگتے، بلکہ وہ بھی نابود ہو جاتے ہیں اور یہ نابودی لطیفہ قلبی کی سیر کے مکمل ہونے کی علامت ہے۔

وَالسَّلَامُ.

۷

مکتوب پنجم

برخوردار احمد سعید طَالَ عُمْرُہٗ وَرَزَقَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ کَمَا آبَائِہِ الْکِرَامِ وَ سَلَّمَہٗ.
(یعنی: اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور اسے رزق عطا فرمائے، جس طرح کہ اس نے ان کے بزرگان کرام کو عطا فرمایا اور اللہ اسے سلامت رکھے) کو ان کے عریضہ کے جواب میں لکھا گیا، جس میں نصیحتوں اور عالم امر، عالم خلق اور حقائق کے بعض لطائف کا بیان ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

بارگاہِ الٰہی کے مقبول احمد سعید سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر فقیر غلام علی عفی عنہ کی جانب سے سلام ودعا کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب موصول ہوا (اور) اس نے مسرور کیا۔ خطاب اور القاب میں تکلّف نہیں کرنا چاہیے۔ نیک اعمال کے وظائف سے اوقات کی تعمیر میں ہمیشہ مصروف رہیں۔ نسبت باطن، تحصیلِ علم، اپنے بزرگوں کے مکتوبات شریف اور پہلے صوفیہ کی کتابیں (مثلاً) عوارف، تعرف اور آداب المریدین کے مطالعہ اور اللہ سبحانہٗ کی رضا ولقا کے اشتیاق کو اختیار کریں۔ نیز مجھے بھی دعائے خیر سے یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ (آپ کو اپنے) آبائے کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ کے کمالات سے بہت زیادہ حصہ عطا فرمائیں۔ اپنے والد سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی صحبت مبارک لازم سمجھیں۔

عالم امر کے لطائف کی سیر میں کیفیات و اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور عالم خلق کے لطائف کی سیر میں بھی رنگینیاں، لطافتیں اور بداہتیں (ہر شے کا آغاز)، جو کہ نظری ہیں، ہاتھ لگتی ہیں۔ انبیاء علیہم السّلام اور محبت ذاتیہ کے حالات ان حقائق میں ظاہر ہوتے ہیں اور انوار وعلو (درجات) میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

وَالسَّلَامُ.

۶
مکتوب ششم

(حضرت) خواجہ محمد حسن مودود کمہاری چشتی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو لکھا گیا۔ صوفیہ کرام جو مقامات تک پہنچ گئے ہیں، (وہ) نفع دینے والے علوم ہیں۔ حق سبحانہٗ کی عنایت سے ترک وتجرید اور ریاضات (کی توفیق)، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے منکرین کا واضح تقریر اور روشن مثال سے ردّ، آپ کے کلام پر مخالفین کے کیے گئے بعض شبہات کا توڑ اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جناب صاحبزادہ عالی نسب (اور) بلند حسب سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی، فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے سلام نیاز کے بعد ملاحظہ کریں کہ حافظ ابوسعید صاحب کی تحریر (چٹھی) دریافت ہوئی۔ جس میں انہوں نے ان کے مطالعہ کے استفادہ کے لیے ملفوظات شریف عنایت کیے تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آنجناب کی تحریر بڑی بجا اور فوائد پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ طالبین کو اس سے نفع عنایت فرمائے۔ حضرت سلامت! ارشاد فرمائیں کہ جو صوفیائے کرام عنایت الٰہی سے مقامات تک پہنچ گئے ہیں، ان کے آثار کیا ہیں؟ تا کہ (یہ چیز) ان کے باطن کے کمال پر دلیل ہو اور وہ نفع دینے والے علوم ہیں؛ ترک وتجرید، ریاضات، مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کا ترک کرنا، کیونکہ بزرگانِ دین سے یہی مروی ہے۔

جی ہاں! اگر عنایت الٰہی دستگیری فرمائے تو کمالات کے حصول میں ریاضت کو کوئی دخل نہیں، مگر پھر بھی مجاہدہ کرنا چاہیے۔ نیز ارشاد فرمائیں، انصاف کریں اور اس میں بے انصافی نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت حنیفہ عنایت فرمائی اور وحی نازل کی اور معجزات کرامت فرمائے، جن کا تمام جہاں کے علماء اور عقلاء نے اقرار کیا ہے کہ ان میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ اگر کچھ مخالفین ان نبی صادق ومصدوق (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقانیت کا انکار

کریں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے شیخ المشائخ حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کو مقامات عالیہ تلقین کیے اور تازہ فیوض و برکات مرحمت فرمائے اور علماء و عقلاء نے ان کمالات کو حاصل کیا اور اقرار کیا اور اس میں کوئی شک نہیں رہا۔ اگر علمائے ظاہر سے بعض کجی اور حسد کی وجہ سے انکار کریں کہ ہمیں اس طرح (کے کمالات) کیوں نہیں ملتے؟ تو (یہ چیز) کوئی اعتبار نہیں رکھتی۔ ہر اعتراض کا ایک معقول جواب علمائے صوفیہ کے مطابق موجود ہے اور اعتراضات کے ردّ میں کئی رسائل سامنے آئے ہیں۔

انبیاء علیہم السّلام کو امتیوں کے اعمال سے ثواب حاصل ہے۔ (کیونکہ آیا ہے:) ''اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ۔'' یعنی: نیکی کا راستہ بتانے والا ایسا ہی ہے، جیسا کہ نیکی کرنے والا۔ درود ابراہیمی کی طلب (پڑھنے) کا حکم اسی بنا پر ہوا ہے کہ اس مرتبہ میں (مزید) ترقیاں حاصل ہوں۔ پس تمام امت درود ابراہیمی پڑھنے پر مامور ہے، جس کی وجہ سے اس درجہ حاصلہ میں فوائد ہاتھ آئے ہیں، ورنہ (اس پر) مامور نہ ہوتے۔ مگر بعض سے کم اور بعض سے زیادہ۔ ارباب ریاضت و مجاہدہ سے اذکار کی کثرت اور غلبہ محبت کی بنا پر جو اسرار توحید ظاہر ہوئے ہیں، وہ غلبہ سکر کی وجہ سے معذور ہیں۔ جو بزرگ اس مرتبہ سے ترقی کر کے شرائع اسلامی کے حقیقی معارف تک پہنچ گئے ہیں، ان کے علوم کلام الٰہی اور حدیث کی نصوص کے مطابق ہیں۔

ہوسکتا ہے کہ بعض کمالات الٰہی سیر و سلوک کے درمیان ظاہر ہوئے ہوں، جن کو انہوں نے ان اسرار سے ممتاز فرمایا ہو اور بعض کمالات الٰہی راستے میں پیش آئے ہوں، جو صحو اور ہشیاری کے مناسب ہیں۔ (ایسے حالات) ان اکابر کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ بعض نے آیات الٰہی کو دوسرے معنی کی تاویل سے اپنے سکریات کے مطابق پیش کیا ہے، جو عقل اور شرع (نبی کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دور ہے۔ خیر خواہی یہ ہے کہ جو چیز سمجھ میں نہ آئے، وہ اس طریقہ کے علماء سے تحقیق فرمالیں، نہ کہ زبان طعن کھولی جائے۔ یہ نصیحت ہے، کیونکہ ''اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ۔'' یعنی: دین خیر خواہی کا نام ہے۔ وَالسَّلَامُ۔

کیونکہ عزیزوں نے بغیر سوچے اور تحقیق کے بغیر اعتراض کیے ہیں اور اس بارے میں تمام اختلاف نامناسب ہیں۔ آپ (حضرت مجددؒ) فرماتے ہیں کہ سب کمالات مجھے حضرت خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کے واسطہ سے حاصل ہیں اور جناب حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ ولایت کے فیض کا وسیلہ ہیں۔ جناب حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کی جانب کسی کمی کی نسبت کرنا، اعتراض کرنے والوں کے بہتان ہیں۔ آپ (حضرت مجددؒ) اولیاء (اللہ) کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ کمینہ ان کی نعمتوں (کے دسترخوان) سے ٹکڑے اٹھانے والا ہے۔ آپ (حضرت مجددؒ) نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو مقامات کی اصل میں پایا ہے اور اولیاء کو ان کے بلند سایہ میں مساوات ضرور (نصیب) ہوتی ہے۔ یہ آیت شریفہ (اس) بلند وسیلہ کی خبر دینے والی ہے:

وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ. (سورۃ الانعام، آیت ۵۲)۔

یعنی: ''اور نہ آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے۔''

نیز آیت شریفہ: ''يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ'' (سورۃ الانعام، آیت ۵۲)۔ یعنی: ''وہ اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔'' اور (آیت شریفہ) ''يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ'' (سورۃ الفتح، آیت ۱۰)۔ یعنی: ''اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے'' کے تحت آپ (حضرت مجددؒ) فرماتے ہیں کہ سب (صحابہ کرامؓ) اللہ تعالیٰ کے مرید ہیں اور آپ سب سے کم درجے کے صحابیؓ کو اولیاء (اللہ) سے بہتر سمجھتے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (سورۃ الحشر، آیت ۲)۔ یعنی: اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو! عبرت پکڑو۔

کمالات الٰہیہ کو اللہ کے ذکر میں منحصر رکھنا آیت کریمہ ''وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا'' (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۰)۔ یعنی: ''وہ (اپنے) علم سے خدا (کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے'' سے بے خبر ہونا ہے۔ وَالسَّلَامْ.

۷

مکتوب ہفتم

(ان) مکاتیب شریفہ کے جمع کرنے والے اس کمینہ درگاہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو لکھا گیا۔ نصائح، بندہ اور سلسلہ کے دوستوں کے باطنی احوال کے سوال پر، نیز کسر نفسی اور دید قصور کے غلبہ کی وجہ سے اپنے ملفوظات کے ذکر سے روکنے کے بارے میں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

حضرت صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ایک عرصہ ہوا کہ آپ نے مکتوب ارسال کر کے مسرور نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ معلوم نہیں ہے۔ جو طریقہ آپ کو تلقین کیا گیا ہے، اس کے پابند رہیں۔ اپنے اور دوستوں کے باطنی احوال لکھا کریں۔ عزلت نشینی اور گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے آبائے کرام کے طریقہ پر ترک آرزو اور ماسویٰ (اللہ) کو چھوڑنے پر عمل پیرا ہو جائیں اور اگر استخارہ کی توفیق ملے تو کچھ مدت کے لیے یہاں کا ارادہ کریں۔ ورنہ جتنے دن کا فیصلہ کیا ہے، وہی کافی ہے۔ اس پر ثابت قدم رہیں۔

معلوم ہوا کہ میری فضول باتوں کو جمع کیا گیا ہے، بہت نامناسب کیا ہے اور اس سے بھی زیادہ بے جا یہ کہ ان کو بیان بھی کرتے ہیں۔ ان کو دھو دیں اور پھاڑ ڈالیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے رشحات ونفحات اور مکتوبات اور قدیم صوفیہؒ کا کلام، مثلاً عوارف (المعارف)، تعرف، احیاء (علوم الدین) اور کیمیائے (سعادت) اخلاق وعبرت اور عمل کے لیے کافی ہے اور انہی کا بیان و تشریح کرنا زیادہ ضروری ہے۔ اگر بالفرض کچھ کرنا چاہیں تو پھر پیری مریدی کو چھوڑ کر خاکساری و عاجزی کے ساتھ میری وتیری کو ترک کر کے کچھ کریں اور یونہی کریں۔ وَالسَّلَامْ.

۸

مکتوب ہشتم

شیخ قمر الدین پشاوری (رحمۃ اللہ علیہ) کو لکھا گیا۔ ان کے احوال، ذکر، شغل، مراقبوں کی کیفیات، ان کے دوستوں کے احوال پوچھنے کے لیے، ذکر کی کثرت سے اوقات کی اصلاح کی تاکید، جس بیماری میں مبتلا ہو گئے تھے اس سے آگاہی، اپنے مخصوص خلفاء کے حالات، پیران کبار نقشبندیہ مجددیہ کے حضور رُجوع کرنے اور مشائخ کے واسطہ سے جناب الٰہی سے مشکلات کو حل کرانے کے ضمن میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

بلند درجات اور قدر و قیمت والے مقامات کے حامل حضرت میاں قمر الدین صاحب سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَوْصَلَهٗ اِلٰى غَايَةِ مَا يَتَمَنَّاهُ. (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور جس مقام و منزلت کی تمنا رکھتے ہیں، انہیں وہ نصیب فرمائے) کی خدمت شریف میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

بڑا عرصہ ہوا آپ نے اپنے وطن شریف میں پہنچنے کی خبروں سے مسرور نہیں فرمایا۔ دل پریشان ہے۔ امید ہے کہ اپنی ذات شریف کی صحت و سلامتی، آپ کی خدمت شریف میں بیان ہونے والی کیفیات، ذکر و شغل، مراقبات، ہر مراقبہ میں پیش آنے والے حالات اور جو آدمی توجہ (حاصل کرنے) کے لیے آتے ہیں، ان کے احوال لکھ بھیجیں گے، کیونکہ فقیر کا دل (اس کا) انتظار رکھتا ہے۔ خلوت میں بیٹھ کر اور سب آدمیوں سے دروازہ بند کر کے، اپنی نسبت باطن میں مشغول رہیں اور ان مراقبات میں اوقات صَرف کرنے کے لیے خوب کوشش کریں۔ کبھی اسم ذات (کے ذکر) اور کبھی ذکر تہلیل (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) اس مقصد (کے حصول) کی خاطر۔ کبھی مقصود کی طرف کامل توجہ کے ساتھ تلاوت سے، کبھی رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور درود پیش کر کے اور کبھی کلمات طیّبات (ذکر اذکار) میں مصروف رہ کر۔ یہ قربِ الٰہی کے اسباب ہیں۔ بندہ کو بھی دعاؤں (میں شامل) اور (اپنی) نگاہ میں حاضر رکھیں۔ اپنے حالات نہیں لکھ بھیجے، میرا دل بڑا متفکر ہے۔

میں اڑھائی ماہ بیمار رہا ہوں اور لوگ میرے بارے میں نااُمید تھے۔ دو دن سے افاقہ ہے۔ بواسیر بادی کی بیماری شدت اختیار کر گئی ہے۔ الحمد للہ کہ اب افاقہ ہے۔ بہت زیادہ کمزوری ہو گئی ہے۔

حافظ ابو سعید صاحب کو لکھنؤ سے طلب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا ہے، اس راستے میں ان کو کرامت فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں میاں بشارت اللہ صاحب، میاں رؤف احمد صاحب، مولوی محمد عظیم صاحب، مولوی محمد جان صاحب اور مولوی شیر محمد صاحب سے بھی لوگوں کو نفع پہنچ رہا ہے۔ شاید حضرت ابو سعید صاحب کو ایک امتیاز (حاصل) ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ. یعنی اس کا علم تو اللہ سبحانہٗ کو ہے۔

حضرت ابوسعید اور مولوی بشارت کی صحبت ان شاء اللہ نفع دینے والی ہے، جو مجھے چاہتا

ہے، ان کی زیارت کرے۔ پیر محمد اور گل محمد کی صحبت بھی بڑی نافع ہے۔ آپ کو اگر کبھی کوئی سستی پیش آئے تو میری روحانیت کی طرف متوجہ ہو جائیں، یا پھر حضرت مرزا صاحب قبلہ (جان جاناں شہیدؒ) کے مزار پر آ جائیں، ان کی توجہ سے ترقیاں نصیب ہوں گی، وہ ہزار زندوں سے بہتر ہیں۔ کبھی حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کے حضور مراقبہ کریں اور کبھی حضرت خواجہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) کی جناب میں مراقبہ کریں۔ حسن خاتمہ کے لیے مجھے یاد کریں۔ برخوردار حافظ سعید الدین کی ملاقات کے لیے دل بہت چاہتا ہے۔ ان شاء اللہ اگر زندگی نے وفا کی تو ان کو بلا بھیجوں گا۔ ان کی طرف بھی توجہ کیا کریں۔ طریقہ کی اشاعت اور (حضرت) مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی سنت کے احیاء کے لیے ہمت کریں، (یہ) سعادت دارین ہے۔ قادریہ، نقشبندیہ اور چشتیہ (بزرگوں کے) شجرے پڑھا کریں۔ تمام امور میں حضرت خواجہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف متوجہ رہا کریں اور اُن کے وسیلہ سے مشکلات کا حل طلب کیا کریں۔ وَالسَّلَامْ۔ سب دوستوں کو سلام پہنچائیں۔

۹
مکتوب نہم

ملا فقیر محمد کولابی (رحمۃ اللہ علیہ) کی عرضی کے جواب میں۔ اپنے اوقات کو اذکار و مراقبات سے معمور (آباد) رکھنے کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم)

حضرت سلامت! ہمارا دل ہرگز پسند نہیں کرتا کہ جس شخص نے توجہ، ذکر اور حضور کا نور (اپنے اندر) پیدا کر لیا ہو، وہ ہم سے جدا ہو جائے۔ اس وجہ سے ہمارے لوگوں (عقیدتمندوں) کو شرف (بلندیاں) حاصل ہیں۔ معمول ہے کہ جب کیفیت اور صبر و قناعت کا ملکہ نصیب ہو جاتا ہے تو وہ مرشدوں سے دور جا کر مراقبات، اذکار اور اشغال میں مصروف ہو جاتے ہیں، تاکہ اس کیفیت میں ایک قوت پیدا ہو جائے۔ اگر معاذ اللہ سستی آ جائے تو اس کا تدارک کیا جاتا ہے۔

اوّل (ذکر) اسم ذات، پھر نفی اثبات، جیسا کہ بیان ہوا ہے، اس کے بعد صرف وقوف قلبی اور کبھی مرشد کی صورت کو نگاہ میں رکھنا۔ ہر ذکر میں اس صورت کو نگاہ میں رکھنا، زیادہ فائدہ دیتا ہے۔ دل کی توجہ سے کبھی مراقبہ احدیت، کبھی مراقبہ معیت، کبھی لطیفہ فوقانی سے مراقبہ اقربیت اور کبھی مراقبہ محبت، اس سلسلہ کے خاندان کی محبت (اور) درود و استغفار، تلاوت، کلمات طیّبات اور نوافل ترقیوں کا ذریعہ بنتے ہیں۔

۱۰

مکتوب دہم

شاہ گل محمد غزنوی (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ جس بیماری میں حضرت اقدس مبتلا ہوئے، اس اور غفلت دور کرنے اور ترقیاں حاصل کرنے والے بعض مواعظ کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

بارگاہِ الٰہی کے مقبول اور (حقائق سے) آگاہی رکھنے والی آنکھ کے نور ملا گل محمد **سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ بَارِكْ فِيْمَا اَعْطَاهُ** (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور جو انہیں عطا فرمایا ہے، اس میں برکت بخشے) کی خدمت شریف میں **اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ**۔

اَلْحَمْدُلِلّٰه کہ یہاں خیریت ہے اور آپ کی خیریت درکار ہے۔ تین ماہ سے میں بیمار تھا۔ **اَلْحَمْدُلِلّٰه** کہ اب صحت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جو عمر بھی باقی ہے، اسے اپنی یاد اور اپنے پیغمبر (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع میں بسر فرمائے۔ آپ کے مکتوبات مبارک برابر پہنچ رہے ہیں اور آپ کے احوال سے آگاہ ہو کر دل بہت خوش ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ (اپنی) محبت و معرفت میں بہت زیادہ ترقیاں اور ظاہر و باطن میں (اپنے) پیغمبر (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع نصیب فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ جس کام کے بارے میں آپ کو ہم نے کہا ہے، اس میں سرگرم رہیں۔ اگر بخارا شریف سے لوگ آپ کو وہاں لے جانے کے لیے آئیں تو یقیناً وہاں چلے جائیں، یا اگر دل چاہے تو استخارہ کریں، (اور) پھر جائیں۔ حاصل (یہ کہ) اگر

وہاں کے لوگوں کا اشتیاق دیکھ لیں (تو) چلے جائیں اور میرا سلام ان لوگوں کو پہنچائیں۔

تمام لوگوں کے خطوط کا جواب یہ ہے کہ وہ خدا کے بن کر رہیں اور ذکر و مراقبہ کی پابندی کریں، تاکہ دل کو حضوری نصیب ہو۔ کام یہی ہے اور بس۔ ملا شیر غازی اور خوجم مغل اَفْرَدَهُمَا اللّٰهُ لِمَا خَلَقَ لَهٗ (یعنی: اللہ ان دونوں کو ان تکالیف سے دور رکھے جو اُس نے پیدا کی ہیں) کے احوال معلوم نہیں ہیں۔ خلّمی خیریت سے ہے اور ترقیات عالی پر پہنچ گیا ہے۔ عجائب سے یہ ہے کہ حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کی اولاد میں سے سیّد احمد اور سادات مدینہ منورہ میں سے حضرت سیّد اسماعیل مدنی کے اوصاف بیان کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ صرف نسبت مجددیہ کے کسب کے لیے یہ دونوں بزرگ (حضرت) مولانا خالد سلمہ اللہ تعالیٰ سے کچھ استفادہ کر کے یہاں آئے ہیں۔ ان سیّد مدنی کے وصف کے ادراک کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ۔ یعنی: اور اس کا علم اللہ سبحانہٗ رکھتا ہے۔ ایک سو سے زیادہ حضرات میرے غم کدہ (دکھوں کے گھر) میں جمع ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو کامیاب فرمائے۔ میاں رؤف احمد صاحب، میاں عبدالرحمٰن صاحب اور میاں احمد سعید صاحب صاحبزادگان میں سے نسبت عالیہ (نقشبندیہ مجددیہ) کسب کر چکے ہیں۔ آپ بھی اپنے احباب کے بارے میں لکھیں کہ وہ کہاں تک پہنچے ہیں۔

۱۱
مکتوب یازدہم

عالی نسب صاحبزادہ شاہ ابوسعید سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی طرف بیماری کی شدت میں نصائح اور وصایا کے ضمن میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ.

بیماری کی بارھویں رات، آج مؤرخہ ۱۹؍ ربیع الثانی کی رات مرض میں کچھ افاقہ حاصل ہوا

ہے، لیکن بیٹھنا اور اُٹھنا محال ہے۔ حق تعالیٰ خاتمہ بخیر فرمائے۔ ذات باری تعالیٰ کی درگاہ میں پیران کبار کے وسیلہ سے حسن خاتمہ کے لیے توجہ والتجا کرنا لازمی سمجھیں۔ قرآن مجید اور تہلیل (لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ) کا ختم (شریف) بار بار بخشیں۔ یہاں کے لوگ آپ کے فیوض و برکات کے استفادہ کا شوق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو طریقہ کے انوار کا زیادہ روشن آفتاب بنائے۔ احمد سعید کے لیے بھی تمہارا ہر جگہ (ان کے پاس) رہنا اچھا ہے، لیکن مریض کی عیادت میں بڑے اجر ہیں۔ عزیزوں (مریدین و احباب) کی کثرت نے سو سے زیادہ کی اقامت کے لیے جگہ نہیں چھوڑی ہے۔ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ. (یعنی: مگر یہ کہ اللہ سبحانہٗ چاہیں)۔ تقدیر کے حالات معلوم نہیں ہیں کہ میرے اللہ کے ارادہ میں کیا ہے؟

یہاں کے لوگ ظاہری طور پر آپ کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ آپ یہاں رہیں اور بزرگوں کے طریقہ کو رواج دیں۔

دین و دنیا کے امور اور ظاہر و باطن پیران کبار کے وسیلہ سے جناب الٰہی کے سپرد کرنا، حالات کے جاری ہونے کے مقام کو (اللہ) کریم (اور) کارساز کی تقدیر سے سمجھنا، واقعات پر چوں و چرا نہ کرنا، لوگوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرنا، غلطیوں پر درگذر کرنا، کسی کی برائی کے بدلے میں برائی نہ کرنا، جو کچھ میسر آئے فقراء کو دینا، عیال کا حصہ فقیروں کی روزی کے برابر رکھنا، خود سے، خلقت سے اور ماسویٰ (اللہ) سے نا اُمید رہنا، اللہ تعالیٰ کے سچوں کے وعدہ پر دل مضبوط رکھنا، وسوسوں سے متزلزل نہ ہونا، صبر و قناعت، توکل و رضا، تسلیم و مفلسی، انکسار و عاجزی اور تواضع اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا طریقہ ہے۔ صوفیہ کی کتابیں اور مکتوبات شریف کو نگاہ (مطالعہ) میں رکھنا ضروری ہے۔ میں اس راستے میں خود کو، تمہیں اور سب دوستوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس خاکسار اور آپ تمام عزیزوں کے ساتھ فضل کا معاملہ فرمائے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (سورۃ آل عمران: آیت ۱۷۳) يَا مَنْ لَهُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ اَرْحَمْ لَيْسَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ.

یعنی: ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ اے وہ ذات پاک جو دنیا و آخرت کی مالک ہے! تو اس پر رحم فرما جس کی نہ دنیا ہے اور نہ آخرت۔

پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم کے وسیلہ سے ذکر کا دوام (ہمیشگی) اور توجہ الی اللہ کا دوام (ہمیشگی) کامل عاجزی سے (نصیب ہو جانا) جناب الٰہی میں قبول ہونے کے اسباب میں سے ہے۔ اس

میں جان بوجھ کر غافل نہیں ہونا چاہیے۔ اور جو کوئی ایسا کرتا ہے، وہ طریقہ سے نکل جاتا ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ. (یعنی: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں)۔

وَالسَّلَامُ.

۱۲

مکتوب دوازدہم

شاہزادہ مرزا جہانگیر (بادشاہ مغول) کی طرف ان کے خواب کی تعبیر میں، جو انہوں نے لکھ بھیجا اور اس کے دوسری نصائح کے ضمن میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

سبحانی تائیدوں اور ربانی امدادوں کے حامل، نیک انجام اور سلطنت کے حسین تاج و موجودہ بادشاہ، ہر جگہ مظفر، منصور اور مقبول ہستی کے مالک (کی خدمت میں) فقیر غلام علی عفی عنہ اسلامی طریقہ کے مطابق سلام اور عالی مرادوں اور بلند حاجتوں میں کامیاب ہونے کی دعا کے بعد گذارش کرتا ہے۔ ایک خواب کی تعبیر دریافت کرنے کے ضمن میں آپ نے جو خصوصی عنایت کی مشقت اٹھائی ہے، اس سے آگاہی ہوئی۔ آپ کے اخلاق (عالی) کی یہ تمام نوازشیں سلامت رہیں۔ خواب کی دنیا ایک عجیب جہان ہے، جس میں وہم و خیال کو بہت زیادہ دخل ہے، گزرے ہوئے اور آئندہ پیش آنے والے حالات بھی اس میں دیکھے جاتے ہیں۔ کبھی آدمی کسی اور کے حالات دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ میرے حالات ہیں۔ یہ سب وہم ہوتا ہے۔ کبھی صرف شیطان کا القا و تصرف ہوتا ہے۔ جس طرح کہ ایک آدمی آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ شیطان نے تمہارے ساتھ کھیل کھیلا ہے۔ کبھی ڈراؤنا خواب نماز و ذکر کے لیے جگانے کی خاطر آتا ہے۔ جیسا کہ (حضرت) براء بن عازب صحابی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا، تہجد میں انہیں ایک گائے سینگ مار رہی ہے۔ سورۃ بقرۃ کی تلاوت کا جو معمول رکھتے تھے،

اس میں دیر ہوگئی تھی، لہٰذا بیدار ہوئے اور تہجد اور سورۃ بقرۃ پڑھنی شروع کردی۔ کبھی اخلاط کا غلبہ خوابوں میں دیکھا جاتا ہے۔ صفرا کے غلبہ سے زرد اور خون کے غلبہ سے چیزیں سرخ نظر آتی ہیں۔ اسی طرح گرم اور سرد خوراک بھی اثرات رکھتی ہے۔ پریشان خواب ''اضغاث احلام'' ہیں، جو کوئی اعتبار نہیں رکھتے۔

آپ نے خود کو موتی محل میں دیکھا ہے، (یہ) بہت مبارک ہے۔ اللہ کریم قادر اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے، جو موتی محل کی کامیابی کو شاہجہان آباد میں لے آئے۔ تفکرات اس کا ظاہر ہیں اور دوسری چیزیں گرم غذا کے اثرات اور بعض اخلاط کا غلبہ ہیں۔ درست یہ ہے کہ یہ ڈراؤنا خواب نماز کے لیے بیدار کرنے کی خاطر ہے، جو عنایت الٰہی سے تنبیہ اور نیک کام سے آگاہ رکھنے کے لیے ہے۔ فکر نہ کریں۔ گائے یا بھینس کا صدقہ کردیں۔ دل میں رب عالم سبحانہٗ کے حضور یہ التجا کرنے کی نیت کریں کہ الٰہی! جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ صدقہ مصیبت کو دفع کرتا ہے، اس صدقہ کو قبول فرما اور ہر بلا کو رسولِ خدا صادق و مصدوق صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَ عِتْرَتِہٖ وَسَلَّمْ کی حدیث کی صداقت کے طفیل دور فرمادے۔ سردی کا موسم ہے، لہٰذا جتنا ہو سکے چادریں اور کمبل فقراء کو دیں (اس) نیت سے کہ مصیبتیں دور ہوں۔ اَعْظَمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَسَلَّمَکُمْ. یعنی: اللہ سبحانہٗ آپ کے درجات بلند کریں اور آپ کو سلامت رکھیں۔

صبح اور شام کو سونے کے وقت آیۃ الکرسی ایک مرتبہ اور تینوں قل تین بار پڑھ لیا کریں۔ بالکل محفوظ رہیں گے۔ وَالسَّلَامْ.

۱۳

مکتوب سیزدہم

راہِ محبت کے جانبازوں جو کہ اہلِ صحو و تمکین ہیں، کے اوقات کی تعمیر اور اُن کی عادات واحوال اور اس طریقہ شریفہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے ذکر و اذکار اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد وصلوٰۃ کے بعد جاننا چاہیے کہ محبت الٰہی سبحانہٗ وتعالیٰ کے راستے میں غفلت اور بیکاری منع ہے۔ بزرگانِ دین اور راہِ حق کے جانبازوں نے زندگی اللہ کی محبت میں صَرف کی ہے۔ بعض ہر روز ایک ہزار رکعت نماز (نفل) اور ایک قرآن مجید پڑھنے کا وظیفہ رکھتے تھے۔ کم کھانا، کم سونا، لوگوں کے ساتھ کم رہنا اور کم بولنا واجب سمجھتے تھے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے ہر کام و عمل میں وسیلہ لازم پکڑیں۔ دل کی طرف توجہ رکھنا، دل کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا، گذشتہ وآئندہ کے وسوسوں کو دل سے نکال کر اسم ذات، یا نفی واثبات (کا ذکر) خفی، خیال کی زبان سے ہر وقت کرنا چاہیے۔ ذکر تہلیل (لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ) بھی زبانی طور پر کرنا چاہیے، جناب الٰہی کی طرف متوجہ ہو کر اور دل کی جانب توجہ کرتے ہوئے ان معنی کے لحاظ سے کہ (اللہ تعالیٰ کی) ذات پاک کے علاوہ کوئی مقصود نافع نہیں ہے:

ذکر گو ذکر تا ترا جان است
پاکیٔ دل ز ذکر رحمان است

یعنی: ذکر کر ذکر، جب تک تیری جان ہے (کیونکہ) دل کی پاکیزگی رحمٰن (اللہ) کے ذکر سے (نصیب ہوتی) ہے۔

(ذکرِ) نفی واثبات حبس دم (سانس روک کر کرنے) سے اور حبس دم کے بغیر بھی فوائد بخشتا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت ایک سی پارہ اور دو سی پارے اور درود (پاک) ایک ہزار یا پانچ سو بار سوتے وقت یا جب بھی ملے پڑھنا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ صبح اور شام کے وقت۔ اور سوتے وقت سو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ ہر روز سو بار کلمہ توحید: لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ دن میں سو بار: رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَ تُبْ عَلَی اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالِدَ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔

پچیس بار: ''اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ

عَمَلِی۔ ''(الترغیب والترھیب ،۲:۴۷۲)(اور) تین بار استغفار پڑھنا ذریعہ بخشش ہے۔ سیّد الاستغفار صبح و شام، بلکہ جب بھی چاہے، پڑھے۔ ایک بار یقین کے ساتھ یہ استغفار پڑھنے سے جنت والا بن جاتا ہے: ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ۔ ''(مسند احمد بن حنبل،۴:۱۲۲، صحیح البخاری، ۸:۸۳، ۸۸)۔

یعنی: اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں اور میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے وعدے پر قائم ہوں، میں تیری عطا کردہ نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ پس تو مجھے بخش دے، بیشک تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔ میں تیری پناہ میں آتا ہوں، اس کے شر سے جو میں نے کیا۔

ساٹھ رکعت نماز اطمینان، ارکانِ نماز کے اعتدال، قومہ، جلسہ سے، سترہ رکعت فرض، تین وتر، بارہ رکعت سنت اور باقی نفل تہجد، بارہ رکعت، دس یا آٹھ یا چھ رکعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہیں۔ چار رکعت اشراق، چار یا گیارہ رکعت چاشت، مغرب کے بعد بیس یا چھ رکعت پڑھتے تھے۔ عشاء کی سنت کے بعد چار نفل اور وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر سورۃ اذا زلزلت اور قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ کی قرأت سے (ادا کرنا) تہجد کا ثواب رکھتا ہے۔ سورج کے تھوڑے زوال کے بعد چار رکعت ایک سلام کے ساتھ بھی مذکور ہیں۔ بعض نفل میں سورۃ اخلاص اور بعض سورۃ یٰسین پڑھتے ہیں۔

تہجد کے بعد استغفار اور دعا معمول ہے۔ اس کے بعد جتنا ہو سکے ان اذکار اور نمازوں میں سے پڑھیں۔

راہِ محبت خدا کے ساتھ رہنا ہے۔ ایک ہی جانب دیکھنا، ایک ہی جیسا زندہ رہنا (اور) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نظر میں رکھتے ہوئے زبان سے شکر (الٰہی) بجا لانا چاہیے اور حاجات کے لیے درگاہِ الٰہی میں اپنے پیرانِ کبار کے وسیلہ سے رجوع کرنا چاہیے۔

غیبت، چغلی، عیب جوئی، جھوٹ اور لوگوں کو حقیر سمجھنا حرام ہے۔ سب کے ساتھ تعظیم سے پیش آنا اور خود کو ناچیز خاک سمجھنا، حضرت حق سبحانہٗ کو حاضر جاننا، خدا کے عذاب سے ڈرنا، اپنے

گناہوں کو پہاڑ کی مانند سمجھنا، خوفزدہ اور کانپتے رہنا کہ کل (قیامت کو) کیا پیش آئے گا، خلقِ خدا کے ساتھ تواضع اور تعظیم سے پیش آنا، اپنے حقوق کو بخش دینا اور دوسرے کے حقوق کو ادا کرنا، یہ اللہ سبحانہٗ کے دوستوں کا طریقہ ہے۔ ایک لحظہ غافل نہ رہنا، انکساری، عاجزی، خاکساری اور محبت کے درد و غم کے ساتھ زندہ رہنا۔ صبر و قناعت، توکل اور رضا و تسلیم (کا حامل ہونا):

دل مردان دین پر درد باید
ز حسرت رنگ شان پر زرد باید

یعنی: دیندار لوگوں کا دین پر درد ہونا چاہیے (اور) حسرت (پشیمانی) کی وجہ سے ان کا رنگ بالکل زرد ہونا چاہیے۔

گرمی دل کے لیے ذکر جہر، غلبہ شوق کے لیے غمگیں آواز میں کبھی کبھار اشعار محبت سننا، قرآن مجید کی تلاوت خوبصورت آواز میں سننا دل میں رقت اور گداز پیدا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس ضعیف بوڑھے اور تمام عزیزوں (عقیدتمندوں) کو اس تحریر پر عمل (کی توفیق) کرامت فرمائے۔

اوّل ذکر دل سے کرنا چاہیے۔ لطیفہ قلب کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) سے دو انگلی کے فاصلے پر پہلو کی جانب ہے۔ جب ذکر کی حالت دل میں ظاہر ہو جائے، پھر لطیفہ روح سے ذکر کرے، جس کا محل (جگہ) دائیں پستان (چھاتی) بائیں پستان (چھاتی) کے برابر، دو انگلی کے فاصلے پر ہے۔ جب ذکر کی حرکت (لطیفہ روح میں) ظاہر ہو جائے تو پھر لطیفہ سر سے ذکر کرے، جس کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلے پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے ذکر کرے، جس کا محل (جگہ) دائیں پستان کے برابر دو انگلی فاصلے پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ اخفیٰ سے ذکر کرے، جس کا محل (جگہ) عین سینہ کے درمیان میں ہے۔ پھر لطیفہ نفس سے ذکر کرے، جس کا محل پیشانی کے درمیان ہے۔ پھر لطیفہ قالب سے ذکر کرے، جس کا محل (جگہ) تمام بدن ہے۔ زبان کو تالو سے چپکائے رکھے (اور) توجہ دل کی طرف اور دل کو حضرت حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ رکھے۔ گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے دل کو محفوظ رکھ کر زبانِ خیال سے ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرتے رہیں اور (اس کے) بعد چند بار اپنے خیال میں کہیں: ''خداوندا! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے، اپنی محبت اور معرفت عطا فرما۔'' سب

لطائف سبعہ ذاکر ہو جائیں تو ذکر نفی و اثبات کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چپکا کر اور سانس کو زیر ناف بند کر کے کلمہ ''لَا'' ناف سے دماغ تک پہنچائیں، کلمہ ''اِلٰہ'' کو دائیں کندھے پر لائیں اور کلمہ ''اِلَّا اللّٰہ'' کو دل پر خیال کرتے ہوئے ضرب لگائیں۔ ''اِلَّا اللّٰہ'' کا گزر سینے کے لطائف خمسہ پر ہوتا ہے۔ اس معنی کے ساتھ: ''نہیں ہے کوئی معبود سوائے ذات پاک (اللہ) کے۔'' ایک سانس میں طاق عدد کا لحاظ رکھنا چاہیے، (یعنی) تین بار یا پانچ مرتبہ۔ اکیس بار تک کہنا چاہیے، اس طرح کہ سانس تنگ نہ ہو۔ ذکر بغیر سانس روکے زبان خیال سے دل کی طرف توجہ کر کے اور دل کو حضرت حق سبحانہٗ کی جانب متوجہ کر کے کرنا چاہیے۔ زبان کے ساتھ ذکر (بھی) دل کی طرف توجہ کر کے اور دل کو حق سبحانہٗ کی جانب معنی کے لحاظ سے متوجہ رکھ کر کرنا مفید ہے۔ (اس میں) حبس (دم) کی شرط نہیں ہے۔ وقوف قلبی ذکر میں رکن ہے۔ ذکر میں مشغولی کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل سو بار استغفار کرے، پھر بزرگوں کی ارواح کے لیے فاتحہ پڑھے اور مرشد کی صورت (مبارک) کو اپنے دل کے سامنے رکھ کر ذکر کرے۔ جب کوئی کیفیت و جمعیت پیدا ہو جائے تو اسے محفوظ رکھے اور اگر (یہ کیفیت) پوشیدہ (غائب) ہو جائے تو پھر ذکر کرے۔ کبھی اسم ذات اور کبھی نفی و اثبات۔ بعد میں چند بار ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ'' پڑھے۔ جب جمعیت اور کم خطرگی چار گھڑی تک پہنچ جائے تو پھر مراقبہ معیت ''وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ'' (سورۃ الحدید:۴) کرے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اسرار توحید، دوام حضور، ذوق و شوق، بیخودی اور استغراق ظاہر ہو جائیں گے۔

مراقبہ اقربیت، مراقبہ محبت، مراقبہ مسمّٰی الباطن، مراقبہ حضرت ذات بحت (باری تعالیٰ) سبحانہٗ اور دوسرے مراقبات جو اللہ تعالیٰ چاہے گا (کی توفیق) نصیب فرمادے گا:

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: تا کہ محبوب کسے چاہتا ہے اور کس کی طرف توجہ کرتا ہے۔

وَالسَّلَامُ

۱۴

مکتوب چہاردہم

عالی نسب صاحبزادگان کی جانب تحریر فرمایا گیا، اس بیان میں کہ جس کسی کو حضور و آگاہی کا دوام (حاصل) نہیں ہے، وہ طریقہ (عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) سے نکل جاتا ہے۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

بلند نسب (اور) ولایت کے مالک صاحبزادہ حضرت سیف الرحمٰن اور حضرت عبدالرحمٰن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول اور ماسویٰ (اللہ) سے روگرداں رہیں، فقیر غلام علی عفی عنہ سلام نیاز کے بعد گزارش کرتا ہے کہ مدت ہوئی ہے کہ (آپ کے) احوال شریف کی اطلاع نہیں ہے۔ ان کو لکھ کر انتظار کو جلدی دور فرمائیں۔ میاں عبدالرحمٰن فوراً آئیں۔ جس کسی کو حضور و آگاہی کا دوام (حاصل) نہیں ہے، وہ طریقہ (عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) سے نکل جاتا ہے۔ پس ہمیں ڈرتے رہنا چاہیے، تاکہ طریقہ ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔

وَالسَّلَامْ.

۱۵

مکتوب پانزدہم

اس کمینہ درگاہ (حضرت شاہ رؤف احمد رافتؒ) کو تحریر فرمایا عریضہ کے جواب، احوال باطن کے لکھنے کی تاکید اور استخارہ کے بعد (اپنے) حضور یاد فرمانے کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

صاحبزادہ عالی نسب حضرت رؤف احمد صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى کی خدمت شریف

میں سلام نیاز پیش کرنے کے بعد، آپ کا نوازش نامہ پہنچا اور اس نے انتظار رفع فرما دیا۔ آپ نے احوال باطن سے کچھ نہیں لکھا، لکھنا چاہیے تھا۔ توجہ و مراقبہ کی صحبت کی تاثیر سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ اس طرف آنے کا ارادہ استخارہ کے بعد کرنا بھلا ہے۔ اوقات و انفاس کو اعمال و اذکار اور توجہ کے وظائف سے آباد رکھنا چاہیے۔ وَالسَّلَامُ.

۱۶

مکتوب شانزدہم

خواجہ حسن مودود کمہاری (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ مرشدوں اور مریدوں کی شرائط، توحید قالی سے منع کرنے اور دوسرے شیخ کے ہاتھ پر بیعت تکراری کے جواز کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

خوش (اور) بلند القاب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی جناب میں فقیر غلام علی عفی عنہ نیاز گزارش کرتا ہے۔

الحمد للہ کہ صحت اور شفا حاصل ہے اور آپ کی ذات والا صفات کی سلامتی اور بقا کی درخواست ہے۔ آداب المریدین کے مصنف (حضرت شیخ عبدالقاہر سہروردی) رحمۃ اللہ علیہ، جو یقیناً صوفیہ (میں سے) ہیں، نے جو کچھ احسن طریقہ سے بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اس ضعیف کو (اس پر) عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اس زمانے میں، جبکہ ہمتوں میں کمی پیدا ہو گئی ہے اور بدعت و خلاف (شرع) چیزیں ظاہر ہو چکی ہیں، میرے مکرم! پیر (مرشد) کے لیے جو ضروری ہے، وہ عقائد و فقہ کا علم، صوفیہ کے اخلاق و اعمال سے آگاہی، اوقات کی تعمیر اور ترک (دنیا) و کنارہ کشی (گناہ)۔ اگر وہ چشتی (مسلک) ہے تو اس کی تاثیر صحبت سے دلوں کو ذوق و شوق اور گرمی و حرارت مل سکتی ہے۔ اور قادری ہے تو نسبت محبوبیت کے ذریعے (دلوں میں) پرتو القا کر سکتا ہے، اگر نقشبندی ہے تو حضور جمعیت اور جذبات و واردات کے ذریعے جانوں کو منور کر دیتا ہے۔ اور مجددی کے لیے نسبت قلبی کے القاء

کے بعد عالم امر اور عالم خلق کی نسبتوں کے سلوک سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

مرید کو توفیقات (نصیب) ہونی چاہئیں اور اسے چوں و چرا اور دوسری چیزوں کو ترک کر دینا چاہیے۔ مرید کے لیے ایمانیات کا علم اور اپنے شیخ کی پیروی میں عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ ضروری علم و عمل، احوال اور ترک دنیا کا حامل ہے تو وہ بلند (مرتبہ) عمر رسیدہ شیخ ہے۔ امور طریقت و باطن اور ظاہری اعمال میں جو چیز شرع کے مطابق ہو، اس کی اتباع اس راستے میں فرض ہے۔ اہلِ غفلت سے کنارہ کشی، نیک اعمال کے وظائف پر اوقات کی تقسیم، دوام توجہ و ذکر، شب بیداری و سحر خیزی اور محبت کی آنکھ سے آنسو بہانے کی ضرورت ہے۔ کم بولنا، کم کھانا، خلقت میں کم رہنا، صبر و قناعت، توکل و تسلیم اور رضا، اللہ سبحانہٗ کے طالبوں کے حال کے لیے لازمی ہے۔ اسرار توحید ذکر و نوافل کی کثرت سے غلبہ محبت کا موجب بنتے ہیں اور مشتاق وہم و خیال سے راضی نہیں ہوتا۔ اس آدمی پر افسوس ہے کہ جس کی عمر آخر کو پہنچ گئی اور جو کچھ حاصل کرنا چاہیے تھا، اس نے وہ حاصل نہیں کیا۔ وائے افسوس کہ اس نے وقت بیکاری میں گزار ڈالا۔ پس اس پر افسوس ہے:

ع وائے گر گریہ نیاید بمددگاری دل

یعنی: اگر دل کی مدد سے رونا نہ آئے تو اس پر افسوس ہے۔

رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ. (دیکھیے: سورۃ الانبیاء، آیت ۱۸۳)۔

یعنی: اے میرے ربّ! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو (ہی) سب سے بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

ع چہ تدبیر اے مسلمانان کہ من خود را نمی دانم

یعنی: اے مسلمانو! کیا تدبیر (ہو سکتی ہے) کہ میں خود کو نہیں جانتا؟

ایمان کا غم ہمارے وقت کے دکھوں میں اضافہ کرتا ہے، گناہوں کا فکر (ہماری) شکستہ دلی کا ذریعہ (ہے)۔ اس حال میں بزرگوں کی ہمت کی امید رکھتا ہوں کہ دعا اور استغفار: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْحَمْہُ (یعنی: اے اللہ! ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم فرما) دکھوں کو سرور اور راحت بخشیں گے۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَآءِ۔ یعنی: اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا عطا فرمائیں۔

اگرچہ بات لمبی ہو گئی، لیکن تحریر، تشریح اور لکھنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ بیعت کی تجدید، جو

کہ حقیقت میں صوفیہ کے سلسلہ میں داخل ہونا ہے، اس کی ضرورت نہیں۔ اگر ضروری ہو تو پھر فیض حاصل کرنے کے لیے (کسی) دوسرے پیر کی صحبت میں بیٹھنا جائز کیوں نہ ہو، مقصود فیوض الٰہی کا حصول فرمایا گیا ہے۔ نسبت باطن جو کہ محبت، معرفت اور توحید کے غلبہ کا سبب ہے، اگر کئی صحبتوں (کے ذریعے) ہاتھ لگے تو کیوں نہ حاصل کی جائے۔ حضرات صاحبزادگان سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت میں محبت بھرا اسلام عرض کرنے کی التماس ہے۔ علوم حاصل کرنے، اوقات کو وظائف، عبادات اور دوام ذکر کے ساتھ (ہمیشہ) آباد رکھنے کی بہت زیادہ تاکیدیں کی جاتی ہیں۔

وَالسَّلَامُ.

۷۲

مکتوب ہفدہم

درویشی، درویشوں کے طریقہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے عرفانی طریقہ اور بُرے انجام والے دجّال کے حالات کے بارے میں (حضرت) خواجہ حسن مودود چشتی (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

فقیر (غلام علی عفی عنہ) نیاز بھرے سلام اور دعا کے بعد التماس کرتا ہے کہ آپ کے کرامت وخوشبو سے لبریز عنایت نامہ کی وصولی کی سعادت اور امتیاز نصیب ہوا۔ ان تمام (اور) زیادہ مہربانیوں کے ساتھ سلامت باکرامت رہیں، جن سے آپ نے خاک نشیں درویشوں کو یاد فرمایا ہے۔ عنایت نامہ (ان) چار مطالب پر مشتمل ہے: (۱) اہلِ توحید کا مشرب، (۲) طریقہ سلوک، (۳) اذکار اور (۴) سالکین کے آداب واحوال۔

درویشی دوام ذکر، وظائف (اور) عبادات سے عبارت ہے اور یہ علوم ریاضت کا ثمرہ ہیں، اگرچہ حضرت وہاب (حق سبحانہٗ وتعالیٰ) کی عنایات ہیں، لیکن اکثر ان (ریاضات) کی آمادگیاں ناگزیر ہیں۔ اللہ سبحانہٗ کے طالبوں کے لیے اولیاء اللہ کے طریقہ کی پیروی کرنا اس میں

مددگار ہے۔ پھر اس طریقہ پر عمل پیرا رہنا اوران علوم میں مہارت حاصل کرنا، بس غنیمت ہے جو اذکار اور مراقبات میں حاصل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بلند ترقیاں نصیب فرمائیں۔

صوفیہ کے طریقہ میں کوئی شخص ذوق وشوق میں خوشحال ہے، کوئی جمعیت اور حضور سے بہرہ ور ہے اور کوئی خوابوں کے ذریعے عالم مثال کی سیر کر کے اور فرشتہ کو دیکھ کر خوش ہے کہ وہ عالم ملکوت میں پہنچ گیا ہے۔ لیکن جس نے تجلیات، انوار کی بارش اور روشنیاں پائیں، اس نے عالم جبروت سے ایک مناسبت پیدا کر لی:

ع هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

یعنی: ارباب نعمت کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں۔

طریقہ (راستہ) سے زیادہ دور رہنے والا یہ (عاجز اپنے) دل کو کس (چیز) سے خوش کرے؟ لیکن بزرگوں کی ہمت مدد فرماتی ہے۔ اس طریقہ کے بزرگ توجہ اور ہمت کے ذریعے لطائف میں ذکر القاء فرماتے ہیں۔ پھر جمعیت القاء کرتے ہیں، جو بیخودی، بے خطرگی یا کم خطرگی کا موجب بنتی ہے۔ پھر ہمت فرماتے ہیں، تاکہ وہ توجہ و آگاہی جو روح کو تن میں داخل ہونے سے پہلے حاصل تھی اور جو (یہ) جسم کے ساتھ ملنے سے گم کر بیٹھی ہے، وہ (دوبارہ) شاملِ حال ہو جائے۔ پھر لطائف کو ایک جذبہ نصیب ہو جاتا ہے۔ پھر واردات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور حضور حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر مراقبہ معیت اتصالی کا تصور آتا ہے اور متوجہ الیہ ممکنات کے آئینوں میں جلوہ فرما ہو جاتا ہے۔ توحید کے اسرار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ جمعیت، بیخودی اور کیفیات کی بلند و وسیع توجہ باطن کا لازمہ بن جاتی ہے۔ ذوق وشوق، استغراق، آہ و نالہ، دل کی گرمی اور شورش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر جہت فوق کی توجہ کا جو تخیل آتا تھا، وہ ختم ہو جاتا ہے اور حضور بے جہت نصیب ہو جاتا ہے اور انوار نسبت، جو کہ دوام آگاہی سے عبارت ہیں، بدن کو گھیر لیتے ہیں۔ نسبت نقشبندیہ اسی حضور کی حامل ہے، جو اذکار سے دوسرے لطائف اور پھر لطیفہ نفس کی طرف لے آتا ہے اور گوناگوں اسرار و حالات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

(طالب) وجود اور اپنے وجود کے توابع کو وجود کا سایہ اور حضرت (حق) سبحانہٗ کے وجود کے توابع پاتا ہے اور (خود) ایک عدم (نابود) بن جاتا ہے۔ جامد افعال کو سیر قلب میں ایک فاعل سے دیکھتا ہے (اور) اس سیر میں صفات کو صفاتِ حق کا پرتو پاتا ہے تو تسلیم و رضا، چون و چرا کا

خاتمہ، قضا اور حقیقی اسلام ہاتھ لگتا ہے اور شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے۔

اس طریقہ کی اصلاحات بہت بیان کی گئی ہیں۔ جو کچھ اللہ چاہتا ہے، اس تک پہنچا دیتا ہے۔ ظاہر اور باطن شریعت کی اتباع، نیک اخلاق اور اچھی نیتوں سے آراستہ ہو جاتا ہے۔

چوتھی چیز دجّال کے بارے میں مذکور ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ابن صیاد آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قسم اٹھائی کہ ابن صیاد دجّال ہے۔ (حضرت) تمیم داری (رضی اللہ عنہ) کا قصہ بھی حدیث میں آیا ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کو سنا ہے اور سکوت فرمایا ہے، بلکہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو میں کہتا تھا، وہ طابہ میں داخل نہیں ہوگا۔ تمیم داری (رضی اللہ عنہ) نے ایک شخص کو دجّال کی صورت میں دیکھا، جس نے کہا ہے کہ میں طابہ میں داخل نہیں ہوں گا۔ پس ان دونوں (یعنی) ابن صیاد اور جسے (حضرت) تمیم داری (رضی اللہ عنہ) نے دیکھا ہے، میں سے ایک دجّال ہے۔ دوسرے کو ہم اس کا معاون کہتے ہیں جو دجّال کی صفت، گمراہی اور فریب (کی شکل میں) اس وقت دو آدمیوں میں ظاہر ہوا اور قیامت کے نزدیک ایک آدمی کی صورت میں ظاہر ہو کر فتنہ بنے گا۔

۱۸

مکتوب ہژدہم

یہ بھی (حضرت) خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا گیا، توحید وجودی وشہودی، پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے اور اُن کے صاحبزادگان کو بعض دوسری نصائح اور جو کچھ اُس کے مناسب ہے، کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے۔ سلام کے ہدیے پیش کرنے (اور) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کے بعد التماس ہے کہ الحمد للہ! بندہ خیر وعافیت سے ہے اور آپ کی بلند صفات والی شخصیت کے لیے سلامتی وخیریت کا طلب گار ہے۔ عنایت نامہ جو کہ گوناگوں مہربانوں

کا حامل تھا، ورودِ مسعود لایا (اور) بہت زیادہ خوشیوں کا موجب بنا۔ بے تکلف کہتا ہوں کہ میرا ناتواں دل مکتوبات شریف وصول کر کے بہت خوش ہوتا ہے، کیا صرف ان کی وصولی اور کیا ان کے فیض مطالعہ کا ورود، کیا ان کے معرفت کو بڑھانے والے مضامین اور کیا ان میں تحریر علوم کے شرف کا وسیلہ؟ ہر صورت میں عنایتوں کے ذریعے خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور مسرتیں نصیب ہوتی ہیں۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَيْرَ الْجَزَآءِ وَسَلَّمَكُمْ وَاَبْقَاكُمْ. یعنی: اللہ سبحانہٗ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کو سلامت رکھے اور بقا بخشے۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ توحید وجودی کی معرفت پر تمام عرفاء کا اتفاق ہے۔ شک نہیں ہے کہ صوفیہ کے بلند طریقہ میں نوافل، عبادات اور اذکار کی کثرت محبت (الٰہی) کے غلبہ کا موجب بنتی ہے اور یہ (عمل) محبوب کے ساتھ اتحاد کا سبب بن جاتا ہے۔ مجنوں عامری محبت کے غلبہ میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو ترک کر بیٹھا اور اپنے مقصود کے تصور میں گم ہو کر ''اَنَا لَیْلٰی'' (یعنی: میں لیلیٰ ہوں) کا دعویٰ کرنے لگا۔ صوفیہ صافیہ جو ریاضات، مراقبات اور کامل توجہ ذات پاک (الٰہی) میں مستغرق ہوتے ہیں، اگر چہ وہ ذات قدسی غلبہ محبت کے ذریعے پاکیزگی کی انتہا میں جو تصور یا یقین میں آتی ہے، یہی ''ہمہ اوست'' (یعنی: سب کچھ وہی ہے) ہے، جس نے غلبہ محبت اور کثیف کو دیکھنا ایک کر ڈالا ہے۔ اگر لطیف روح کو اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے مقدس مرتبہ، جس کی معیت (ساتھ) ایمانیات میں سے ہے، کے اتحاد سے متصور کر ڈالے تو بعید نہیں ہے۔ ہمارے مرشدین اس معرفت کا اقرار کرتے ہیں، لیکن (حضرت) علاء الدولہ سمنانی ابوالمکارم حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروکار اس معرفت سے الگ ہیں۔ انہوں نے حضرت عبدالرزاق کاشی رحمۃ اللہ علیہ سے کیسے اختلافات فرمائے ہیں؟ یہ ردّ اور اختلاف (حضرت) ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی نفحات (الانس) میں مذکور ہے اور سہروردی بزرگوں نے اس مسئلہ کے اثبات کے بعد دوسرے معارف بیان کیے ہیں۔ جی ہاں! آیت شریفہ: قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۴) یعنی: ''اے میرے رب! مجھے اور زیادہ علم عطا فرما'' اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسانی کمال کا انحصار ایک ہی طرح کے علم پر نہیں ہے، (بلکہ اس کے لیے) جم غفیر مقرر ہے، کیونکہ صوفیہ نے اس دید کو کمال سمجھا ہے۔ یہی کافی نہیں۔ علماء و عقلاء نے اس کے خلاف کہا ہے اور وہ شرع شریف کے مطابق ہے، کیونکہ وہ اجنبیت پر مبنی ہے۔ کفر اور اسلام کو ایک خیال کرنا عقل سے نہیں ہے، بلکہ یہ

غلبہ سکر ہے، جو اس کے اتحاد (ایک ہونے) کا سبب بنا ہے اور اس غلبہ کی وجہ سے وہ معذور ہیں۔ اس عقیدے کو وصول کے حصول کا سبب سمجھنا، معلوم نہیں کہاں سے لایا گیا ہے۔ وصول کے حصول سے ظلمانی حجابات جو کہ نفسانی برائیاں اور شیطانی وسوسے ہیں، کا دور ہونا اور صفات کے انوار کے گم ہو جانے کا تعلق نگاہ سے ہے، جو کہ مرتبہ احسان سے ہاتھ لگتا ہے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جو کہ عرفاء کے کاملین اور ہدایت کے ائمہ ہیں، سے مروی ہے:

كَاَنَّمَا رَاى عَيْنٌ وَ كُنَّا نَرَى اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ هٰهُنَا.

یعنی: گویا کہ آنکھ نے دیکھا اس حالت میں کہ ہم اللہ سبحانہ کو یہاں دیکھتے ہیں۔

کسی نے اتحاد اور عینیت کی نسبت کو ثابت نہیں کیا اور وہ علم و معرفت میں تمام اولیاء سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ متاخرین نقشبندیہ نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ لطائف حاصل کیے ہیں اور ہر لطیفہ کی سیر میں جدید علوم و معارف بیان کیے ہیں۔ لطیفہ قلبیہ کی سیر میں توحید وجودی بیان کی ہے اور دوسرے لطائف میں دیگر معارف حاصل کیے ہیں۔ ان کے اصحاب میں سے ایک جہان نے ان اسرار کا اعتراف کیا ہے، (لہذا) ہرگز تصور نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت گمراہی اور جھوٹ پر اجماع کر لے۔

وحدت وجودی کے ارباب ایسی نادانیوں سے گزرے ہیں جو مَعَاذَ اللّٰه جھوٹ پر جمع ہوتی ہیں، باطل ان کے سائے سے گریزاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ توحید وجودی و اتحاد کے معارف ان اکابر کی کتابوں میں موجود ہیں، جو ان علوم سے بھی زیادہ بلند ہیں، اگرچہ وہ کتابوں میں نہیں ملتے۔ ہم اس کبریا ذات (اللّٰه سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی) کے بارے میں درست عقیدہ رکھتے ہیں۔

پس یہ لطیفہ قلبی کی سیر کا تقاضا ہے جو سکر اور غلبہ محبت کی وجہ سے اس طرح کے اسرار کے بارے میں کلام فرمایا ہے۔ یہ فقیر ذوق اور وجد کے لحاظ سے ان احمدیہ مجددیہ اکابر کا پیروکار ہے اور اس نے مقصود کو اس معرفت میں منحصر نہیں پایا اور جو کچھ احمدیہ مجددیہ بزرگوں نے فرمایا، اس تمام کو حق دیکھا ہے۔ ان عزیزوں کا ہر مقام الگ انوار و علوم کا حامل ہے اور ان کے عالم خلق کے مقامات نسبت کے انوار اور وسعت سے کیسے آراستہ ہیں؟ (اور) لطیفہ بے رنگ کیسی کیفیات بخشتا ہے؟ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ. یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں بہتر جزا عطا فرمائے۔ ان معانی کی تحریر

میں اگر ذوق اور وجد نہ پائیں تو گویا یہ نہیں ہو سکا اور اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک لوگ مومن کی نظر میں مینگنی سے کمتر نہ ہو جائیں، وہ مومن نہیں بنتا۔ یعنی نفع ونقصان میں۔ (کیونکہ) اَلنَّافِعُ هُوَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَالضَّارُ هُوَاللّٰهُ جَلَّ جَلَالَهٗ. یعنی: (درحقیقت) نفع پہنچانے والی ذات اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہے اور نقصان پہنچانے والا بھی اللہ جل جلالہٗ ہی ہے۔ موجودات اگر غیر حق نہیں ہیں۔ پس رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، کعبہ شریف، قرآن مجید، نماز، روزہ اور ان کی امثال کے بارے میں کیا گمان کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ساتھ مشغولیت کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔ اور ان کے وجود مبارک کو کیونکر یوں دیکھا جا سکتا ہے، جیسا کہ سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز نے خلقت کی عدم تاثیر کو بیان فرمایا ہے، نہ یہ کہ رسول، کعبہ، قرآن مجید، نماز اور روزہ کو عین حق کہا ہے اور حضرات چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم کے قدماء کے کلام میں زہد، عبادت، ترک، خلوت اور انانیت کے زوال کے سوا کسی اسرار توحید کا ذکر نہیں ہوا۔ متاخرین خاص کر حضرت ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں بہت غلو کیا ہے۔ شیخ ابن العربی متاخرین کی سند اور متقدمین کی حجت ہیں۔ انہوں نے علوم توحید کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ۔ یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں بہتر جزا عطا فرمائے۔ ہمارے پیران (عظام) نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ جس طرح کہ ابن حاجب، ملا جامی اور رضی کا نحو میں سیبویہ سے استفادہ کرنا ثابت ہے اور انہوں نے مسائل کے جزئیات کو زیادہ تر سیبویہ سے بیان کیا ہے۔

انگلیوں کے خلال کے مسئلہ کو خوب لکھا گیا ہے اور احادیث واقاویل فقہ کو تحریر فرمایا گیا ہے۔ دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی کے نیچے سے (شروع کر کے) بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی کے نیچے تک (پاؤں کی انگلیوں میں) خلال کرنا مسنون ہے، جس طرح کہ بیان کیا گیا ہے۔ ہاتھ کی انگلیوں کے خلال کرنے کا معمول نہیں ہے۔ جس حدیث میں ہاتھ کی انگلیوں کے خلال کا ذکر آیا ہے، اس کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ (لہٰذا ہاتھ کی) انگلیوں کے خلال کی ضرورت نہیں، لیکن پاؤں کی انگلیوں کا خلال (سنت) موکدہ ہے۔

میں پچاس برس باطن کے حالات کے ادراک میں بسر کر چکا ہوں کہ وہ کیا ہے اور کیسے ہے؟ خدا کرے کہ لقائے معرفت افزا کسب کیے گئے، وراثت میں پائے گئے اور عطا ہونے والی

کیفیات و انوار سے دل کو یوں محظوظ فرمائے کہ یہ سب ادراکات اس کے مقابلے میں ناچیز ہو جائیں۔کوئی شخص ہے کہ جسے کشف عنایت ہو؟ کوئی آدمی ہے کہ جسے حالات کا ادراک مرحمت ہو جائے؟ بندہ تیرگی (تاریکی) کے سبب کسی کشف کی استعداد نہیں رکھتا ہوں۔ وجدان اور شوق و ذوق کرامت فرمایا گیا ہے۔منعم حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی متواتر اور بہت ہی زیادہ نعمتوں کا شکر، حمد، مدح اور ستائش بیحد ہے، حق تعالیٰ کی نعمتوں کا اتنا شکر ہے، جتنی اس کی نعمتیں ہیں۔امیدوار ہوں کہ آپ ہمیشہ کی سلامتی اور حسن خاتمہ کی دعاؤں میں یاد فرمائیں گے۔

صاحبزادگان عالی جناب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ كُلَّ فَرْدٍ مِنْهُمْ قُطْبًا وَّغَوْثًا وَّاِمَامًا. (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اور ان میں سے ہر ایک شخص کو قطب، غوث اور امام بنائے)۔

سلام نیاز کے قبول فرمانے کے بعد، اپنے احوال شریف کو علوم کے کسب کرنے، اوقات کو اپنے آبائے کرام رحمہم اللہ کے عمدہ طریقہ (سلسلہ) کے اذکار سے آباد کرنے کا اہتمام فرمائیں اور بندہ کو دعا اور یادِ حق سے مسرور فرمائیں۔ ان عزیزوں کو علوم کے حاصل کرنے اور اوقات کو وظائف اعمال اور اذکار سے بھرپور رکھنے کی خوب تاکید کریں۔اس بارے میں تاخیر تجویز نہ فرمائیں۔قطب الاقطاب حضرت مودود رحمۃ اللہ علیہ نے ستّر سال کی عمر میں قرآن مجید کو ترجمہ کے ساتھ یاد کیا۔آبائے کرام کی اتباع ضروری اور فرض ہے۔وَالسَّلَامْ.

زہد و توکل، مقامات عشرہ اور نوافل و عبادات میں بزرگوں کے ملفوظات معلوم نہیں ہیں کہ اس قدر نمازوں کا ماخذ کیا ہے؟ حکایات الصالحین اور کلام نقشبندیہ توجہ و حضور اور سنت مبارکہ کی پیروی میں شامل ہے۔معلوم نہیں کہ آنجناب کے ملفوظات کس قسم کے ہیں۔افادہ کے لیے ان کے دو ورق نمونہ کے طور پر بھیجے جاسکتے ہیں، جس طرح کہ رسالہ برہان البیعۃ، جس میں اکثر کلام حضرت ابن عربی (رحمۃ اللہ علیہ) کا کلام اور انہی کے مذاق کے مطابق شامل ہے۔بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ. (اتحاف،۲:۲۳۲)۔

یعنی: ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔

۱۹

مکتوب نوزدہم

ان مکاتیب کے جامع بندہ لاشیٔ (شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) عفی عنہ کوتحریر فرمایا۔عریضہ کا جواب اور رسالہ مراتب الوصل، جو میں نے تصنیف کر کے آپ کے حضور میں ارسال کیا تھا، وہ آپ کے حضور میں پہنچا اور اس کے مطالعہ سے خوش ہو کر تحریر فرمایا۔ بعض نصیحتیں، طالبان طریقت کے سلوک، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور نیاز مندی کے سجدوں کو بجالانے کی قید، فتوحات (نذرانوں) میں فقراء کا حصہ معیّن کرنا، حدیث وتفسیر اور مکتوبات وغیرہ کا توجہ وحلقہ سے پہلے ذکر اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کا بیان۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

صاحبزادہ عالی مراتب (و) بلند شان حضرت شاہ رؤف احمد سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں۔ فقیر غلام علی عفی عنہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کے بعد گذارش کرتا ہے کہ عنایت نامہ کے دوصفحات مع رسالہ شریفہ صادقہ مصدوقہ موصول ہوئے، انہوں نے خوشیاں بخشیں۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ. (یعنی: اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا عطا فرمائے)۔

اس (مکتوب) کے مندرجات سے بہت سرور حاصل ہوا۔ حق تعالیٰ وتبارک بہت زیادہ برکت اور طریقہ شریفہ احمدیہ مجددیہ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّة کی اشاعت (کی توفیق) عنایت فرمائے۔

مردانہ وار استقامت پر قائم رہیں اور ہر کسی سے الگ اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ (مشغول) اور (اس کی) محبتوں میں دیوانہ رہیں۔ ہم اس بلند مناقب صاحبزادہ سے بہت خوش ہیں، اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں خوش رکھیں اور مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم نیز آپ سے خوش رہیں۔

جب بھی دلوں میں توجہ وحضور اور انوار کی جمعیت ووسعت پیدا ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ وہ توجہ نیست ونابود ہوجائے (اور) پھر فوق (بلندی) کی طرف توجہ کریں۔ اللہ کرے کہ طالبانِ خدا کو تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس حاصل ہوجائے۔ فقیر کو دعا سے فراموش نہ کریں۔ فتوحات (نذرانوں) سے جو کچھ عنایت ہو (اس میں سے) فقراء کا حصہ معیّن رہے، اور فقراء جو کہ جُلَسَاءَ اللّٰہِ (یعنی: اللہ کے ہم نشیں) ہیں وہ آپ کے ہمراہ رہیں۔ تفسیر وحدیث، مکتوبات شریفہ، عوارف، تعرف، نفحات اور فقہ کا ذکر حلقہ متبرکہ میں ہوتا رہے اور اوقات میں سے کچھ وقت حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ میں محبت ونیازمندی کے سجدوں، گڑگڑانے اور گریہ زاری کرنے کے لیے صَرف کریں، جو غیروں اور خود سے الگ ہوکر ایک خلوت میں کیا جائے۔ اس فقیر ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

رسالہ شریفہ کے مطالعہ سے ہم بہت خوش ہوئے۔ حق تعالیٰ یوں کرے کہ اس رسالہ شریفہ کے مضامین (کی کیفیات) احسن طریقہ سے کامل اور مکمل طور پر آپ میں اور آپ کے ساتھیوں میں ظاہر ہوں اور طالبانِ خدا کو بہرہ ور کریں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے آباواجداد کو جو کچھ عطا فرمایا ہے، وہ آپ کو عنایت فرمائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ.

یعنی: اور آپ پر سلامتی ہو اور اس پر جو آپ کے پاس ہے۔

۲۰
مکتوب بستم

عالی نسب صاحبزادہ حضرت حافظ ابوسعید صاحب (اور احمد سعید صاحب) سلمہا اللہ تعالیٰ کو تحریر فرمایا۔ ان کے عریضوں کے جواب میں، نیز یہ کہ توجہ وادراک کے حالات میں بہت زیادہ دِقت نظر کرنی چاہیے، مقامات مجددیہ کا کسب کرنا آسان کام نہیں، جو سالک سیر متوسط رکھتا ہو، اسے دس سال لگتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

عالی نسب صاحبزادہ حضرت حافظ ابو سعید صاحب و احمد سعید صاحب سلمہا اللہ تعالیٰ کی خدمت شریف میں فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے سلام نیاز کے بعد واضح ہو کہ آپ کے مکتوبات شریفہ کے دو صفحات کے ورود مسعود سے مسرت حاصل ہوئی۔ مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے اپنے اوقات کے بارے میں تحریر کیا۔ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توفیق کرامت فرمائے اور اعمال اور اُن کے نتائج میں اپنے بزرگوں کی اتباع عطا کرے۔

توجہ اور حالات کے ادراک میں بہت زیادہ دقت نظر کریں، (یہ) کوئی آسان کام نہیں ہے۔ مدتوں بعد انوار کی تحقیق وحقیقت نصیب ہوتی ہے اور اس کا ثمرہ اخلاق کی اصلاح، خدا کے لیے ہو جانے اور بغیر کسی دلیل وتاویل کے (اللہ تعالیٰ کی) رضا پر راضی ہونے (کی صورت میں) کرامت فرماتے ہیں۔ ایک غمگین دل، بے کینہ سینہ اور غیر ارادی نیک نیت درکار ہے۔ گذشتہ کا غم، جو فضول، بدون اخلاق اور بغیر نیت کے نیک عمل ہوا اور آئندہ کا غم، معلوم نہیں ہے کہ تقدیر میں کیا ہے؟ کینہ سے پاک سینہ تقدیر یا فعل الٰہی سبحانہٗ کو دیکھے بغیر کب میسر آ سکتا ہے؟ اصل پر نظر (رکھنے) کی ہمت پیدا کروں اور اپنے وجود کی آلائش لوحِ ہستی سے مٹا ڈالوں، کیونکہ اے بھائی:

ع تو مباش اصلاً کمال اینست و بس

یعنی: تو نہ رہے، اصل میں کمال یہی ہے اور بس!

اپنی ذات، افعال اور صفات کو مٹا ڈالیں اور چوں و چرا میں لب نہ ہلائیں۔ اگر معیت (الٰہی) کی معرفت، جو کہ سب کے ساتھ ہے، ظاہر ہو جائے تو ''وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ'' (سورۃ الذاریات، آیت ۲۱۔ یعنی: ''اور خود تمہاری ذات میں بہت سی نشانیاں ہیں، تو کیا تم دیکھتے نہیں'') کے آثار اور صفات (عالم) امکان میں ظاہر ہو جائیں، علم باطن کے اسرار سے حصہ نصیب ہو جائے۔ مَعَاذَ اللّٰہ! یہ عزیزوں کی معرفت میں نے کس لیے لکھی ہے؟ میں نادان معارف کو کیا جانوں؟ میں نے بلا ارادہ و توجہ تمہارے وقت کو ضائع کیا۔ آپ معاف فرمائیں گے۔ ہمارے مرشد نے فرمایا کہ انہوں نے سالوں پیرانِ کبار سے مقامات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کسب کی۔ جس شخص (سالک) کی سیر متوسط (درجے) کی ہو، اسے دس سال لگتے ہیں۔ مولوی غلام یحییٰ پانچ برس میں نصف طریقہ تک پہنچے ہیں۔ غرض کہ احتیاط کی ضرورت ہے، انکار کرنے والے کو دست آویزی پر کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔ وَالسَّلَامُ.

۲۱

مکتوب بست ویکم

(حضرت) خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، (یہ کہ) صوفیہ کے علوم وجدانی ہیں اور علم الٰہی کا احاطہ ممکن نہیں اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

فیض مآب، بلند نسب وعالی حسب صاحبزادہ حضرت خواجہ حسن صاحب سَلَّمَہُ اللّٰہُ تعَالٰی کی خدمت میں فقیر غلام علی عفی عنہ سلام نیاز کے بعد گزارش کرتا ہے کہ آپ کے دس شعبان کے لکھے ہوئے نوازش نامہ کے اس ماہ کی انیس تاریخ کو ورود مسعود پر بہت زیادہ خوشی نصیب ہوئی۔

تصفیہ باطنی سے متعلق صوفیہ کے علوم سب وجدانی ہیں۔ ان پر حضرت حق سبحانہٗ کے کمالات حجت ہیں، جو کئی طرح سے ظاہر ہوئے ہیں۔ (اس نے) بعض کو ایک کمال سے مشرف فرمایا ہے اور بعض کو ایک علم سے ممتاز فرمایا۔ اس آیت شریفہ کے مطابق علوم الٰہی کا احاطہ میں آنا بالکل ممکن نہیں ہے: ''رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا.'' (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۴) یعنی: اے میرے رب! مجھے اور زیادہ علم عطا فرما۔

طالبان نے (درجہ) کمال پر جدوجہد سے اسے پا کر اس کا اقرار اور تصدیق کی ہے۔ حضرت حافظ ابوسعید پیرزادہ مجددی سَلَّمَہُمُ اللّٰہُ تعَالٰی اس مقام پر پہنچے ہیں۔ میں نے لکھا ہے کہ خدمت میں حاضر ہوں۔ انہوں نے حضرت شاہ درگاہی (رحمۃ اللہ علیہ) سے چشتی نسبت میں ایک رنگ (درجہ) پایا تھا اور توحید جس طرح کہ رائج ہے، کے بارے میں (کچھ) کہا تھا۔ اس ناچیز کے پاس مجددی نسبت کے کسب کے لیے آئے تھے۔ افسوس! ہائے افسوس! میں کہاں؟ اور اس نسبت عالیہ کا کمال واکمال کہاں؟ ان دریاؤں سے ایک نمی تک پہنچا ہوں۔ ہائے افسوس اور افسوس! میری قسمت میں یہی تھا۔ جو کوئی (اس) نمی تک پہنچا، اس سے دوسروں کی سیرابی وشادابی

ظاہر ہے۔ بہر حال ان نسبتوں کے انوار سے بہرہ ور ہوئے ہیں (اور) خدمت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اہلِ باطن کی صحبت خاموشی اور انوار باطن کا عکس اور علماء کی صحبت علم کا (پرتو) ہے اور ان کی گفتگو خود حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے معارف سے پُر ہے۔ ہر نسبت کا ایک نور ہے، جو اہلِ تحقیق کا پیشوا ہے اور (اس نے) ان کے باطن کو بیقرار کیا ہے۔ کئی بزرگ ہیں، فقیر کے حالات ان کی زبانی معلوم ہو جائیں گے۔ وَالسَّلَامُ.

۲۲
مکتوب بست و دوم

نواب امیر خان نے خانقاہ معلّیٰ کے لیے جو خرچ مقرر کر کے بطور نیاز پیش کیا، اس کے ردّ میں میاں محمد حسن وکیل انگریز کو تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.
حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ!

چالیس سال ہو رہے ہیں کہ دل کو آرزوؤں سے توڑ کر اور خلقت سے منہ موڑ کر گوشہ خلوت میں صبر و قناعت کے ساتھ گزر رہی ہے اور بغیر کسی جمع و خرچ کے تعین کے، عافیت کے ساتھ اور روزی کے فکر کے بغیر (زندگی) بسر کی جا رہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِنَعْمَائِهٖ. یعنی: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اُس کا شکر ہے۔

نواب صاحب امیر الدولہ سے اس امر مذکور کے بارے میں (بات) نہ کی جائے، قبول نہیں ہے۔ خدا نہ کرے کہ فقر و قناعت اور صبر و توکل کے طریقہ میں عمر کے اس آخری حصے میں کوئی عیب اور نقصان لاحق ہو جائے:

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم
با میر خان بگوئی کہ روزی مقدر است

یعنی: ہم فقر و قناعت کی آبرو ضائع نہیں کرتے، امیر خان کو کہو کہ روزی مقدر ہے۔

اس عمر میں محتاجوں سے حاجت رکھنا درویشوں کے توکل اور بزرگی کے خلاف ہے:

خاک نشینی است سلیمانیم
عار بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش
نشد خلعت عریانیم

یعنی: خاک پر بیٹھنا ہی میری بادشاہت ہے، شاہی تاج رکھنا میرے لیے شرمندگی (کا ذریعہ) ہے۔

۲ چالیس سال سے میں اسے پوشاک پہنا رہا ہوں، میرا تن کبھی عریاں نہیں ہوا۔

وَالسَّلَامُ.

۲۳

مکتوب بست وسوم

حضرت مولانا خالد رومی (رحمۃ اللہ علیہ) کو "حب صرفہ" کے بارے میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

ہمارے پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ تعیّن اوّل حبّ ذاتی ہے اور اس حبّ کے چند درجات اور اعتبارات ہیں۔ اپنی ذات پاک کی محبت اور اسے حقیقت احمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کہتے ہیں اور اپنی ذات پاک کی محبیت محبوبیت کے امتزاج سے، اس اعتبار کو حقیقت محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی صَاحِبِھَا وَبَارِکْ وَسَلَّمْ فرماتے ہیں۔ اور اپنی ذات پاک کی محبیت، اس کو حقیقت موسوی (عَلَیْہِ السَّلَام) فرماتے ہیں۔ اپنی حضرت ذات پاک کی انس کو خلّت (دوستی) کا مرتبہ فرماتے ہیں اور یہ خلّت (دوستی) حقیقت ابراہیمی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ہے۔ یہی حبّ ذاتیہ تمام کمالات کا سبب وآغاز ہے۔ خواہ وہ کمالات ذاتیہ ہوں، کمالات اسمائیہ وصفاتیہ۔ آپ اسی حبّ ذاتیہ کے لحاظ سے ان تمام درجات واعتبارات

کے کمالات کا مراقبہ کریں، کیونکہ ان تمام درجات کے فیوضات وجدانی صورت میں آتے ہیں۔ کبھی ان درجات میں الگ الگ مراقبہ کرنا چاہیے اور بندہ نے اسی ملاحظہ کے لیے رؤف احمد اور مولوی غلام محی الدین کو مراقبہ تعلیم کیا۔ ان کی نسبت باطنی میں وسعت پیدا ہوگئی۔ ذوق وشوق اور گرمی و بیتابی دل کے لیے ضروری ہے اور اولیائے کرام میں یہ مشہور ہے۔ ان مراتب کے فیوضات اصحاب کرام (رضی اللہ عنہم) کو حاصل تھے۔ اصحاب عظام رضی اللہ عنہم کی اولیائے کرام پر فضیلت کا سبب یہی چیز ہے۔

وَالسَّلَامُ.

۲۴

مکتوب بست وچہارم

(حضرت) صاحبزادہ (ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ تکرار بیعت اور یہ کہ توحید وجودی وشہودی سے آگے دوسرے مقامات بھی پیش آتے ہیں۔ اس کے ساتھ بعض لوگوں کے انکار اور دوسرے عزیزوں کے احوال کے بیان عالی میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

اولیائے کرام کی مسند کو بلند کرنے والے حضرت صاحبزادہ ابوسعید صاحب **سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِاِشَاعَتِهِ الطَّرِيْقَةِ الشَّرِيْفَه** (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں طریقہ شریف کی اشاعت کے لیے سلامت رکھیں) کی خدمت شریف میں فقیر غلام علی عفی عنہ سلام نیاز پیش کرتا ہے۔ آپ کے نوازش نامہ کی مبارک آمد نے بہت زیادہ خوشی بخشی۔ خواجہ محمد حسن صاحب کی ملاقات کا ذکر تھا، بہت اچھا ہوا۔ وہ بیعت جدید کے جائز نہ ہونے اور توحید وجودی کے مسئلے میں بڑا غلو رکھتے ہیں۔ یہ جو لکھا ہے کہ دو خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کرنا اس لیے منع ہے کہ یہ فساد کا سبب بنے گا۔ اشتیاق رکھنے والے صوفیہ باطنی اصلاح کی خاطر نسبت حاصل کرنے کے لیے تکرار بیعت کرتے ہیں۔ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اور پیران مجددیہ نے (یہ فیض) حاصل کیا ہے اور

واضح (اور) صحیح کشف سے معلوم فرمایا ہے کہ وحدت وجود کی معرفت کے بعد ایک اور توحید پیش آتی ہے اور اس کے بعد دوسرے مراتب میں سیر (نصیب) ہوتی ہے، جس میں ان دونوں توحید میں سے کسی کا بھی ظہور نہیں ہے اور یہ دونوں توحید راستے میں رہ جاتی ہیں۔ حضرت خواجہ محمد حسن صاحب نے اس تحریر پر اعتبار نہیں کیا۔ کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اس بارے میں بندہ کے لیے جو (کچھ) وجدانی و مقرر ہے، وہ لکھا ہے۔ ''مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ. '' (سورۃ المائدۃ، آیت ۹۹) یعنی: اور رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ذمے تو صرف (اللہ کا پیغام) پہنچا دینا ہے۔

متقدمین پر تصفیہ و ریاضت سے (اور) غلبہ محبت کے ذریعے اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور متاخرین، جو ان عزیزوں کے ساتھ محبت (اور) حسن اعتقاد رکھتے تھے، انہوں نے بڑی محنت و دقت نظر سے غلبہ حال کے مطابق کتاب و حدیث سے ان معانی کو نکالا ہے اور یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔

۲۵
مکتوب بست و پنجم

جناب خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اپنے کمال انکسار اور دید قصور میں، نیز اصلاح باطن کے لیے، نہ کہ فساد کے لیے تکرار بیعت کے جواز میں، اور توحید وجودی و شہودی کے علم سے آگے جو دوسرے مقامات ہیں، جن سے ہزاروں مجددی متوسلین، سرفراز ہوئے ہیں، کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

عالی نسب (و) بلند حسب صاحبزادہ خواجہ حسن صاحب اَحْسَنَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اِلَيْهِ بِعَطَآءِ مَرْتَبَةِ الْاِحْسَانِ وَ دَوَامِ الرِّضْوَانْ (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں مرتبہ احسان اور ہمیشہ کی خوشنودی عطا کر کے احسان فرمائے) کی جناب مبارک مقدس میں فقیر غلام علی عفی عنہ سلام نیاز کے بعد کہتا ہے کہ آپ کے دس شعبان کے تحریر کردہ مکتوب شریف کے ورود مسعود نے بہت زیادہ

مسرت بخشی ۔اللہ تعالیٰ آپ جناب کوعلوم شریعت وطریقت میں تبحر عطافرمائے۔تکرار بیعت کے سلسلے میں جوتحریر فرمایا ہے، وہ درست ہے،لیکن تکرار بیعت دو مسلمان خلفاء (حکمران) کے ہاتھ پر ظاہر میں موجب فساد بنتا ہے۔صوفیہ میں تکرار بیعت اصلاح اور تصفیہ باطن کے لیے، نہ کہ فساد کے لیے، کیوں جائز نہ ہو؟ مسئلہ توحید کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں، ہمارا مشرب (وہ ہے، جو) تمام انبیاء علیہم السلام کا مشرب ہےاوراس عقیدہ کے بغیر فائدہ (حاصل) نہیں ہے۔(حضرت) شیخ عبدالرزاق (کاشی) اورحضرت مولانا (عبدالرحمٰن) جامی رحمۃ اللہ علیہما نے اپنے وجدان سے کہا ہے (وہ چیز) حجت نہیں ہے۔ ہزاروں مجددیہ (صوفیہ) اس مشرب کے حصول کے بعد برتر (درجات پر) گئے ہیں اورانہوں نے وہاں مغلوبان محبت کے ان خیالات سے کوئی چیز نہیں پائی، اور (وہ سبھی) عالم، عاقل، پابند شریعت اور متقی ہوئے ہیں۔ دو آدمیوں کی گواہی کافی ہے، جبکہ ہزاروں صدیقوں کی شہادت ہے کہ خدا بے انتہا ہےاور فیوض وعلوم الٰہی بھی انتہا نہیں رکھتے۔

وَالسَّلَامُ.

۲۶

مکتوب بست وششم

اس بیان میں کہ توحیدی وجودی کا اعتقاد ایمانیات میں سے نہیں ہے اور یہ احوال قرنِ اوّل میں نہ تھے، یہ معارف راستے میں پیش آتے ہیں اور نسبت حضور قرنِ اوّل کے مطابق ہے۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

قرآن مجید اور احادیث شریفہ کے معنی عربی زبان کے مطابق جو علمائے اہلِ سنت و جماعت نے صوفیہ کی تاویل کے بغیر بیان فرمائے ہیں، ان پر ایمان رکھنا واجب ہے۔شرع کا مدار غیریت پر ہے۔صوفیہ وجودیہ غلبہ محبت سے، جو کہ ذکر ونوافل، عبادات اور مالوفات (پسندیدہ چیزوں) کے ترک سے حاصل ہوتا ہے، توحید وجودی کے قائل ہو گئے ہیں۔اور کشف کو دلیل کے

طور پر پیش کرتے ہیں، علماء امت کے مجتہدین کی مانند اسے قبول نہیں کرتے۔ پس ہم ظاہری نصوص پر ایمان رکھتے ہیں اور یادداشت اور آگاہی جو کہ مرتبہ احسان کا ایک عکس ہے، رات دن اس میں مصروف رہتے ہیں۔ پس اس فقیر پر غضب کرنا اور غصے ہونا جائز نہیں ہے۔ توحید وجودی کے قائلین کی اتباع، جو کہ مقاصد سے نہیں ہے اور قرنِ اوّل میں موجود اور معمول نہ تھی، کسی کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ حضرت شیخ ابن عربی، یا حضرت ملا جامی اور حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہم کا قائل ہو۔ حضرت علاء الدولہ سمنانی (رحمۃ اللہ علیہ) اس بارے میں حضرت عبدالرزاق کاشی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور حضرت علاء الدولہ (سمنانی رحمۃ اللہ علیہ) نیز ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معارف سلوک کے راستے میں پیش آتے ہیں، اہلِ محبت و ریاضت جو کچھ محض توہم کی وجہ سے پیدا کر لیتے ہیں (یہ چیزیں) معتبر نہیں ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی. (سورۃ طٰہٰ، آیت ۴۷) یعنی: اور سلامتی اس پر جو ہدایت کی بات مانے۔

ظاہری نصوص کی اتباع کرنا، اہل وہم کی تاویل کرنا و تصور رکھنا اور حضور و یادداشت کی نسبت سے مشغول رہنا قرنِ اوّل کے اصحاب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کے حال کے مشابہ ہے۔

۲۷
مکتوب بست و ہفتم

غلام محمد خان (صاحبؒ) کی خدمت میں تحریر فرمایا، حالات کے استفسار، نیز اس جامع مکاتیب، نکلے (حضرت شاہ رؤف احمدؒ) سے توجہ لینے کا حکم فرمانے اور اس ناچیز پر دوسری نوازشوں کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

عالی مراتب خان صاحب غلام محمد خان سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فقیر غلام علی عفی عنہ سے شوق بھرے سلام کے بعد معلوم فرمائیں کہ مدت سے آپ کا عنایت نامہ مسرت رساں نہیں ہوا۔ امید

ہے کہ آپ اپنے احوال لکھ کر خوش کریں گے۔ اس ملک میں کمالات کے جامع حضرت رؤف احمد صاحب نے عنایت الٰہی سے اس فقیر سے طریقہ کی اجازت حاصل کی ہے۔ یہ مناسب معلوم ہوا کہ وہ اس ضلع میں اُلفت رکھتے ہیں، لہٰذا (وہاں) طریقہ کو رواج بخشیں۔ آپ کو اگر فرصت ہے تو ان سے توجہ حاصل کریں، بس مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے قدم مبارک سے اس ضلع میں برکت اور آبادی کرامت فرمائے۔ وَالسَّلَامُ.

۲۸
مکتوب بست و ہشتم

نیز خان مذکور (غلام محمد خانؒ) کو تحریر فرمایا، ان کے عریضہ کے جواب میں، اس کے ساتھ بزرگوں کا فاتحہ پڑھنے کی قید کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

عالی مراتب (اور) بلند مناقب خان صاحب غلام محمد خان صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی محبت بھرے سلام کے بعد واضح ہو کہ آپ کے عنایت نامہ کی آمد نے مسرت بخشی اور اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے دعا کے لیے لکھا ہے اور دعاؤں کے قبول کرنے والی ذات (اللہ تعالیٰ) کی جناب میں التماس التجا کے لیے تحریر کیا تھا، (لہٰذا) دعا کی گئی۔ آئندہ بھی حضرت جود و عطا (باری تعالیٰ کے حضور) دعا کی جائے گی، جو کہ بغیر احسان کے بہت زیادہ بخشنے والا اور بے انتہا نعمتیں عطا فرمانے والا ہے، اور دو جہاں کی مرادیں بر لانا اُس کی عطا کے سمندروں سے ایک تری کی مانند ہے، اور دو جہان کی مقصود رسانی اس کی نعمتوں کے گلستان سے ایک خوشبو کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ وعدہ الٰہی کے صدق کی امید ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولیت کا درجہ نصیب فرمائے اور خان صاحب مہربان کے احوال کو جمعیت و کامیابی حاصل ہو جائے۔ آمین۔

دونوں شجرے بھیجے جا رہے ہیں، ایک وقت میں پیران نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کا فاتحہ اور دوسرے وقت میں پیرانِ قادریہ علیہم الرحمہ کا فاتحہ پڑھ کر اپنے مقاصد (مرادوں) کو ان کے وسیلہ

سے طلب کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ تائیدات (مددیں) نصیب ہوں گی۔

۲۹

مکتوب بست ونہم

سرونج صوبہ مالوہ کے حاکم کو تحریر فرمایا، اس نکمے (حضرت رؤف احمد مجددیؒ) سے طریقہ حاصل کرنے کا اشارہ اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

عالی مراتب خان صاحب، منور خان صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں، سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ کئی سال ہونے کو ہیں، آپ نے اپنے احوال شریف لکھ کر مسرور نہیں فرمایا۔ دوستی اس چیز کا تقاضا کرتی ہے کہ اپنے حالات لکھ کر انتظار (کی زحمت) کو ختم فرمائیں۔ بلند نسب صاحبزادہ حضرت رؤف احمد صاحب، جن کا آپ سب سے دوستانہ تعلق ہے، اس فقیر سے طریقہ اور فیض حاصل کر کے اجازت پانے کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچ رہے ہیں، جو بھی ان سے طریقہ سیکھے، (اس میں) اس کی سعادت ہے۔ ان کی خدمت میں حاضر رہیں۔ وَالسَّلَامْ.

دوستوں کی خدمت میں سلام پہنچائیں۔

۳۰

مکتوب سی ام

جناب شاہ عبداللطیف (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اس نادان (حضرت شاہ رؤف احمدؒ) سے استفادہ کرنے کی ترغیب میں، جو دراصل حضرت اقدس ہی کا فیض ہے۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

بلند مناقب شاہ صاحب، حضرت شاہ عبداللطیف صاحب، معروف میاں ننھے صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تعالٰی کی خدمت شریف میں سلام نیاز کے بعد التماس ہے کہ آپ کے عنایت نامہ کے ورود مسعود نے مسرت بخشی۔ ان تمام مہربانیوں کے ساتھ سلامت رہیں۔ بزرگوں کا چھوٹوں کو یاد فرمانا، ان کی سعادت کا ذریعہ ہے۔ امید ہے کہ خاتمہ بالخیر، ہمیشہ کی عافیت، ایمان کی سلامتی اور بخشش کی دعائے خیر کے ساتھ مدد فرماتے رہیں گے۔ پیرزادہ حضرت رؤف احمد سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تعَالٰی نے اس فقیر سے طریقہ سیکھ کر، شغل و مراقبہ حاصل کر کے، اجازت (کی سعادت) پائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبت و توجہ میں تاثیر عنایت فرمائی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ. (یعنی: پس اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے)۔ انہیں اس جگہ بھیجا گیا ہے، تاکہ جو بھی چاہے ان سے استفادہ کرے۔ بندہ کا ان کے بارے میں جو گمان ہے، اللہ تعالیٰ اسے ان کے حق میں سچ فرمائے۔ آمین۔

وَالسَّلَامُ.

۳۱
مکتوب سی ویکم

(حضرت) صاحبزادہ شاہ ابوسعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اس بیان میں کہ فقیر اُن سے ناراض نہیں ہے اور جو کچھ اس کے مناسب ہے۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

بلند نسب، عالی حسب صاحبزادہ حضرت حافظ ابوسعید صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تعَالٰی کی خدمت شریف میں، محبت بھرے سلام کے بعد واضح ہو کہ ۱۸ ر محرم کو آپ کے عنایت نامہ کے ورود مسعود نے انتظار کو ختم فرمایا۔ اس سے پہلے ایک خط سرکاری ڈاک میں آپ کی خدمت شریف میں بھیجا گیا، جس میں تین لفافے تھے، ایک: حضرت سراج احمد صاحب کی تعزیت میں، ان کے

صاحبزادگان کے لیے، دوسرا: شیخ فضل امام سلمہٗ کی خدمت شریف میں، اور تیسرا: حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب کی خدمت شریف میں۔ امید ہے کہ وہ مل چکا ہوگا۔

کسی نے اپنی ناسمجھی کی بنا پر (آپ کو) غلط لکھا ہے، بندہ آپ جناب سے ناراض نہیں ہے۔ ناراضگی کی وجہ کیا ہے؟ مَعَاذَ اللّٰه میں نے لکھا تھا کہ آپ حضور متوسلین کے احترام کے لحاظ سے رہیں۔ آنے، نہ آنے اور رام پور میں رہنے کے بارے میں، یا لکھنؤ میں، یا دہلی میں، جس کی دل شریف گواہی دے، اس پر عمل کرلیں۔ اللہ سبحانہٗ کی یاد مقصود ہے۔ وَالسَّلَامُ.

۳۲

مکتوب سی و دوّم

نیز صاحبزادہ موصوف (حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، (حضرت) مولانا (خالد) رومی (رحمۃ اللہ علیہ) جو آپ کے خلفاء میں سے ہیں، ان کے کچھ حالات اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت! سلام و نیاز کے بعد واضح ہو کہ آپ کے عنایت نامہ کے ورود مسعود نے خوشحال فرمایا۔ آپ کے باطن شریف کے احوال اور طالبین کے دلوں کی تاثیرات تحریر تھیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ بِنِهَايَاتِ كَمَالَاتِ. یعنی: اس پر کامل کمالات کے ساتھ سب تعریفیں اللہ کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس طریقہ اور نسبت شریفہ کی اشاعت کے انوار کی کثرت کو کمال استقامت کے ساتھ فائز فرمائے اور (آپ کی) ذات شریف کو آپ کے آباو اجداد کرام کی طرح امت مرحومہ کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ صرف عنایت نامہ کے آنے پر اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ وہاں کیوں نہیں پہنچتا؟ حال ہی میں ایک خط (کے ذریعے) حضرت مولانا خالد سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی نسبت باطن کی ترقیات کی بشارت اور ان کی توجہات سے طریقہ شریفہ کی

اشاعت، ان کی نسبت شریفہ کی قوی تاثیرات، ملک روم اور بغداد میں پانچ سو متبحر علماء کا ان کے طریقہ میں داخل ہونا، ان کے خلفاء کی کثرت، ان کے ورع وتقویٰ اور اس طریقہ سے اخلاص کے تذکرہ (کا علم) اس خط کی رُو سے (ہوا ہے) جو انہوں نے بھیجا ہے۔ ان کے بھیجے ہوئے حاجی حسن وہاں سے آئے ہیں۔ ان کی بھیجی ہوئی چیزوں اور تحائف کے غارت ہو جانے کے بارے میں (خط) ان کی خدمت عالی میں لکھا گیا ہے۔ (حضرت) مولانا خالد سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی طریقہ، صبر وقناعت اور ورع پر استقامت اور وہاں طریقہ کے انوار کی اشاعت کی خبر سے دل کو بہت بہت خوشی ہوئی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وہ صاحب خود بھی حضرت حق سبحانہٗ کی ان بیحد عنایات پر خوشیاں منائیں۔ حاجی حسن (صاحب) کو اسہال کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے۔ صحت یاب ہونے کے بعد (واپس) جائیں گے۔ اپنے احوال اور اُن کے احوال سے دل کو جو سرور حاصل ہوا، کے بارے میں جلد لکھ بھیجیں۔ وہ دو ماہ تک یہاں اقامت کے وعدہ پر آئے ہیں۔ بیضاوی، مدارک، صحیح بخاری اور جو کچھ اس کی شرح سے بھی ہاتھ آئے، اور نہایہ (سے) کچھ کتابت کرا کے، اور جو کتابیں موجود ہیں، اور جو چیز ہاتھ لگے، وہ بھجوا دیں۔ وَالسَّلَامْ۔

اس فقیر ضعیف کو ایمان کی سلامتی اور دو جہاں کی عافیت کی دعا سے یقیناً یاد رکھیں۔ رمضان المبارک بھی ان دنوں میں دل و دماغ کی کمال کمزوری کے ساتھ گزرا اور (زندگی) بسر ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ عاقبت کی بھلائی نصیب فرمائے۔ جو بچہ آپ نے یہاں بھیجا تھا، وہ پڑھنے اور توجہ لینے کی رغبت نہیں رکھتا تھا۔ آوارہ تھا، (لہٰذا) وہاں ہی رہے تو بہتر ہے۔ بزرگوں کی خدمت میں سلام نیاز۔

احمد سعید اَسْعَدَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ (اللہ سبحانہٗ انہیں خوش قسمت بنائے) ظاہر و باطن کے کمالات پر فائز رہیں۔

۳۳

مکتوب سی وسوم

نیز صاحبزادہ (حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ دفع وبا کے لیے عمل اور میر

قمرالدین کی بیعت کے احوال کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ!

۱۹ر محرم کا تحریر کیا ہوا عنایت نامہ ۱۹ر صفر کو موصول ہوا۔ اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے وہاں وبا کے پھوٹنے کا لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔ دنیا کی زندگی نیکیاں کمانے کے لیے بڑی غنیمت ہے۔ حفاظت کے لیے دعا کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ لوگ آیۃ الکرسی (اور) تینوں قل، صبح و شام (اور) سونے کے وقت تین تین بار وِرد بنالیں، ان شاء اللہ محفوظ رہیں گے۔

تئیس روز ہوئے ہیں مولوی بشارت اللہ صاحب ستائیس محرم کو اس طرف روانہ ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں خیریت سے پہنچائے۔ ایک سال یہاں رہے ہیں۔ ایک بار ایک ماہ بیمار رہے (اور) دوسری مرتبہ دو ماہ بیمار رہے۔ رشتہ داروں کے بار بار طلب کرنے پر کمزوری اور نقاہت (ہی) میں تشریف لے گئے۔ اَحْصَنَ اللّٰهُ عَنْ جَمِيْعِ الْاٰفَاتِ وَالسَّلَامُ. یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں تمام آفات سے بچائے اور سلامت رہیں۔

تمام احباب حضرت احمد سعید صاحب، امین احمد اور مولوی مراد اللہ صاحب کو سلام پہنچائیں۔

میاں قمرالدین، ایک ماہ اور تین دن ہوئے بہرہ وافر حاصل کر کے نسبت مجددیہ میں ایک مناسبت پیدا کر کے طریقہ مجددیہ میں بیعت ہو کر، اجازت اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہو کر پشاور تشریف لے گئے ہیں۔ عَفَاءَ اللّٰهُ وَجَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا. یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے اور ان کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنائے۔

یہ پیرانِ عظام کی بزرگی اور کرامت تھی، منکرین کو کامیاب فرمانا اور مقصد عالی تک پہنچانا:

اولیا را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز آرندش ز راہ

(مثنوی ۱:۱۸۹)

یعنی: اللہ کی جانب سے اولیاء کو قدرت حاصل ہے (کہ وہ) چھوٹے ہوئے تیر کو راستہ سے واپس لے آئیں۔

۳۴

مکتوب سی و چہارم

اس نالائق (حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ) کو تحریر فرمایا، یہ کہ اگر اس جگہ کا ارادہ کریں تو استخارہ کرلیں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

اعلیٰ رتبہ صاحبزادہ میاں رؤف احمد صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے سلام کے بعد واضح ہو کہ خط شریف کا جواب بھیجا گیا، خدا کرے کہ مل جائے۔ ہم کتابیں خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اگر یہاں آنے کا ارادہ کریں تو مسنون استخارہ پر عمل کریں اور اس کے بعد یہاں آنے کا سفر اختیار کریں۔ خدا کے ساتھ رہیں اور ماسوی اللہ سے منہ موڑے رکھیں۔ وَالسَّلَامْ.

اپنے باطنی احوال اور استفادہ کرنے والوں میں ان کی تاثیر کے بارے میں لکھیں۔ وَالسَّلَامْ.

۳۵

مکتوب سی و پنجم

(حضرت) صاحبزادہ ابوسعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ اس ضمن میں کہ پیرانِ کبار کے شجرہ کے ذریعے اپنی مشکلات کا حل نعمتیں بخشنے والی ذات (اللہ تعالیٰ) سے طلب کریں، طریقہ پر درست (قائم) رہیں۔ اس کے ساتھ بعض حاضر ہونے والے اور رخصت

حاصل کرنے والے مریدوں کے حالات۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

بلند نسبت صاحبزادہ حضرت حافظ ابو سعید صاحب کی خدمت شریف میں فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے سلام نیاز کے بعد واضح ہو کہ اس عرصے میں (آپ کے) تین عنایت نامے موصول ہوئے۔ ان کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ ان میں سے ایک کا جواب سیّد عمر، جو کہ شاہ جہان پور میں رہتے ہیں، کے ہاتھ آپ کی خدمت میں ارسال کیا گیا، جو فضل الٰہی سے مل چکا ہو گا۔ اقامت شریف کچھ عرصہ مزید یہاں مزید ضروری ہے، تاکہ حضرت حق سبحانہٗ کو کیا منظور ہے؟ ہر روز شجرہ طیبہ پڑھ کر، اس کے بعد ان بزرگوں کے واسطہ سے اپنی حاجات کو قاضی الحاجات کی جناب میں پیش کرنا ضروری ہے، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہم تمام مکروہات کو دفع کرنے اور قرضوں کی ادائیگی میں توجہ فرمائیں گے۔ عنایت الٰہی سے ظاہر و باطن کی ترقی (نصیب) ہوتی ہے۔ طریقہ پر درست (قائم) رہیں۔

حضرت شیخ سیف الدین احمد اس ضعیفی اور بڑھاپے میں جالندھر سے تشریف لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بہت جلد باطنی فیض سے کامیاب فرمائیں، صرف طریقہ کے لیے آئے ہیں۔ انیس ربیع الاوّل کو مولوی بشارت اللہ سلمہٗ اور قاضی سلمہٗ چلے گئے ہیں اور میاں جلیل الرحمٰن احمد سرہند شریف چلے گئے ہیں۔ دو دن میں بارہ آدمی چلے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کا حافظ ہو۔ تمام صاحبزادگان اور اپنے والد ماجد کی خدمت میں سلام نیاز پیش کریں۔

۳۶
مکتوب سی و ششم

(حضرت) میاں ابو سعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، دولتمندوں کی صحبت ترک کرنے اور ان کی ہم نشینی سے منع فرمانے کے بارے میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت! فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے سلام نیاز کے بعد، گزارش ہے کہ آپ کے عنایت نامہ کے بشارت آمیز بیان اور خیریت کی خبروں نے مسرت بخشی۔ عجیب ہے کہ اپنے وطن رام پور کو چھوڑ کر متوسلین نصر اللہ خان اور ان کے درباریوں کے ہاں اقامت اختیار کر لی ہے۔ یہ کون ہیں؟ اور کیسے ہیں؟ مفت کی بدنامی کیا معنی رکھتی ہے؟ والدہ ماجدہ کے ادب کی خاطر ایک روز دو روز نہ کہ ایک لمبا عرصہ! رام پور میں استفادہ کرنے والے بہت تھے۔ دہلی پیرانِ کبار کی جگہ ہے۔ اگر اپنے باطن کا تنور اور لوگوں کے دلوں کا تنور منظور ہے تو دہلی سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ رزّاق ہے۔ صاحب تو نے فقر و فاقہ، قناعت اور ریاضت خود اختیار کی، ورنہ جھوٹا ہو گا۔ یہ ناچیز بندہ اس ویرانہ میں اور بہت سے منکرین کے باوجود ہرگز نہیں مرا، یہ میرے اللہ سبحانہٗ کے وعدے کی صداقت ہے۔ وَالسَّلَامُ.

۳۷
مکتوب سی وہفتم

نیز صاحبزادہ موصوف (حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ ان کے عریضہ کے جواب میں، معہ عزیزوں کے مختلف حالات میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

بلند نسب صاحبزادہ حضرت ابوسعید واحمد سعید صاحب سَلَّمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى کی خدمت شریف میں فقیر غلام علی عفی عنہ (کی طرف سے) سلام و نیاز کے بعد واضح ہو کہ عنایت نامہ ملا اور اس نے انتظار کو ختم کیا۔ لکھنؤ کے ارادے کا لکھا تھا۔ مکان کی فراخی اور (دوسری) تنگیوں کی کشادگی لازمی سمجھیں۔ قمر الدین نے بھی چند ماہ میں بلندی (مقامات) حاصل کی (اور) مجددیہ (سلسلہ) میں بیعت کر کے خلافت پائی۔ ڈیڑھ ماہ ہوئے اپنے وطن کو چلے گئے۔ پیر محمد خان ملقب بشاہ آدم کشمیر میں بہت غلبہ کے ساتھ قوت توجہ کر رہے ہے۔ ان کی توجہ تاثیر بڑی قوی ہو گئی ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ. (یعنی: اللہ پاک ہے اور ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں)۔
گل محمد اپنے ملک میں طالبین کا مرجع و مآب بن گئے ہیں۔

مکتوب سی و ہشتم

(حضرت) مولانا خالد رومی (رحمۃ اللہ علیہ) کو نصیحت فرمانے کی غرض سے تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

انتقام ہمارے اور آپ کے لائق نہیں ہے۔ صبر اور معاف کرنا، اخلاقِ الٰہی سے خوب متصف ہونے والوں کی ادنیٰ خو ہے۔ اس آیت کریمہ پر عمل کرامت فرمائیں:
اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ. (سورۃ فصلت، آیت ۳۴) یعنی: آپ (سخت کلامی کا) ایسے طریقہ سے جواب دیں جو بہت اچھا ہو۔
ہر معاملے کا انجام نیک ملاحظہ فرمائیں، تا کہ طریقہ (عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) بدنام نہ ہو۔ اپنے ارادہ، یا تقدیر الٰہی، یا حق سبحانہٗ کے کام، یا اپنے برے اعمال کی سزا پر نظر رکھنی چاہیے، تا کہ (روحانی) استعداد قوی ہو جائے۔ وَالسَّلَامُ.

مکتوب سی و نہم

اس ناچیز بندہ (شاہ رؤف احمد مجددیؒ) کو تحریر فرمایا۔ مستفید ہونے والوں کے احوال پوچھنے، نیز یہ کہ جو کوئی بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے، انکار نہ کریں (اور) استخارہ اور شہادت قلبی دونوں ایک جیسے ہیں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ! آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ اس کے مضمون سے آگاہی ہوئی۔ تحریر میں منشی گری (ادبی) وشاعری والا انداز اختیار نہ کریں اور صاف عبارت میں اپنے اور مستفید ہونے والوں کے حالات اور باطنی واردات وکیفیات لکھ بھیجیں۔ جو کوئی بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے (اسے بیعت کرنے میں) تاخیر نہ فرمائیں۔ استخارہ بھی معمول ہے (اور) شہادت قلبی بھی کافی ہے۔ بندہ کو بھی دعا میں یاد رکھیں۔ وَالسَّلَامُ.

۴۰
مکتوب چہلم

صاحبزادہ ابوسعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، کمال عبودیت وانکساری سے اعمال واذکار کے ذریعے اوقات کو آباد کرنے کے قید کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت! فقیر غلام علی عفی عنہ سے محبت بھرے سلام کے بعد واضح فرمائیں کہ آپ کے دو عنایت ناموں کے ورود مسعود نے مسرت بخشی اور ان دونوں کے مندرجات، جو کہ نیک اعمال کے وظائف اور دلوں میں ان کی تاثیرات کے جلوؤں کے ظہور سے اوقات کی آبادی کی خبر دینے والے تھے، نے دل کو بہت زیادہ محظوظ کیا۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ. یعنی: اے اللہ! تو مزید اضافہ فرما۔

پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم کی پیروی پر بہت زیادہ مضبوط رہیں اور کامل انکساری، عبودیت اور بندگی سے اوقات شریفہ کو آباد رکھیں۔ بندہ کو بھی دعا میں یاد رکھیں۔ وَالسَّلَامُ.

دوستوں کو سلام پہنچائیں۔ اپنے حضور اور باطن مبارک میں بے فائدہ چیزوں کو ہرگز نہ آنے دیں۔ اللہ تعالیٰ (آپ کو) خوش رکھیں۔

۴۱

مکتوب چہل و یکم

نیز صاحبزادہ مذکور (حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ) کو تحریر فرمایا، ''درالمعارف'' جو کہ حضرت اقدس کے ملفوظات ہیں، اپنے انکسار کے کمال کی وجہ سے ان کے ذکر کی ممانعت کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت: فقیر حقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے سلام مسنون کے بعد ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا۔ اس کے مضمون سے آگاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اور زیادہ توفیق کرامت فرمائے۔ حضرت رؤف احمد نے جو خرافات اور ناقابلِ یقین باتیں جمع کی ہیں، ان کا تذکرہ کرنا جائز نہیں۔ پانی سے، یا اس کے علاوہ (کسی چیز سے) ان کو دھو کر پھاڑ ڈالیں۔ نفحات، رشحات، عوارف اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا تذکرہ کرنا زیادہ مناسب ہے، تاکہ ایک غیرت و عبرت ہاتھ لگے۔ سستی اور کاہلی جاتی رہے، درویشی، مسکینی، غم اور حضور لازمہ بن جائے۔

صاحبزادگان کی خدمت میں سلام نیاز (پہنچائیں)۔ رؤف احمد کہاں گئے ہیں؟ سلام سے بھی یاد نہیں کرتے۔ وَالسَّلَامُ.

تحریر میں مبالغہ نہیں کرنا چاہیے۔ خود کو وسیلہ کے بغیر اور بندہ کو اسی طرح لکھنا چاہیے۔

۴۲

مکتوب چہل و دوّم

مولوی بشارت اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی خوشدامن (صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا) کے بعضوں کے جواب میں تحریر فرمایا، جو انہوں نے جناب مولوی موصوف کو بلانے کے لیے

(حضرت اقدس کے) حضورِ پُرنور میں لکھے تھے۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

صاحبہ مشفقہ مہربان سَلَّمَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں فقیر غلام علی عفی عنہ سلام نیاز اور التماس دعا کے بعد گزارش کرتا ہے کہ بڑھاپے کی ضعیفی کے اس وقت میں دعا سے مدد فرمائیں۔ مولوی بشارت اللہ صاحب سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کو طلب کرنے کے لیے لکھا ہے، ان شاء اللہ عنقریب (آپ کی) خدمت میں پہنچ جائیں گے، مگر بندہ بیکار اور بے یار و مددگار ہو جاؤں گا۔ مولوی حسن علی سلمہٗ اس سے پہلے ان کے چلے جانے پر بہت ملامت کر چکے ہیں کہ آپ نے ان کو خود سے کیوں جدا کیا ہے؟ لیکن دل میں آنے والی بات مقدم ہے۔ اللہ تعالٰی انہیں ہمیشہ خوش و خرم، بزرگوں کے طریقہ (سلسلہ) کو رواج دینے والا اور صحیح دینی علوم کا حامل بنائیں۔

ان کے حق میں آمین (کہتا ہوں)۔ اس بوڑھے نے عمر ضائع کر دی ہے۔ (اس کے) حق میں دعا فرمائیں۔ عزیزوں اور دوستوں کو سلام ہو۔

۴۳

مکتوب چہل و سوم

جناب مولوی ہادی احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، مولوی بشارت اللہ صاحبؒ کی صحبت کو لازم پکڑنے، اور مولوی صاحبؒ (کے تلقین) فرمودہ اذکار و اشغال کی پابندی کرنے اور بعض دوسری نصیحتوں کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

مولوی صاحب بلند مراتب حضرت مولوی ہادی احمد صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں فقیر غلام علی عفی عنہ سلام نیاز کے بعد کہتا ہے کہ آپ کے گرامی نامہ کی مبارک وصولی نے مسرت بخشی۔ بندہ کی ملاقات کے شوق کا لکھا ہے۔ حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب

کی زیارت بندہ کی ملاقات سے بہتر ہے۔ ان کی صحبت شریف کو لازم پکڑیں، جو کچھ انہوں نے اذکار واشغال (تلقین) فرمائے ہیں، ان کی ادائیگی کو مرتبہ احسان ''کَاَنَّکَ تَرَاہُ'' (یعنی: جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔ مجمع الزوائد ۱:۴۱) پر پہنچائیں، تاکہ دین (طرز زندگی) درست ہو جائے۔ نیز پایۂ محبت (کی بھی اصلاح ہو جائے)۔ دل میں محبت الٰہی کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے اور معرفت کو نقد وقت (اپنا حال) بنائیں۔ واقعات کو تقدیر الٰہی، یا فعل الٰہی سمجھ کر قضا پر راضی رہیں۔ ہم (اللہ کی) ملاقات اور رضا کے اشتیاق میں عمر بسر کریں۔ وَالسَّلَامُ.

۴۴

مکتوب چہل و چہارم

قاضی (شمشیر خان رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، ذکر دوام توجہ اور انکسار کی پابندی اور مراقبات واذکار سے اوقات کو آباد کرنے کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

قاضی صاحب شمشیر خان صاحب سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے سلام نیاز کے بعد واضح فرمائیں کہ آپ کا عنایت نامہ ملا، خوشی ہوئی۔ اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ حضرت حق سبحانہٗ کی یاد میں عمر اور مبارک سانسیں گزاریں۔ ذکر، دوام توجہ اور نیاز و انکسار کو لازم پکڑیں۔ اپنے اوقات کو مراقبہ اور تلاوت سے لبریز رکھیں۔ جو لوگ توجہ کے لیے آپ کے پاس آئیں، چاہیے کہ اس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر توجہ کریں اور خود کو درمیان میں نہ دیکھیں

ع   از ما و شما بہانہ برساختہ اند

یعنی: ہم اور تم کا بہانہ ختم کر دیا گیا ہے۔

وَالسَّلَامُ.

دوستوں کو سلام پہنچائیں اور تاکید کریں کہ نماز و ذکر، استغفار، درود اور تلاوت کے ہمیشہ پابند رہیں۔ شعر.

بسیار دیدہ ام کہ یکے را دو کرد تیغ
شمشیر عشق بین کہ دو کس را یکے کند

یعنی: میں نے اکثر دیکھا ہے کہ تلوار نے ایک (شخص) کے دو ٹکڑے کر دیے، (لیکن) عشق کی تلوار کو دیکھ! جو دو آدمیوں کو ایک بنا ڈالتی ہے۔

وہ شمشیر الٰہی محبت کی تلوار سے خودی کو کاٹ کر ایک اتحاد پیدا کر دیتی ہے۔

۴۵
مکتوب چہل و پنجم

صاحبزادہ میاں احمد سعید (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، وظائف و مراقبات سے اوقات کو آباد رکھنے اور علم کے حصول اور صوفیہ کی کتابوں، مثلاً عوارف اور مکتوبات کے مطالعہ کی پابندی میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

برخوردار احمد سعید طَالَ عُمْرُہٗ وَرَزَقَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ کَمَا آبَائِہٖ وَ سَلَّمَہٗ بِالْعَافِیَتِ.

(یعنی: ان کی عمر لمبی ہو اور اللہ سبحانہٗ ان کو رزق دے، جیسا کہ ان کے آباؤ اجداد کو عطا فرمایا اور انہیں عافیت کے ساتھ سلامت رکھے)۔

دعا کے بعد معلوم فرمائیں کہ آپ کی کتاب ملی (اور) اس نے مسرور کیا۔ خطاب اور القاب میں تکلف نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیشہ وظائف اور اعمال حسنہ سے اوقات کو آباد رکھیں۔

نسبت باطن، تحصیل علم، اپنے بزرگوں کے مکتوبات شریف، پہلے صوفیہ کی کتب اور عوارف المعارف، آداب المریدین کے مطالعہ میں مصروف رہ کر رضائے الٰہی اور اشتیاق لقا کسب کریں۔ مجھے بھی دعائے خیر سے یاد رکھیں۔

۴۶
مکتوب چہل و ششم

جناب شاہ عبداللطیف (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اُس آستانہ عالیہ کے اس کمترین جھاڑو دینے والے (حضرت شاہ رؤف احمدؒ) کے بارے میں بشارت افزا کلمات کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

عالی مراتب (و) بلند مناقب شاہ صاحب حضرت عبداللطیف عرف میاں ننھے شاہ صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی ،فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے، سلام و نیاز کے بعد گزارش ہے کہ آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا اور اس کے مطالعہ سے خوشیاں حاصل ہوئیں۔ حق تعالیٰ ان بلند مناقب کو دونوں جہاں میں خوش وخرم رکھے۔ صاحبزادہ عالی مراتب شاہ رؤف احمد صاحب کا اس جگہ ورود مسعود غنیمتوں میں سے ہے، ان کے ذریعے سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) کی عجیب اشاعت شروع ہوگئی ہے اور زمین پر رہنے والے (لوگ) اس سلسلہ عالیہ کے انوار سے آسمان والوں پر فخر کرنے لگے ہیں۔ وَالسَّلَامُ.

۴۷
مکتوب چہل و ہفتم

میاں رؤف احمد رام پوری سلمہٗ کو تحریر فرمایا، اوقات کی آبادی کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص ضروری روزی پر قناعت نہیں کرتا، اپنے اوقات کو نیک اعمال کے وظائف سے پُر نہیں رکھتا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے طلب کرتا ہے، وہ

قبولیت نہیں پائے گا۔

رات کے آخری حصے سے لے کر اشراق تک ذکر و وظائف میں مشغول رہنے، اس کے بعد توجہ اور حضرات مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کا فاتحہ پڑھنے، پھر اشراق سے چاشت تک علم اور قرآن مجید، یا جو کچھ مفید ہو، اس کے کرنے، بعد ازاں کھانے اور اس کے بعد قیلولہ تک ذکر و اذکار میں مصروف رہنے سے آگاہ رہیں۔ پھر اول وقت میں (نماز) ظہر پڑھنے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے، پھر علم کے کام میں مصروف ہونے، عصر اور مغرب تک دل کو وسوسوں سے پاک کرنے، اس کے بعد چند مرتبہ کتاب کا مطالعہ کرنے، کھانے کے بعد نماز اور حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود پڑھنے، باطنی صفائی اور دل کی آگاہی کے لیے نیند، دوپہر سے کم سونے، ہر لحظہ دل اور حضرت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے، فیض کا منتظر رہنے، فاسقوں اور غافلوں کی صحبت سے پرہیز کرنے، بات چیت میں نرمی اختیار کرنے۔ جھگڑے اور مباحثے میں نہ پڑنے، سینے میں عداوت اور کینہ نہ رکھنے، واقعات کو تقدیر (الٰہی) جانتے ہوئے جھگڑا نہ کرنے اور عمدہ اخلاق کو اپنانے میں سے جو کچھ ہو سکے، اس پر عمل کریں۔

۴۸

مکتوب چہل و ہشتم

[مکتوب الیہ کا نام درج نہیں]۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت! سلام نیاز کے بعد التماس ہے کہ اَلْحَمْدُلِلّٰه بندہ خیریت سے ہے۔ آپ کی ذات مبارک کی صحت و سلامتی کے لیے مدت سے درخواست گزار ہوں، کیونکہ آپ کے حالات کی کوئی اطلاع نہیں۔ وہ لکھ کر انتظار کو دفع فرمائیں۔ حافظ ابو سعید صاحب کی صحبت، حضرت رؤف احمد صاحب اور دوسرے صاحبزادگان کے احوال (لکھ کر) ارسال فرمائیں۔ امیدوار ہوں کہ حسن خاتمہ اور عافیت کی دعا (کرکے) مدد فرمائیں گے۔ وَالسَّلَامُ۔

۴۹
مکتوب چہل ونہم

صاحبزادہ شاہ ابوسعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، یہ کہ مراقبات میں جلدی نہیں کرنی چاہیے اور جب تک ایک مراقبہ میں تحقیق و اصلیت پیدا نہ ہو جائے (اس وقت تک) دوسرے مراقبہ کا نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ (اس طرح) سلسلہ کی بدنامی (ہوتی) ہے۔ نیز جو چیز اس کے مناسب ہے، اس کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ!

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ دل بڑا خوش ہوا۔ آپ کے حق میں دعائیں کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اذکار اور مراقبات جس صورت میں آپ کو تلقین کیے گئے ہیں، ان میں جلدی نہ کریں، جب تک ایک مراقبہ میں تحقیق و اصلیت پیدا نہ ہو جائے (اس وقت تک) دوسرا مراقبہ نہیں کہنا چاہیے، تاکہ سلسلہ کی بدنامی نہ ہو۔ جو الہامات دل، روح اور نفس پر وارد ہوتے ہیں، ان کا منشاء بھی اس وقت معلوم ہو جاتا ہے۔ وَالسَّلَامُ۔

میاں احمد سعید صاحب سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی خدمت میں سلام کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا (اور) اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے (اپنے) احوال باطن نہیں لکھے۔ ضروری ہے کہ اپنے اوقات کو شغل باطن اور اس کام کی مشق میں مصروف رکھیں۔

دوستوں کو سلام پہنچائیں۔

مکتوب پنجاہم

صاحبزادہ شاہ ابوسعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)، احمد سعید (صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اور بندہ ناچیز رؤف احمد (صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کو ضروری نصیحتوں میں تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

صاحبزادہ عالی نسب حضرت ابو سعید صاحب، احمد سعید صاحب اور رؤف احمد صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں سلام نیاز کے بعد گزارش ہے کہ عنایت نامہ موصول ہوا، خیریت سے رام پور میں پہنچ ہوئی اور انتظار ختم ہوا۔

آبائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے سلسلہ پر استقامت رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہیں۔وَالسَّلَامُ.

ایک شخص نے کہا کہ حضرت رؤف احمد سلمہٗ دہلی کا ارادہ رکھتے ہیں۔اگر استخارہ سے معلوم ہو جائے تو آ جائیں، وگرنہ (وہیں) نسبت باطن میں مصروف رہیں اور لوگوں کو سلسلہ (نقشبندیہ مجددیہ) سکھائیں۔

مکتوب پنجاہ ویکم

اس بندہ ناچیز، جامع مکتوبات رؤف احمد عفی عنہ کو احوال باطن کے دریافت کرنے اور اس طریقہ کے اختیار کرنے کے بارے میں تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حضرت سلامت! فقیر عبداللہ معروف غلام علی عفی عنہ سلام نیاز کے بعد کہتا ہے کہ آپ کا خوبصورت عبارت اور دقیق اشارت (والا) عنایت نامہ موصول ہوا۔ اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ شاعری اور منشی گری کو چھوڑ دینا چاہیے اور صاف اور عام فہم لکھنا چاہیے۔

اپنے باطن کے احوال، نیز اگر کوئی شخص توجہ لینے آیا ہے تو اس نے کیا حال پایا ہے؟ لکھ کر بھیجیں۔ اوقات کو ذکر و فکر سے لبریز رکھیں۔ وَالسَّلَامُ.

۵۲

مکتوب پنجاہ و دوّم

صاحبزادہ میاں ابوسعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اپنی بیماری کے حالات کے بارے میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ!

ایک ماہ سے زکام اور کھانسی کی بیماری لاحق ہے، بہت زیادہ کمزوری ہے۔ دس بارہ روز سے بادی بواسیر کا عارضہ ہو گیا ہے اور جان کو ختم کر دینے والا درد گھڑی بھر ذبح کرتا رہتا ہے۔ بیٹھنا واُٹھنا، تمام حرکات، کھانا و پینا اور قرآن مجید کی تلاوت رک گئی ہے۔ گذشتہ پر افسوس و شرمندگی کرنے اور نامہ اعمال کے سلسلے میں آئندہ کا خوف کھانے کے علاوہ کوئی دکھ نہیں ہے۔ پیرانِ کبار (رحمہم اللہ)، جن کے دَر پر پچاس سال سے ایمان کی سلامتی اور دائمی عافیت و مغفرت کی خاطر آشیانہ بنائے بیٹھا ہوں، کے طفیل اللہ کریم (میرے) گناہوں کو بخشے اور ہر مشکل کو زیادہ آسان فرمائے۔

۵۳

مکتوب پنجاہ وسوم

اس ناچیز بندہ رؤف احمد عفی عنہ کو تحریر فرمایا، دید قصور کے کمال کے بارے میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حضرت سلامت! یہ ناچیز بندہ فقیر غلام علی عفی عنہ لیاقت نہیں رکھتا کہ کسی کے طریقہ شریفہ کی طلب کے لیے تشریف فرما ہو۔ حضرت ستار سبحانہٗ کی ستاری ہے اور عزیزوں کی عیب پوشی ہے کہ وہ اس نالائق پر توجہ فرماتے ہیں۔ جَزَاھُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَآء. یعنی: اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کوچہ مجددیہ کے کتوں کا یہ کمترین چاہتا ہے کہ صاحبزادگان اس بے رنگ اور بے کیف نسبت کی طلب کے لیے آئیں۔ ان حضرات کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھتا ہوں، لیکن کام آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ (مجھے) معذور سمجھیں اور کام میں مشغول رہیں اور طریقہ کی ساری نسبت عطیے بخشنے والی ذات حضرت سبحانہٗ وتعالیٰ سے طلب فرمائیں۔

۵۴

مکتوب پنجاہ وچہارم

یہ بھی خانقاہ معلیٰ کے جھاڑو دینے والوں کے ناچیز رؤف احمد (مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، باطن کے احوال اور طریقہ کے احباب کے حالات دریافت فرمانے کے بارے میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

بلند نسبت صاحبزادہ حضرت رؤف سَلَّمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی فقیر عبد اللہ معروف غلام علی عفی

عنہ کی طرف سے سلام کے بعد واضح ہو کہ اس سے پہلے آپ کے چند مکتوب موصول ہوئے اور انہوں نے خوش کیا تھا۔ اب مدت ہوئی ہے، کوئی گرامی نامہ نہیں ملا۔ ضروری ہے کہ اپنے حالات اور اپنے احباب کے حالات لکھ بھیجیں، تاکہ پریشانی دور ہو۔ بندہ کو دعا میں یاد رکھیں۔

احمد خان سلمہٗ اور غلام محمد خان کو سلام پہنچائیں۔

۵۵
مکتوب پنجاہ و پنجم

جناب خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، ان کے خط کے جواب میں اور اپنی دید قصور کے کمال کے بارے میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حضرت سلامت! فقیر غلام علی عفی عنہ سلام نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ، جو بے انتہا تفصیلات پر مشتمل تھا، موصول ہوا۔ اس کے مضامین، جو سب لطف و کرم تھے، سے آگاہی ہوئی۔ سخت خجالت و افسوس ہوا کہ حضرت کا عنایت نامہ اس ناچیز فقیر کے بارے میں اس مرتبہ کا تھا۔ خود کو ضمیر مبارک کی فریاد نہ بنائیں، انسانیت سے دور ہے کہ بزرگ عطا نہ فرمائیں۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ آئندہ چھوٹوں کے حصہ میں کمی نہیں ہوگی۔

۵۶
مکتوب پنجاہ و ششم

اس نالائق بندہ رؤف احمد (مجددی) عفی عنہ کو تحریر فرمایا، بعض عنایات آمیز (اور) شکایت انگیز کلمات پر مشتمل ہے، جو شفقت و مہربانی کی بنا پر لکھے گئے۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

عالی مراتب (اور) بلند مناقب صاحبزادہ حضرت عبدالرؤف احمد صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں، فقیر غلام علی عفی عنہ سلام نیاز کے بعد گزارش کرتا ہے کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ! انیس ربیع الاوّل تک خیریت ہے۔ (اللہ تعالیٰ) بڑھاپے اور پیری کے چمٹے ہوئے حد سے زیادہ اس ضعف کے لیے (یہ دعا) لازم بنائیں: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرْ.'' (معارف القرآن، ۵:۳۵۷)۔

یعنی: اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں نکمی عمر کو پہنچ جاؤں۔

(نیز) خاتمہ بالخیر، گذشتہ اور آئندہ کے گناہوں کی بخشش اور مغفرت ورحمت سابقہ کی فریاد مشائخ کے وسیلہ سے التجا کے ذریعے مشکل آسان کرنے والی ہمت کے رہنما بنائیں۔ تمام عزیزوں اور خصوصاً آپ کی صحت وسلامتی، عافیت واستقامت اور نیک توفیقات کے لیے دعا مانگی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

آپ نے رام پور سے جو مکتوب گرامی بھیجا ہے، اس کے ملنے پر خوشی ہوئی۔ اتنے دور راستے سے جو اس نالائق تک آتا ہے اور کئی ٹیڑھے پن رکھتا ہے، ان سے بچ کر سیدھے راستہ سے مقصد کو پہنچ گیا ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ! خلقت سے ناامید ہوکر اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھ کر حکم کردہ کام میں عمر بسر کریں۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. یعنی: ہمیں اور تمہیں اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ وَالسَّلَامْ.

دوستوں کو دعا وسلام کی التماس ہے۔

۵۷

مکتوب پنجاہ و ہفتم

صاحبزادہ شاہ ابوسعید (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، مولوی بشارت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے رخصت ہونے، اور یہ کہ تم دونوں میں سے ایک کا یہاں ہونا ضروری ہے، کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

اللہ تعالیٰ فیض مآب، بلند نسب جناب صاحبزادہ حضرت حافظ ابوسعید صاحب سَلَّمَہٗ رَبَّہٗ کے افاضات کاملہ سے طریقہ شریفہ احمدیہ مجددیہ کو رواج کرامت فرمائے اور دلوں کو منور کر کے (حبّ دنیا) سے منقطع و متبتل کرے۔ فقیر غلام علی عفی عنہ نیاز و شوق بھرے سلام کے بعد واضح کرتا ہے کہ آپ کے مکتوب گرامی کی مبارک وصولی نے بہت زیادہ خوشی پہنچائی۔ شوق بھرے الفاظ کا کثرت سے اظہار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ عبارت ہی کافی ہوتی ہے کہ یہاں خیریت ہے۔ اللہ تعالیٰ ملاقات میسر کرے۔

جب سے آپ اس طرف سفر کر گئے ہیں، یہی ایک خط ملا ہے۔ ضروری ہے کہ ہر مہینے (اپنی) خیریت کے بارے میں لکھا کریں۔ تین روز ہوئے ہیں کہ ایک خط برادرم میاں سیّد علی کے ہاتھ بھیجا ہے۔ خدا کرے کہ وہ پہنچ جائے۔ طریقہ شریفہ پر ظاہری اور باطنی طور پر جمے رہیں۔ ماہ ذی الحجہ سے مولوی بشارت اللہ سلمہٗ کے دو خط موصول ہوئے ہیں۔ اگر ملاقات ہو تو انہیں سلام پہنچائیں۔ مولوی نعیم اللہ کے اصحاب میں سے میاں نقش علی سلمہٗ سے معلوم ہوا ہوگا کہ کئی سال ہوئے ہیں، انہوں نے بھی کوئی خط نہیں بھیجا، نقش علی سلمہٗ کو اس کی وجہ معلوم ہوگی۔

مولوی مرزا حسن علی سلمہٗ نے مولوی بشارت اللہ صاحب کے جانے پر بہت ناراض ہو کر مجھے ملامت کی ہے کہ آپ نے ان کو یہاں سے کیوں جانے دیا ہے، انہیں جلدی بلانا چاہیے۔ حضرت رفیع الدین سلمہٗ نے فرمایا ہے کہ تم دونوں صاحبان میں سے ایک کا یہاں ہونا ضروری ہے۔ وَالسَّلَامْ۔

دوستوں کی طرف سے سلام موصول ہو اور وہاں کے دوستوں کو سلام پہنچائیں۔ اپنے برخوردار احمد سعید طَالَ عُمْرُہٗ کو طریقہ وعلم سکھائیں اور سلام پہنچائیں۔ شیخ فضل امام سلمہٗ کی خدمت میں سلام کے بعد کہیں کہ اپنی کتابیں طلب کر لیں۔

۵۸

مکتوب پنجاہ و ہشتم

شاہ پیر محمد (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، یہ کہ راہِ خدا میں جان و ہمت کی کمر باندھ کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع میں اپنے اوقات کو بسر کریں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

صاحب بلند مناقب اور مقبول بارگاہ سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَعَلَهٗ لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا.
(یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھیں اور ان کو پرہیزگاروں کا امام بنائیں) کی خدمت شریف میں فقیر عبداللہ معروف غلام علی عفی عنہ (کی طرف سے) سلام نیاز کے بعد واضح ہو کہ اَلْحَمْدُلِلّٰه یہاں خیریت ہے اور وہاں کی خیر مطلوب ہے۔ خداوند کریم نے محض اپنے فضل عمیم سے جس کام سے سرفراز فرمایا ہے، اس کا شکر و سپاس گزاری کرنا اس ناچیز خاکسار کے بس میں نہیں ہے، اس پر دوام اور استقامت نصیب رہے۔

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا، خوشیاں ملیں اور اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان و ہمت کی کمر مضبوط باندھ کر اللہ تعالیٰ کی یاد اور حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع میں لگے رہیں اور استفادہ کرنے والوں کے حال پر بلند توجہات ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پیرانِ کبار کے وسیلہ سے اس خاندان شریف کی نسبتوں کے افادہ کا ذریعہ بنائے۔ صبر، توکل و قناعت، رضا و تسلیم، جناب کبریا (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ) میں ہمیشہ التجا کرنا، خود اور ماسویٰ (اللہ) سے ناامید رہنا اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا طریقہ ہے۔

بندہ کو بھی دعا میں یاد رکھیں۔ وَالسَّلَامُ.

مکتوب پنجاہ ونہم

صاحبزادہ میاں ابوسعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، احادیث کی کتابوں کی خریداری اور بعض نصیحتوں کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ!

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔ اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ اگرچہ صحاح ستہ، مؤطا اور لغت کی کتاب درکار ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جب ان کی قیمت بھیجے گا تو خرید لی جائیں گی، تحصیل (علم) کی کتابیں بھی۔ وَالسَّلَامُ۔

احمد سعید سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اور دوسرے دوستوں کی خدمت میں سلام اور فکر آخرت، نسبت باطن کی مشغولی، دوام ذکر اور جس کی ضرورت نہیں ہے، اس کے چھوڑنے کی دعا۔ تمام لوگ (اس پر) ہمیشہ لگے رہیں، تاکہ کل حسرت نہ ہو۔

شیخ فضل احمد سلمہٗ کی خدمت میں سلام۔ ہمیشہ یادِ حق میں مصروف رہیں اور فضول و بیکار (کاموں) میں اپنی عمر ضائع نہ کریں۔ روزِ حساب سامنے (آنے والا) ہے۔ بغیر ضرورت کے دہلی میں حاضر ہونے کا ارادہ نہ کریں۔

مکتوب شصتم

ہندوستان کے بادشاہ محمد اکبر بادشاہ کو تحریر فرمایا۔ سیّد اسماعیل مدنی (رحمۃ اللہ علیہ)، جو حضرت کے خلفاء میں سے ہیں کے دریافت کرنے (اور) کشف کے ذریعے (سے کہ) جامع

مسجد میں ظلمت ان تصاویر کی وجہ سے تھی جو بادشاہ نے رکھی تھیں۔ (حضرت کا) اس کام سے منع فرمانا کہ (یہ) بت پرستی ہے اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ!

سُبْحَانَ اللّٰہ! حضرت (اللہ) سبحانہٗ (وتعالیٰ) کے عجائبات سے کیا لکھا جائے کہ سیّد (صاحب) جو کہ مدینہ (منورہ) سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کسب کرنے کے لیے اس خاکسار کے پاس تشریف لائے ہیں، آج شبِ جمعہ کو جامع مسجد (دہلی) میں آثار شریف (تبرکات) دیکھنے گئے۔ انہوں نے (واپس آکر) بتایا کہ وہاں بتوں کی ظلمت دکھائی دیتی ہے۔ ان کا یہ دیکھنا محض نورِ ایمان (کی بدولت) ہے۔ وہ کیا سمجھیں کہ ان آثار (تبرکات) میں کیا ہے؟ تحقیق سے ثابت ہوا کہ وہاں بزرگوں، پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم، ائمہ اہلِ بیتؓ اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی تصویریں رکھی گئی ہیں، جن کا بنانا اور اپنے پاس رکھنا شرع محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں جائز نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (اپنے) دست مبارک سے توڑی ہے۔ اپنے پیر کی تصویر، پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تصویر اور حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی تصویر بت ہیں، ان (تصاویر) کی تعظیم کو ترک کر دیں کہ (یہ) بت پرستی (کے مشابہ) ہے۔ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔

نیز ایک پتھر پر پاؤں کا نقش بنا کر کہتے ہیں کہ (یہ) پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدم (مبارک) کا نقش ہے، (یہ) بھی بت (کے مشابہ) ہے۔ ہائے مسلمانی و توحید! وائے بادشاہی! اسلام کی متابعت کہاں گئی؟ کوئی تدبیر کریں اور اس بت پرستی کو روکیں۔ (اس) خرابی و مسلمانی اور مسلمانوں کی غفلت و سستی پر کتنا روؤں اور کیسی گریہ زاری کروں؟ کفر کا غلبہ اسی وجہ سے ہے کہ (لوگ) کافروں کے بتوں کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ جامع مسجد (دہلی) اور بادشاہی قلعہ، جو دونوں مسلمانوں کی جگہیں ہیں، (یہاں) بت رکھنے کا کیا مقصد ہے؟ اللہ کی قسم! اگر مجھ میں طاقت لوٹ آئے تو میں بت پرستوں کے شہر سے ہجرت کر جاؤں۔ آمین۔

۶۱
مکتوب شصت ویکم

خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، علم یقین، عین الیقین، انا الحق کہنے کی وجہ جو کہ بعض صوفیہ سے صادر ہوئی اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

جناب مستطاب، القاب سے بے پرواحضرت خواجہ حسن صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، جو کچھ (آپ نے) ارشاد فرمایا ہے، (وہ) سب بجا، معقول، ضروری اور تسلیم ہے، کیونکہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مشرب کو بیان کیا ہے۔ ان اکابر نے سخت ریاضتیں کر کے اور جان کی بازی لگا کر (وہ مقام) پایا ہے، (جو) اذکار و مراقبات کی کثرت اور اسرار توحید کی محبت کے غلبہ سے واضح ہوتا ہے۔ بَارَكَ اللّٰه ! اس تشریح سے (آپ نے) مسئلہ توحید سے احسان مند کیا ہے۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ. (یعنی: اللہ آپ کو بھلی جزا عطا فرمائے)۔

اگر بات نہ کروں تو میں حقوق کو ترک کر بیٹھوں اور اگر کہوں تو بزرگوں کے حضور بے ادبی ہوتی ہے، لیکن (آپ نے) جواب کا حکم فرمایا ہے۔ وَالْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبْ. یعنی: اور حکم (کا درجہ) ادب سے اوپر ہے۔

وہ بات یوں ہے: ''(حضرت) مجددیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین''۔

اگر کہا جائے تو ان معنی پر معقول آتا ہے: ''کیفیت کا ظاہر ہونا اور مراقبات و اذکار میں انوار (نصیب ہونا) علم الیقین ہے۔ حضور و توجہ جو مرتبہ واحسان کا عکس ہے (اور) دل کو ایک روشنی عطا کرتا ہے، (یہ) عین الیقین ہے۔ (صوفیہ) کہتے ہیں کہ خود کو اللہ تعالٰی کے اخلاق سے آراستہ کرو۔ میں کہتا ہوں کہ ذکر کے مفہوم کے استغراق سے، جس کا لحاظ ذکر میں ضروری ہے، ایک نور پیدا ہوتا اور خیال آتا ہے کہ (یہ) اس مفہوم سے حاصل ہوا ہے، (بس یہی) اتحاد و یگانگی حق الیقین

(کہلاتی) ہے۔

حضرت سلامت! کون ہے جو معرفت کا انکار کرتا ہے؟ روز بہان بقلی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ نے اس معرفت کے ردّ میں اصرار کیا ہے اور بندہ نے جواب میں کہا ہے اور لکھا ہے: مجنون عامری نے غلبہ محبت سے (اپنی) مالوفات (من پسند چیزوں) کے ترک کرنے اور لیلیٰ کو کثرت سے یاد کرنے پر ''اَنَا لَیْلٰی'' کہہ ڈالا اور کثیف آنکھ نے اتحاد پیدا کرلیا۔ ریاضتوں سے (ملنے والا) تصفیہ جو جسم کے آثار سے الگ اثر کرتا ہے اور (جس سے) روح پاکیزہ بن جاتی ہے، اگر (وہ) ذکر کے غلبہ سے مرتبہ تنزیہ سے ایک اتحاد پیدا کر لے اور حسین بن منصور رحمہ اللہ ''انا الحق'' کہنے لگے تو (یہ) میسر (ہے)۔ پس ہم اور پیچھے رہ جانے والے اس معرفت سے مشغول نہیں ہو سکتے۔ ''انا'' ''احمد بغیر ''میم'' کے اور ''عرب'' بغیر ''عین'' کے حدیث میں نہیں ہے۔ اہل توحید کے پیروکاروں نے اپنے مقصود کے مطابق بنالیا ہے۔ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ. (یعنی: اللہ انہیں معاف فرمائے)... ارباب ریاضت کے دلوں پر اسرار توحید (ظاہر ہوئے ہیں) اور وہ غلبہ محبت سے اس مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں، جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ پس اس مشرب کے پیروکار قرآن مجید اور حدیث شریف کی نصوص کو اپنے متبعین کی تائید میں کیوں تاویل فرماتے ہیں؟ اس معرفت میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس گمان پر کہ اسی دید کو مقصود بنایا جائے (یہ) آیت منع فرماتی ہے:

لَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا. (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۰)۔

یعنی: وہ (اپنے) علم سے خدا (کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے۔

علماء اس سے انکار کرتے ہیں۔ بلند شان صوفیہ کے حق میں بھی آنجناب نے ارشاد نہیں کیا کہ اس اعتقاد کے بغیر انہیں معرفت وصول کیوں نہیں ہے؟ موقوف علیہ کا ارشاد ہونا، البتہ ہر دو کے قلم پر فرمانا چاہیے کہ وصول کیا ہے؟

۶۲

مکتوب شصت ودوّم

خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اس طریقہ شریفہ کی نسبت (کا بیان) اور یہ

کہ ہر آدمی چاہتا ہے کہ اپنے طریقہ سے فائدہ حاصل کرے، ورنہ محض انتساب سے کیا نفع؟

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

مسند ہدایت اور ولایت کو زینت بخشنے والے خواجہ حسن صاحب سلامت! فقیر غلام علی عفی عنہ سلام نیاز کے بعد گزارش کرتا ہے کہ عنایت نامہ کے ورود مسعود نے خوشیاں بخشیں۔اس بے انتہا مہربانی کا شکریہ کہ اہلِ تقصیر کے قصور کو چشمِ عفو سے دیکھتے ہوئے اپنی بزرگی کے شایان شان سلوک فرما رہے ہیں۔ان مہربانیوں کے بیان کی قدرت نہیں ہے۔

آپ سلامت رہیں۔ خاتمہ بالخیر، مشکل کشا ہمت اور اس مقصد کے حصول کے لیے عزیزوں کی نسبت اور اس دوام توجہ کے لیے جناب کبریا کی (درگاہ) میں دعا کرنے کی التجا ہے۔ احمدیہ مجددیہ نسبتیں جن میں تمام لطائف کے نور کا حضور شامل ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ، اس خاک پائے درویشاں کو (اللہ کریم) عنایت فرمائیں۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ اپنے طریقہ سے نفع اٹھائے، ورنہ صرف انتساب سے کیا فائدہ؟ توحید کا اقرار اور پیغمبر (اکرم) صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کافی ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر فرمائے۔رباعی:

منگر کہ دلِ ابن یمین پر خون شد
بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست
با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد

یعنی: تو مت دیکھ کہ ابن یمین کا دل پُر خون ہوا، تو (یہ) دیکھ کہ وہ اس فانی دنیا سے کیسے گیا؟
ہتھیلی پر مصحف (قرآن مجید)، راستہ چلتے ہوئے اور آنکھ دوست (ربّ قدوس) کی طرف کیے ہوئے موت کے قاصد کے ہمراہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔
(اللہ تعالیٰ) یہ حالت بلند دعا (کے صدقے) نصیب فرمائے۔وَالسَّلَامُ.

۶۳

مکتوب شصت سوم

صاحبزادہ شاہ ابو سعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، صاحبزادہ مذکور کے مکتوب کے بیان میں، سفر حج سے منع کرنے، اور استخارے پر عمل فرمانے کے کہ حج نفل میں حضرت امام ربانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی مرضی نہیں، اپنے حالات اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

جناب فیض مآب صاحبزادہ، ولایت نسب، عالی حسب حضرت شاہ ابو سعید صاحب سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مَفَارِقِ الطَّالِبِيْنَ (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں طالبین کی جدائی سے محفوظ رکھے) سلام مسنون اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اور عافیت، سلامتی اور استقامت کی دعا جَعَلَكُمْ لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا (یعنی: اللہ انہیں پرہیز گاروں کا امام بنائے) کے بعد گزارش کی جاتی ہے کہ کل رجب کی دوسری تاریخ کو (آپ کا) عنایت نامہ موصول ہوا۔ اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے حج کے ارادہ کا لکھا ہے۔ استخارے کریں۔ اعمال میں اکثر ایک ضرر ہوتا ہے، نفلی حج حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی مرضی نہیں ہے۔ ان سے اجازت لیں۔ سات استخارے (کریں)، بلکہ اس سے بھی زیادہ، تاکہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی رضا معلوم ہو جائے۔ مبارک ہوگا۔

ضعف قلب اور بڑھاپے کی نقاہت اس فقیر پر غالب ہے۔ خارش کی شدت اتنی زیادہ ہے کہ ہو سکتا ہے (یہ) مرض موت ہو۔ دعا، ہمت اور ختموں کے ثواب سے مدد فرمائیں۔ ایمان کی سلامتی، خاتمہ بالخیر، ہمیشہ کی بخشش، عافیت اور جان فزا (ہستی) کے لقا کا شوق اس فقیر اور سب کو نصیب ہو۔ آمین، آمین۔

اور یہ کہ اپنے اور استفادہ کرنے والوں کے احوال باطن آپ نے لکھے ہیں، جنہوں نے

بہت زیادہ مسرور اور شاد کام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ طریقہ کو رواج کرامت فرمائے۔ آپ کی طرف سے طریقہ قیامت تک باقی اور ہمیشہ قائم رہے۔ آمین۔

احمد سعید کو دعا اور سلام پہنچائیں۔

۶۴

مکتوب شصت و چہارم

خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، توحید وجودی کے ارباب کے مذہب کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت! ''ہمہ اوست'' کہنے والے کیا کہتے ہیں؟ جب وہ ممکن کو عین ''حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ سُبْحَانَهٗ'' یقین کرتے ہیں تو پھر ممکن پر موت کیوں طاری ہوتی ہے؟ اور عبادت و جہاد کے لیے حکم کیوں صادر ہوا؟ مراتب وجود ثابت کر کے اس اعتراض سے نکلنا معقول نہیں ہے۔ عقل کب تجویز کرتی ہے کہ آدمی خود قاتل اور خود ہی مقتول بنے اور خود کو سجدہ کرے۔ ذبح کرنے والا اور ذبح ہونے والا ایک ہی ہو، (ایسا) ممکن نہیں۔

حضرت سلامت! وہ مسئلہ تفصیل سے لکھتا ہوں، تاکہ یہ شبہات دور ہو جائیں۔ ذکر اور دعا میں جو انوار موجزن ہوتے ہیں یہی نور بسط ہے جو چیزوں کا احاطہ کرنے والا ہے اور یہ حضرت وجود کا انبساط (کشادگی) ہے، جس میں سبھی ممکنات ہیں۔ اسی نور سے زمین و آسمان کا وجود ہے اور کوئی چیز (اس سے) باہر نہیں ہے۔ اس نور کے پیچھے وجود کا لحاظ رکھ کر اس کا ادراک کرتے ہیں اور خود کو واصل اور واحد سمجھنے والے خیال کرتے ہیں کہ حضرت حق سبحانہٗ ان میں محیط و ساری ہے۔ مَعَاذَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ. (یعنی: اللہ سبحانہٗ کی پناہ)۔ (ارشاد الٰہی ہے): لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. (سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۱) یعنی: اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے، اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

حضرت سلامت! خلفاء وصحابہ (کرامؓ) کا ایک دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا اسلام کی ترویج میں محض پیروی کرنے کے لیے ہے، یا اس بیعت سے فیوضات بھی کسب کرتے تھے، اور اگر نہیں کرتے تھے تو پھر ''سابق'' (پہلے) کی فضیلت ''لاحق'' (پیچھے آکر ملنے والے) پر کس طرح ثابت ہوتی ہے؟

مکتوب شصت و پنجم

شاہ پیر محمد کشمیری صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اس بیان میں کہ جو تاثیر آپ کے مریدوں میں ظاہر ہوتی ہے، اسے خود سے نہ سمجھیں، یہ سب پیرانِ کبار (رحمۃ اللہ علیہم) سے ہے، نیز بعض دوسری نصیحتیں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

صاحب حقائق اور دستگاہ معارف، شاہ صاحب حضرت پیر محمد شاہ صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی جَعَلَهُمْ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا. (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور ان کو پرہیزگاروں کا امام بنائے)، فقیر غلام علی عفی عنہ کی جانب سے اسلام کی سنت سلام اور استقامت کے کمال، عافیت اور سلامتی کی دعا کے بعد معلوم کریں۔ آپ کے ایک (ہی) مضمون کے دو تین مکتوبات گرامی دو تین بار موصول ہوئے (کہ) اللہ سبحانہٗ کی عنایت سے توجہ میں قوی تاثیر پیدا ہوگئی ہے، اور طالبین جمع ہوگئے ہیں، اجازت وخلافت بھی دی گئی ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ! اللہ تعالیٰ اور زیادہ ترقیات کرامت فرمائے۔ یہ تاثیر کسی دوسری جگہ سے ہے۔ پیرانِ کبار رحمۃ اللہ علیہم کا شکر کرنا لازم سمجھیں۔ اس اجتماع پر مغرور نہ ہوں، ہوسکتا ہے کہ ایک استدراج ہو۔ مَعَاذَ اللّٰہ! (اللہ کی پناہ)، ہمیشہ خائف اور ڈرتے رہیں۔ ذکر ومراقبہ، نسبت باطن کی مشغولیت اور اعمال کے وظائف سے اپنے اوقات کو بھرپور رکھیں۔ ماسویٰ (اللہ) سے محرومی و ناامیدی اور اللہ سبحانہٗ کے فضل سے توقع رکھیں۔ تنہائی کو شعار اور اپنی عزت وآبرو کا سرمایہ بنائیں۔ انکار واقرار سے پروا نہ کریں۔ اقرار

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اور انکار ہمارے اعمال کی سزا میں سے ہے۔ گناہوں سے توبہ کرنے والا، نادم اور شکستہ دل رہنا اس کام کی کامیابی ہے:

ع این فتح جز شکست میسر نمی شود

یعنی: یہ فتح شکست کے علاوہ میسر نہیں ہوتی۔

اجازت (دینے) میں بہت زیادہ تامل کرنا چاہیے۔ دوام حضور، جمعیت و ترک، احوال، کثرت اعمال اور تاثیر ضروری ہے، جو کہ غیب سے پہنچتی ہے۔ فقراء کا حصہ مقرر رکھیں، مساکین تمہاری صحبت میں جمع رہیں گے۔ اچھا کھانے کی عادت نہ بنائیں اور آسان زندگی بسر کریں۔

تفسیر و حدیث و علوم صوفیہ کی کتابیں اور مکتوبات شریف حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ آپ کی مجالس میں رہیں، اسے واجب سمجھیں۔ خاتمہ (آخری وقت) سے خوفزدہ رہیں (اور) متواضع، خوار، مسکین، بیچارہ، مفلس اور بے سروسامان رہیں۔ وسوسوں سے خود کو دور رکھیں۔ مجھے بھی دعا میں یاد رکھیں۔ وَالسَّلَامُ.

کمالات کو حق سبحانہ کی طرف منسوب کرنا، خود کو محض عدم (نابود) دیکھنا، ہر روز کے واقعات کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر: ''اَلنَّافِعُ هُوَاللّٰهُ وَالضَّارُ هُوَاللّٰهُ '' (یعنی: ہر نفع دینے والا اللہ ہے اور ہر نقصان دینے والا اللہ ہے) سے پیدا ہونے والا سمجھنا، بلکہ دیکھنا اور رنجشوں کو ترک کرنا، اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا شیوہ ہے:

ع تو مباش اصلاً انیست و بس

یعنی: تو نہ رہے، اصل (کام) یہ ہے اور بس۔

فعل کی نسبت اور اپنی تعریف نابود ہو جائے:

ع رو درو گم شو وصال انیست و بس

یعنی: جا اُس میں گم ہو جا، وصال یہ ہے اور بس۔

شروع میں نسبت کے انوار میں سکر کے ساتھ استغراق ہوتا ہے اور آخر میں سکر نہیں رہتا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت حق سبحانہ کی طرف بسیط توجہ کرنا زندگی کا حاصل ہے۔

۶۰

مکتوب شصت و ششم

اوّل وقت میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی شرط، اس کے بعض مسائل، نوافل، تلاوت، درود اور استغفار جو باطن کی ترقیات کا ذریعہ ہیں، ذکر اسم ذات، نفی و اثبات اور لطائف کی جگہ کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

(اللہ تعالیٰ کی) حمد اور (نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر) درود کے بعد واضح ہو کہ نماز جماعت کے ساتھ اوّل وقت میں ادا کریں۔ قرأت میں ترتیل حروف (مخارج کی خوب ادائیگی) کا لحاظ رکھیں۔ فرض نماز میں قومہ اور جلسہ علمائے حنفیہ کے ہاں واجب ہے اور جو آدمی قومہ اور جلسہ کی نیت کی طرف گیا ہے، وہ اسے واجب ہی سمجھتا ہے، عمداً اس کے ترک کرنے پر اعادہ کرے اور بھول کر اسے چھوڑنے پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ قاضی خانؒ مفتی حنفیہ نے اپنے فتاویٰ میں یونہی لکھا ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی نماز میں قومہ و جلسہ اور اطمینان کو ترک نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا ہے: ''صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّی.'' (صحیح البخاری، ۱:۱۶۲، مشکوٰۃ، ۶۸۳)۔

یعنی: تم اس طرح نماز پڑھو، جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

ہر نماز کے بعد تسبیح، تحمید اور تکبیر، جیسا کہ معمول ہے اور درود (شریف) پڑھ کر دل کی طرف متوجہ رہ کر مبدء فیاض (ذات باری تعالیٰ) سے فیض کا منتظر ہو کر بیٹھنا چاہیے، تا کہ (معلوم ہو کہ) نماز میں کیسی کیفیت اور کیسا فیض عنایت ہوا ہے؟ (اسی طرح) تہجد، اشراق، چاشت اور اوّابین (کے نوافل) اور سوتے وقت درود، استغفار، سورۃ تبارک الذی اور تینوں قُل (شریف) پڑھنا بزرگوں کا معمول ہے۔

روزمرہ کے واقعات کو تقدیر سے سمجھ کر چوں و چرا نہ کرنا، اپنے کاموں کو کارسازِ (حقیقی) سبحانہٗ (وتعالیٰ) کے سپرد کر کے وظائف و اعمال (میں مصروف رہنا) اور دل و زبان سے ہمیشہ ذکر

کرنا، ہر سانس میں دل کی طرف توجہ رکھنا اور جناب حضرت حق (سبحانہٗ وتعالیٰ) کی جانب متوجہ رہنا، دل کو گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے محفوظ رکھنا، ذکر اسم ذات ہو یا (ذکر) نفی واثبات کامل عاجزی کے ساتھ اس میں مشغول رہنا، کسی مقصود کو خیال میں نہ رکھنا، خود کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ذکر کے ناقابل و نالائق سمجھنا، یقین کے ساتھ حضرت کریم مطلق سبحانہٗ وتعالیٰ کا خود پر احسان جانتے ہوئے ان اعمال واذکار کا بدلہ نہ مانگنا (اور سمجھنا کہ) ذکر واعمال کی توفیق ایک نعمت ہے، جس کا شکر (ادا کرنا) محال ہے اور لڑائی جھگڑے کی باتوں میں بحث ومباحثہ نہ کرنا، یہ ہے اہلِ معرفت کا طریقہ۔

اللہ تعالیٰ تمام مخلصین کو اور اس عمر ضائع کرنے والے ناچیز فقیر کو بھی اس سعادت سے مشرف فرمائے۔ آمین۔

کلمہ تمجید، سبحان اللہ، کلمہ توحید (لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ) اور تلاوت (قرآن مجید) کو وظیفہ بنانا چاہیے۔ جتنا ہو سکے ہر عمل میں دل کی طرف توجہ اور حضرت حق سبحانہٗ کی آگاہی ضروری ہے، تاکہ عمل قابلِ قبول بن جائے۔ روزہ میں غیبت، جھوٹ اور لغو سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ مراقبہ احدیت صرفہ اور مراقبہ معیت لازمی ہے، تاکہ ایک وصل پیدا ہو جائے۔ وظائف سے فراغت کے بعد حدیث وعلوم صوفیہ کی کتابوں کے پڑھنے کا نیک کام ضروری ہے۔ عادات اور حرکات وسکنات کا ترک کرنا اور لوگوں کے ساتھ ملنا جلنا، کھانا پینا اور نیند کرنا اوسط درجے اور میانہ روی کے ساتھ لازم ہے۔

جس شخص کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں لطائف فوقانی (اوپر کے لطائف) کے ساتھ مناسبت ہاتھ لگی ہو اور اس نے ان مراقبات کے درجات سے ایک حصہ پایا ہو، اس کے لیے ان مراقبات، نفلی نمازوں اور لمبی (دعائے) قنوت (والی) نماز کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ اسے نماز اور تلاوت و درود (شریف) کی کثرت کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ بہت زیادہ ترقیات تک پہنچ جائے۔

طریقہ اوّل کا بیان

لطیفہ قلب جس کی جگہ بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف ہے (اس سے) ذکر اسم ذات:

اللہ، اللہ کرے، یہاں تک کہ حلاوت بھری حرکت پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد لطیفہ روح جس کی جگہ دائیں پستان کے نیچے، اس کے برابر ہے (سے) ذکر کرتے ہیں۔ پھر لطیفہ سر، جس کی جگہ بائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلے پر سینے کے وسط میں ہے، پھر لطیفہ خفی، جس کی جگہ دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلے پر سینے کے وسط میں ہے۔ پھر لطیفہ اخفی، جس کی جگہ سینے کے بالکل درمیان میں ہے۔ پھر لطیفہ نفس، جس کی جگہ پیشانی ہے۔ پھر تمام بدن سے، جسے سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ دل کو گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے محفوظ رکھ کر، اور دل کی طرف توجہ کر کے ذکر کرتے ہیں۔ پھر نفی و اثبات کا معمول ہے۔ زبان کو تالو سے چپکا کر اور سانس کو ناف کے نیچے روک کر زبانِ خیال سے کلمہ ''لَا'' کو دماغ تک پہنچا کر کلمہ ''اِلٰہ'' کو کندھے پر پہنچا کر ''اِلَّا اللّٰہ'' کی ضرب دل پر لگاتے ہیں۔ اس طرح کہ اس کا گزر لطائف خمسہ پر ہوتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کوئی مقصود نہیں، سوائے ذات پاک (اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ) کے۔ اس (عمل میں) مشغولی کے وقت اوّل پچیس بار استغفار کر کے اور (سلسلہ کے) بزرگوں کا فاتحہ پڑھنے کے بعد ذکر (لطائف) کرتے ہیں۔ جب کیفیت اور جمعیت پیدا ہو جائے تو اس کو نگاہ (میں) رکھتے ہیں اور اگر (وہ) مستور ہو جائے تو پھر (سے) ذکر کرتے ہیں۔

۶۷

مکتوب شصت وہفتم

بعض منکرین کے شبہات کو دور کرنا، جو انہوں نے بغیر تحقیق کے حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے موتی پرونے والے کلام پر کیے ہیں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

(اللہ تعالیٰ کی) حمد اور (نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر) درود کے بعد معلوم ہو کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہم کے کلام پر بغیر تحقیق کے اعتراض کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپؒ نے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسے لکھا ہے، جو آدمی کی شان کے لائق نہیں ہے۔

مَعَاذَ اللّٰه (اللہ کی پناہ!) یہ کیسا واضح جھوٹ ہے، جو بیہودہ گو کہتے ہیں۔ غَفَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ. (یعنی: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے)۔

آپؒ نے رسالہ ''مبدء و معاد'' جو آپ کی طرف منسوب ہے، میں لکھا ہے: ''اس آخری عروج میں جو مقامات اصل کا عروج ہے، اس فقیر کی مدد حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰى سِرَّهُ الْاَقْدَسْ کی روحانیت سے ہوئی ہے اور انہوں نے قوت تصرف سے اس مقام سے گزارا ہے اور اصل الاصول سے واصل کیا ہے۔'' نیز آپؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ مشائخ چشتیہ میں سے حضرت خواجہ قطب الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کی روحانیت نے دوسروں سے پہلے اس درویش کی مدد فرمائی ہے۔ رسالہ ''مکاشفات عینیہ'' جو آپؒ کے مکاشفات میں ہے، میں آپؒ فرماتے ہیں: ''جاننا چاہیے کہ ان بزرگوں میں سے جو افراد واصلان ذات سے ملقب ہیں، نیز نہایت کم ہیں۔ اکابر اصحابؓ اور اہلِ بیتؓ سے ائمہ اثناء عشر رضوان اللہ علیہم اجمعین اس دولت سے فائز ہیں۔ اکابر اولیاء اللہ سے غوث الثقلین قطب ربّانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰى سِرَّهُ الْاَقْدَسْ اس دولت سے ممتاز ہیں۔ اس مقام میں خاص شان رکھتے ہیں، دوسرے اولیاء اس خصوصیت میں کم حصے کے حامل ہیں اور یہی امتیاز فضلی ان کے شان کی بلندی (کا سبب) بنا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے: ''قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ.'' یعنی: میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

اگر چہ دوسروں کو بھی بہت فضائل و کرامات حاصل ہیں، لیکن حضرت (شیخ عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ کا اس خصوصیت سے قرب سب سے زیادہ تر ہے۔ عروج میں کسی کی کیفیت ان تک نہیں پہنچتی اور اصحابؓ اور ائمہ اثناء عشر (رضی اللہ عنہم) اس باب میں ان کے شریک ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ. (سورۃ الحدید، آیت ۲۱) یعنی: یہ اللہ کا فضل ہے، وہ عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات جلد سوم کے آخری مکتوب (۱۲۳) کے آخر میں تحریر فرمایا ہے:

''جس کسی کو فیض و ہدایت پہنچتا ہے، وہ ائمہ اثناء عشر رضی اللہ عنہم کے توسط سے ترتیب وار ہوتا ہے، یہاں تک شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ تک نوبت پہنچی ہے۔ منصب مذکور ان کے سپرد ہوا، اس

راستے میں فیوض و برکات کا وصول جسے بھی ہو، وہ اقطاب اور نجباء سے ان کے توسط سے سمجھا جاتا ہے، کیونکہ یہ منصب ان کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوا، جب تک معاملہ فیضان کے توسط کا جاری ہے، وہ ان (حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے ہے۔'' اسی مکتوب میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے خود کو نائب اور حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کو منیب لکھا ہے اور خلیفہ اپنے پیر کا جانشین ہوتا ہے، جیسے کہ چاند سورج کا۔

لیکن بے فائدہ باتیں کرنے والے کا (یہ) کہنا کہ حضرت (مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کا نزول ناقص لکھا ہے، مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ)! یہ جھوٹ ہے کہ کسی جگہ بھی آپ (حضرت مجددؒ) نے یہ لفظ اور نسبت آنجناب مستطاب (حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں نہیں لکھی۔ مگر یہ عبارت کہ ان کا عروج اکثر اولیاء سے برتر واقع ہوا ہے، اور آنجنابؒ کی کرامات کے کثرت سے ظہور کا یہی سبب ہے۔ متبرک مکتوبات میں یہ (لکھا) ہے اور نیز آپ (حضرت مجددؒ) کے کلام میں یہ بھی ہے کہ جس کا عروج زیادہ بلند ہے، اس کا نزول بھی کامل تر ہوگا۔ آپ (حضرت مجددؒ) نے لکھا ہے: جتنا نزول کامل تر ہے، اتنا ہی فیوض کا افادہ ان سے زیادہ تر ہوگا اور طریقہ عالیہ و شریفہ کے انوار کے افاضات و انوار جو حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ سے ظاہر ہوئے ہیں، ان کو بیان کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

جاننا چاہیے کہ حضرات اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی جناب میں بے ادبی کرنا فسق ہے اور کوئی فاسق و بدعتی ولی نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔'' یعنی: (یہ) کہ اللہ تعالیٰ کے دوست متقی ہی ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ سنت کی پیروی اولیاء اور طریقہ کی بزرگی کا سبب بنتی ہے۔ اس کا نفع اہلِ سنت و جماعت کا صحیح عقیدہ، اخلاق، اعمال اور باطنی احوال ہیں۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا طریقہ، جو کہ حضرت بہاء الدین (نقشبند) رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ ہے، بدعت کی ملاوٹ کے بغیر رائج ہے۔ اس طریقہ کے متوسلین اکابر رحمۃ اللہ علیہم کے حالات میں تعصب کے بغیر نگاہ کرنی چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰى طَرِيْقِهِمُ الْمُسْتَقِيْمِ. یعنی: اے اللہ! ہمیں ان کے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھ (اور) قبول فرما۔

جو شخص مکتوبات (امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ) کو ملاحظہ کرے گا، اسے کوئی اعتراض نہیں ملے

گا۔ وَالسَّلَامُ.

حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر درود پڑھنے کا حکم تمام امت کو صادر ہوا ہے۔ پس درود ابراہیمی جس معنی میں بھی ہو، امت کو اس کی تحقیق میں ایک دخل حاصل ہے، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو امت کے ذریعے ثوابات پہنچتے ہیں۔ (جیسے مذکور ہے): ''اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ.'' یعنی: نیکی کا راستہ بتانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ نیکی کرنے والا۔

مشائخ کے توسط کو موقوف کرنے کے قائل بھی ہوئے ہیں۔ (ام المومنین) حضرت (سیّدہ) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی برأت میں آیت کے نازل ہونے کے وقت فرمایا ہے: ''میں خدا کی تعریف کرتی ہوں اور بس۔'' پس حالات کے غلبہ میں ظاہری صورت پر بہت سے کلمات صادر ہوئے ہیں، جن کی تاویلات کی گئی ہیں۔ پس تاویل کو کلام میں دخل ہونے کا ثبوت (موجود) ہے۔ وَالسَّلَامُ.

۶۸
مکتوب شصت و ہشتم

مسئلہ ''وحدت وجود'' کی تحقیق اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

معلوم کریں کہ مولوی نور محمد صاحب نے فقیر سے پوچھا ہے کہ تمہارے نزدیک مسئلہ ''وحدت وجود'' کی تحقیق کیا ہے؟

میں نے کہا کہ باطن کی اصلاح ضروری ہے اور اس گفتگو سے کیا فائدہ؟ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ایسی توحیدیں (وحدت الوجود) ہرگز نہ تھیں۔ آخرت کی تیاری، دنیا سے کنارہ کشی اور ظاہری اور باطنی طور پر رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی ان کی ہمت کا قبلہ تھا۔ دوسری صدی (ہجری) کے آخر میں صوفیہ پیدا ہوئے، جنہوں

نے قوی مجاہدوں، جسے ''جہادِ اکبر'' فرمایا گیا ہے، اس آیت شریفہ:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (سورۃ العنکبوت، آیت ۶۹)۔

یعنی: اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی، ہم ان کو ضرور اپنے راستے دکھائیں گے۔

کے مطابق اور ترک و تجرید، خلوت و گوشہ نشینی اور کثرت اذکار کو (ایک) نئے طریقہ سے کیا۔ بعدازاں اذکار اور طاعات کی کثرت، تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کی بدولت محبت نے غلبہ پایا اور محبت کے غلبہ اور ذوق و حال میں یہ اسرار ظاہر ہوئے۔ جس شخص پر ریاضات و مجاہدات اور غلبہ محبت کی وجہ سے یہ معرفت ظاہر ہو، اس پر حجت (قائم) ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ جو شخص تقلید، خیال کرنے، وہم کے غلبہ اور توحید کی کتابوں کے مطالعہ سے اس طرح کی باتیں زبان پر لائے تو مسلمانوں کا قاضی اسے روکے (اور) علماء اس معرفت سے انکار کریں۔ صوفیہ میں سے (حضرت) علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اور (حضرت) روزبہان بقلی رحمۃ اللہ علیہ اس معرفت کے منکر ہیں، جس میں اختلاف (کیا گیا) ہو۔ اس کا اعتقاد جائز نہیں۔ جاہلوں اور غافلوں کو اس گفتگو سے منع کرنا چاہیے، تاکہ وہ ذاتِ کبریا سبحانہٗ (وتعالیٰ) کی جناب میں گستاخی اور بے ادبی نہ کریں۔

حضرت شیخ علاء الدولہ (سمنانی رحمۃ اللہ علیہ) نے ''حاشیہ فتوحات'' میں شیخ ابن عربی (رحمۃ اللہ علیہ) کو کہا ہے:

> ''اے شیخ! اگر ایک آدمی تجھے تیرا حقیقی فضلہ کہے تو تُو ناراض ہو جائے گا، تو ذاتِ مقدس (و) سبحانہٗ (وتعالیٰ) کے حضور بے ادبی کرتا ہے۔ مَعَاذَ اللّٰه، سُبْحَانَ اللّٰه، تُبْ اِلَيْه۔ ''یعنی: اللہ کی پناہ! اللہ پاک ہے، تم اس کے حضور توبہ کرو۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے: یہ معرفت، جو ایک ہستی دیکھنا ہے، ممکنات میں نہ جاننا اور خیال کرنا، لطیفہ قلب کی سیر میں پیش آتی ہے اور یہ قلبی احوال میں سے ہے، نہ کہ حقیقت امر سے۔ دوسرے لطائف میں الگ اسرار ہاتھ لگتے ہیں۔ لطیفہ روح کی سیر میں خود سے صفات کی نسبت کا سلب ہونا اور اس کا ذات حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) سے منتسب ہونا، لطیفہ سر کی سیر میں ذات سالک کا ذات (حق سبحانہٗ و) تعالیٰ میں معدوم ہونا، لطیفہ خفی کی سیر میں جناب کبریا (سبحانہٗ وتعالیٰ) کا تمام مظاہر سے یگانہ ہونا، لطیفہ اخفی کی سیر میں اخلاقِ الٰہی سبحانہٗ (وتعالیٰ) کے

ساتھ (اپنے) اخلاق کو آراستہ کرنا، لطیفہ نفس کی سیر میں توحید شہودی کا ظہور ہونا، اور یہ ذات حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) کے شہود کو دنیاوی مظاہر میں دیکھنا ہے۔ لطائف، عالمِ خلق کی سیر میں ''اَلْعَبْدُ عَبْدٌ وَّالْحَقُّ حَقٌّ'' (یعنی: ''بندہ بندہ ہے اور خدا خدا ہے'' کے تحت) بندگی کی حقیقت جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس قدر کہ نسبت باطن بہت بلند ہو جاتی ہے، اور عقائد حقہ، جو انبیاء علیہم السّلام کے معارف ہیں اور بندگی میں ثابت قدمی ہاتھ لگتی ہے۔ فنا و بقا کا حاصل، جو طریقت و حقیقت میں ظاہر ہوتا ہے، یہ ہے کہ جو کچھ نظری ہوتا ہے، وہ بدیہی بن جاتا ہے اور جو کچھ استدلالی ہوتا ہے، وہ کشفی بن جاتا ہے اور خواہش تابع ہو جاتی ہے۔ جس طرح رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد منقول ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنُ ھَوَاہُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ۔ (مشکوٰۃ ۱۶۷، فتح الباری ۱۳: ۲۸۹)۔

یعنی: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک اس کی خواہش اس کے تابع نہ ہو جائے، جو میں لے کر آیا ہوں۔

بعد ازاں توحید (وحدت الوجود) کے راز کا ظہور (ہے) جو دل کے احوال ہیں اور یہ دس لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ (یعنی: اللہ پاک ہے اور اُسی کی تعریف ہے)۔

جس شخص نے اس طریقہ کے مقامات مشائخ عظام سے طے کیے ہیں، وہ اس طریقہ کے سلوک کی نہایت تک پہنچ گیا ہے۔ اس پر ظاہر ہے کہ توحید (وحدت الوجود)، احوال قلب سے ہے۔ حقیقت امر کہنے سننے، سیر اور مکتوبات کے مطالعہ سے ایک علم حاصل ہوتا ہے، نہ کہ حالات و کیفیات اور انوار و اسرار:

ع رو قیامت شو، قیامت را ببین

یعنی: جا قیامت بن (اور) قیامت کو دیکھ!

وَالسَّلَامُ۔

خود کو حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے طریقہ سے ذکر قلبی کے ذریعے منسوب کرنا، اس لیے کہ آباء و اجداد مجددی تھے، تمام مقاماتِ (مجددیہ) کو بغیر کسب کیے ہوئے، اور یہ (سمجھنا) کہ جو کچھ اس طریقہ میں ہے، وہ حاصل ہو جائے، یہ (چیز) عقل سے دور ہے۔ علماء اور عقلاء نے

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا طریقہ کسب کر کے اس کے معارف و حالات اور انوار و اسرار کے صدق کی شہادت دی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے (یہ) نصیب فرمائے:

بوقت صبح شود ہم چو روز معلومت
کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور

یعنی: تجھے صبح کو دن کی مانند معلوم ہو جائے گا کہ تو اندھیری رات میں کس سے عشق کرتا رہا ہے۔

جو شخص حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کے مقامات اور ہر مقام کے حالات و اسرار اور انوار کیفیات سے فائز ہوا ہے، آپ کے معارف اس کے لیے (بطور) حجت (واضح) ہیں، نہ کہ دوسرے پر۔

۶۹
مکتوب شصت و نہم

خواجہ محمد اکبر خان حیدر آبادی کو (تحریر فرمایا)، اس بیان میں کہ خالق و مخلوق کے درمیان کوزے اور کمہار کی مانند نسبت ہے، اسرار و اتحاد اور عینیت جو کہ راہِ الٰہی کے جانبازوں پر ظاہر ہوئے ہیں، وہ اس غلبہ محبت کی وجہ سے ہیں۔ کثرت ذکر، پسندیدہ (چیزوں) کے ترک کرنے، حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے کچھ حالات، جو آپ نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں توحید وجودی حاصل کی تھی اور پھر حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات سے توحید شہودی عیاناً پائی اور یہ کہ توحید وجودی لطیفہ قلب کا منشا ہے اور فوقانی لطائف (اوپر کے لطائف) میں اس توحید (وحدت الوجود) سے کوئی (شے) نہیں ہے، وہاں اوّل: توحید شہودی (اور) پھر صرف ''نسبت بندگی'' ثابت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فقیر غلام علی عفی عنہ حمد و درود کے بعد واضح کرتا ہے کہ کتاب و سنت سے ثابت ہے کہ

خالقیت و مخلوقیت کی نسبت کوزے اور کمہار کی نسبت کی مانند، ذات حق سبحانہٗ اور مخلوق کے درمیان تاویل و تامل کے بغیر ظاہر ہے۔ شرع شریف اور انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کا دار و مدار غیریت پر ہے۔ مخلوق اللہ تعالیٰ کا غیر ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے احکام، مثلاً جہاد، حج اور نماز وغیرہ محض غیریت پر مبنی ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام میں اپنی بندگی (بندہ ہونے) اور حق سبحانہٗ کی عبودیت (معبود ہونے) کے سوا ہرگز کچھ نہیں ملتا۔... اور حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جو کمال آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو نصیب ہوا ہے، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ نسبت بندگی کا تقاضا کرتا ہے۔ بعد کی صدیوں میں کبار صوفیہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان اکابر پر ذات حق سبحانہٗ سے ایک اور کمال ظاہر ہوا اور وہ نسبت قلبی ہے۔ جس کا تقاضا ذوق و شوق اور نعرہ و آہ ہے۔ محبت کی گرمی و حرارت جو سچے صوفیہ سے مروی ہے، وہ ذکر کی کثرت، پسندیدہ چیزوں کے ترک کرنے (اور) محبت کے غلبہ سے ظاہر ہوئی ہے اور یہ اتحاد اور توحید کا سبب بنی ہے۔ مجنوں عامری نے پسندیدہ چیزوں کو چھوڑ دینے، اور لیلیٰ کے خیال اور یاد کی کثرت کی وجہ سے ''اَنَا لَیْلٰی'' کہا، دو کثیف جسموں میں اتحاد پیدا ہوا۔ ریاضت اور پسندیدہ چیزوں کے ترک کرنے سے جسم روح کا درجہ پالیتا ہے اور محبت کے غلبہ سے مرتبہ تنزیہ سے متحد ہو جاتا ہے، سالک کی نظر میں، نہ کہ (امر) واقع میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ۔ اسی طرح سورج آئینوں میں اپنی صفات کے ساتھ منعکس ہوتا ہے اور تیز نظر والے میں (اس کی) غیریت باقی (ہوتی) ہے۔

ہمارے مرشد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار سے توحید (وحدت الوجود) کے رسالے پڑھ کر توحید کا ایک علم سیکھا ہے اور (پھر) شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں اس توحید کو شہودی اور ظاہری طور پر پایا ہے۔ پھر آپ کو ترقیات نصیب ہوئی ہیں۔ اس وجہ سے آپ نے توحید شہودی بیان کی ہے۔ اس توحید میں وحدت شہود ہے۔ جیسے آئینہ، جس میں سورج چمکتا ہے اور نورانی کرنوں اور حرارت کی بناء پر (یوں لگتا ہے کہ) گویا سورج اس میں موجود ہے، جبکہ وہ اس سے باہر موجود (ہوتا) ہے۔

ممکنات، توحید وجودی میں ذات حق سبحانہٗ کے وجود کی موجوں کی دید میں دکھائی دیتے ہیں، جو ذکر و نوافل کی کثرت اور محبت کے غلبہ کی وجہ سے (وارد) ہوتے ہیں۔ اس سے سکر کا غلبہ

(ہو جاتا ہے)۔ پھر سکر اس توحید کا سبب بن جاتا ہے۔ اہلِ سکر اس دید کے ساتھ معذور ہیں۔
جو محض خیال سے تصور کر لیتے ہیں، وہ کفر و الحاد اور زندقہ کے نزدیک ہے (اور) کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ (یہ) لطیفہ قلبی کے تقاضا سے ہے، جس میں یہ معرفت پیش آتی ہے۔
فوقانی (اوپر کے) لطائف کی سیر میں اس توحید سے کوئی شے نہیں ہے۔ وہاں اوّل: توحید شہودی، پھر صرف نسبت بندگی ثابت ہوتی ہے۔

ع مَا لِلتُّرَابِ وَ رَبُّ الْاَرْبَابِ

یعنی: خاک کو پروردگارِ عالم سے کیا نسبت؟
اس ناچیز کی صحبت میں اگر خدا چاہے تو سیر قلبی میں توحید وجودی منعکس ہوتی ہے۔ اگر کوئی (سالک) فوقانی لطائف کی سیر میں پہنچتا ہے تو وہ اس معرفت کا نام و نشان نہیں پاتا۔ ''ہمہ اوست'' کہنے والے اگر سکر کے غلبہ میں یہ احوال (چیزیں) زبان پر لائیں تو وہ معذور ہیں، لیکن منصورؒ کی سولی موجود ہے۔ ہمیں اور مسلمانوں کو نسبت بندگی اور غیریت کا عقیدہ رکھنا چاہیے اور وظائف عبودیت میں عمر بسر کرنی چاہیے۔ اگر اتفاقاً بے اختیاری سے صوفیہ کے طریقہ اور محبت کے غلبہ سے (عالم) سکر میں (ایسی) کوئی چیز زبان پر آ جائے تو اس پر مضائقہ نہیں، مگر عقیدہ کتاب و سنت کے موافق رکھنا چاہیے اور آوارہ اور کم حیثیت لوگوں کے اس بیہودہ کلام سے استغفار کرنی چاہیے۔ حضرت ملاّ (عبدالرحمٰن) جامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں معذور ہیں۔ اہلِ عقل و شرع ان کی اقتدا نہیں کرتے۔ اگر نوافل و اذکار کی زیادتی سے کوئی ایسی چیز پائی جائے تو دَم نہیں مارنا چاہیے۔ خالق سبحانہٗ (و تعالیٰ) اور مخلوق کے درمیان کی نسبتیں اور علماء کی رائے ظاہر ہے۔ نسبتِ مخلوقیت جو ہے، اس کے بارے میں اہلِ سنت و جماعت کہتے ہیں کہ یہ بزرگوں کا کشف و شہود ہے (اور) یہ ان پر حجت ہے، نہ کہ دوسروں پر۔ کشف کے بغیر علماء کے خلاف (کرنا) محل خطر ہے۔

۷۰
مکتوب ہفتادم

توحید وجودی کے پیدا ہونے، لطیفہ قلب میں اس کے اثبات و اسرار اور دوسرے مقامات کے بیان میں، جو کہ وحدت الوجود سے اوپر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاشفہ میں پایۂ ثبوت کو پہنچتے ہیں، نیز اس کا بیان کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک لوگ مومن کی نظر میں اونٹ کی مینگنی سے کمتر نہ ہو جائیں، (اس وقت تک) وہ مومن نہیں بنتا، حضرت محی الدین ابن العربی (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے مکاشفات میں فرق (کا بیان)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

حضرت خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا ہے کہ معرفت توحیدی تمام عرفاء میں متفق علیہ ہے۔ شک نہیں ہے کہ صوفیہ کبار کا طریقہ نوافل، عبادات اور اذکار کی کثرت کے ذریعے محبت کے غلبہ کا موجب بن جاتا ہے اور یہ محبوب کے ساتھ اتحاد کا سبب بن جاتا ہے۔ مجنون عامری ایک مخلوق کی محبت کے غلبہ میں اپنی پسندیدہ چیزوں کو ترک کر کے اپنے مقصود کے ذکر اور تصور میں مگن ہو گیا اور اس نے ''اَنَا لَیْلٰی'' کا دعویٰ کر ڈالا۔ صوفیہ صافیہ کو، جو کہ ریاضات، مراقبات اور توجہ کامل ذات پاک (خدا) کی طرف رکھتے ہیں، اگرچہ وہ ذات قدسی مآب تنزیہ کے انتہائی درجہ میں ہے، غلبہ محبت کی وجہ سے متخیل و متیقن بن جاتی ہے، یہ ''ہمہ اوست'' محبت کے غلبہ (کی بدولت) ہے، جس نے دو کثیف اجسام کو ایک بنا ڈالا ہے۔ اگر (یہ) لطیف روح کو مرتبہ مقدسہ الٰہیہ کے ساتھ، جس کی معیت (ساتھ ہونا) ایمانیات (میں) سے ہے، متحد متخیل بنا ڈالتی ہے تو (یہ) بعید نہیں ہے۔

ہمارے پیران (عظام) بھی اس معرفت کا اقرار کرتے ہیں، لیکن ابوالمکارم رکن الدین حضرت علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اتباع کرنے والے اس معرفت سے انکار

کرتے ہیں اور انہوں نے حضرت عبدالرزاق کاشی رحمۃ اللہ علیہ سے کیسے جھگڑے فرمائے ہیں؟ اور یہ ردّو کد حضرت ملاّ (عبدالرحمٰن) جامی رحمۃ اللہ علیہ کی (کتاب) نفحات (الانس) میں مذکور ہے۔ سرہندی بزرگوں نے اس مسئلہ کے اثبات کے بعد دوسرے معارف بیان کیے ہیں۔ جی ہاں! آیت شریفہ: قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۴) یعنی: فرمائیں کہ اے میرے پروردگار! مجھے اور زیادہ علم عطا فرما، اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسانی کمال ایک طرح کے علم کے حاصل کرنے پر منحصر نہیں ہے اور ایک جم غفیر مقرر ہے۔ کیونکہ جن صوفیہ نے اس دید کو کمال سمجھا ہے، یہی کافی نہیں ہے۔ علماء وعقلاء نے اس کے خلاف کہا ہے اور وہ شرع شریف کے موافق ہے، کیونکہ اس کی بنا غیریت پر ہے۔ کفر اور اسلام کو ایک سمجھنا عقل سے نہیں ہے، (بلکہ یہ) سکر کا غلبہ ہے، جو اس اتحاد کا موجب بنا ہے، اس غلبہ کی وجہ سے معذور ہیں۔ اس عقیدہ کو حصول اور وصول کا سبب سمجھنا، معلوم نہیں ہے کہ کہاں سے لایا گیا ہے؟ ظلمانی حجب، جو کہ نفسانی رذائل اور شیطانی وسوسے ہیں، کے دور ہونے کے بعد وصول حصول اور صفات کے انوار نظر سے پوشیدہ ہو جانے سے مرتبہ احسان ہاتھ لگتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جو عارفوں کے کاملین ہیں، سے مروی ہے:

''کَاَنَّمَا رَایٰ عَیْنٌ وَکُنَّا نَرَی اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ ھٰھُنَا۔''

یعنی: گویا کہ آنکھ نے دیکھا اس حالت میں کہ ہم اللہ سبحانہٗ کو یہاں دیکھتے ہیں۔

ہدایت کے ان ائمہ سے کسی نے اتحاد وعینیت کی نسبت ثابت نہیں کی ہے اور یہ علم و معرفت میں تمام اولیاء سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔

متاخرین نقشبندیہؒ نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ لطائف پائے ہیں اور ہر لطیفہ کی سیر میں جدید علوم ومعارف بیان کیے ہیں۔ انہوں نے لطیفہ قلبی کی سیر میں توحید وجودی کے اسرار بیان کیے ہیں اور فوقانی (اوپر) کے لطائف میں دوسرے معارف دریافت کیے ہیں۔ ان کے اصحاب میں سے ایک جہان نے ان اسرار کا اعتراف کیا ہے۔ ہرگز تصور نہیں کیا جاتا کہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت گمراہی اور باطل پر اجماع کر لے۔ وحدت وجودی کے ارباب لاکھوں سے اوپر ہیں۔ مَعَاذَ اللّٰہ (پناہ اللہ کی!) کہ وہ جھوٹ پر جمع ہوں۔ باطل ان کے سایہ سے دور بھاگتا ہے۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ۔ (یعنی: اللہ ان سب پر رحم فرمائے)۔ توحید واتحاد کے معارف ان اکابر کی کتابوں میں موجود ہیں۔ وہ ان علوم سے برتر ہو

گئے ہیں، اگر چہ یہ ان کی کتابوں میں نہیں پائے جاتے۔ ہم ان کبراء کے بارے میں درست اعتقاد رکھتے ہیں۔ پس (یہ) لطیفہ قلبی کی سیر کا تقاضا ہے، کہ انہوں نے سکر اور غلبہ محبت کی وجہ سے اس طرح کے اسرار کو بیان فرمایا ہے۔

یہ فقیر ذوق اور وجدان کے لحاظ سے (سلسلہ) احمدیہ مجددیہ کے اکابرین کے تابع ہے، مقصود کو اس معرفت میں منحصر نہیں پایا ہے اور جو کچھ احمدیہ مجددیہ بزرگوں نے فرمایا ہے، (اس) سب کو حق پایا ہے۔ ان عزیزوں کا ہر مقام الگ انوار وعلوم رکھتا ہے۔ ان کے عالم خلق کے مقامات کیسے انوار اور وسعت نسبت رکھتے ہیں؟ لطیفہ بیرنگ کیسے احوال بخشتا ہے؟ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ. (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں بھلی جزا عطا فرمائے)۔

ان معانی کی تحریر اگر ذوق و وجدان کی صورت میں نہ پائی جاتی تو ہرگز خدمت عالی میں تحریر نہ کرتا۔ بزرگوں کی خدمت میں کلام کو طول دینا ادب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تک لوگ مومن کی نگاہ میں اونٹ کی مینگنی سے کمتر نہ ہو جائیں، وہ مومن نہیں ہوتا۔ نفع ونقصان میں: ''اَلنَّافِعُ هُوَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَالضَّارُّ هُوَ اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ. ''یعنی: نفع دینے والی ذات اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور نقصان دینے والی ذات (بھی) اللہ جل جلالہٗ کی ہے۔

اس عبارت شریف میں معانی بھی تفصیل سے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ موجودات اگر غیر حق نہ ہوں تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کعبہ شریف، قرآن مجید، روزہ اور اس طرح کی مثالوں کو خیال کیا جا سکتا ہے؟ اور ان کے ساتھ مصروفیت کس طرح درست ہو؟ ان کے وجود مبارک کو اس طرح کیسے دیکھا جا سکتا ہے؟ جیسا کہ سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز نے خلقت کی عدم تاثیر بیان فرمائی ہے، نہ یہ کہ انہوں نے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام)، کعبہ، قرآن مجید، نماز اور روزہ کو عین حق کہا ہے اور قدماءِ حضرات چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم کا کلام زہد، عبادت کرنے، ترک اور گوشہ نشینی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ انہوں نے اسرار توحید کی بات نہیں کی ہے۔ متاخرین، خاص کر جناب مبارک ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں بہت زیادہ غلو کیا ہے۔ حضرت شیخ ابن عربی (رحمۃ اللہ علیہ)، جو متاخرین کی سند اور متقدمین کی حجت ہیں، نے علم توحید کو تفصیل سے بیان کیا ہے، جَزَاهُمُ اللّٰهُ

خَیْـرَ الْجَـزَآءِ. (اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے)۔ ہمارے پیران (عظام) نے ان کے کلام سے استفادہ کیا ہے، جس طرح کہ ابن حاجبؒ، ملا جامیؒ اور رضیؒ کا نحو میں سیبویہؒ سے استفادہ ثابت ہے اور انہوں نے جزئیات کے مسائل زیادہ تر سیبویہ سے بیان کیے ہیں۔

یہ عبارت میں نے ایک مکتوب میں حضرت خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو لکھی ہے۔ صوفیہ کبار کے علوم و معارف وجدان کی پاکیزگی سے ظاہر ہونے والے ہیں، وہ انہی پر حجت ہیں، نہ کہ (ان کے علاوہ) دوسرے پر۔ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام انبیاء علیہم السّلام کو مشربِ توحید وجودی لکھا ہے۔ اور یہ ایک ہستی کو دریا کے پانی کی موجوں کی طرح ممکنات میں دیکھنا ہے اور نہ سمجھنا کہ ایک ہی ہے تقلید (کے لحاظ) سے، کیونکہ توحید بغیر مجاہدات و ریاضات اور کثرت اذکار کے حاصل اور معتبر نہیں ہے (اور) کتاب و سنت سے اس کے لیے کوئی دلیل نہیں لائی گئی۔ (حضرت) عبدالرزاق (کاشی رحمۃ اللہ علیہ) اپنے دعویٰ کے موافق توحید وجودی کا ثبوت نہیں رکھتے اور جو یہ کہتے ہیں کہ اس اعتقاد کے بغیر ''حصول میں حصول'' میسر نہیں ہے، اس کی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جو واصلین کے امام ہیں، سے کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اہلِ سکر کے ان خیالات میں سے کوئی بھی مروی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پیروی کو معمول بنانا واجب ہے، حضرات مجددیہؒ نے اپنے طریقہ کے مقامات کو بہت بیان کیا ہے۔ انہوں نے (لطیفہ) قلب میں اس معرفت کو پایا (ہے) اور عالم امر کے لطائف میں دوسرے معارف بیان کیے ہیں اور ان مقامات تک ہزاروں علماء و عقلاء نے رسائی پائی ہے۔ اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے اور ان بلند مقامات میں توحید وجودی اور شہودی میں سے کوئی چیز مکشوف نہیں ہوتی۔ یہ سب اہلِ صحو اور متبع سنت ہیں، کَثَّرَ اللّٰـہُ سُبْـحَانَہٗ اَمْثَالَھُمْ. (یعنی: اللہ سبحانہٗ ان کے درجات میں اضافہ فرمائے)۔ (اور) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ عبودیت (بندگی)، صفا (پاکیزگی) اور نقد حال کے یقین کے سوا ان کی شان نہیں ہے اور ان کی باطنی نسبتوں میں وسعتیں، بیرنگیاں اور لطافتیں ظاہر ہیں۔

۷۱
مکتوب ہفتاد ویکم

یہ بھی خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، ان کے بڑے بھائی خواجہ حسین مرحوم کی تعزیت میں اور اولیاء اللہ کے حالات میں کہ ان میں سے بعض غموں میں اداس ہو جاتے ہیں اور بعض دکھوں سے مسرور ہوتے ہیں اور بعض کے لیے غم اور خوشی برابر ہوتی ہے۔ نیز نسبت چشتیہ، نسبت قادریہ، نسبت نقشبندیہ، نسبت احمدیہ مجددیہ اور نسبت طریقہ کے درمیان فرق اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کا بیان۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت! فقیر عبداللہ المعروف غلام علی سلام نیاز کے بعد گزارش کرتا ہے کہ (آپ کا) گرامی کرامت نامہ کی شامل کردہ مہربانیوں کے ساتھ بابرکت آمد نے بشارت پہنچائی۔ اس عنایت نامہ کی واضح تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک اس جگر سوز ماتم کا غم طبیعت عالی کو پریشان رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو پیغمبروں کے امام ہیں، نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم (رضی اللہ عنہ کے وصال) پر فرمایا کہ اے ابراہیمؓ! ہم تمہارے غم میں افسردہ ہیں۔ اور (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ بشریت کے تقاضا سے ناچاری ہے۔

حضرت سیّد محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادے کی وفات پر بے ہوش ہو گئے تھے۔ وہ بے ہوشی کی حالت میں اس مقدس، قدوس ادراکات سے منزہ ذات (اللہ) سبحانہٗ کی درگاہ میں ہندی (زبان) میں فرماتے تھے:

''اے نپوتے تو پوت کی قدر کیا جاتے؟''

یعنی: (اے وہ ذات پاک) جس کا کوئی بیٹا نہیں، تو بیٹے کی قدر کیا جانے؟

ایک (بزرگ ایسے) ہیں جو دکھوں میں خوشی کرتے ہیں، دوسرے (ایسے) ہیں جو غموں

میں بہت زیادہ اداس ہو جاتے ہیں، اور (یوں) کوئی ہیں جن کے لیے دونوں (غم وخوشی) برابر ہیں۔ جو شخص حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرنے والا ہے، اسے دوسروں پر فضیلت (حاصل) ہے۔ (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دکھایا ہے کہ مجھے اس طرح رہنا چاہیے۔

عنایت نامہ میں سپردگی کے الفاظ بھی تھے۔ جی ہاں! مقام تسلیم کے بغیر بندگی ثابت نہیں ہوتی۔ تسلیم ورضا ان مقامات سلوک میں (سے) آخری (مقام) ہے، جن مقامات اور مقام جذبی کے بغیر ولایت کی صورت نہیں بنتی۔ اللہ تعالیٰ مقامات سلوک اور مقام جذبی کے بعد ولایت خاصہ (عطا فرماتا ہے)، جو اللہ سبحانہٗ (وتعالیٰ) کی معیت (ساتھ ہونے) کا حصول ہے۔ بیچون (بے مثل ذات الٰہی) کے ادراک اور معیت (ساتھ ہونے) کے غلبہ شہود سے انسانی صفات اور ہستی کے دعویٰ کو فنا حاصل ہو جاتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ) عمر ضائع کرنے والے اس بوڑھے کو بزرگوں کے وسیلہ سے (یہ درجہ) نصیب فرمائے۔

حضرت سلامت! مستفید فرمائیں کہ نسبت چشتیہ سے کیا مراد ہے؟ ذوق وشوق اور نعرہ، سماع اور (ذکر) جہر کی گرمی کی تاثیرت کی بدولت (پیدا) ہوتے ہیں، جو اس نسبت کا لازمہ ہیں (اور) یہ (ذکر) جہر ذات نسبت نہیں، بلکہ لازم نسبت ہے۔

نسبت قادریہ عالیہ سے کیا مراد ہے؟ خواب اور واقعات دیکھنا اس نسبت کا لازمہ ہے۔ نسبت نقشبندیہ ذکر قلبی اور جمعیت بخواطر کے حصول کے بعد، حصول توجہ اور یادداشت سے عبارت ہے، جس سے دل میں گویا (ایک) محافظ آنکھ پیدا ہو جاتی ہے اور وہ توجہ تمام بدن پر غلبہ پا لیتی ہے۔ احمدیہ مجددیہ نسبتیں سات لطائف میں سے ہر دو لطیفہ کے اندر توجہ کے پیدا ہونے سے عبارت ہیں، تاکہ یہ توجہ زائل ہو جائے اور حق سبحانہٗ کا قرب، سالک کے سانس کی قربت جیسا بن جائے اور ذوق وشوق اور توجہ نہ رہے۔ عالم خلق کے لطائف میں انوار نسبت اور لطافت احوال میں ایک وسعت ہاتھ لگتی ہے اور توحید (وحدت الوجود) کا ظہور محبت کے غلبہ اور اذکار کی کثرت سے ہوتا ہے، ہر سلسلہ (طریقت) میں (ایک) معمول ہے۔ وَالسَّلَامُ وَالْاِکْرَامُ.

۷۲

مکتوب ہفتاد و دوّم

میر فرخ حسین کو تحریر فرمایا، طلب دنیا کی مذمت، علم طب اور علوم فلاسفہ میں زیادہ مصروف رہنے کے برے نتائج اور بعض ضروری نصیحتوں، فقراء کی صحبت، جو امیروں کی صدارت سے بہتر ہے، کو لازمی پکڑنے اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، اس کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

میر صاحب عالی مراتب سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں شوق بھرے سلام کے بعد گزارش ہے کہ آپ کے عنایت نامہ کی مبارک آمد نے خوشی پہنچائی۔ آپ نے بعض وجوہات کی بنا پر اس طرف تشریف لے جانے کا عزم کیا ہے، یہ سب نہ کرنے کے قابل ہے۔ جو کچھ دل میں آتا ہے، آپ اسی کو اختیار کر لیتے ہیں، کبھی منشی بن جاتے ہیں، کبھی محدث، کبھی خطاط، کبھی حافظ (اور) کبھی طبیب۔

طبیب دراصل بلند طینت کو دنیا کی طرف مائل کرتا ہے۔ طبابت ایک نفع دینے والا ہنر ہے، لیکن (طبیب) اسباب و تاثیر کی جانب نظر رکھتا ہے اور کمائی کی خاطر ہر کسی کی صحبت کی صفائی (کا ذریعہ) بنتا ہے، لہٰذا ان دو وجوہات کی بنا پر میں اس شغل کی طلب میں نہیں پڑا۔ اسی طرح فلاسفہ کے علوم غفلت میں ڈالنے والے ہیں، اس سے بھی میں نے منہ موڑا ہے۔ آپ کو طب اور فلسفہ کے اڑنے والے دو پر، عزیز ہم نشینوں کی منشا سے ملے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ علم میراث، جو کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کی وراثت سے ہے، ان پاکیزہ قلوب ہستیوں سے تمہیں پہنچاؤں۔ یہ احوال کا علم ہے، جو ذکر کے دوام، توجہ، تلاوت، درود اور استغفار وغیرہ کی بدولت عنایت ہوتا ہے۔ (مثلاً) اسرار توحید وتفرید، ترک و تجرید محتاجوں سے ناامیدی اور ذات پاک غنی (اللہ) سبحانہٗ (وتعالیٰ) سے امید رکھنا، رزق (الٰہی) سے غرض رکھنا، ذاتِ حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) کے شہود (جلوہ) میں مستغرق رہنا اور ''وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَاکُنْتُمْ''

(سورۃ الحدید، آیت ۴۔ یعنی: اور وہ تمہارے ساتھ ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو) کو مطمحِ دل بنانا۔

جو کچھ صوفیہ کی کتابوں میں لکھا ہے، اگر چہ اس وقت میں، جو کفر وفسق اور بدعت کا زمانہ ہے، یہ امور بہت کم ہو گئے ہیں۔ بہر حال ایک چیز دلوں کو نصیب ہوتی ہے، جس کی بدولت ممتاز بن جاتے ہیں۔ جو پرندہ آسمان کا ارادہ کرے، اگر چہ (وہ وہاں) نہیں پہنچتا، لیکن سر بلند ہوتا ہے اور بلیوں کے شر سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ سب (کچھ) خیر الانام صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اہلِ بیت عظامؓ اور صحابہ کرامؓ سے صادر ہوا ہے اور صوفیہ کرام تک پہنچا ہے۔ آپ کو اس سے نفرت ہے:

ع شب سمور گذشت و شب تنور گذشت

یعنی: اندھیری رات گزر گئی اور مصیبت والی رات بیت گئی۔

لومڑی کی نرمی محاسبہ کے زیادہ نزدیک ہے اور تنور کی گرمی مواخذہ سے دور ہے۔ فقیروں کا آستانوں پر بیٹھنا، صدر نشینی سے (زیادہ) بہتر ہے:

اَغْنِیَاءُ وَفَّقَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِیَّایَ لِمَرْضَاتِہٖ سُبْحَانَہٗ.

یعنی: اے امیرو! اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے اپنی رضامندی کی توفیق عطا فرمائے۔

حکیم صاحب سَلَّمَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ کی تعریف افادات کے لیے نیک دعا کے ساتھ ان کی بارگاہ میں کی جاتی ہے۔ سلامت با کرامت رہیں۔ اپنے حالات کی اصلاح خود جناب کی بلند دعا (پر) ہے۔ عمر آخر کو پہنچ گئی ہے، علاج کرنے کا وقت نہیں ہے۔ گناہوں کے خوف اور قبر وقیامت کے ڈر کو ہم نگاہ میں رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ (اللہ تعالیٰ) مغفرت فرمائیں گے۔ ترکھان اور لوہار وغیرہم (اپنے) آباء کا پیشہ (اپنانا) چاہتے ہیں اور اسی پر استقامت رکھتے ہیں، مگر یہ لوگ اس (طریقہ) سے کنارہ کش ہوتے ہیں، جہالت کا رواج پانا اس وجہ سے ہے۔

۷۳

مکتوب ہفتاد وسوم

خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اپنے والد ماجد نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ (یعنی: اللہ ان کی قبر کو منور فرمائے) جو نسبت قادریہ رکھتے تھے، کے حالات، اور اپنے طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے

مستفید ہونے کے حالات۔ (حضرت) مولانا عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) پر جو اعتراضات کیے ہیں، ان کے کلام سے ان کے جوابات (کے بیان میں)۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حضرت سلامت! درویشوں کا یہ کمترین، بلکہ ان کے لیے ننگ و عار ایک قادری گھر میں پیدا ہوا ہے اور میرے بزرگ قادری تھے۔ میرے والد (بزرگوار) ولایت قادریہ سے مشرف ہوئے۔ ان کا مزار ایک دلیل ہے، جس کا انکار اس خاندان کا (انکار) ظاہر (کرتا) ہے۔ اس ناسمجھ میں اس کا ایک اثر تھا۔ ارادہ الٰہی سبحانہٗ اور تقدیر نے اس خاندان سے دور کر دیا، لیکن دل میں (اس کی) محبت تھی۔

پھر میں نے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام اور مقامات کے مطالعہ کی بدولت ایک روشنی پائی اور ان کے فیوضات سے ایک مناسبت نصیب ہوئی تو وہ خیالات زائل ہو گئے، بلکہ میں نے شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کا جواب لکھا ہے، جو انہوں نے بغیر تحقیق کے، محض فضول گوؤں کے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام کا انکار کرنے اور اس پر اعتراضات کی باتیں سن کر تحریر کیا اور (یوں) طعنہ زنوں کی زبان کو دراز کیا۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! یہ ناداں کہاں اور حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا مقابلہ کہاں؟

اس جگہ اعتراضات کی صورت دریافت ہوتی ہے کہ ایک جاہل اعتراضات کرتا ہے۔ پھر یہ اعتراضات کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ حکیم ذکاء اللہ خان صاحب نے اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد فرمایا کہ یہ رسالہ اعتراضات کے ردّ میں کافی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مرزا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ دل میں غیب سے ایک چیز آ گری ہے (جس سے) وہ اعتراضات نہیں رہے، کہ ایسے عزیزوں کے ساتھ برائی نہیں کرنی چاہیے، بشریت کا پردہ نہیں رہا۔ میں نے کہا: سُبْحَانَ اللّٰہ! وہ اعتراضات بشریت سے تھے، حقانیت کی تائید سے نہیں تھے۔ جس طرح کہ انہوں نے خود اقرار کیا ہے۔ علماء کے کامل کے یہ حال ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ. (یعنی: اے اللہ! تو معاف فرما)۔

مخلصین کی ایک بہت بڑی تعداد نے انکار کا جواب لکھا ہے۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ)

نے سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نَبِیُّ الْاَنْبِیَآء (نبیوں کا نبی) لکھا ہے اور ہمسری (برابری) کو کفر لکھا ہے۔ آپ کہتے ہیں: ''جو کچھ اللہ نے مجھے قرب و کمال سے عطا فرمایا ہے، وہ سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وسیلہ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی پیروی سے ہے اور کوئی ولی ادنیٰ (درجے کے) نبی (علیہ السّلام)، بلکہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک (صحابی کے درجہ) کو نہیں پہنچ سکتا، وہ اویس قرنی ہوں، یا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما۔ آپ نے لکھا ہے کہ ولایت و معرفت اور علوم باطن، سب میرے پیر خواجہ خواجگان حضرت محمد باقی قدس سرہٗ کے وسیلہ سے ہیں۔ الف دبا سے لے کر تصوف کے اس طریقہ (اور) مولویت کے ملکہ تک، علم باطن میں اپنے پیر حضرت خواجہ محمد باقی (قدس سرہٗ) کی نظر عنایت سے پہنچا ہوں۔ اگر میں اپنے سرکوان کے آستانہ مبارک پر تمام عمر فدا کروں تو بھی میں نے کوئی خدمت نہیں کی ہے۔ آپ نے اولیائے عظام کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ کمینہ ان کا خوشہ چین اور ان کے دامن سے ٹکڑے اٹھانے والا ہے۔ ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی مجھے ہمت نہیں ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ دید قصور کے غلبہ اور فنا سے میں خود کو فرنگی کافر سے بدتر پاتا ہوں، پس کس طرح کبارِ دین سے؟ حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ شیخ متاخرین کے پیشوا اور متقدمین کی سند ہیں، ہم بھی ان کے دسترخوان سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ کے معارف سے جو کچھ باقی ہے، اس کو ہم نے بیان کیا ہے، جس طرح کہ نحو میں سیبویہؒ اور دوسرے قدماء کے استاد ہیں اور صاحب کافیہ (ملا جامیؒ) اور رضیؒ ان کے تابع اور اکابر کے پس خوردہ ہیں۔ حضرت شیخ ابن عربی (رحمۃ اللہ علیہ) مقبولین میں سے ہیں، ان کا منکر خطرے میں (ہے)۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) ولایت کے فیض کا واسطہ ہیں، گویا آپ صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کے زمرہ میں ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے میں ترقیات تک پہنچا ہوں۔

حضرت سلامت! معلوم نہیں ہے کہ مکتوبات حضرت مجددؒ تفصیل سے آپ کے مطالعہ میں آئے ہیں یا نہیں؟ وہ مکتوبات اس فقیر کے پاس تھے۔ مولانا خالد رومی سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اس فقیر سے اپنے ساتھ لے گئے ہیں اور یہ مولانا خالد اس ناچیز کا نام سن کر سلیمانیہ، جو روم سے بیس منازل کی دوری پر واقع ہے، فقیر حقیر کے پاس آئے (اور) دس ماہ تک ایک خلوت میں بیٹھ کر استفادہ کر

کے واپس چلے گئے۔ اپنے ملک، بغداد شریف اور ان اطراف میں حق سبحانہٗ کے طالبوں کے پیشوا ہیں، سُبْحَانَ اللّٰہ ! میں ناچیز اور علماء اس حقیر سے استفادہ کر کے طریقہ باطن (لوگوں کو) تلقین کریں۔ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ بِالضَّعِیْفِ مَا یَتَحَیَّرُ فِیْہِ الْقَوِیُّ. یعنی: بے شک اللہ تعالیٰ کمزور کے ساتھ (اپنی عنایت) کا ایسا معاملہ فرماتا ہے، جس سے طاقتور حیران ہو جاتا ہے۔ اوّل انہوں نے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا انکار کیا اور نامناسب بات کی۔ آخر کار طریقہ مجددیہ کا فیض حاصل کرنے کے بعد بڑے معتقد بن گئے اور مکتوبات حضرت مجددؒ اپنے ساتھ لے گئے کہ میں ان کا عربی ترجمہ کر کے منکرین (کے اعتراضات) کو دور کروں گا۔ انہوں نے اس ملک سے اپنے ایک شاگرد کو، اپنے حالات میں ایک عرضی اور نیاز کا ایک تحفہ دے کر اس فقیر کے پاس بھیجا اور لکھا کہ اس ملک کے پانچ سو متبحر علماء مجھ سے طریقہ مجددیہ حاصل کر کے نسبت تک پہنچے ہیں۔ سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لِلتَّرْوِیْجِ الطَّرِیْقَةِ الْمُجَدِّدِیَّةِ. (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں طریقہ مجددیہ کی ترویج کے لیے سلامت رکھے)۔

ایک متبحر عالم مولوی ہراتی نے اوّل انکار کیا۔ بعد میں طریقہ کسب کر کے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے سخت معتقد بن کر کابل، غزنی اور قندھار میں اس طریقہ کے مرشدین کے سردار ہیں۔ میں اب بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہوں۔ کاہلی غالب ہے۔ اوقات میں نقص نے راہ پالی ہے۔ اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر فرمائے۔ دعا کا امیدوار ہوں۔

حضرت سلامت! حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ بندہ کے حال پر بڑے مہربان تھے۔ اس فقیر کو دور سے دیکھ کر گھوڑے سے نیچے اتر آتے تھے اور میں گواہ ہوں کہ وہ کیفیت باطن کے حامل تھے۔

حضرت سلامت! کتنی خوشی ہو کہ آپ مزارات مقدسہ کی زیارت کے لیے اقدام فرمائیں اور ضعیفوں کو بھی زیارت نصیب ہو جائے۔ حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے وقت فرمایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم صرف ضعیف مسلمانوں کی تربیت کے لیے مدینہ (منورہ) میں تشریف فرما ہوئے۔ (حضرت) شیخ رکن الدین (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ بعض ترقیات مدینہ منورہ کے فقیروں اور ضعیفوں پر موقوف تھیں، اس لیے (آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم) تشریف لے گئے تھے۔ حضرت شیخ

عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (حضرت) شیخ رکن الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کی اس توجیہ سے خوش نہیں ہیں۔ عجب! کیوں خوش نہیں؟ نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو امت کی ہدایت کے واسطہ سے ثواب پہنچتے ہیں۔ (جیسے کہ آیا ہے:) ''اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ.'' یعنی: نیکی کا راستہ بتانے والا ایسا ہی ہے، جیسا کہ نیکی کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ اس فقیر اور آپ کو اپنی یاد میں (مصروف) رکھ کر عاقبت بخیر فرمائے۔ آمین۔ دعا کا زیادہ امیدوار ہوں۔ وَالسَّلَامُ.

حضرت سلامت! جو کچھ صوفیہ کے بلند طریقے کا ثمرہ ہے، وہ اہلِ سنت و جماعت کا صحیح عقیدہ اور فقہ و اخلاق (اور) صبر و توکل وغیرہما کے مطابق اعمال کی توفیق ہے۔ حضور، یادداشت اور انوار سے (متعلق) احوال باطن اس طریقہ کے اصحاب میں موجود ہیں، (جو) انہوں نے مرشدین سے کسب کیے ہیں۔

۷۴

مکتوب ہفتاد و چہارم

بعض طعنوں کے جواب میں، اس طریقہ شریفہ پر شک میں ڈالنے کے لیے لکھے گئے تھے اور رمز و اشارہ سے، مع حالات بیعت حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت میرزا صاحب قبلہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور توحید وجودی اور شہودی کے بیان میں یہ بھی خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت! سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِانْتِفَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَبْقَاكُمْ. (یعنی: اللہ تعالیٰ آپ کو مسلمانوں کے نفع کے لیے سلامت رکھے اور آپ کو بقا بخشے)۔

غلام علی عفی عنہ کی جانب سے سلام نیاز اور ہدیہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (کے بعد) التماس ہے کہ مکتوب گرامی، بلکہ زیادہ مکتوبات شریف نے (اپنے) ورود

بابرکت سے سرفراز فرمایا۔ بلند (قدر) صوفیہ کے علوم اور فوائد عالی ان رسائل میں درج ہو کر سالکینِ راہ کے لیے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس فقیر کو بھی ان بلند افادات سے بہرہ مند فرمائے۔ ہرگز معلوم نہ تھا کہ معارف و اسرار تصوف کے اتنے راز گرامی خادمین کے لیے موجود ہیں اور (آپ) درست تقریر اور ایک کامل تحریر رکھتے ہیں۔ یقیناً ان معلومات میں آپ نے اپنے ملہمات (نیک باتیں) بھی درج کی ہوں گی، جو اللہ سبحانہٗ کے راستے میں (چلنے والوں کے لیے) نفع دینے والی ہوں گی۔ (اللہ تعالیٰ) اس کی تحریر پر اُجر و قبولیت عطا فرمائیں۔ (آپ نے) اس التماس پر یہ نفع دینے والی تحریریں (جمع) کی ہیں اور آئندہ بھی زحمت اٹھائیں گے۔ اگرچہ عمل کے لیے ایک حرف کافی (ہوتا) ہے، لیکن ہر تازہ (تحریر) ایک اور ذوق رکھتی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قَدَّسَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ سِرَّہُ الْاَقْدَسْ کی نسبت شریفہ میں کم عقلوں کی غلطیوں، ان کی بے ادبی اور ناسمجھی (کے بارے میں) ارشاد کیا گیا ہے، ''یعنی تجھے چاہیے کہ ان نالائقیوں سے دور رہے اور جو آدمی اس طرح بے ادب ہو، اس سے نفرت کرنے والا بنے۔'' اللہ تعالیٰ اس ارشاد سے سلامت رکھے۔ اس ضعیف کو (بھی) اجتناب کی توفیق کرامت فرمائے۔

خلیفہ خدا، نائب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امام المحققین حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد سے طریقہ چشتیہ صابریہ اور قادریہ رحمۃ اللہ علیہم کی تلقین پا کر امام الائمہ خواجہ خواجگان حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے تربیتیں پائیں اور ان کی مبارک نگاہوں کی مہربانی سے تھوڑے عرصے میں ترقیات کے کمال کے بے انتہا مدارج طے کیے۔ حضرت خواجہ خواجگانؒ کے ملفوظات نظر شریف سے گزرے ہوں گے۔ آپ کی استعداد اور مراد کی سیر بہت بلند تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ''شیخ احمد ایک ایسا آفتاب ہے کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے سایہ میں گم ہیں۔'' ان (حضرت مجددؒ) کے نام ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں:

''وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاْسِ الْکِرَامِ (بزرگوں کے پیالے میں کچھ زمین کو بھی حصہ مل جاتا ہے) نصیب، آپ کی معلومات زیادہ صحیح''۔

حضرت خواجہؒ کی تربیت کی برکت سے آپ کو نیا طریقہ کرامت کیا گیا۔ آنجناب (حضرت مجددؒ) نے اپنے طریقہ میں نئے مقامات اور اصطلاحات بیان فرمائی ہیں۔ ہر مقام ایک جدا علم اور ایک الگ کیفیت رکھتا ہے۔ ہزاروں علماء اور عقلاء نے آپ کی تربیت سے ان حالات و کیفیات

اور اسرار کا اقرار کیا ہے اور اہلِ علم و شرع کی شہادت سے اس جدید طریقہ سے کوئی اشتباہ نہیں رہا۔ آپ کے کلام پر جو بے تامل اعتراضات کیے گئے ہیں، وہ علمائے صوفیہ کے ذریعے دفع ہونے والے ہیں اور ان معارف کی سچائی میں کوئی شک نہیں ہے۔ اللہ سبحانہٗ کے کلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات اور اولیاء کے اقوال کے بارے میں تاویلات جاری ہیں۔

یہ فقیر (سلسلہ) قادریہ میں بیعت، (سلسلہ) نقشبندیہ میں تربیت اور (سلسلہ) چشتیہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی نسبت کی برکت سے ایمان کی سلامتی اور دونوں جہان میں عافیت کرامت فرمائے۔ بندہ کے پیر و مرشد (حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) اوّل سیّد السادات سیّد نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی زندگی میں چار سال مستفید ہوئے اور چھ برس ان کے مزار سے استفادہ کیا۔ پھر بارہ سال شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ فرمایا اور مدتوں حاجی محمد افضل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حافظ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے صحبت رہی۔ یہ چاروں اکابرؒ دو دو واسطے سے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) تک پہنچتے ہیں۔ آپ (حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) نے طریقہ قادریہ کی خلعت اجازت دراصل حضرت رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کی جناب سے زیب تن کی اور نسبت چشتیہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے روح پُرفتوح سے حاصل کی۔ (سلسلہ) چشتیہ اور قادریہ کا فیض، جو اس طریقہ میں وراثت (کے ذریعے) سے پہنچا تھا، اس (فقیر) نے اس اجازت اور نسبت سے تقویت پائی۔ اللہ تعالیٰ اس ضعیف و کمزور کو ان اکابرؒ کے فیوض سے پیرو مرشد حقیقی کے واسطہ سے بہرہ وافر عطا فرمائے۔ آمین۔ انہوں (حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) نے اس ناچیز کو ''عضد العرفاء'' (عارفوں کے مددگار) کا خطاب (عنایت) فرمایا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! عمر برباد کرنے والا یہ بوڑھا کب اس خطاب کے لائق ہے؟ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کی عنایت کی برکت سے ایمان سلامت فرمائے۔

(حضرت) شاہ عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے برادران (گرامی) جو سب باعمل علمائے ربانی اور نسبت نقشبندیہ بھی رکھتے ہیں، علوم کے درس و تدریس میں ممتاز ہیں۔ یہ فقیر حقیر جس نے جوانی مستی اور غفلت میں گزاری اور بڑھاپا کاہلی اور کمزوری میں گزار رہا ہے، کب اس لائق ہے کہ ان تین اکابر کا چوتھا ہو؟ لوگوں نے اس کمینہ کا نام غلط مشہور کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں

کہ اس ناچیز کو ایمان کے غم اور گناہوں کے ماتم میں مصروف رہنا چاہیے، جو میں نے عمر بھر ذاتِ غَفَّار سُبْحَانَهٗ وَ تعَالٰی، (حضرت) رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم، اپنے پیران عظامؒ کی نسبت اور اللہ کی مخلوق سے کیے ہیں۔ آپ اس خاکسار کے حق میں ایمان کی سلامتی اور گناہوں کی بخشش کی دعا فرمائیں، جَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآء. یعنی: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت سلامت! ان کا حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نبی الانبیاء سمجھنا اور لکھنا، جن کی ہمسری (برابری) کفر ہے اور کوئی ولی ادنیٰ (درجہ کے) نبی (علیہ السّلام)، بلکہ ادنیٰ (درجہ کے) صحابیؓ کو نہیں پہنچ سکتا۔ میں کمینہ اولیائے کرام کا خوشہ چین اور ان کی نعمتوں (کے دسترخوان) سے ٹکڑے اٹھانے والا ہوں۔ امور اربعہ کا وصول ان کے خاندان میں صحیح عقیدہ، اعمال فقہ و اخلاق کے مطابق اور احوال نسبت ان کا طریقہ پکڑنے سے (نصیب) ہوئے ہیں، ورنہ کوئی شخص اپنے دین کو برباد نہیں کرتا۔ کافر اور فاسق ہرگز ولی نہیں بن سکتا۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مُسْلِمًا وَّاَمِتْنِىْ مُسْلِمًا وَّاحْشُرْنِىْ مُسْلِمًا. (مسند احمد بن حنبل، ۳: ۱۰۴، تفسیر ابن کثیر، ۶: ۱۵۷) یعنی: اے اللہ! مجھے مسلمان (کی حیثیت سے) زندہ رکھ، اور مسلمان کی حیثیت میں موت دے اور مسلمان کی حیثیت میں ہی میرا حشر فرمانا۔

قادریہ و نقشبندیہ کا مرید بننا اور چشتیہ سے اخلاص رکھنا حصول اسلام کے لیے ہے اور بس! بہر صورت بندہ پروردگارِ عالم کا گنہگار ہے اور معافی اور بخشش کا (ایسا) امیدوار، جس سے لَا يَضُرُّهُ الْمَعْصِيَةُ. یعنی گناہ سے اس کا کوئی نقصان نہ ہو۔ (نیز بندہ) بزرگوں کی جناب میں قصور ظاہر ہونے پر شرمسار ہے، اور ایسی معافی اور بخشش کی توقع رکھتا ہے، کیونکہ ''لَا يَنْفَدُ خَزَائِنُ الرَّحْمَة. ''یعنی: رحمت کے خزانے ختم نہیں ہوئے ہیں۔ ضعیف بندہ امید رکھتا ہے کہ بزرگوں کی مہربانیوں سے وہ یادِ حق میں محفوظ و محظوظ رہے گا:

مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست

با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد

یعنی: ہتھیلی پر مصحف (قرآن مجید)، پاؤں راستہ چلتے ہوئے اور آنکھ دوست (ربّ قدوس) کی طرف کیے ہوئے موت کے قاصد کے ہمراہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

اس کمترین کے بارے میں صادق آتا ہے۔ بندہ کا اپنا یہ حال ہے کہ اس طریقہ کے آخر میں صفا اور

طمانیت ہاتھ لگتی ہے۔ محبوس ہوں، اللہ تعالیٰ اس حبس سے باہر نکالے۔ حلقہ ومراقبہ اور ذکر و تلاوت میں یہی صفا اور اطمینان بڑھ جاتا ہے۔ استغراق اور بے ہوشی جو لطیفہ قلب میں سکر سے ہوتا ہے، اب وہ سکر نہیں رہا اور وسوسے کو زوال ہے۔ قطع امید، وعدہ الٰہی سبحانہٗ کے صدق پر اطمینان اور بندوں سے افعال وصفات کی نسبت ختم (ہو چکی ہے) اور لطائف میں عدم توجہ حاصل (ہے)۔ سماع، غمگین آواز، محبت کے اشعار اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ذکر نسبت باطن کو جوش میں لاتا ہے۔ حضرت (اقدس رحمۃ اللہ علیہ) اور سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین اولیاء) رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درمیانہ ذکر جہر اور جائز سماع اہلِ قلب کو رِقت بخشتا ہے۔ (مضمون کی) طوالت حد کو پہنچ گئی۔ اَلْمَرْجُوْ عَفْوَکُمْ. یعنی: آپ کی معافی کا امیدوار۔ وَالسَّلَامْ.

جَعَلَهُ اللّٰهُ وَجُوْدِيًّا وَّ شُهُوْدِيًّا. یعنی: اللہ تعالیٰ اسے وجودی اور شہودی بنائے۔ ظاہر ہے کہ وجودیہ نے نظر آنے والی شے اور آئینہ کو ایک جیسا پایا ہے اور شہودیہ (اسے) غیر ثابت کرتے ہیں، کیونکہ آئینہ کا جسم (وجود) نظر بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وجودیہ سکر کے غلبہ سے آئینہ کا وجود نہیں دیکھتے۔ پس وجودی اور شہودی ہونا کس طرح درست ثابت ہوتا ہے؟ احمدیہ مجددیہ بزرگوں کے مطابق توحید وجودی (وحدت الوجود) کی معرفت لطیفہ قلب کی سیر سے حاصل ہوتی ہے اور توحید شہودی (وحدت الشہود) کی معرفت لطیفہ نفس کی سیر سے حاصل ہوتی ہے۔

پس مراد یہ ہے کہ دونوں معرفتیں شاملِ حال ہو جاتی ہیں، لیکن توحید وجودی (وحدت الوجود) سے حاصل ہونے والی بے قراریاں، جو اذکار و مراقبات اور نوافل سے پیدا ہوتی ہیں، وہ نیست و نابود ہو جائیں گی۔ بِاللّٰهِ اَسْتَعِيْذُ. (مسند احمد بن حنبل، ۵:۱۷۹) یعنی: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔

میں اپنے درجہ کو نگاہ میں رکھتا ہوں اور کہتا ہوں: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

مجھ نااہل کو ان حالات کے ظہور کی کیا خبر؟ صفا اور کم خطرگی میں زندگی گزاروں، جو میری پنجاہ سالہ درویشی کا ثمرہ ہے۔ ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَااسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ.'' (مسند احمد بن حنبل، ۴:۱۳۸، فتح الباری، ۱۱:۱۵۸)۔ یعنی: اے اللہ! میں تجھ سے ہر اُس خیر کا سوال کرتا ہوں، جو تجھ سے تیرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب

فرمائی اور میں تجھ سے ہر اُس شر کی پناہ طلب کرتا ہوں، جس کے بارے میں تیرے رسول حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تجھ سے پناہ طلب فرمائی ہے۔

ہر آدمی اسرار کے ظہور کے لائق نہیں ہے:

نہ سلطان خریدار ہر بندہ است

نہ درزیر ہر ژندۂ زندہ است

یعنی: نہ بادشاہ ہر غلام کا خریدار ہے اور نہ ہی ہر گدڑی کے نیچے زندہ ہے۔

وَالسَّلَامُ.

۷۵

مکتوب ہفتاد و پنجم

اس بیان میں کہ کمالات الٰہیہ نے ہر سلسلہ میں ایک اور رنگ سے ظہور کیا ہے، لیکن ان کا معیار شریعت ہے، حکیم سنائی (رحمۃ اللہ علیہ) کے شعر کے معنی، نیز اس کے ساتھ بہت زیادہ فوائد۔ یہ بھی خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

تنقید اور اسے خالص بنانے کے لیے دوبارہ لکھا جاتا ہے کہ ذات حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) نے اپنے گوناگوں کمالات کو بلند صوفیہ کے سلسلوں میں ظاہر فرمایا اور ان سلاسل کے پیشواؤں کو اذکار و اشغال کی تلقین ان درجات کو کسب کرنے کے لیے ہدایت فرمائی۔ انہوں نے اپنے خاص طریقہ میں مقامات و اصطلاحات بیان فرمائیں۔ پھر انہوں نے ان مقامات، اور قرب کے درجات کی تجلیات کو صحیح کشف اور واضح وجدان سے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے۔ پھر حکمت بالغہ الٰہیہ نے علماء وعقلاء سے طالبین کو ان انوار و فیوض اور مقامات کی تحصیل کے لیے مقرر کیا، یہاں تک کہ انہوں نے ان حالات و کیفیات اور مختلف علوم کو اپنے باطن میں ظاہر پایا اور ہزاروں اہلِ علم کی تصدیق سے ان مقامات میں کوئی شک نہیں رہا۔ ان سلاسل میں سے ہر ایک سلسلہ کمالات الٰہیہ

محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کسب کرنے کے لیے کشادہ اور مقصود کو حاصل کرنے کے لیے آمادہ شاہراہ ہے۔ محبت و توحید، معرفت اور صراطِ مستقیم محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کامل معیار کے ساتھ ذات حق سبحانہٗ کے ہاں قبول (ہے)۔ ہر سلسلہ کے اہل کو اپنے عقائد، اخلاقِ حسنہ، پسندیدہ اعمال اور بلند احوال میں نبی معصوم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی نصیب ہے۔ اگر حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت ان عزیزوں میں نہ پائی جائے تو کسی سلسلہ کو بھی کوئی رواج نہیں ملتا، لیکن ہر طریقہ (سلسلہ) کی حقیقت، جیسا کہ وہ ہے، کی آگاہی اذکار و اشغال اور اس کے خاص مراقبات کی مشغولیت اور اس طریقہ کے مکمل (کاملین حضرات) کی صحبت کے بغیر میسر نہیں ہوتی۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ سُبْحَانَهٗ. (یعنی: اور علم اللہ سبحانہٗ کے پاس ہے)۔

(حکیم سنائی کے) اس شعر کا معنی، جو حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف (جلد ا: ۱۹۷) میں نقل فرمایا ہے:

بہر چہ از راہ و امانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں
بہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آن نقش و چہ زیبا

یعنی: جس چیز کی وجہ سے تو راستہ سے بھٹک جائے وہ کلمہ کفر ہو تو کیا اور ایمان ہو تو کیا، جس سے تم دوست سے دور ہو جاؤ وہ نقش برا ہو تو کیا اچھا ہو تو کیا۔

اس فقیر کے نزدیک (اس کا معنی) یہ ہے: بزرگان عزیز ذکر و توجہ کے سوا (دوسری) نفلی عبادتوں سے، جو کہ ایمان سے ہیں اور حضور و توجہ کے کسب کرنے میں مخل بن جاتی ہیں، سلوک کے آغاز میں منع فرماتے ہیں۔ حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح تربیت مقرر کی ہے۔ کبھی (یوں) ہوتا ہے کہ غلبہ احوال میں فرائض کی ادائیگی سے بھی عذر کیا جاتا ہے اور اعمال ظاہر تشویش میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ سب (کچھ) ایمانیات سے ہے۔ جھوٹے موحد انبیاء علیہم السلام کی تصدیق سے انکار کرتے ہیں کہ (یہ) غیریت کا اثبات ہے، تَابَ اللّٰهُ عَلَيَّ وَ عَلَيْهِمْ. (یعنی: اللہ میری اور ان کی توبہ قبول فرمائے)۔

درویشوں کا یہ کمترین، بلکہ ان کے قدموں کی خاک غلام علی عفی عنہ (کہتا ہے) کہ علم توحید (وحدت الوجود) کے سلوک کے بعد جو کچھ دین کے اکابر نے غلبہ احوال میں فرمایا ہے، وہ اس کے بارے میں ایک عذر رکھتے ہیں۔ مجنوں عامری نے محبت کے غلبہ میں ''اَنَا لَيْلٰى'' کہہ

ڈالا۔ (لہٰذا) غلبہ محبت اور سکر و مستی عذر خواہ ہے۔ (فقیر) خود کو حضور جمعیت اور کم خطرگی یا بے خطرگی کی آگاہی کی نسبت سے متعلق کر کے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مروی ظاہری اعمال کی ادائیگی میں مشغول (ہے)۔ ایمان واحتیاط سے تصدیق کرتا ہے۔ (اور) صبر اور رزق مقسوم (جو کہ مقدر میں لکھا ہے) پر قناعت کر کے، حرص و لالچ کی آنکھ کو اندھا بنا کر، دنیا میں مزید خوش زندگی گزار رہا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَكًا فِیْهِ وَ مُبَارَكًا عَلَیْهِ كَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَ یَرْضٰی وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ.

یعنی: اس پر تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ایسی حمد جو کثیر ہو، پاک ہو، مبارک ہو۔ جس کو ہمارا رب پسند فرمائے اور اس پر راضی ہو جائے۔ اور درود و سلام ہو ہمارے سردار اور ہمارے مولا حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور آپ کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر۔

اللہ تعالیٰ (تمام) کاموں کے انجام خیر سے فرمائے (اور) باطن نورِ حضور جو کہ مرتبہ احسان کی کرنوں کا عکس ہے، سے آراستہ اور ہمت ماسوا (کے ترک کرنے) سے پیراستہ (ہے)۔ ظاہر نیک اعمال و اخلاق سے مزیّن (ہے) اور صبر و توکل اور قناعت و سپردگی، اور اِس اور اُس سے منہ موڑ لیا ہے (اور یہ چیز) بہت بڑی نعمت ہے۔

اذکار و محبت کی کیفیات ذات حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) کی لازم عنایات ہیں اور وحدت کی کثرت میں شہود کے بغیر سلسلہ (طریقہ) میں کوئی نمک (رونق) نہیں ہے اور اس کی علامات پیش ہیں۔ وَالسَّلَامْ.

۷۶

مکتوب ہفتاد و ششم

نسبت نقشبندیہ اور احمدیہ مجددیہ کے بیان اور تعزیت (کے بارے) میں، نیز خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔

(بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ)

(فقیر غلام علی دہلوی عفی عنہ) سلام نیاز کے بعد گزارش کرتا ہے کہ (آپ کے) عنایت نامہ کی مبارک آمد نے خوشیاں بخشیں، ان مہربانیوں پر سلامت رہیں۔ حسن خاتمہ، مشکل آسان کرنے والی ہمت (اور) اس مقصد کے حصول کے لیے دعا کریں، جوان عزیزوں (حضراتِ نقشبندیہ) کی نسبت سے (ہیں) اور وہ توجہ کا دوام (ہمیشگی) اور ذات کبریا (سبحانہٗ وتعالیٰ) کی جناب میں التجا (کرنا) اور احمدیہ مجددیہ نسبتیں، جو تمام لطائف میں نور حضور کی شمولیت ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ درویشوں کے قدموں کی اس خاک کو عنایت فرمائیں۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ وہ اپنے طریقہ (سلسلہ) سے بہرہ مند ہو، ورنہ صرف انتساب سے کیا فائدہ؟ توحید کا اقرار اور پیغمبر (اکرم) صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہی کافی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر فرمائے۔

منگر کہ دلِ ابن یمین پر خون شد
بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست
با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد

یعنی: تو مت دیکھ کہ ابن یمین کا دل پُرخون ہوا، تو دیکھ کہ وہ اس فانی سرا سے کیسے گیا؟
ہتھیلی پر مصحف (قرآن مجید)، راستہ چلتے ہوئے اور آنکھ دوست (ربّ قدوس) کی طرف کیے ہوئے موت کے قاصد کے ہمراہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔
اللہ تعالیٰ بلند دعا کے صدقے یہ حالت نصیب فرمائے۔

صاحبزادہ عالی نسب خواجہ یوسف صاحب (کی وفات) کے جان گداز واقعہ پر دل بہت دکھی ہوا۔ اللہ تعالیٰ (ان کی) مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو اپنے مشائخ کے متقدمین کی اتباع کے موافق فرمائے، تاکہ ان کے گھرانوں کا شرف انہیں حاصل ہو جائے۔

میں بہت ضعیف اور کمزور ہو گیا ہوں۔ معاف فرمائیں، خط ایک دوسرے (شخص) سے لکھایا گیا ہے۔

۷۷
مکتوب ہفتاد و ہفتم

یہ بھی خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ اس بیان میں کہ اولیاء کے مکاشفات ان پر حجت ہیں، نہ کہ دوسروں پر، اور یہ جو کہتے ہیں کہ توحید وجودی (وحدت الوجود) کے بغیر وصول حاصل نہیں ہوتا، اس کی کوئی بنیاد نہیں، حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے مقامات کا بیان اور فیض باطن کسب کرنے کے لیے دوبارہ بیعت کرنے کا جواز۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

بلند (شان) صوفیہ کے علوم و معارف وجدان کی پاکیزگی سے ظاہر ہونے والے ہیں۔ یہ ان پر حجت ہیں، نہ کہ ان کے (علاوہ) دوسرے پر۔ حضرت شیخ عبدالرزاق کاشی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام انبیاء علیہم السّلام کو توحید وجودی (وحدت الوجود) کے مشرب پر (بتایا ہے) اور یہ (عالم) ممکنات میں ایک ہستی کو دریا میں پانی کی موجوں کے مانند دیکھنا ہے اور تقلید سے (ایسا) نہ سمجھنا ہے، کیونکہ توحید (وحدت الوجود) مجاہدات و ریاضات اور کثرت اذکار کے بغیر حاصل اور معتبر نہیں ہے۔ اس کے لیے کتاب و سنت سے لائی ہوئی کوئی دلیل (سند) نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ائمہ اور اصل ہیں، ان سے اہلِ سکر کے ان خیالات میں سے کوئی بھی مروی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کو معمول بنانا واجب ہے۔

مجددیہ بزرگوں نے اپنے سلسلہ کے بہت سے مقامات بیان کیے اور انہوں نے (لطیفہ) قلب میں اس معرفت کو پایا ہے۔ انہوں نے عالم امر کے دوسرے لطائف میں اور معارف بیان کیے ہیں۔ ولایات میں دوسری کیفیات، تین قسم کے کمالات میں دوسرے حالات و علوم اور حقائق میں ایک اور جہان (مذکور) ہے۔ ہزاروں علماء اور عقلاء نے ان مقامات تک رسائی پائی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ان مقامات عالیہ میں توحید وجودی (وحدت الوجود) اور شہودی (وحدت الشہود) سے کچھ بھی مکشوف (ظاہر) نہیں ہوتا۔ وہ سب اہلِ صحو اور سنت کے پیروکار ہیں، کَثَّـــرَ

اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَمْثَالَهُمْ. (یعنی: اللہ سبحانہٗ ان کے درجات میں اضافہ فرمائے)۔ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے راستے سے مناسبت رکھتے ہیں۔ ان کے حال میں عبودیت (بندگی) اور صفا (پاکیزگی) کے یقینی طور شامل ہونے کے علاوہ کوئی شان نہیں ہے۔ ان کی باطنی نسبتوں میں بیرنگیوں اور لطافتوں کا شہود (ظہور) ہوتا ہے۔

حضرت سلامت! ہر شخص اپنے سلسلہ (طریقہ) سے ایک کمال پر پہنچا ہے۔ بعض توحید (وحدت الوجود) میں پختہ خیال ہو کر خوش ہیں، بعض نغمہ کے ساز کے ذوق سے محظوظ ہیں اور بعض گرم آنسوؤں سے، جو ذکر جہر اور حبس نفس سے جاری ہوتے ہیں، لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ سب حالات بہت خوب (ہیں)۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے دل بھر جانا، فنا و بقا، ترک و تجرید اور گوشہ نشینی ان عزیزوں کے حال میں شامل رہے۔ اَهْدَاهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّانَا اِلٰى مَرْضِيَاتِهٖ.

یعنی: اللہ تعالیٰ ان کو اور ہم کو اپنی رضامندی کا راستہ دکھائے۔

امید ہے کہ آپ اس طریقہ مجددیہ سے بہت زیادہ اور وافی شربت کے حصول کے لیے اس فقیر حقیر کے حق میں، حسن خاتمہ، رضا و شوقِ لقا (خدا) اور اتباعِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے مشکل کو آسان بنانے والی (اپنی) ہمت اور حاجت کو پورا کرنے والی دعا سے زیادہ مدد فرمائیں گے۔ وَالسَّلَامُ وَالْاِكْرَامُ.

حضرت سلامت! ''ہمہ اوست'' کہنے والے کیا کہتے ہیں؟ جب ممکن کو حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ سُبْحَانَهٗ کی ذات یقین کرتے ہیں تو پھر ممکن پر موت کیوں طاری ہے؟ اور عبادت اور جہاد کا حکم کیوں صادر ہوا ہے؟ مراتب وجود ثابت کر کے اس اعتراض سے باہر نکلنا معقول نہیں ہے۔ عقل کب تجویز کرتی ہے کہ آدمی خود ہی قاتل اور خود ہی مقتول بنے؟ خود کو خود ہی سجدہ کرے، ذبح کرنے والا اور ذبح ہونے والا ایک ہو، ممکن نہیں ہے۔

حضرت سلامت! ذکر و دعا میں جو نور موجزن ہوتے ہیں، یہی وہ نور بسیط ہے، جس نے (سب) چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔ وہ انبساط (پھیلاؤ) حضرت وجود (ذات باری تعالیٰ) ممکنات کی صورتوں پر ہے۔ زمین و آسمان اور کوئی چیز اس نور اور وجود (کے احاطہ) سے باہر نہیں ہے۔ پس یہ نور اور وجود ادراک رکھتے ہوئے یوں دکھائی دیتے ہیں تو خود کو واصل اور مواحد سمجھنے والے خیال

کرتے ہیں کہ ذات حق سبحانہٗ چیزوں میں محیط وساری ہے، مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ!) لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ط وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ. (سورۃ الشوریٰ، آیت ۱۱)۔ یعنی: اس جیسی کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

حضرت سلامت! خلفاء اور صحابہ کرامؓ کی ایک دوسرے کے ہاتھ پر بیعت اسلام میں صرف اتباع کرنے کے لیے ہے، یا اس بیعت کے ذریعے کسب فیوض بھی کرتے تھے، اور اگر نہیں کرتے تھے تو پھر پہلے کی بزرگی پچھلے پر کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ دوبارہ بیعت کرنے کا فائدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع ہے (جیسے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے):

فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ. (جامع الترمذی، حدیث نمبر ۲۲۷۶، نیز سنن ابی داؤد، مسند احمد بن حنبل)۔

ترجمہ: پس تمہیں چاہیے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل پیرا رہو۔

یعنی تمہارے لیے میری سنت اور (میرے) خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا واجب ہے۔

حکام کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کرنے کا فائدہ فساد کا انتظام (کرنا) ہے اور اہلِ باطن (اولیاء) کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کرنے کا مقصد اصلاح (احوال) ہے۔ پس ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

۷۸

مکتوب ہفتاد و ہشتم

خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، باطن کی اصلاح کے لیے کئی شیوخ کے دست (مبارک) پر دوبارہ بیعت کرنے کے جواز کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

سلام کے بعد التماس ہے کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ! صحت اور سلامتی حاصل ہے اور آپ کی ذات

بابرکات کی سلامتی (و) خیریت کے لیے درخواست ہے۔آپ کے عنایت نامہ کی بابرکت آمد سے خوشیاں ملیں اوراس کے مندرجات واضح ہوئے۔ جو کچھ اس سے پہلے لکھا گیا، یہ کہ ایک طریقہ سے نسبت حاصل کرنے کے بعد کسی دوسرے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ اگر (طالب) صلاحیت رکھتا ہو تو عقیدہ وعمل، اخلاق واحوال، ترک وگوشہ نشینی اور کثیر آثار صحبت کی تاثیر کی وجہ سے اس دوسری بیعت کا انتساب کوئی بنیاد نہیں رکھتا۔ اگر اس سلسلہ کی صحبت اور معمول کے اذکار میں نسبت خاص وحالات وہاں ہاتھ نہ لگیں تو جائز ہے کہ کسی دوسرے مرشد سے استفادہ کرے، بلکہ اگر فیض الٰہی سبحانہٗ کا طالب ہے تو (اس کے لیے) واجب ہے کہ اس کی خوشنودی یا حکم کی تاکید کی غرض سے (دوبارہ) بیعت کرلے۔ پوچھنے اور تنقید کرنے (کی غرض) سے یقیناً آپ آگاہ ہوں گے۔ اب آپ کی قیمتی تحریروں سے دوبارہ بیعت سے باز رہنے کا علم ہوا۔ مسئلہ توحید (وحدت الوجود) کے ضمن میں جو کچھ اس طریقہ احمدیہ مجددیہ سے وجدانی طور پر دریافت ہوا ہے، وہ گزارش کردیا ہے (لہٰذا) معذور سمجھیں۔ غم ایمان، ستر برس کے گناہوں کی شرمندگی اور (اللہ تعالیٰ) کے استغنا وکبریائی کے شہود نے اس خاکسار کو گھیر رکھا ہے۔ اپنی ہمت کے ساتھ اس تنگِ درویشاں کی سلامتی ایمان، بخشش اور رضوان کے لیے دعا کرکے مدد فرماتے رہیں۔

دل میں پھر آرہا ہے کہ کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر بیعت سے منع کرنا، بعد اس کے کہ جب ایک آدمی کے ہاتھ پر (پہلے) بیعت ہو چکی ہو اور امن وانتظام لوگوں میں ظاہر ہو چکا ہو، اس لیے (ہوتا) ہے کہ وہ فساد اور کشت وخون کا سبب بنے گی۔ جبکہ سلسلہ (صوفیہ) میں (یہ) باطن کی اصلاح کے لیے ہوتی ہے، کیونکہ (طالب نے) پہلے مرشد سے نسبت مع اللہ حضور ومحبت، معرفت واخلاق اور اعمال کی توفیق نہیں پائی۔ پس بیعت سے منع کرنا، ظاہر میں اس وجہ سے ہے کہ فساد وفتنہ نہ ہو اور باطن (روحانی طور) میں دوبارہ بیعت کا جواز اس لیے ہے کہ صلاحیت پیدا ہو۔ وہاں موجب فساد اور اس جگہ اصلاح کا حصول ہے۔

پس قیاس صحیح نہیں ہے، بیعت میں تاکیدی حکم کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے امور اسلام میں اطاعت اور موافقت کی غرض سے دوبارہ بیعت کی ہے۔ احتمال ہے کہ فیوض کی خاطر بھی بیعت کا تکرار (ہوا) ہوگا، ورنہ پہلے کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ. پس فیوض کی خاطر دوبارہ بیعت کرنے کی ایک (یہ) سند ملی:

''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عِنْهُمْ.'' (جامع الترمذی، حدیث نمبر ۲۶۷۶)۔

یعنی: تمہیں چاہیے کہ میری سنت اور (ہدایت یافتہ) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر عمل پیرا ہو۔

آپ مدد فرماتے رہیں کہ موت اسی طرح آئے۔ آمین، ہزاروں آمین۔

منگر کہ دلِ ابن یمین پر خون شد
بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست
با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد

یعنی: تو مت دیکھ کہ ابن یمین کا دل پُر خون ہوا، تو دیکھ کہ وہ اس فانی سرا سے کیسے گیا؟
ہتھیلی پر مصحف (قرآن مجید)، راستہ چلتے ہوئے اور آنکھ دوست (ربّ قدوس) کی طرف کیے ہوئے موت کے قاصد کے ہمراہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

۷۹

مکتوب ہفتاد و نہم

یہ بھی خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، قلندر و صوفی کے معنی میں، اور معنی فقیر، جس کے ہر حرف میں عجیب نکات کی جانب اشارہ ہے، توحید قالی، بعض غیر شرعی امور سے اشارتاً منع کرنا اور جو کچھ اس کے مناسب ہے (کے بیان میں)۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

بزم جہاں آرا کے اس اندھیرے کے مٹانے والے آفتاب کے انوار سے روشنی حاصل کرنے والوں کے سینوں کے سوز! محبت الٰہی (اور) معرفت و آگاہی کی آگ و تڑپ کو بڑھانے والے (مہربان)! فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے سلام نیاز کے بعد جو گزارش کی جاتی ہے، وہ

آنجناب اعلیٰ القاب کی بے انتہا عنایتوں کا لاکھ لاکھ شکریہ ہے کہ آپ مسلسل عنایت نامے بھیج کر درویشوں کے اس کمترین کو یاد فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگیوں کے ساتھ آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔

عنایت نامہ، جس میں قلندر وصوفی کے معنی، تصوف کے معنی میں اولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال، جن میں ہر ایک نے اپنے حال کے مطابق تقریر کی ہے (اور) دوسرے قیمتی مطالب کا ذکر ہے، موصول ہوا۔ اس نے بلند صوفیہ کے علوم میں آپ کی ذات عالی کے تبحر سے آگاہ کیا۔ تفسیر وحدیث کے بعد صوفیہ صافیہ کے علوم کے علاوہ کوئی ایسا شغل نہیں ہے، جو جان کو نور اور دل کو پاکیزگی بخشتا ہو۔ یہ اخلاقِ حسنہ سے بہت زیادہ حصہ کرامت کرتا ہے اور پسندیدہ اعمال کی توفیق رفیق فرماتا ہے اور ایک عبرت اور ایک حیرت شاملِ حال بن جاتی ہے۔ نفس اور خواہش کے ہم اسیروں اور غافلوں کو ان بزرگوں کی طرف سے ایک نشانی اور ایک تنبیہ (ہوتی) ہے۔ اللہ تعالیٰ بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ چھوٹوں کے احوال کے کھوج پر نظر رحمت سے دریغ نہیں فرماتے۔

قلندر باطن کی پاکیزگی اور استغراق وبیخودی میں کوشاں رہتا ہے۔ ظاہر اعمال کی اتنی پرواہ نہیں کرتا۔ صوفی ظاہر وباطن کو پاکیزہ بنانے اور شرک خفی کو مٹانے کے لیے ہمت کرتا ہے۔ خلقت کا وجود اس کی نظر سے اٹھ جاتا ہے۔ فعل وصفت کی نسبت سوائے ذات حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) کے کسی سے نہیں دیکھتا۔ صوفی کو قلندر پر ایک فضیلت ثابت ہے۔ معلوم نہیں ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ قلندر اس کے ذریعے صوفی پر ایک فضیلت پالیتا ہے؟ آپ ارشاد فرمائیں۔ ظاہر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کے مطابق اور باطن ماسوا کی دید، وسوسوں اور آرزو سے خالی ہو، یہ صوفی کا حال ہے۔ پس وہ اس شخص سے بہتر ہے، جو ظاہر کی رعایت نہیں کرتا۔ البتہ قلندر کی صوفی پر برتری کی وجہ آپ تلقین فرمائیں، جیسا کہ قلندر اور صوفی کے معنی ارشاد فرمائے ہیں۔ امید ہے کہ ان ہر دو مرتبہ، تحریر کی برکت (اور) تقریر کی معرفت سے ایک حصہ عمر ضائع کرنے والے اس بوڑھے کو نصیب ہوگا۔ ہر شخص اپنے سلسلہ سے ایک کثیر حصہ چاہتا ہے۔ بندہ حیران ہے کہ عمر کاہلی میں بسر ہوئی اور موت پیشانی پر بیٹھی ہے۔ بڑھاپے کا ضعف لاحق ہے اور مرض نے ایک طاقتور پنجہ گاڑ رکھا ہے۔ اپنے سلسلہ کے سبک رفتار (بزرگوں) تک بھی میں نہیں پہنچ سکتا۔ پس ہائے

افسوس! اگر گر پڑنے والوں کی دستگیری نہ کی جائے تو ہائے افسوس! حسن خاتمہ کے لیے دعا اور ایک ہمت فرمائیں کہ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ کی یہ آرزو ہاتھ لگے:

ع اَرُوْمُ وَ قَدْ طَالَ الْمُدٰی مِنْکَ نَظْرَۃً

یعنی: میں تمہارا قدر کرتا ہوں، کیونکہ تمہیں دیکھے ہوئے طویل مدت ہوگئی ہے۔

اور باقی زندگی ''مَابِهِ الْحِيَاةُ'' (وہ جو زندگی کے لائق ہے) کے شہود میں بسر ہو جائے۔ طریقہ نقشبندیہ دوام آگاہی اور یادداشت ہے، ہر لحظہ ہمت عالی کی ہمت بندھائیں اور وہ توجہ اور حضور مجھ ناتواں کے مددگار رہیں:

ع رو درو گم شو کمال اینست و بس

یعنی: جا اس میں گم ہو جا، کمال یہ ہے اور بس!

واقعات، افعال اور صفات کو (حق) سبحانہٗ (کی ذات) سے منتسب رکھ اور دل کو چوں و چرا سے پاک بنا:

ع تو مباش اصلاً وصال اینست و بس

یعنی: تو بالکل نہ رہے، وصال یہ ہے اور بس!

ایک استغراق حاصل کر اور انا (مَیں) کو خود پر لاگو نہ کر۔ امیدوار ہوں کہ آپ اس مقصد کے حصول کی خاطر اس ناچیز کے لیے بھی ضرور بر ضرور دعا فرمائیں گے۔

تصوف کا معنی جو آپ کی بلند خاطر میں آیا ہے، وہ بہت بجا ہے۔ فقیر کے ہر حرف میں نا سمجھوں کے لیے ایک اشارہ ہے۔ ''ف'' فضل حق (سبحانہٗ) ہے، اگر استقامت رفیق (حال) بن جائے۔ ''ق'' اللہ سبحانہٗ کا قرب ہے، اگر قناعت اختیار کرے۔ ''ی'' حق (سبحانہٗ) کی یاری ہے، اگر یاد (حق) پر دوام کرے۔ ''ر'' رحمت اور رؤیت ہے، اگر ریاضت کرے، ورنہ رسوائی اور قہر کا شکار اور ناامید ہو کر اللہ سبحانہٗ کی درگاہ کے فقراء کے درجہ سے نکل جائے گا۔ مَعَاذَ اللّٰه (اللہ کی پناہ!):

بہر چہ از راہ و امانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں
بہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آن نقش و چہ زیبا

یعنی: جس چیز کی وجہ سے تو راستہ سے بھٹک جائے وہ کلمہ کفر ہو تو کیا اور ایمان ہو تو کیا،

جس سے تم دوست سے دور ہو جاؤ وہ نقش برا ہو تو کیا اچھا ہو تو کیا۔

یہ شعر حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ سے ہے۔ مثنوی شریف (جلد۱:۱۹۷) میں (مولانا رومؒ نے) اس کے معنی (بیان) فرمائے ہیں۔

دوسرے بلند مکارم اخلاق لکھے جاتے ہیں۔ دریافت کرنے کی غرض سے جواب ارشاد فرمائیں۔ اس عالی شان سلسلہ کے متقدمین میں ذوق وشوق، استغراق وکمال اور جہد وزہد معمول تھا۔ یہ توحید قالی (وحدت الوجود) جو محض وہم وخیال سے، بغیر ریاضتوں اور کثیر اذکار کے (لوگوں نے) شیوہ بنالی ہے، اس کی اصل کہاں سے ہے؟ شرع شریف ان خیالات کو قبول نہیں کرتی اور جو کچھ محبت کے غلبات، جو نوافل واذکار کی کثرت سے وارد ہوتے ہیں، ان کا سکر عذر خواہی کے لائق ہوگا۔ یہ کھیل کود کی کثرت، مختلف قسم کی خلقت کے میلوں کو برپا کرنے کی فراوانی اور فاسقوں کے رقص کو جائز کرنا کہاں سے اختیار کیا گیا ہے؟ جو کچھ خلافِ شرع ہے، طاقت رکھنے کے باوجود اس سے منع کیوں نہیں کرتے؟ مالداروں کی صحبت رکھنا اور ان کا طعام کھانا، جس کی وہ شرط لگاتے تھے۔ ان (بزرگان) عزیزاً عَزَّهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ ان کو عزت دے) نے اپنے مریدوں کو ان سے منع کرنا کیوں اختیار کیا ہے؟ میرا دل مشائخ عظام علیہم الرحمۃ کی روش کے خلاف اس اختیار پر بہت افسوس کرتا ہے:

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

یعنی: میں نے تھوڑا سا غم دل تیرے سامنے بیان کیا ہے (اور) ڈر گیا ہوں کہ تو آزردہ دل ہو جائے گا، ورنہ باتیں بہت ہیں۔

روم سے ایک فاضل استفادہ کی خاطر اس بندہ کے پاس آیا (اور) مجبور ہو کر اور نارضامندی سے یہاں رہنے لگا۔ ہندوستان کے لوگوں کے طور طریقے، جو فسق اور بدعت (کی صورت) میں جاری ہیں، دیکھنے سے وہ بے چین ہوتا تھا، (لہٰذا) بہت جلدی واپس لوٹ گیا کہ اس ملک کے مسلمان عجیب ہیں! حدیث صحیح (سے ثابت ہے کہ) گناہ کو ہاتھ یا زبان سے منع کرنا چاہیے، یا دل سے برا سمجھنا چاہیے۔ اگر دل میں برا سمجھتے تو شریعت کے خلاف (عمل) کرنے پر آمادہ نہ ہوتے اور فاسقوں اور بدعتیوں کو اپنے پاس جگہ نہ دیتے۔ اس طرح کے ملک میں آدمی

کیسے رہ سکتا ہے؟ تیرے لیے ضروری ہے کہ اس ملک سے باہر نکل جائے۔

جو لوگ ظاہری علم رکھتے ہیں، ان کی صحبت سے دین کے مسائل میں استفادہ کیا جاتا ہے۔ ارباب فقر کی صحبت سے دوام ذکر و انوار، محبت کی کیفیات اور معارف کی تحقیق ہاتھ لگتی ہے۔ اس شہر میں کوئی مشہور آدمی نہیں ہے، جو احوال باطن کا غلبہ رکھتا ہو۔

حضرت خواجہ دردؒ رحمۃ اللہ علیہ اور (حضرت) شاہ او ادانی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی نسبت سے بہت زیادہ حصہ رکھتے تھے۔ بندہ کے مرشد (حضرت خواجہ مظہر جان جاناں قدس سرہٗ) مجددی تھے، آپ بیرنگ و بے کیف نسبت کامل وسعت کے ساتھ لوگوں کو پہنچاتے تھے۔

حضرت سلامت! عمر آخر کو پہنچی ہے اور نامۂ اعمال میں شرمندگی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ''وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ.'' (سورۃ الحشر، آیت ۱۸) یعنی: اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے کیا بھیجا ہے۔

جتنا بھی نگاہ کی گئی، سوائے گناہ اور شرمندگی کے کچھ آگے نہیں بھیجا گیا۔ اَلَا اَنْ یَّتَغَمَّدَ بِیَ اللّٰہُ بِسَبَقِ رَحْمَتِہٖ. یعنی: سنو! اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی سبقت سے میرے عیوب کو چھپائے گا۔

اس رحمت کے بڑھا ہوا ہونے کی وجہ سے امید ہے کہ بزرگوں کی فیاضی، بزرگی اور شفاعت کا وسیلہ ذریعۂ نجات بن جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ ابن یمین رحمۃ اللہ علیہ کے قطعہ کے مطابق اس جہان سے جانا نصیب ہو جائے:

منگر کہ دلِ ابن یمین پر خون شد
بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست
با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد

یعنی: مت دیکھ کہ ابن یمین کا دل پُرخون ہوا، تو دیکھ کہ وہ اس سرائے فانی سے کیسے گیا؟
ہتھیلی پر مصحف (قرآن مجید) اور راستہ چلتے ہوئے اور آنکھ دوست (ربّ قدوس) کی جانب، موت کے قاصد کے ہمراہ ہنستا ہوا (فانی دنیا) سے باہر (چلا) گیا۔

اس مقصد کے لیے مشکل آسان بنانے والی ہمت اور حاجت کو پورا کرنے والی دعا سے آپ یاد فرمائیں۔ اپنی اس نااہلی کے ساتھ کہ نہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے

ہوں، نہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے نواسوں سے ہوں، نہ ایسا علم رکھتا ہوں جو قبولیت عطا فرمائے اور نہ ہی ایسا کوئی عمل ہے جو معرفت کا دَر کھولے، اس طور طریقے زندگی اور اوقات کی تقسیم ہے اور اس روش کے حالات سے میں خوش جی رہا ہوں اور خوش ہی مروں گا، (اوپر) لکھے گئے قطعہ کے مضمون کے مطابق۔ وَالسَّلَامْ.

۸۰
مکتوب ہشتادم

مولوی ولی اللہ سنبھلی (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا: ان کے عریضہ کے جواب میں، جو انہوں نے اپنے باطن کی نسبت کی بے رنگی سے شکایت کی تھی اور اس بیرنگی کی نسبت ذوقیہ پر برتری (کا بیان)۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حضرت سلامت! جتنی نسبت باطن زیادہ بلند ہوتی ہے، ذوق وشوق اور کیفیات کم ہو جاتی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو نسبت باطن میں اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم سے برتر تھے، سے یہ کیفیات، استغراق اور بیخودی منقول نہیں ہے، مگر احسان (جو کہ): ''اِنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ '' (مجمع الزوائد ۱:۱۴۱۔ یعنی تو اپنے رب کی ایسے عبادت کر، جیسے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے) جو ایمان کا تیسرا حصہ ہے، (وہ) اولیاء سے زیادہ رکھتے تھے۔

ان اکابر کا مرتبہ احسان گویا شہود عینی تھا۔ اولیاء کو وہ مرتبہ جسے شہود و مشاہدہ، حضور و یادداشت اور آگاہی کہتے ہیں، خیال ہے، تا کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرامؓ کی فضیلت ثابت ہو جائے، بلکہ نسبت فوقانی (اوپر کی نسبت) میں توجہ وحضور کم ہو جاتا ہے۔ حضور سانس کی حاضری اور اپنی ذات کی طرح ہو جاتا ہے۔ بے کیف انوار کی وسعت اور جو کچھ حضرت مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم لائے ہیں، کی اتباع شاملِ وقت بن جاتی ہے۔ یہ پسندیدہ (حال) ہے۔ بلند شان حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے: ''آخری کام انتظار ہے، اور کام کا

حاصل انتظار ہے۔'' یہ انتظار لطیفہ قلبی میں ہاتھ لگتا ہے۔

پس اس بے کیفیتی سے شکایت نہیں ہے۔ لطافت و بیرنگی طریقہ احمدیہ مجددیہ کا کمال ہے۔ کَثَّرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَهْلَهَا وَاَفَاضَ عَلَيْنَا بَرَكَاتَهُمْ فِي الدَّارَيْنِ. آمِيْن، آمِيْن. یعنی: اللہ سبحانہٗ ان کے اہل میں اضافہ فرمائے اور ہم پر دونوں جہانوں میں ان کی برکات نازل فرمائے۔

۸۱

مکتوب ہشتاد و یکم

مولوی صاحب، جامع علم و عرفان مولوی بشارت اللہ بہڑائچی (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اذکار و مراقبات، لطائف عالم امر، لطیفہ نفس اور عناصر ثلاثہ کے بیان میں اور ملکہ یادداشت اور کمزوریوں کی اصلاح کے حصول کے بغیر سلسلہ کی تعلیم کی اجازت سے منع فرمانے (کے بارے میں)۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

مولوی صاحب! فضیلت و طریقت مرتبت مولوی بشارت اللہ صاحب سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَفْرَدَهٗ لِمَا خَلَقَ لَهٗ. (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور جو تکالیف اس نے پیدا کی ہیں، ان کو دور فرمائے)۔

فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے سلام اور سلامتی و استقامت کی دعا کے بعد واضح فرمائیں کہ جو طریقہ باطن آپ کو تلقین کیا گیا ہے، اس پر ہمیشہ قائم رہیں۔ ہر لطیفہ سے اسم ذات کا ذکر اور نفی و اثبات کا ذکر معنی کے لحاظ سے اور ہر لطیفہ کی رُو سے کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ درویشی با خدا (خدا کے ساتھ) رہنا ہے اور بس۔ ذکر کے وقت خواہ کوئی بھی ذکر ہو، اس لطیفہ کے مبدء کا ملاحظہ کرنا ضروری ہے۔ لطیفہ قلب کو تجلیات افعالیہ کا ظاہر کرنے والا سمجھے اور روح پُرفتوح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب (مبارک) سے ولایت و تجلیات افعالیہ پہنچی ہے، دل کی طرف متوجہ رہ کر ذکر و توجہ میں مشغول رہنا چاہیے، تا کہ یادداشت،

حضور اور جمعیت کا ملکہ قوی بن جائے اور توحید کا سر (راز) منعکس ہو اور جو توجہ پیدا ہوئی تھی وہ نیست و نابود ہو جائے۔ پھر لطیفہ روح کو صفات ثبوتیہ کی تجلیات کا ظاہر کرنے والا سمجھے اور روح (پُرفتوح حضرت) محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم، آپ پر ہزار ہزار درود ہو، کی طرف توجہ کرے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روح (مبارک) سے حضرت نوح علیہ السّلام اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر صفات ثبوتیہ کی ولایت کے فیوض وارد ہو کر (میرے لطیفہ) روح کو پہنچ رہے ہیں۔ (لطیفہ) روح سے متوجہ رہ کر ذکر و توجہ کرنی چاہیے، تاکہ جذب (کشش) اور لطیفہ باطن کی نسائم (نرم ہواؤں) کی کیفیات کو پالے اور اپنی صفات کی نسبت سلب ہو جائے اور ذات حق سبحانہٗ و تعالیٰ سے ان (صفات) کے قیام کی نسبت شاملِ حال بن جائے۔ پھر لطیفہ سر کو شیونات ذاتیہ کو ظاہر کرنے والا سمجھے اور حضرت مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سر (راز) کی طرف توجہ کرے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفہ سر سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو فیض ولایت پہنچ کر (میرے) لطیفہ سر کو پہنچا ہے۔ (لطیفہ) سر سے متوجہ رہ کر ذکر و توجہ کرنی چاہیے، یہاں تک کہ حالات و کیفیات ظاہر ہو جائیں اور اپنی ہستی، حق سبحانہٗ کی ذات (کے مقابلے) میں معدوم ہوتی معلوم ہو۔ پھر لطیفہ خفی کو صفات سلبیہ کی تجلیات کا ظاہر کرنے والا سمجھے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفہ خفی کی طرف توجہ کرے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لطیفہ خفی سے صفات سلبیہ کی ولایت کا فیض حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو فائض ہوا ہے۔ (پھر) لطیفہ خفی میں ذکر و توجہ کرنی چاہیے، تاکہ ذات کبریا (سبحانہٗ وتعالیٰ) کی تفرید (یگانگی) تمام مظاہر سے مشہود (ظاہر) ہو جائے اور اس لطیفہ کے مناسب (فیض) حاصل ہو جائے۔

پھر لطیفہ اخفی (ہے)، جو کہ ایک شان کو ظاہر کرنے والا ہے، جو ان مراتب لی جامع ہے اور وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدم (مبارک) کے نیچے ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولایت خاصہ ہے۔ (اس میں) مشغول ہونا چاہیے، تاکہ جداگانہ حالات اور اپنے اخلاق کو اخلاق الٰہی سے آراستہ کرنے کا موقع نصیب ہو جائے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ ہر لطیفہ کی توجہ (بالآخر) پوشیدہ اور نابود ہو جائے (اور سالک) صفت ''الملک'' (سبحانہٗ) سے آراستہ ہو کر اپنی خواہش و نفس کا مالک بن جائے، تاکہ ذات حق سبحانہٗ کی رضا کے خلاف (کوئی عمل) اس سے صادر نہ ہو۔ صفت ''القادر'' (سبحانہٗ) سے آراستہ ہو جائے اور خود پر قدرت پالے، اور ایسا نہ ہو کہ قدرت کو کسی

بھی کام میں اپنی طرف نسبت دے۔ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کے قدم (مبارک) کے نیچے رہنا اس معنی سے ہے کہ صفات حقیقی میں سے ہر صفت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پروردہ ہے اور اس صفت کی بہت سی جزئیات ہیں، جن میں سے اس کا ایک جزء سالک کی تربیت کرنے والا ہے۔

ہر لطیفہ کی کیفیات و حالات ان نبی (علیہ السّلام) کے حالات کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اگر چہ ان صاحب کو ان لطائف کی نسبتوں سے ایک مناسبت حاصل ہے، لیکن تقویت اور ہر لطیفہ کی کیفیات و اسرار کے حصول کے لیے پہلے (بیان کردہ) طریقہ کے مطابق کبھی کبھی لطائف کا عمل کیا جائے، (یہ) سب سے اچھا ہے، یا دوسرے کو تحریر کردہ طریقہ کے مطابق ارشاد فرمائیں، مناسب ہے۔

ہر لطیفہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف توجہ اس لیے ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایک مناسبت اور ایک التفات ظاہر ہو جائے۔ مجھے ناگوار گزرتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سوا کسی اور کی طرف توجہ کی جائے، اگر چہ حضرات انبیاء علیہم السّلام پر ایمان و یقین حاصل ہے، لیکن توجہ کی وحدت جو کہ اس راستے کی اصل ہے، میں ایک نقص آتا ہے۔

مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کو عینک کی طرح تصور کر کے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ذات حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) کی جانب متوجہ رہیں۔ ہر اُمر میں آنسرور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت کی نیت ضروری ہے۔ فرض، نفل اور توجہ میں سے جو اَمر اور جو عمل بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے امت کو پہنچا ہے، (اسے) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم (کی متابعت کی نیت) سے کرنا چاہیے، کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم (اس) عمل کا آغاز فرمانے والے ہیں۔ طعام کھانے میں گوشت، سرکہ، کدو، میٹھا، خربوزہ اور تربوز میں سے جو کچھ کھایا جائے، (اس میں) بھی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف توجہ کرنی چاہیے، کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے اور کیا ہے، تاکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جناب سے عنایت نصیب ہو اور اسے اتباع کے انوار سے رنگین فرمایا جائے۔

لطائف کی اصلاح (آراستگی) میں کامل توجہات سے مستفید ہونا چاہیے، جب تک ہر لطیفہ میں یادداشت اور اس کی کیفیات کو ایک قوت حاصل نہ ہو جائے، تاکہ دنیا اور اہلِ دنیا سے

بے تعلقی وروگردانی، صبر وتوکل، رضا وتسلیم، اخلاق کی اصلاح اور برائیوں کا چھوڑنا میسر نہ آجائے، بے مثل ذات (سبحانہٗ) کی معیت (ساتھ) کا سر (راز) اور بے مثل ذات (سبحانہٗ) کی اقربیت (قرب) ظاہر نہ ہوجائے، اور احوال کے غلبات ہاتھ نہ لگیں (اس وقت تک) کسی کو شرائط کے بغیر اجازت نہیں دینی چاہیے۔

مراقبہ اقربیت میں جذبات وحالات تمام لطائف کو پہنچتے ہیں، ان کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ مراقبہ محبت یُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (سورۃ المائدہ، آیت: ۵۴۔ یعنی: جنہیں وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اسے دوست رکھتے ہیں) میں انَا (مَیں) کا زوال اور بُری صفات کا زوال ہاتھ لگتا ہے۔ کوشش کریں کہ یہ مقاصد شاملِ وقت ہو جائیں۔ دائرہ ثانی، دائرہ ثالث اور قوس میں مراقبہ اور توجہ اصول سے کرنی چاہیے۔ (یعنی:) دائرہ ثانی کو دائرۂ اوّل کی اصل، دائرہ ثالث کو دائرہ ثانی کی اصل اور قوس کو دائرہ ثالث کی اصل سمجھ کر (کرنا چاہیے)۔

ہر دائرہ میں توجہ وذکر (کرنا چاہیے) اور توجہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روح (مبارک) سے کرنی چاہیے۔ حالات وکیفیات کے حصول کے بعد اصول اصول صفات واسماء عناصر کی اصلاح سے مراقبہ مسمی الباطن، کثرت ذکر اور نماز نوافل میں طول قنوت میں مشغول ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ملکہ یادداشت، برائیوں کی اصلاح، عجز وانکساری اور نیستی (فنا) کے حصول کے بغیر کسی کو اجازت (عنایت) فرما دیں، تاکہ طریقہ (سلسلہ) بدنام نہ ہو، کیونکہ اس طریقہ میں بے معنی الفاظ کا استعمال نہیں ہے۔ مَعَاذَ اللّٰه (اللہ کی پناہ!)

احوال محبت کے غلبات، ذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا شہود اور معرفت وتوحید کا کمال پیدا کرنا چاہیے۔ افعال (کاموں) کو واحد حقیقی (ذات باری تعالیٰ) کی طرف منسوب پانا، صفات کو صفاتِ الٰہیہ کا عکس دیکھنا اور اپنی ذات سے کوئی نشان نہ پانا، یہ سب (چیزیں) معرفت کی قسمیں ہیں۔ طبیعت کے خلاف (کسی چیز کے) ظاہر ہونے پر پیشانی پر بَل نہ ڈالنا، اور اگر ظاہر ہوجائیں تو بہت جلدی اس سے متنفر ہوجانا، یہ ہے تصوف کا راستہ!

علم تفسیر، حدیث، علوم قدماء مثلاً رسالہ قشیریہ، عوارف (المعارف)، تعرف اور احیاء العلوم کا شغل البتہ ہونا چاہیے اور علوم منطق اور دوسرے علوم کی کثرت (زیادہ مصروفیت) اچھی نہیں ہے۔

وَالسَّلَامْ.

۸۲

مکتوب ہشتاد ودوّم

اس جامع مکاتیب (حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ) کوتحریر فرمایا۔خواب کی تعبیر میں جس میں حضرت (سیّدہ) فاطمۃ الزہرارضی اللہ عنہا کی زیارت سے مشرف ہوا تھا،اس کے ساتھ بعض نصیحتیں،طریقہ (سلسلہ) کی ترقی کی دعااور جو کچھ اس کے مناسب ہے(اس کے بیان میں)۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

صاحبزادہ عالی نسب حضرت رؤف احمد صاحب سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مبارک عنایت نامہ موصول ہوا۔اس نے خیریت کی خبر (پہنچا کر) خوشی بخشی۔اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ عنایت الٰہی سبحانہٗ سے آپ نے صحت پائی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو صحت وعافیت اور استقامت عنایت فرمائیں۔

بشارت دینے والا واقعہ خوب ہے۔ہوسکتا ہے کہ آنجناب رضی اللہ عنہا خود تشریف لائی ہوں۔ائمہ اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کا دستِ فیض،جو اس سلسلہ کو پہنچا ہے،وہ آنجناب (رضی اللہ عنہا) کی صورت میں متمثل ہو کر تمہاری دلجمعی کے لیے آیا ہے۔اَلْحَمْدُلِلّٰہ !اللہ تعالیٰ تمہیں عمر احمدیہ (یعنی حضرت مجددؒ کی عمر مبارک) میں پہنچا کر نادر،مفید اور فیض بخش طریقہ احمدیہ مجددیہ کَثَّرَ اللّٰہُ اَمْثَالَھُمْ (یعنی:اللہ ان کے درجات بلند کرے) کو ترقی دینے والا بنائے۔

(اپنے) اوقات کو اذکار ومراقبات،تلاوت ودرود،استغفار ونوافل،خلوت اور گوشہ نشینی میں،اللہ سبحانہٗ کے فضل سے امید اور ماسویٰ (اللہ) سے مایوسی اور حق عم نوالہٗ کے حضور مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے واسطہ سے التجا سے لبریز رکھیں۔وَالسَّلَامُ.

شیشے کا جگ،جو کہ مالداروں کا تحفہ ہے،نہ کہ فقیروں کا،موصول ہوا۔جَزَاکُمُ اللّٰہِ.

(یعنی:اللہ تعالیٰ آپ کو جزا عطا فرمائے)۔

۸۳

مکتوب ہشتادوسوم

نیز اس جامع مکتوب (حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ) کو تحریر فرمایا، مولوی حبیب اللہ صاحبؒ کے حال پر توجہات کی قید لگانا، معہ دوسری نصیحتوں کے (بارے میں)۔

حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ!

مولوی حبیب اللہ خدمت میں پہنچ رہے ہیں، ان کے حال پر توجہات فرمائیں، تاکہ انہیں حضور و جمعیت، جذبات و واردات، لطائف کی اصلاح، برائیوں کی (نیکیوں میں) تبدیلی ہاتھ لگ جائے اور تسلیم و رضا اور صوفیہ کے مقامات عشرہ حاصل ہو جائیں۔

اپنے اور مستفید ہونے والوں کے حالات لکھ بھیجیں اور عطیات بخشنے والے (ربّ قدوس) کی درگاہ سے سرِ نیاز اور التجا کو (اِدھر اُدھر) حرکت نہ دیں (یعنی ہر وقت اس کے حضور سر جھکا کر التجا کرتے رہیں)۔

حَسْبِیْ فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طُرْفَةَ عَيْنٍ (مظہر جمال مصطفائی، ۳۱۴)۔

یعنی: (اے اللہ!) میرے لیے (تو ہی) کافی ہے، بس تو مجھے ایک پلک جھپکنے کی دیر تک بھی میرے نفس کے سپرد نہ فرما۔

موطا امام محمد، سنن ابوداؤد، (سنن) ابن ماجہ، ترجمہ (قرآن مجید) عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اور کتب تحصیلی سے جو کچھ میسر آئے، ضروری ہے۔

آپ توجہ، دعا اور ہمت سے اس بڑھاپے اور ضعف کے وقت میں (میری) مدد فرماتے ہیں۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرُ الْجَزَآءِ۔ (یعنی: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے)۔

۸۴
مکتوب ہشتاد و چہارم

نیز اس جامع مکاتیب (حضرت شاہ رؤف احمد مجددیؒ) کو تحریر فرمایا، اس بیان میں کہ اپنے بزرگوں کا شجرہ پڑھ کر ذات (حق) سبحانہٗ کی جناب میں حاجات پیش کریں اور ختم پیراں لازمی سمجھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

صاحبزادہ ولایت نسب حضرت رؤف احمد سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں سلام نیاز کے بعد گزارش ہے کہ مدتیں ہوئیں کہ آپ کی خیریت کی کوئی اطلاع نہیں (ملی) ہے۔ (اپنے) حالات شریف اور مستفید ہونے والوں کے حالات لکھ کر انتظار کو رفع فرمائیں۔

اپنے بزرگوں کا شجرہ پڑھ کر (حق) سبحانہٗ کی جناب میں حاجات پیش کر کے ظاہر و باطن کی جمعیت (کا حصول) اور ان اکابر کی متابعت کریں۔

ختم حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور ختم حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو لازم سمجھیں۔

وَالسَّلَامُ.

۸۵
مکتوب ہشتاد و پنجم (رسالہ اوّل)

بیعت کی اقسام اور پیری کی شرائط، صحبت مریداں کی تاثیر کے آثار کا بیان اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر بھلائی سے کیا جائے، اولیاء میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے۔ سماع و درویشی کا ذکر، اقسام توحید، خلافت، نماز و روزہ، بدعت سے روکنا اور کفار کی رسومات کا بیان۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

حمد وصلوٰۃ کے بعد فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی قادری نقشبندی مجددی عفی عنہ گزارش کرتا ہے کہ واضح ہو کہ بیعت بمعنی عہد کرنا ہے اور اس پر قائم رہنا۔ صوفیہ کے سلاسل میں (اس کا) معمول ہے اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

بیعت

بیعت کی تین قسمیں ہیں:

بیعت اوّل: بیعت اوّل توبہ ہے، جو کسی بزرگ کے ہاتھ پر گناہوں کو ترک کرنے کے لیے کی جاتی ہے اور یہ کبیرہ گناہ (کرنے) سے ٹوٹ جاتی ہے۔ اس پر دوبارہ بیعت کرے۔ غیبت کے بارے میں اختلاف ہے۔ کسی مسلمان کی حقارت کے لیے غیبت کرنا اور جھگڑے کا بیان البتہ کبیرہ (گناہ) ہے۔ اساتذہ کے عیوب بیان کرنا، جس سے ان کی ثقاہت میں نقص (آتا) ہے اور مشائخ کے عیوب (بیان کرنے) سے بدعتی ہونا لازم (آتا) ہے، تاکہ مسلمان پرہیز کریں۔

بیعت دوّم: دوسری بیعت کسی سلسلے سے انتساب کرنے کے لیے۔ ایک بشارت کے حصول کی خاطر کہ اس سلسلہ سے (وابستہ) ہے اور ان کی شفاعت کی امید (کے لیے)، مثلاً قادری بنتا ہے تاکہ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت، جو انہوں نے فرمایا ہے: ''میرے مرید توبہ کے بغیر نہیں مرتے''، میں شامل ہو جائے۔ اس بیعت کا تکرار ضروری نہیں ہے۔

بیعت سوّم: کسی سلسلہ سے استفادہ کے لیے (یہ) بیعت کرتا ہے۔ پس اگر اس نے ایک عرصے تک ان بزرگوں کے اشغال واذکار اور مراتب اخلاص کو اپنایا اور فائدہ نہ ہوا تو صدق طلب (یہ) ہے کہ کسی دوسرے سلسلہ کی طرف رجوع کرے۔ مرشد (اوّل) راضی ہو، یا نہ ہو، دوبارہ کسی دوسرے مرشد کی بیعت کرے، اور پہلے مرشد کا انکار نہ کرے، کیونکہ اس کی قسمت وہاں نہ تھی۔ اگر اس کی شریعت وطریقت میں کوئی نقص پایا اور اہلِ دنیا اور طلب دنیا میں مبتلا ہو گیا تو (پھر) کسی دوسرے مرشد سے فیض باطن، محبت اور معرفت حاصل کرے۔ بچہ جس نے کسی کی

اتباع میں بیعت کی ہے، وہ سن شعور و عقل کو پہنچنے کے بعد اختیار رکھتا ہے کہ جہاں چاہے بیعت کرے، یا اگر وہ (پہلا پیر) صاحبِ لیاقت پیر ہے تو پھر اسی کی بیعت پر قائم رہے۔

پیر (مرشد) وہ شخص ہے جو رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت پر ظاہری اور باطنی عمل کرنے والا، بدعت کو ترک کرنے والا، بزرگانِ سلف مثل حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام (فریدالدین) گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ پر درست (قائم) اور فقہ کے ضروری علم سے بہرہ مند ہے۔ اگر حدیث مشکوٰۃ شریف اور تفسیر قرآن مجید کا مطالعہ رکھتا ہے اور اخلاق صوفیہ کی کتب (مثلاً) منہاج العابدین اور کیمیائے سعادت حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، اور ان جیسی اور بزرگوں کے حالات وملفوظات کی کتابوں کو ہمیشہ (زیر مطالعہ) رکھے، (یہ) تصفیہ وتزکیہ کے لیے بہت مفید ہے۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے احتراز کرے، نیک اعمال کے وظائف، خلوت اور گوشہ نشینی سے (اپنے) اوقات کو آباد رکھے۔ اللہ سے امید اور ماسویٰ (اللہ) سے مایوسی لازم پکڑے۔ قرآن مجید کو حفظ کرنے میں اگر معذور ہے تو اس کے چند پارے تلاوت کرے۔ کثرت ذکر سے کیفیات باطن سے بہرہ مند ہو۔ توبہ وانابت، زہد، ورع وتقویٰ، صبر وقناعت، توکل وتسلیم اور رضا اپنے سلسلہ کے مطابق رکھتا ہو۔ اس کے دیکھنے سے اللہ سبحانہٗ یاد آئے اور دل کو وسوسوں سے پاکیزگی ہاتھ لگے۔

پیر

اگر (یہ پیر) چشتی ہے تو اس کی صحبت سے ذوق وشوق، گرمی، دل کی بیقراری اور ترک و تجرید ہاتھ آتی ہے۔ اگر قادری ہے تو دل کی پاکیزگی عالم ارواح وفرشتوں سے مناسبت اور گذشتہ و آئندہ کا ایک علم اس کے شاملِ حال ہو جاتا ہے۔ اگر نقشبندی ہے تو حضور جمعیت، نسبت یادداشت وبیخودی اور جذبات وواردات اس کے ہاتھ لگتے ہیں۔ اور اگر مجددی ہے تو جو کچھ فوقانی (اوپر کے) لطائف میں کیفیات وصفا، نسبت باطن اور انوار واسرار جو سلسلہ مجددیہ میں مقرر ہیں، پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر اس کی صحبت میں یہ احوال ظاہر نہ ہوں تو کہا جا سکتا ہے:

صحبت نیکان ز جہان دور شد
خانہ عسل خانہ زنبور گشت

یعنی: نیک (لوگوں) کی صحبت دنیا سے اٹھ گئی، شہد (کی مکھیوں) کا چھتہ بھڑوں کا چھتہ بن گیا۔

مرید

مرید وہ آدمی ہے، جس کا باطن طلب کی آگ سے جلتا ہے اور محبت (الٰہی) کا درد اُسے بیقرار رکھتا ہے۔ سحری کو جاگتا ہے، حسرت بھری آنکھ سے آنسو بہاتا ہے، ناکامی اور خاکساری اس کا شیوہ، گذشتہ پر شرمساری اور آئندہ سے خوفزدہ رہنا اس کا کام (ہے)۔ اوقات کی تقسیم نیک اعمال پر مقرر کر رکھی ہے۔ نزاع میں صبر وعفو اور ذات حق سبحانہٗ کی مرضی پر نظر رکھنا لازم سمجھتا ہے۔ اپنی غلطی سے آگاہ ہے اور لوگوں کو معذور سمجھتا ہے۔ ہر سانس پر حق سبحانہٗ کے ذکر سے آگاہ رہتا ہے کہ مبادا یہ سانس آخری ہو اور غفلت سے باہر آئے۔ بات چیت کرتے ہوئے مخالف سے جھگڑنے اور الزام لگانے سے پرہیز کرتا ہے کہ مبادا کسی دل کو دکھ پہنچے، کیونکہ وہ اللہ سبحانہٗ کا گھر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکرِ خیر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر بھلائی سے کرتا ہے، بلکہ حدیث شریف کے مطابق ان واقعات میں خاموش رہنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ان (صحابہ کرامؓ) پر طعن کرنے سے (اللہ تعالیٰ سے) دوری میسر ہوتی ہے۔ جب (نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور) حاضر رہنے والوں نے اصلاح نہیں پائی اور انہوں نے جانفشانیاں (محنتیں) کی ہیں، پھر غائبین کو کیا توقع (ہو سکتی ہے)؟ ان (صحابہ کرامؓ) کی دوستی حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دوستی (ہے)۔

اولیائے کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت دینا

اولیائے کرام کو اپنے گمان سے ایک دوسرے پر فضیلت نہ دے۔ کسی کو نص اور صحابہ (کرام) رضی اللہ عنہم کے اجماع سے فضیلت دی جا سکتی ہے۔ محبت کا جنون اعتبار کے لائق نہیں ہے۔

سماع

سماع کو بزرگوں نے بغیر ساز، نابالغ بچوں، عورتوں اور نااہلوں کے اجتماع کے بغیر سنا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ (نظام الدین اولیاء) رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت مبارک میں لہو ولعب (کھیل کود) ہرگز نہ تھا، (بلکہ) رونا اور سوز تھا، جس طرح کہ فوائد الفواد اور سیر الاولیاء میں تفصیل سے لکھا ہے: ''پیرانِ کبار کے خلاف دلوں کو سیاہ کرتے ہیں۔''

میں کہتا ہوں: سماع قبض باطن کی کشادگی، یا انبساط (کشادگی) کی زیادتی، یا درد و معانی کے لیے جو اشعار محبت اور رقت قلب میں ہوتا ہے، مقرر کیا گیا ہے، نہ کہ غافلوں کے اجتماع کے لیے۔ یہ میلے اس طرح کے سماع کے ساتھ فسق ہے۔ خبردار! ان سے پرہیز کرے۔ اگر کسی نے لہو ولعب (کھیل کود) کو جائز سمجھا تو غلبہ حال (کی وجہ) سے معذور ہے، اس کا اتباع کرنا منع ہے۔ شرع شریف کے مطابق اس کا علاج ذکر جہر مقرر کیا گیا ہے۔ خفی سب سے زیادہ بہتر ہے، ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ ذکر خفی کی (ذکر) جہر پر فضیلت ثابت ہے۔ حدیث شریف کی رُو سے (ذکر) جہر دل کی گرمی اور غفلت کو دور کرنے کے لیے چند بار میانہ روی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ محبت کے غلبہ سے جو اذکار و ریاضات کی کثرت کی جاتی ہے، (اس سے) اسرار توحید ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ ایک ہستی کا ممکنات میں دیکھنا ہے، ممکنات کو عین ذات حق سبحانہٗ نہ جاننا (بلکہ) گمان کرنا۔ اربابِ حال کی تقلید میں وہم و خیال سے اس معرفت کو زبان پر لانا اور خود کو موحد قرار دینا عقل و شرع سے دور ہے۔ حضرت رکن الدین ابوالمکارم علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروکاروں نے دیکھا ہے اور پایا ہے کہ اس معرفت کے علاوہ ایک اور معرفت بھی حاصل ہوتی ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے مذاق کے مطابق ہے۔

درویشی

درویشی باخدا (خدا کے ساتھ) ہونا، حسن اخلاق اور اتباع شریعت ہے۔ دل غیر کے وسوسہ سے خالی اور ظاہر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے آراستہ، دوام حضور، جسے مرتبہ احسان کہتے ہیں، باطن کے لیے لازم بنا ہوا ہو، یہ ایک عجیب سعادت ہے، اگر عطا فرمائیں

اور محروم نہ رکھیں۔ توحید افعالی، (یعنی) فعل کو ایک فاعل (حقیقی) سے دیکھنا اور توحید صفاتی، (یعنی) صفات کو حق سبحانہٗ کی صفات کا عکس سمجھنا اور ذوات (ہستیوں) کو حق سبحانہٗ کی ذات میں محو (مستغرق) دیکھنا، اولیائے کرام سے مروی ہے:

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: تا کہ یار کسے چاہتا ہے اور اس کا میلان کس کی طرف ہے؟

اجازت وخلافت

اگر کوئی آدمی نسبت اور حالات باطن کسب کرے اور اخلاق کی اصلاح وصبر، توکل و قناعت، رضا و تسلیم اور ترک دنیا (اختیار) کرے اور سلف صالحین کی اتباع سے اس بلند مرتبہ کے لائق ہو تو اسے (اجازت وخلافت) دینی چاہیے۔ باطن کے حالات وکیفیات کے حصول کے بغیر، صرف اذکار کی تلقین پر اجازت دینا حرام اور پیرانِ کبار کے خلاف ہے۔ ایک کو مغرور بنانا اور دوسرے کو مجروح کرنا عقل وشرع سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس عمر ضائع کرنے والے بوڑھے کو اپنی رضا، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور اپنی لقاء کا اشتیاق کرامت فرمائے:

خدایا بحق بنی فاطمہؓ
کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ
اگر دعوتم ردّ کنی ور قبول
من و دست و دامان آل رسولؐ

(بوستان سعدی، ۱۰)

یعنی: اے اللہ! (خاتونِ جنت) حضرت سیّد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد کے صدقے، میرا خاتمہ کلمہ ایمان پر فرمانا۔

اگر تو میری دعا رد کرے یا قبول، میں ہوں اور میرا ہاتھ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل (اطہارؓ) کا دامن پاک ہے۔

باجماعت اوراطمینان کے ساتھ نماز

جاننا چاہیے کہ نماز باجماعت، رکوع وسجود اور قومہ وجلسہ میں اطمینان کے ساتھ (ادا کرنا) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہے۔ قومہ وجلسہ کو بعض نے فرض کہا ہے۔ حنفی مفتیوں میں سے قاضی خانؒ نے (اسے) واجب کہا ہے اور اس کے ترک پر سجدہ سہو واجب بتایا ہے۔ اگر عمداً ترک کرے تو وہ نماز کے لوٹانے کے قائل ہیں۔ جس شخص نے سنت موکدہ کہا ہے، وہ واجب کے قریب ہے اور ترک سنت کو حقیر جاننا کفر ہے۔ قیام میں ایک الگ صورت ہے اور رکوع میں جدا۔ قومہ وجلسہ اور سجود وقعود میں مختلف حالات وکیفیات ہاتھ لگتے ہیں۔ نماز عبادات کی تمام قسموں کا مجموعہ ہے۔ تلاوت وتسبیح، درود واستغفار اور دعا (اس میں) شامل ہے۔ درخت گویا قیام میں ہیں، حیوانات رکوع میں اور جمادات تعدہ میں۔ نماز ان کی عبادت پر ہے۔ نماز معراج میں فرض ہوئی، جو آدمی صاحبِ معراج (حضرت محمد) صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مسنون طریقے پر ادا کرتا ہے، وہ ایک عروج سے قرب (الٰہی) کے مقامات میں پہنچ جاتا ہے۔ اربابِ ادب وحضور نماز میں کئی عروج پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول (مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے امت پر ایک احسان کیا ہے کہ نماز کو فرض کیا ہے۔ پس اس کی منت واحسان ہے اور اسی کے لیے نماز، تحیت اور ثناء ہے۔ نماز سے عجیب پاکیزگی اور حضوری حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے پیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگرچہ نماز میں رؤیت (باری تعالیٰ) نہیں ہوتی ہے، لیکن رؤیت جیسی ہی ایک حالت ہے اور یہ مجربات میں سے۔ جس وقت بیت المقدس سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے قبلہ کی جانب تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو یہود نے کہا: جو نمازیں بیت المقدس کی جانب (منہ) کر کے پڑھی گئی ہیں، ان کا حکم کیا ہے؟ (اس پر یہ) آیت شریف نازل ہوئی:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ. (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۴۳)۔

ترجمہ: خدا ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو یونہی کھودے۔

یعنی تمہاری نمازوں کو ضائع کردے۔

نماز کو ایمان سے تعبیر فرمایا ہے۔ پس مسنون طریقے سے نماز کو ضائع کرنا، ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور خوشی نماز میں رکھی گی ہے، یعنی: نماز میں ذات حق (سبحانہٗ وتعالیٰ) کا حضور وشہود ہے، جو میری آنکھوں کو خوشی

پہنچاتا ہے۔رسول خدا صلیٰ اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اَرِحْنِیْ یَابِلَالُ.'' (مجمع الزوائد،ا: ۱۴۵)۔یعنی: اے بلالؓ! نماز کی اذان واقامت کے ساتھ ہمیں راحت پہنچاؤ۔

جو آدمی نماز کے علاوہ (کسی شے) میں راحت سمجھتا ہے، وہ مقبول نہیں ہے، کیونکہ اس میں تلاوت اور دوسرے تمام اذکار شامل ہیں۔جو آدمی نماز کو ضائع کرتا ہے، وہ دین کے دوسرے امور اس سے زیادہ ضائع کر بیٹھے گا۔

روزہ

روزہ بیہودہ بات اور غیبت سے بے ثواب بن جاتا ہے۔غیبت اعمال کے ثواب ضائع کرنے والی (شے) ہے، (لہٰذا) اس سے پرہیز واجب ہے۔سخت نادانی ہوگی کہ محنت اور کوشش سے اعمال کیے جائیں اور ان کا ثواب ضائع ہو جائے۔اعمال ذات کبریا سبحانہٗ (وتعالیٰ) کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، بے ادبی ہے کہ غیبت اور بیہودہ (شے) اپنے پروردگار عم نوالہٗ کے حضور روانہ کی جائے۔

گانا سننا

گانا، ساز، نغمہ، ستار سننا اور ناچ دیکھنا...جن کو عزیزوں نے اختیار کر رکھا ہے، اور اکابر کی تصاویر بنا کر اُن کی زیارتوں سے ذات کبریا (سبحانہٗ وتعالیٰ) کی جناب سے جو توسل کرتے ہیں، مسلمانی کے لیے عیب وشرم ہیں۔یہ (چیزیں) اسلام سے نہیں ہیں، دیکھے بغیر بزرگوں کی تصاویر بناتے ہیں، یہ جھوٹ ہے، تَابَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ. یعنی: اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔

سیّد اسمٰعیل عالم ومحدث سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارِکَ فِیْمَا اَعْطَاہٗ (اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے جوان کو عطا فرمایا ہے، اس میں برکت عطا فرمائے) مدینہ منورہ سے سلسلہ مجددیہ کے کسب کرنے کے لیے بندہ کے پاس آئے تھے۔میں نے انہیں آثار شریف کی زیارت کے لیے جامع مسجد (دہلی) میں بھیجا۔جلد ہی واپس آئے (اور) کہا: ''وہاں بتوں کی ظلمت ہے، اگرچہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے انوار (مبارک) بھی وہاں ہیں۔'' میں نے مجاوروں سے پوچھا کہ درگاہ شریف میں کس کے آثار ہیں؟ انہوں نے کہا: ''ایک صندوق میں بزرگوں کی تصاویر رکھی گئی

ہیں۔'' ہم نے یقین کیا کہ یہ تصاویر کی ظلمات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کو توڑا ہے۔ مبادا کہ یہ آیت شریفہ اس عمل کے ساتھ صادق آئے: ''مَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ۔'' (سورۃ یوسف، آیت ۱۰۶)

یعنی: ان میں اکثر خدا پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

مرغ لڑانا، کبوتر بازی اور ہر لہو (بیہودہ کام) حرام ہے۔ پتھر کو تراش کر اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک قرار دینا بھی اسی طرح تصویر پرستی ہے۔

بجالانا رسومات کفار ہولی، دوالی اور بسنت اور مجوسیوں کا نوروز کفار کی تشبیہ ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ (اللہ کی پناہ!) جب مرشد ان برائیوں کا ارتکاب کریں تو مریدوں کو سند حاصل ہو جاتی ہے۔ پیری و مریدی تقویٰ سے ہوتی ہے۔ کیفیت باطن، کشف اور خرق عادت کفار کو بھی ہوتا ہے۔ ریاضات و اشغال جو جاہلوں کی تسخیر کے لیے کیے جاتے ہیں۔ (دعائے) سیفی، نقش اور تعویذ لکھنا دنیا کمانے کے لیے ہے، (یہ) کوئی اعتبار نہیں رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع مسلمان کا دین اور حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) کے قرب کا راستہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہ ہے اور قرآن مجید اسی لیے نازل ہوا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ یعنی: اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے راستے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کے راستے پر ثابت (قدم) رکھ۔ آمین۔

۸۶

مکتوب ہشتاد و ششم (رسالہ دوّم)

طریقہ شریفہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات، معہ حضرت (مجددؒ) کے کلام پر ناسمجھوں نے جو اعتراضات کیے ہیں، ان کو دور کرنے کے بیان میں۔

(بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ)

حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ شریفہ ذکر خفی کا دوام (ہمیشگی)، دل کی طرف توجہ اور دل کی ذات حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) کی طرف توجہ، وسوسوں سے محافظت اور بازگشت (ہے)۔ (پھر) چند بار ذکر کے بعد کہے: ''اے اللہ! میرا مقصود تو اور رضا تو ہے، اپنی محبت و معرفت نصیب فرما۔''

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''موصل مرید الی المراد'' میں فرمایا ہے: ''انصاف کی رُو سے فنا و بقا کے حصول کے لیے کوئی طریقہ، طریقہ نقشبندیہ سے بہتر نہیں ہے۔'' انتہیٰ۔

(حضرت) شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد سلاسل سے استفاضہ فرمایا اور طریقہ نقشبندیہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حضور و یادداشت سے حاصل کیا۔

میں کہتا ہوں: اس طریقہ کو لازم پکڑنے سے شریعت کا اتباع اور بدعت کا ترک ہاتھ لگتا ہے اور کھانے کی چیزوں اور عبادتوں کے ہر کام میں میانہ روی (اختیار) کرتے ہیں اور بلند مقامات پر پہنچ جاتے ہیں۔ ساٹھ رکعات نماز، دو پارے قرآن مجید اور ہزار مرتبہ درود (شریف) عشاء کے وقت سونے کے نزدیک (پڑھ لے تو) بہتر ہے۔ کلمات طیّبات (اوراد) اور جو کچھ صحیح حدیث سے ثابت ہے (ان کا پڑھنا) حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں معمول ہے۔ یہ طریقہ علماء کا پسندیدہ ہے، (اس میں) محنت کم اور نفع زیادہ (ہے)۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے والد (بزرگوار) سے چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ اذکار کی تلقین کے بعد حضرت یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ کبرویہ اخذ کیا اور حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا۔ ان (حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت مبارک کی برکت سے انہوں نے کمالات و مقامات، حالات و جذبات، واردات و کیفیات، معارف کثیرہ کے علوم اور بہت زیادہ اسرار و انوار حاصل کیے۔ پھر حضرت خواجہؒ کی تربیت کی برکت سے عنایت ذات حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) سے ایک نئے طریقہ کا امتیاز پایا اور حضرت خواجہؒ نے اس کا اثبات فرمایا۔ حضرت مجددؒ کے اس نئے طریقہ میں بہت سی اصطلاحات و مقامات ہیں اور ہر

اصطلاح میں الگ کیفیات وحالات اور جدا اسرار وانوار ہیں۔ ان کے اس طریقہ نے علماء وعقلاء کی گواہی سے ایک ثبوت پایا ہے۔ اس طریقہ کے ذریعے ایک جہان حق سبحانہٗ کے واصلین میں سے ہوگیا۔

تو جانتا ہے کہ بزرگوں کے کلام میں ظاہری طور پر کام میں لائے گئے کلمات زیادہ ہیں۔ مخلصین نے ان کلمات کی تاویلیں کی ہیں۔ اسی طرح ان (حضرت مجددؒ) کے کلام میں اعتراضات کے لائق (کلمات) بھی ہیں جو تاویل سے شرع کے مطابق (جائز) بن جاتے ہیں۔ حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ وہ فیض ولایت کا واسطہ ہیں۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور اہلِ بیت عظام (رضی اللہ عنہم) معدود ہیں۔ مقام خلّت، جس کی زیادتی کی طلب کا حکم وارد ہوا ہے، (اس) میں تمام مسلمان شریک ہیں۔ اس کی برکات بعض میں کم اور بعض میں زیادہ (ہیں)۔ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برابری کو کفر کہا گیا ہے۔ رسالہ معراجیہ اور مساوات حاسدوں میں شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے کلام میں اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ انہوں (حضرت مجددؒ) نے خود اعتراضات کا جواب لکھا ہے اور مخلصین نے بھی۔ بدون تحقیق اور بغیر علم کے اولیاء کا انکار دلوں کو سیاہ کرتا ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ!)۔

درویشوں کا یہ کمترین، بلکہ ان کے قدموں کی خاک غلام علی عفی عنہ عالی شان سلسلہ قادریہ سے بیعت رکھتا ہے اور (اس نے) نقشبندیہ مجددیہ اشغال واذکار سے تربیت پائی ہے اور (اسے) حضرات چشتیہ سے بھی نیاز حاصل ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ (اس نے) نقشبندیہ مجددیہ کی نسبتوں کی مناسبت کے حاصل کرنے سے باطنی کیفیات وحالات سے کئی حصے پائے ہیں۔ ان اکابر کا شکر اور احسان بیان کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ امیدوار ہے کہ جس طرح انہوں نے اس کمترین کو دنیا میں اپنے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمایا ہے۔ (اسی طرح) آخرت میں بھی اپنی شفاعت سے فلاح پانے والوں، اہلِ نجات اور بلند درجات والوں (میں شامل) فرمائیں گے، آمین۔ جَزَاھُمُ اللّٰہُ عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَآءِ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ.

یعنی: (اے اللہ! تو) انہیں میری طرف سے جزائے خیر عطا فرما اور ہمارے سردار (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر سلامتی نازل فرما اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آل (اطہارؓ) اور صحابہ (کرامؓ) پر۔

۲

مکتوب ہشتادوہفتم (رسالہ سوم)

طریقہ کے پیشوا، دردمند دِلوں کی مرہم، خواجہ خواجگان، پیرِ پیران حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

چند سطریں حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں بطور تبرک لکھی گئی ہیں۔ یہ حالات ان کے مقامات میں مفصّل مذکور ہیں۔ امام اولیاء صاحب الطریقہ خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سادات کرام سے ہیں۔ آپ کا نسب مبارک حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

آپ کی ولادت محرم ۷۰۸ھ میں ہوئی۔ حضرت حکیم علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ اسحاق یسوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاء رحمۃ اللہ علیہم وغیرہما سالوں پہلے آپ کے وجود کی بشارت دیتے تھے کہ بخارا میں ایک مجذوب ومحبوب پیدا ہوگا، جس کی ہدایت وولایت کے نور سے ایک جہان منور ہوگا۔

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ جب ان کے دیہات سے گزرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہاں سے اللہ سبحانہٗ کے ایک ولی مرد کی ولایت کی خوشبو آتی ہے، جس سے یہ قصرِ ہندواں، قصرِ عارفاں بن جائے گا۔

ایک روز انہوں نے فرمایا: ''وہ خوشبو زیادہ ہوگئی ہے، یقیناً وہ ولی پیدا ہوگیا۔'' حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کو ان کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے فرمایا: ''یہ وہی ولی ہے، جس کی خوشبو ہم سالوں سے سونگھ رہے تھے۔ ایک سلسلہ عالی کے صاحب بنیں گے۔ بہت زیادہ اولیاء ان کے سلسلہ میں پیدا ہوں گے۔''

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو اٹھارہ برس کی عمر میں حق سبحانہٗ کی کشش (محبت) نے آ

لیا۔ سب کاموں کا فکر چھوڑ کر صوفیہ کے طریقہ عالیہ میں راہِ سلوک پر گامزن ہو گئے (اور) ریاضت وعبادت میں مشغول ہو گئے۔ سات سات روز تک فاقہ کیا کرتے تھے، تاکہ تصفیہ ہاتھ لگے۔

علم دین سیکھا اور حدیث میں امام الہدیٰ بہاء الدین قشلاقی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حاصل کی۔ (حضرت) مولانا بہاء الدین قشلاقی رحمۃ اللہ علیہ اجلہ اولیاء سے ہیں۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں حضرت خواجہ بہاء الدین (رحمۃ اللہ علیہ) سے فرمایا: ''تو جس طرح کا پرندہ ہے، یہ ایک اور (چیز) ہے اور عارف ایک اور طرح کا ہے۔ تو اسے دیکھنا چاہتا ہے، البتہ عرض کیا گیا ہے۔'' پھر چھت پر آواز دی گئی کہ عارف آجا۔ (حضرت) مولانا محمد عارف (رحمۃ اللہ علیہ) نے ساٹھ کوس سے آواز مبارک سنی اور ایک قدم سے (فوراً) آ گئے اور (حضرت) خواجہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملاقات کی۔ وہ (حضرت) مولانا بہاء الدین قشلاقی (رحمۃ اللہ علیہ) سے استفادہ کرنے والوں میں سے ہیں۔

اس کے بعد (حضرت) مولانا (بہاء الدین نقشبندؒ) نے حضرت سیّد میر کلال (رحمۃ اللہ علیہ) سے بہت زیادہ فیوض حاصل کیے۔ حضرت خواجہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت سیّد میر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) نے سیّد السادات حضرت میر کلال رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مولانا بابا سماسی (رحمۃ اللہ علیہ)، جو چار واسطہ سے خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (رحمۃ اللہ علیہ) کو پہنچتے ہیں، کی صحبت مبارک میں رہ کر نسبت خواجگان کا استفادہ کیا۔ حضرت میر (کلال رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے مرشد کی وصیت کے مطابق ان کی تربیت میں بہت زیادہ کوشش کی۔ نسبت کے حصول کے بعد حضرت میر (کلال رحمۃ اللہ علیہ) نے (حضرت خواجہ نقشبندؒ سے) فرمایا: ''تمہاری ہمت بلند ہو گئی ہے، تمہاری روحانیت کا پرندہ بشریت کے انڈے سے باہر نکل آیا ہے، (لوگ) جہاں بھی اس مطلب (دولت) کی خوشبو پائیں گے، رجوع کریں گے۔'' حضرت خواجہ (نقشبندؒ) نے تواضع کی اور عرض کیا: ''میرا سر آپ کے آستانے کی خاک ہے، اور جو کچھ میں نے پایا ہے، مجھے کافی ہے۔'' (حضرت میر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا: 'مرضی الٰہی یہی ہے، مشائخ تم سے راضی ہیں اور وہ تمہاری تکمیل اور بلندی درجات کی طرف توجہ رکھتے ہیں۔''

پس حضرت خواجہ (نقشبندؒ) نے ناچار طلب مقصود کے لیے سفر اختیار کیا۔ آخر (حضرت) شیخ قیثم (رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں پہنچے، جو اجلہ مشائخ میں تھے اور ان کا سلسلہ (حضرت) سیّد احمد یسوی (رحمۃ اللہ علیہ) تک پہنچتا ہے۔ وہ اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (رحمۃ اللہ علیہ) خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔

(حضرت خواجہ نقشبند نے) کچھ عرصہ (حضرت شیخ قیثمؒ) سے استفادہ کیا۔ انہوں نے حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کے بارے میں فرمایا: ''ولایت کے طلب شوق کی اس طرح کی گرمی اور بے آرامی بخارا سے آئی ہے۔'' حضرت شیخ قیثم (رحمۃ اللہ علیہ) سلسلہ یسویہ کے اجلہ عرفاء میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے انتقال کے وقت (کو قریب) پایا تو بغیر بیماری کے فرمایا: ''پانی گرم کریں، قبر بنائیں۔'' پھر چند بار ذکر کیا اور جان حق کے سپرد کر دی۔

ایک بار حضرت خواجہ (نقشبندؒ) نے عرض کیا: ''الٰہی! اپنی محبت کے دریا سے جو تو نے اپنے دوستوں کے ارواح پر گرایا ہے، اس میں سے ایک قطرہ بہاء الدین کو عطا فرما۔'' آواز آئی کہ اے کم ہمت! ہم سے ایک قطرہ طلب کرتے ہو؟ (حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں) پس میں نے اپنے رخسار پر سخت تھپڑ مارا، جس کا درد مدتوں محسوس کرتا رہا۔ میں نے کہا: ''اگر سلطان بایزید بسطامیؒ کا آخر بہاء الدین کا اوّل نہ ہو تو اللہ کی محبت بہاء الدین پر حرام!''

پھر آپ قوی مجاہدات تک پہنچے، جہاں تک پہنچ سکے۔ انوار و حالات اور ولایت کی کیفیات، تصرفات اور کرامات جو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے ظاہر ہوئی ہیں، وہ دو سو سال سے کسی ولی سے مروی نہیں ہے۔

آپ کا ''نقشبند'' نام پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے آبائے کرام میں سے ایک صاحب قالین بُنتے تھے اور اُس پر نقش و نگار کیا کرتے تھے۔ یا میں کہتا ہوں کہ طالبین کے دل سے نقش ماسوی اللہ معمولی توجہ سے دھو ڈالتے تھے۔ آپ کی طرف طریقہ کا انتساب اس لیے ہے کہ نفی و اثبات سے ایک دائمی جذب حاصل ہو جاتا ہے، جو حضرات خواجگان میں معمول تھا۔ مراقبہ معیت سے ایک (اور) جذب پیدا ہوتا ہے (جو) آپ کو مرحمت ہوا۔ آپ نے دونوں جذب کو رواج دیا۔ (طالبین) آپ کی صحبت میں چند روز میں حالات کے غلبہ سے نمکین اور میٹھے میں فرق نہیں کر پاتے تھے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ. (یعنی: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے)۔

ہدایت و رُشد کے آثار بچپن سے آپ میں ظاہر تھے۔ کرامات، خرق عادات اور تصرف، جو حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کے مقامات میں مذکور ہیں، ان کی کوئی حد نہیں ہے۔ (آپ) چار برس کے تھے تو فرمایا: ''یہ ہماری گائے، سفید پیشانی والا بچھڑا دے گی۔'' اسی روز یونہی ہوا۔

زندہ کرنے اور مارنے کے ضمن میں جو (کچھ) اولیاء سے ظاہر ہوا، ایسی کرامات (بھی) موجود ہیں۔ (حضرت) محمد زاہد (رحمۃ اللہ علیہ) سے فرمایا: ''مرجا''۔ وہ مر گئے۔ فرمایا: ''زندہ ہو جا۔'' زندہ ہو گئے۔ ایک روز خسرو کو کہا: ''خود کو قربان کرو، اس راستے میں خود کو دریا میں ڈال دو۔'' پس اس نے خود کو دریا میں گرا دیا۔ لوگوں نے کہا: ''اس نے خود کو بیجا ہلاکت میں ڈالا۔'' آپ نے فرمایا: ''خسرو! تو دریا سے باہر آجا۔'' وہ دریا سے باہر آ گیا۔ اس کا ایک بال بھی نہیں بھیگا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہاں حجرہ تھا، میں (اس میں) مراقب تھا۔

ایک روز وہاں ہوا میں اولیاء نے پرواز کی۔ آپ (حضرت خواجہ نقشبندؒ نے) فرمایا: ''یہ کیسا کام ہے؟'' (پھر) زنبیل سے فرمایا: ''ہوا میں اُڑ جا اور مٹی کے اس ڈھیر سے، جو وہاں پڑا تھا، خود کو پر کر کے لے آ۔'' زنبیل ہوا میں اُڑی اور مٹی کے اس ڈھیر سے خود کو بھر کر لاتی رہی۔ اس نے چند مرتبہ ایسے کیا، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ''بس! بس۔'' وہ رک گئی۔

ایک آدمی حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کی زیارت کے لیے آ رہا تھا۔ اس نے کہا: ''اس دریا سے، جو راستے میں تھا، میں پانی پر پاؤں رکھ کر خشک قدموں کے ساتھ گزر جاؤں۔'' پس اسی طرح ہوا۔ وہ (دریا سے) گزر گیا۔ راستے میں اس نے ہرنوں کی ایک قطار دیکھی۔ کہنے لگا: ''میرے سامنے آ جائیں۔'' ہرن اس کے قریب آ گئے۔ اس نے اِس کا نظارہ کیا۔ (پھر) کہنے لگا: ''مجھے ایک گرم کھانا چاہیے۔'' گرم کھانے سے بھری ایک دیگ ظاہر ہو گئی۔ جب (یہ شخص) حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کے حضور پہنچا تو آپ نے فرمایا: ''جس روز تو گھر سے باہر نکلا ہے، ہماری نظر تم پر ہے، تیرے قدموں کے نیچے ہم نے ہاتھ رکھا تو تم دریا سے خشک قدموں کے ساتھ گزر گئے۔ ہرنوں کو ہم تمہارے تماشا کے لیے لائے، گرم کھانا ہم نے تمہارے سامنے رکھا۔ یہ حالات جو تمہارے باطن میں ہیں، اگر ہم چاہیں تو (تم سے) لے سکتے ہیں۔'' پس آپ نے توجہ سے (وہ حالات) سلب کر لیے اور اُس کو خالی کر دیا۔ پھر اُس کے باطن میں اُن کو القاء فرمایا۔ پھر (ان کو) سلب کر لیا۔ پھر فیض اور ایک بلند حال اپنے احوال سے اسے عنایت فرمایا اور (ارشاد) فرمایا: ''اللہ تعالیٰ

نے ہمیں احوال کے سلب وعطا کی قدرت کرامت فرمائی ہے۔'' اس شخص نے عرض کیا کہ میرا چچا مر گیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ مر جائے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ نہیں مرا۔'' اور پھر اپنے سر کو نیچے کر کے فرمایا: ''زندہ ہو گیا ہے، اس کی روح فرشتہ سے لے کر اس کے بدن میں ڈال دی ہے۔''

ہمت وتوجہ کے ساتھ طالبین کو مقصد تک پہنچانا، حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کا خاصہ ہے کہ آپ دلوں کو توجہ سے ذاکر بنا ڈالتے ہیں اور فیوض کے القاء سے ایک جمعیت خواطر اور جذبات و واردات عنایت فرماتے ہیں اور ایک حال سے دوسرے (بلندتر) حال میں اور ایک مقام سے دوسرے برتر مقام میں پہنچا دیتے ہیں اور طالب کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ مگر مراقبہ اور ذکر سے ان درجات میں قوت اور پائیداری پیدا کرتے ہیں۔

آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ علاء الدین عطار (رحمۃ اللہ علیہ) نے (آپ کی خدمت میں) عرض کیا کہ ایک درویش کہتا ہے کہ احوالِ دل میرے سامنے چودھویں (رات کے) چاند کی طرح (روشن) ہیں۔ آپ (حضرت خواجہ نقشبندؒ) نے فرمایا: ''اس نے اپنے دل کی نورانیت کے احوال کہے ہیں، قلب کبیر جس کو جامعہ انسانیہ کی حقیقت کہا گیا ہے، وہ اور ہے۔'' پھر آپ (حضرت خواجہ نقشبندؒ) نے ان (خواجہ علاء الدین عطارؒ) کا گریبان پکڑ کر ایک تصرف فرمایا تو انہوں (خواجہ عطارؒ) نے عرش اور جو کچھ اس میں ہے، کو خود میں مشاہدہ کیا اور حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کے معمولی التفات سے قلب کبیر کی حقیقت تک رسائی پائی (اور) اس وسعت کمال تک اس طرح کے اسرار پر فائز ہو گئے۔ (پھر) حضرت خواجہ (نقشبندؒ) نے (خواجہ عطارؒ سے) فرمایا: ''دل یہ ہے، نہ کہ وہ۔''

حضرت خواجہ عطار (رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے: ''ہم حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کی برکت سے سارے جہاں کو ولایت پر پہنچا سکتے ہیں، لیکن حق سبحانہٗ کی (یوں) مرضی نہیں ہے۔''

حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کی صحبت پانے والے (طالبین) چند دنوں میں حالات کے غلبہ سے نمکین اور میٹھے میں فرق نہیں کر پاتے تھے۔

ایک بار آپ نے ایک کنیز پر توجہ فرمائی۔ وہ سرشار اور بیخود ہو گئی۔ گھر گئی تو اس کی مالکہ اسے دیکھ کر بے ہوش ہو گئی۔ ہمسایہ کی عورت آئی (تو وہ بھی) اس کی مالکہ کو دیکھ کر بیخودی وسکر کے غلبات (کی تاثیر) سے مغلوب ہو گئی۔

سکہ کہ بیثرب و بطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا را زدند
از حظ آن سکہ نشد بہرہ مند جز دل بے نقش شہ نقشبند
این گوہر پاک نہ ہر جا بود معدن او خاک بخارا را بود
اوّل او آخر ہر منتہی آخر او جیب تمنا تہی

یعنی: جو سکہ یثرب و بخارا میں رائج ہوا، دوسری بار بخارا میں اسے رواج دیا گیا۔

؎ اس سکہ کے لطف سے شاہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) کے بے نقش دل کے سوا کوئی بہرہ مند نہ ہوا۔

؎ یہ پاک موتی ہر جگہ نہیں ملتا، اس کی کان بخارا کی سرزمین میں ہے۔

؎ اس کا اوّل (آغاز) ہر منتہی (کامل مکمل) کا آخر ہے (اور) اس کا آخر (ہر) آرزو کی جیب خالی!

نہایت کا بدایت میں داخل ہونا، جو حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کا خاصہ ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تصرفات کا ایک عکس ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پہلی صحبت (مبارک) ہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل حکمت کا چشمہ بن جاتے تھے اور وہ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سے افضل بن جاتے تھے۔ جب دوام توجہ، بے خطرگی یا کم خطرگی کی صورت میں حضور، یا قلبی کیفیت کا دوام حاصل ہو جاتا ہے تو اسے بدایت میں نہایت کا داخل ہونا کہا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ (نقشبندؒ) فرمایا کرتے تھے:

> ''مجھے وہ کرامت کیا گیا ہے جو میرے واسطہ سے مصیبت کو ہٹا دیتا ہے۔ مصیبت میں ہم سے التجا کر اور حاجت کو روا ہوتے دیکھ لے۔ تیس سال ہیں، جو کچھ بہاء الدین کہتا ہے، اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔''

حضرت خواجہ (نقشبندؒ) کا مزار دنیا بھر کے زائرین کی حاجت روائی کے لیے مطاف (جائے طواف) بنا ہے (یعنی: ساری دنیا کے لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں)۔ ایک شخص کو بادشاہ کے حکم سے ایک بلند مینار سے نیچے گرایا گیا، اسے کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اس نے کہا: میں نے مشکلوں کے آسان کرنے والے خواجہ نقشبندؒ کے مزار کی طرف توجہ کی۔ مزار سے ایک ہاتھ نکلا، جس نے پکڑ کر مجھے یہاں کھڑا کر دیا۔

ایک اُزبک نے کہا: ''اے حضرت خواجہ! میری داڑھی نہیں۔'' حضرت خواجہؒ کی عنایت سے اس کے چہرے پر داڑھی اُگ پڑی۔

جاہل قاضی نے کہا: ''اے خواجہ! میرے پاس علم نہیں۔ فوراً حضرت خواجہؒ کی عنایت سے وہ عالم فقیہ بن گیا۔'' درست ہے کہ اللہ تعالیٰ عبث کسی کو دولت نہیں دیتے۔

حضرت خواجہ (نقشبندؒ) نے فرمایا ہے کہ مجھے ایک طریقہ (سلسلہ) عنایت کیا گیا ہے، جو یقیناً (اللہ تعالیٰ تک) پہنچانے والا ہے، اور اس طریقہ میں محرومی نہیں ہے، گُیافت بہت زیادہ ہے، فضلِ الٰہی سے فیوض پہنچتے ہیں۔ میرے طریقے میں مجاہدہ نہیں ہے۔ اتباعِ سنت سے اور عزیمت کے ساتھ عمل (کرنے) سے کامیابی ہو جاتی ہے۔ ہم فضلی ہیں، ہم مراد (مانگے ہوئے) ہیں۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع، عزیمت کے ساتھ عمل اور ذکر خفی میرا طریقہ ہے۔ کثرت ذکر سے بندہ (مقصود تک) پہنچتا ہے۔

آپ (حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ طریقہ) اپنے پیران کبار سے پایا۔ مراقبہ معیت جو کہ جذبہ قوی سے عنایت ہوتا ہے، سے حضرت خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو نوازا گیا۔ (حضرت خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان دو جذبات میں فرق پایا اور ایک طریقہ آپ سے منسوب ہو گیا۔ ملا جامی (رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں: ''آپ کی وفات تین ربیع الاوّل کی رات (ہوئی) ہے۔''

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے تھوڑے سے حالات لکھے گئے ہیں، کیونکہ کم ایک زیادتی (کثرت) کی دلیل ہے اور آپ کے مفصّل حالات ''مقامات'' میں مذکور ہیں۔

آپ نے وصیت کی کہ میرے جنازہ کے آگے کلمہ اور آیات نہ پڑھیں، کیونکہ بے ادبی ہوتی ہے۔ یہ اشعار پڑھیں:

مفلسانیم آمدہ درکوئے تو
شیءٌ لِلّٰہِ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفرین بر دست و بر بازوئے تو

یعنی: ہم مفلس تیرے کوچے میں آئے ہیں، خدا کے لیے ذرا اپنے رُخِ انور کی جھلک دکھا دے۔

۷۵ اپنا دستِ کرم ہمارے کاسہ گدائی (جھولی) کی جانب بڑھا دے۔ تیرے دست و بازو مبارک پر آفرین ہے۔

فائدہ

جان لے اور یاد کر لے کہ جب بے خطرگی یا کم خطرگی میں دل کو ایک حضور، ایک توجہ، قلبی کیفیات میں سے ایک کیفیت حاصل ہو جائے تو اس حالت کو بدایت کا نہایت میں داخل ہونا کہتے ہیں۔ یہ حضور اور کیفیت اگر دوسرے طریقوں کے آخر میں ہاتھ لگے تو کبریت احمر (نادر چیز) ہے۔ اس حضور و توجہ کے درجات ہیں۔ جب حضور شش جہات (چھ اطراف) کو احاطہ کرے تو اسے نسبت نقشبندی کہا جاتا ہے اور نسبت مجددی میں لطائف عشرہ (دس لطائف) میں سے ہر لطیفہ کو یہ حضور نصیب ہوتا ہے۔ كَذَا قَالُوْا. (یعنی: یونہی انہوں نے کہا ہے)۔

ہم فقیروں نے مرشدوں کے واسطہ سے یہ تمام احوال دیکھے و بھالے ہیں اور (دوسروں کو) دکھائے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ. (یعنی: پس اللہ سبحانہٗ کی ستائش ہے)۔

۲
مکتوب ہشتادو ہشتم (رسالہ ششم)

(حضرت) ملا عبدالحق دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے اعتراضات کے جواب میں، جو انہوں نے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام پر لکھے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جاننا چاہیے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان اعتراضات کے جواب اپنے مکتوبات میں تحریر فرمائے ہیں، جو ناسمجھوں نے آپ کے کلام پر کیے ہیں۔ (لہٰذا) کوئی ضرورت نہیں کہ ان کے جواب کوئی دوسرا لکھے۔ تمام مخلصین اور آپ کے فرزندان (گرامی) نے بھی ان کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت شاہ یحیٰؒ (رحمۃ اللہ علیہ)، آپ کے پوتوں حضرت محمد

فرخ (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت عبدالاحد (رحمۃ اللہ علیہ)، مکہ شریف میں مرزا محمد بیگ بدخشی (رحمۃ اللہ علیہ)، حضرت شاہ ولی اللہ محدث (رحمۃ اللہ علیہ)، (حضرت) قاضی ثناءاللہ (رحمۃ اللہ علیہ)، دوسرے عزیزوں اور آپ کے مخلصوں نے ان کا رد کیا ہے۔ جو آدمی صوفیہ عالیہ کی عبارت کی تاویل کو سمجھتا ہے، اس کے نزدیک کوئی اعتراض نہیں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) نے اعتراضات کی جو تحریر کر کے بیہودہ گوؤں کی زبان کو طعن کرنے میں دلیر بنایا ہے، انہوں نے علمائے ظاہر کے طریقہ پر (یہ) کلام فرمایا ہے اور حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا کلام علمائے باطن کے طریقہ پر ہے۔ وہ ایک دوسرے جہان سے ہے اور یہ ایک دوسرے مقام سے ہے۔ اعتراض کہاں ہے؟

جاننا چاہیے کہ جناب شیخ حضرت عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) نے اکابر قادریہ اور چشتیہ وغیرہم سے استفادہ کے بعد حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ سے استفاضہ کیا ہے۔ حضرت خواجہ (محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت کی برکت سے انہوں نے نسبت نقشبندیہ کا حضور حاصل کیا ہے۔ انہوں نے اس مقصد کو (ایک) رسالہ میں اپنے مشائخ کے سلاسل کے بیان میں تحریر کیا ہے۔ نیز (اپنے) رسالہ ''موصل الی المراد'' میں لکھا ہے کہ اہل انصاف کے نزدیک طریقہ نقشبندیہ (دوسرے) سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے اور فنا و بقا کے حصول کے لیے اس طریقہ سے بہتر (کوئی طریقہ) نہیں ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے انکار کے رسالہ میں انہوں نے لکھا ہے: ''جو محبت مجھے آپ سے ہے، کسی کو (ایسی) آپ سے نہیں ہوگی۔ آپ عزیز ہیں اور آپ کا طریقہ عزیز (ہے)۔ حضرت خواجہ (محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ) آپ کا اثبات (تصدیق) بہت کرتے تھے۔'' نیز انہوں (حضرت خواجہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ ایک بار آپ کے بارے میں جناب الٰہی سبحانہٗ میں متوجہ تھا کہ یہ مقامات جو آپ کہتے ہیں حق ہیں، یا کوئی اصل نہیں رکھتے؟ فقیر کے باطن میں آیت شریفہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کے شبہ کو دور کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے، آپ کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ (پس) آیت شریفہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کے شبہ کو دور کرنے کے لیے نازل ہوئی، وہ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں حضرت (شیخ) عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) کے دل پر وارد ہوئی ہے۔ پس غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ وہ آیت شریفہ یہ ہے:

وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْهِ کَذِبُهٗ ج وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ. (سورۃ المؤمن: آیت ۲۸)۔

یعنی: اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا ضرر اُسی کو ہوگا، اور اگر سچا ہوگا تو کوئی سا عذاب جس کا تم سے وعدہ کرتا ہے، تم پر واقع ہو کر رہے گا، بیشک خدا اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ جھوٹا ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام حق پر تھے۔ فرعون نے آپ کا انکار کر کے کچھ جزا پائی (مثلاً) غرق ہونے اور بادشاہت کی بربادی اور پوری جزا قیامت میں عذاب کی صورت میں ملے گی۔ جس طرح کہ (یہ) آیت شریفہ اس پر دلالت کرتی ہے:

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَکَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی. (سورۃ النازعات، آیت ۲۵)۔

یعنی: پس اللہ نے اس (فرعون) کو دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔

میں کہتا ہوں: ''اس آیت شریفہ سے مفہوم ہوتا کہ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کی پیروی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ماننے والوں کی طرح برحق ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ نا سمجھ لوگ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام کو آل فرعون کی مانند ناحق طور پر نہیں سمجھتے۔ مَعَاذَ اللّٰه (اللہ کی پناہ!)۔ جو (آیت) حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی حقیقت کے شبہ کو دور کرنے کے لیے نازل ہوئی، وہ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے حق میں حضرت شیخ عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) کے دل پر وارد ہوئی۔ پس غور و فکر کرنا ضروری ہے،'' آپ کے بارے میں فقیر کے باطن میں وارد ہوئی ہے۔''

انہوں (شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت میرزا حسام الدین (رحمۃ اللہ علیہ) خلیفہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام بھیجے گئے (اپنے) ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ فقیر کو حضرت شیخ احمد کے ساتھ جو ملال تھا، وہ دور ہو گیا ہے، اور پردہ بشریت نہیں رہا۔ ذوق و وجدان سے ایک چیز دل میں آئی ہے کہ ایسے عزیزوں کے ساتھ برائی نہیں کرنی چاہیے۔

سُبْحَانَ اللّٰه! (وہ) مقلب القلوب (دلوں کو موڑنے والا) ہے۔ ظاہر بین دور رہنا چاہیں گے۔ حاصل یہ کہ اگر حضرت شیخ عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے مکتوبات (شریف) کا مطالعہ کرتے اور بعد میں حضرت خواجہ (محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ) ان سے ملاقات کرتے تو وہ ہرگز انکار نہ کرتے۔ انہوں (شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) نے جو کچھ زیادہ کہنے

والوں سے سنا ہے، اس کے ردّ میں مشغول ہو گئے ہیں۔ گو اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ ان کا (یہ) قول شریف: ''بشریت کا پردہ درمیان میں نہیں رہا'' اشارہ کرتا ہے کہ اعتراضات بشریت و نفسانیت (کے لحاظ) سے تھے، نہ کہ حقیقت کے راستہ سے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! علماء و اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے احوال یہ ہیں۔ جاہل حاسدوں اور ناسمجھ دشمنوں کے حال پر افسوس! مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ!) اہل سنت و جماعت کے مطابق حسنِ عقیدہ، فقہ پر عمل، اخلاقِ صوفیہ سے آراستگی، نسبت باطن کے انوار کی کثرت سے اشاعت اور استقامت کا کمال، جس سے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) موصوف تھے، وہ آپ کے طریقہ کی حقانیت کی ایک واضح دلیل ہے، جو آپ نے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کی برکت سے اور طریقہ کے مقامات و حالات اور علوم معارف کے امتیاز کی بدولت پایا ہے۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے اسے تحریر فرمایا ہے اور علماء اور عقلاء نے اس کے صحیح ہونے پر گواہی دی ہے۔ آپ کے بعض علوم (معارف) ظاہری طور پر سمجھ میں نہیں آتے (اور وہ) تاویل سے درست ہو جاتے ہیں اور صوفیہ کے سیدھے راستے میں تاویل کرنے کا معمول ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اقوال، ان کے جوابات کے ساتھ لکھے جاتے ہیں:

قولہ: آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے پیر صاحب کا ادب ترک کیا ہے۔

جواب: یہ ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے بعض مکتوبات میں فرمایا ہے کہ علم و معرفت میں سے جو کچھ حاصل ہوا ہے، وہ سب حضرت خواجہ (محمد باقی) قدس سرہٗ کی تربیت کی برکت سے (نصیب ہوا) ہے۔ علم باطن میں الف، با، تا سے لے کر مولویت کے ملکہ تک محض ان (حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ) کی توجہات سے پہنچا ہوں۔ ان کی ایک توجہ عنایت سے وہ (کچھ) حاصل کر لیا ہے، جو اہلِ مجاہدہ کو سالوں میں حاصل نہیں ہوا ہے:

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین

طعنہ زند بر دھہ و خندہ بر چلہ

(کلیات شمس ۵:۱۷۱)

یعنی: جس نے تبریز میں ایک نظر شمس دین کو دیکھا، وہ دس روزہ (ریاضت) پر طعنہ کرتا

ہےاور چالیس روزہ دریافت کا مذاق اڑاتا ہے۔

ہر دو پیرزادہ حضرت خواجہ کلاں (بڑے صاحبزادے صاحب) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ خورد (چھوٹے صاحبزادے صاحب) رحمۃ اللہ علیہ، جن کی ارادت و بیعت فیوض حاصل کرنے کی نسبت حضور حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) سے ہے، (حضرت مجددؒ) ایک مکتوب میں (ان کو تحریر) فرماتے ہیں:

> ''(آپ کے) والد ماجد امجدؒ کے احسانوں (کا حق) ادا کرنے کے لیے اگر میں اپنے سر کو آپ کے آستانہ کی خاک کے برابر کردوں تو بھی کچھ (ادا) نہیں کر پاتا، کمالات، مقامات قرب اور علوم و معارف میں سے جو کچھ اس ناچیز حقیر کو حاصل ہوا ہے، وہ سب خواجہ خواجگان، شیخ المشائخ امامنا و مرشدنا و ہادینا حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے ہے۔''

قولہ: آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کے نزول کو ناقص لکھا ہے۔

جواب: آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت غوث الثقلین (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) سے خوارق عادات (کرامات) کے کثرت سے ظاہر ہونے کی بنا پر لکھا ہے کہ ان کا عروج اکثر اولیاء سے زیادہ بلند واقع ہوا اور خوارق (کرامات) کے کثرت سے ظاہر ہونے کا سبب بنا ہے۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے کہیں بھی حضرت (غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ) کے نزول کے نقصان کی نسبت نہیں کی ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ!) جھوٹے جو کچھ چاہتے ہیں، کہتے ہیں۔ معلوم نہیں ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) نے نزول کے نقصان کو کہاں سے لکھا ہے؟ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام میں جتنا بھی کھوج لگایا گیا ہے، کسی جگہ بھی آپ نے (غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ) کی جانب نزول کی نسبت نہیں کی ہے۔ نزول کے نقصان کی صورت میں افاضہ (فیض) کم ہو جاتا ہے اور جناب مبارک حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کے افادات (فوائد) اتنے بلند مرتبہ پر ہیں کہ جو ہمارے اور آپ کے احاطہ میں نہیں آتے۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) ولایت کے فیض کا واسطہ ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کے

شمار میں داخل ہیں۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے خود کو نائب جو پیر کا قائم مقام خلیفہ ہوتا ہے اور آنجناب (حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ) کو منیب لکھا ہے۔

قولہ: آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) خود کو پیغمبر خدا کا ہمسر کہتے ہیں۔

جواب: جاننا چاہیے کہ آیت شریفہ ''یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ'' (سورۃ الانعام، آیت ۵۲، یعنی: وہ اس کی ذات کے طالب ہیں) میں صحابہ کرام کی جماعت کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا مرید فرمایا گیا اور آیت شریفہ: ''یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ'' (سورۃ الفتح، آیت ۱۰، یعنی: خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) میں بھی صحابہ کرام کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا مرید دکھایا گیا ہے۔ پس جو کچھ آیات سے ثابت ہو، (اس پر) اعتراض کیوں کیا جائے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''اس فیض وہبی میں واسطہ نہیں ہے۔'' سچ یہ ہے کہ فیض کسبی میں واسطہ کو دخل نہیں ہے، نہ کہ فیض وہبی میں۔ اگر کوئی عہدے دار جو وزیر کے واسطہ سے اپنی معروضات بادشاہ تک پہنچاتا ہے، پھر بادشاہی کے کمال بزرگی کی وجہ سے، یہاں تک کہ واسطہ کے بغیر حضور میں پیش کرتا ہے۔ یہ سب کچھ وزیر کے بادشاہ کے حضور میں تقرب وجاہ کی وجہ سے ہے کہ اس کا بندہ اس مرتبہ پر پہنچ گیا ہے۔ اور واسطہ کو ہٹانے میں خوف ہیں۔ (اُم المومنین) حضرت (سیّدہ) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ خود اور دوسرے علمائے صوفیہ (اس کے) قائل ہیں۔ اس بیان سے حضرت شیخ (عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) نے ہمسری و برابری سمجھ کر اعتراض کیا ہے۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے خود لکھا ہے: ''ہمسری (برابری) کفر ہے۔''

پس خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری (برابری) کی تہمت آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) پر باندھنا انصاف سے دور ہے۔ (اُم المومنین) حضرت (سیّدہ) عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے افک سے اپنی برأت میں نازل ہونے والی آیت کے وقت اپنی والدہ (ماجدہؓ) کے جواب میں کہا تھا: ''نَحْمَدُ اللّٰه لَانَحْمَدُ غَیْرَهٗ تَعَالٰی.'' (صحیح البخاری، نمبر ۴۱۴۱، ص ۷۰۴)۔

یعنی: ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں، اس کے علاوہ کسی کی حمد نہیں کرتے ہیں۔

نیز آیت شریفہ: وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ (سورۃ الانعام، آیت ۵۲، یعنی: اور نہ آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے) واسطہ کو ہٹا دیتی ہے۔

قُــلْــتُ: جاننا چاہیے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا واسطہ عقائد واعمال، اخلاقِ حسنہ اور نیک اعمال میں اتباع کرنے کے لحاظ سے ہمیشہ ثابت ہے۔ بزرگوں کے کلام میں واسطہ کو ہٹانے کا ثبوت احوال کے غلبہ (کی وجہ) سے ہے، جو ذات پاک کے درمیان میں حائل ہونے کی بنا پر واسطہ کائنات علیہ افضل الصلوات آخر میں مشہود نہیں ہوتا، نہ کہ حقیقت میں موجود نہیں ہے۔ جس طرح کہ عینک نگاہ کی صفائی اور حروف کی روشنی کا ذریعہ ہے، لیکن حروف کی جانب متوجہ ہونے کے وقت میں ملحوظ نہیں ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ!) علم وعمل، اخلاص ومحبت اور قرب سب آنجناب مقدس (حضرت محمد مصطفیٰ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کے واسطہ سے ہے۔

قولہ: آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے خود کو شریک دولت لکھا ہے اور یہ پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برابری کے مستوجب ہے۔

جواب: آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) مکتوب میں خود کو مساوات (برابری) میں نفی قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: ''شریک دولت ہوں، ایسی شرکت نہیں ہے جس سے ہمسری (برابری) نکلے، کیونکہ وہ کفر ہے، بلکہ (یہ) خادم کی مخدوم کے ساتھ شرکت ہے۔'' جاننا چاہیے کہ دولت توحید، ایمان اور انوار ولایت، جن کے خازن وقاسم ہمارے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں، جو کوئی (ان میں) شریک نہیں ہے، وہ مسلمان نہیں ہے۔ پس ان میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا شریک ہونا، حق سبحانہٗ کی مرضی ہے، لیکن نبوت جو کہ خاتم النّبیّین صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ختم ہے، کوئی مسلمان اس میں شرکت کا نہ کہتا ہے اور نہ سوچتا ہے۔

یہ جو کہتے ہیں کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے: ''رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی خُلّت کے بعض درجات واسطہ کے ذریعے امت کے افراد میں سے کسی فرد کو حاصل ہوئے ہیں''، اس سے انہوں نے اپنی ذات مراد لیا ہے۔

آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے کسی جگہ بھی اس سے خود کو مراد نہیں لکھا ہے۔ جاننا چاہیے کہ صلوٰۃِ ابراہیمی کو کثرت کے ساتھ پڑھنے کا حکم تمام امت کو ہوا ہے۔ اس کا حصول بعض سے کم اور بعض سے زیادہ ہے۔ چنانچہ نیکیوں کا ثواب اس حدیث کے مطابق: ''اَلــدَّالُّ عَــلَــى الْــخَيْرِ كَفَاعِلِه (یعنی: نیکی کا راستہ بتانے والا ایسا ہی ہے، جیسا کہ نیکی کرنے والا) تمام امت کو حاصل ہوا ہے، بعض کو زیادہ اور بعض کو کم (ہوا ہے)۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ

زمین کی چابیاں اور خزانے مجھے عطا کیے گئے ہیں۔ وہ خزانے اور تسلّط رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد واسطہ کے ذریعے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور نامور سلاطین رحمۃ اللہ علیہم کو حاصل ہوا ہے اور ملکوں اور جنگوں میں کفار کو دفع کرنے کے لیے غلبہ (حاصل) ہو رہا ہے، جو اسلام و ایمان کے ظہور کا سبب ہے۔ (یہ کام) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے ثواب حاصل کرنے کا واسطہ ہے، جس کے کرنے کا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے حکم فرمایا ہے۔ دین کے رواج میں حکم دینے والا اور جس کو حکم دیا جائے، دونوں ثواب میں شریک ہیں اور یہ ثواب آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے واسطہ سے خلفاء اور سلاطین کو حاصل ہوا اور اس جہان سے انتقال فرمانے کے بعد (بھی) ترقی درجات ثابت ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ پس صلواۃِ ابراہیمی اور ملت ابراہیم علیہ السّلام کے اتباع کا حکم اس مرتبہ کی زیادتی کے لیے ہو سکتا ہے اور امت کے واسطہ سے حدیث ''اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ'' کے مطابق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قیامت تک حاصل ہے۔ فقہ کے دقائق اور اسرار تصوف کے دقائق مجتہدین اور صوفیہ کے واسطہ سے بغیر تامل کے بیان کیے گئے ہیں، مبادا کہ لفظِ حصول کہا جائے۔ مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ!)۔

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ بَارِکْ وَسَلَّمْ.

یعنی: مختصر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہی (سب سے) بزرگ ہیں۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور برکتیں نازل ہوں۔

یہ جو کہتے ہیں: ''آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے خود کو مجدد لکھا ہے''۔ اس میں کیا قباحت ہے؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد پیدا ہوتا ہے، جو امت کے کام کو تازہ کرتا ہے۔ سلاطین میں مجدد، جیسے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ)، امور دین میں مجدد، جیسے علماء میں امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ)، صوفیہ میں مجدد، جیسے معروف کرخی (رحمۃ اللہ علیہ)، اسرار علم میں (مجدد)، جیسے امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ)، کثرت کرامات کے ساتھ افاضہ فیوض میں مجدد، (جیسے) حضرت غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)۔ ان مجددین نے

امت کے کام کو تقویت فرمائی ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) حدیث میں مجدد ہیں اور انہوں نے علم حدیث کو رواج بخشا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی (رحمۃ اللہ علیہ) مقامات طریقت وحقیقت کے بیان میں ممتاز ہیں۔ فیوضات کے انوار کو کثرت کے ساتھ ظاہر کر کے علم دین میں رسوخ کو رواج دینا، ان اکابر کے مجدد ہونے پر دلیل ہے۔ اسی طرح فیوض وافادات کی کثرت، جو کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت مبارک، اسرار توحید وشہود وحدت کثرت میں، نسبت حضور و یادداشت، کمالات نبوت کے مراتب، حقائق الہیہ وحقائق انبیاء علیہم السلام، جو مجاہدات و ریاضات کے بغیر آپ کی صحبت میں کم مدت میں ہاتھ لگتے تھے (اور) سالکین کو ولایت کے درجات پر ترقی حاصل ہوتی تھی، (یہ سب) آپ رحمۃ اللہ علیہم کے مجدد ہونے پر دلیل ہیں۔

جو یہ کہتے ہیں کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے خود کو امیر المومنین (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سے افضل لکھا ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ!) یہ جھوٹ باندھنے والوں کا جھوٹ ہے۔ آپ ادنیٰ (درجے کے) صحابی کو اولیاء سے بہتر سمجھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک کا شرف، جو صحابہ (کرام) رضی اللہ عنہم کو حاصل تھا، اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) اور عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کسی صحابی (کے درجہ) کو نہیں پہنچتے۔''

آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت خواجہ (محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ) کو لکھا ہے کہ ایک مقام بس عجیب، بلند، منقش اور رنگ برنگ نظر آیا، اور اس کے برابر ایک دوسرا مقام جو اس کے نقوش اور رنگوں کے عکس اور رنگت سے رنگین (منور) ہے، ظاہر ہوا۔ یہ بلند مقام حضرت خلیفہ اوّل (ابوبکر صدیق) رضی اللہ عنہ اور مجھ سے ثانی ظاہر ہے۔ جو کمال پیر میں ہوتا ہے، مرید کا باطن اس کے عکس سے رنگین ہوتا ہے اور مرید پیر کے انوار سے اقتباس (روشنی) لینے والا ہوتا ہے۔ مگر یہ مقام تھوڑی سی رفعت (بلندی) رکھتا ہے، جس طرح کہ صفحہ کو اونچائی ہوتی ہے۔

پس کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں حضرت خواجہ (محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس دید میں آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) پر کوئی گرفت نہیں کی۔

یہ جو کہتے ہیں کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک رسالہ اپنی معراج میں لکھا

ہے، اور اپنے گھوڑے کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گھوڑے سے سبقت لے جانا ثابت کیا ہے، (یہ) سب جھوٹ بولنے والوں کے جھوٹ میں سے ہے۔ آپ نے کسی بھی جگہ ایسے نہیں فرمایا ہے۔ آپ اولیاء اللہ میں سے ہیں اور افترا اور جھوٹ اولیاء کا وصف نہیں ہے۔

یہ جو کہتے ہیں کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے طریقہ میں بہت زیادہ مقامات عالیہ بیان کیے ہیں اور یہ (چیز) بزرگوں کے قصور (نقص) کو لازم کرتی ہے۔ حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں "فصل: ادب مرید با شیخ" میں "مرید کی شیخ پر افزونی" (بہتات کے ضمن میں) لکھا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کبھی ایسے ہوتا ہے کہ شیخ کے علوم و مقامات میں پہنچنے کے بعد ذات حق سبحانہٗ مرید کی تربیت کی متولی بن جاتی ہے اور وہ (مرید) دوسرے کمالات و حالات کو پالیتا ہے۔ قَوْلُهُمْ فِي الْغُنْيَةِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ: "فَيَتَوَلَّى الْحَقُّ عَزَّوَجَلَّ تَرْبِيَتَهٗ وَتَهْذِيْبَهٗ وَيُوَفِّقُهٗ عَلٰى مَعَانِيْ اَشْيَاءِ خَفِيَتْ عَلَى الشَّيْخِ. فَيَسْتَغْنِيْ بِرَبِّهٖ عَنْ غَيْرِهٖ." (الغنیۃ الطالبی طریق الحق، ۲:۱۶۶)۔

یعنی: پس اللہ تعالیٰ اس کی تربیت اور تہذیب اپنے ذمہ لے لیتا ہے اور اس کو اشیاء کے ایسے معانی سے آگاہ کر دیتا ہے، جو شیخ پر مخفی ہوتے ہیں۔ پھر اس کا ربّ اس کو اپنے سوا ہر ایک سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

پس حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کی اس تقریر سے مرید کی شیخ پر افزونی (بہتات) ثابت ہوگئی۔

آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) اپنے بارے میں لکھتے ہیں: "یہ کمینہ خوار اکابر کے دستر خوان نعمت سے ٹکڑے کھانے والا ہے۔ انہوں نے کئی قسم کی نعمتوں سے اس حقیر کی تربیت فرمائی ہے۔"

آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے کہ اس فقیر کے لیے حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ ترقی میں مدد بنے ہیں۔ حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) نے توجہات شریفہ سے مددیں فرمائی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ اس کلام شریف میں واسطہ کا ہٹ جانا ثابت ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ملت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جو جامع کمالات عالیہ ہے، سے انبیاء علیہم السلام کی ملتوں میں کسی

نقصان (عیب) نے راستہ نہیں پایا۔ حق تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق جس کسی کو چاہا ایک کمال سے ممتاز فرمادیا اور ہر کمال الٰہی واجب التعظیم ہے۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے نئے طریقہ میں، جو دس لطائف پر مشتمل ہے، ہر لطیفہ میں کیفیات اور علوم وانوار جدا جدا بیان فرما کر اس کی علیحدگی بھی تحریر کی ہے اور ایک جہان کے علماء وعقلاء کو بہرہ مند کیا ہے اور وہ اصطلاحات ومقامات ایک بڑی جماعت کی شہادت سے ثابت ہوئے ہیں، جس سے وہم اور خطا کا احتمال نہیں رہا۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ. (یعنی: اللہ تعالیٰ انہیں بہتر جزائے خیر عطا فرمائے)۔

مقامات قرب کو ذوق وشوق اور استغراق وبیخودی میں منحصر سمجھنا (اس) آیت شریفہ کے خلاف ہے: ''وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا.'' (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۰)۔

یعنی: وہ (اپنے) علم سے خدا (کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے۔

فضیلت ثابت ہے، مگر آپ کے طریقہ کے تمام مقامات سب متوسلین کو حاصل نہیں ہوتے، لہٰذا آپ کے طریقہ کے متوسلین کے احوال میں اختلاف زیادہ ہے۔ کسی کے مزید مراتب کی کسی کو کوئی اطلاع نہیں ہے، مگر تربیت وتلقین کی بدولت متقدمین کی متاخرین پر فضیلت ثابت ہے۔ ان سب کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ متقدمین میں سبقت رکھتے تھے۔ اگر متاخرین میں کوئی شخص فیوض وحالات کی کثرت کے سبب ممتاز ہو تو شرع شریف میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

یہ جو کہتے ہیں کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے اولیاء کو تجلیات الٰہیہ کے ظل (سایہ) میں کہا ہے تو ظاہر ہے کہ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم قرب کے بلند درجات تک پہنچے ہیں اور وہ درجات تجلیات کے اصول ہیں اور کوئی ولی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ پس صحابہ کرام کی سیر اصول مقامات میں ہے اور اولیاء کی سیر اس کے ظلال (سایوں) میں۔ اسماء وصفات کے ظلال (سایوں) کی تجلیات کی سیر کو اپنی اصطلاح میں ولایت صغریٰ مقرر کرنا اور اصول تجلیات کی سیر کا نام ولایت کبریٰ رکھنا شرع وعقل کے لحاظ سے منع نہیں ہے۔ محبت بھی (اس کے) مانع نہیں ہوسکتی۔

جاننا چاہیے کہ اس آیت شریفہ: ''رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا '' (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۴، یعنی: اے میرے رب! مجھے اور زیادہ علم عطا فرما) کی موافقت (میں) علم کے درجات میں ترقی کے حصول کا حکم ہے اور جو علم شاملِ حال ہو اس سے اعراض ضروری ہے، تا کہ علم و مشاہدہ اور معرفت کے درجات عالیہ میں حق سبحانہٗ کا قرب ہاتھ آئے۔

یہ جو کہتے ہیں کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے فخر اور اترانے کے کلمات بیان کیے ہیں تو فخریہ کلمات بزرگوں سے زیادہ مروی ہیں۔ نسبت بقائیہ کے ظہور و عروجات کے وقت افتخار و فخر (کے کلمات) ظاہر ہوتے ہیں (اور) نسبت فنائیہ کے ظہور کے وقت دیدِ قصور کا غلبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''میں اپنے کاتب یمین (نیکیاں لکھنے والے فرشتے) کو بیکار (فارغ) اور خود کو فرنگی کافر سے بدتر پا رہا ہوں، پس کبراء دین سے (بہتر) کیسے؟''

من آن خاکم کہ ابر نو بہاری
کند از لطف بر من قطرہ باری

یعنی: میں وہ خاک ہوں کہ نئی بہار کا بادل، لطف (الٰہی) سے مجھ پر بارش برساتا ہے۔

یہ جو کہتے ہیں کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) توحید وجودی کا انکار کرتے ہیں۔ آپ نے توحید وجودی کا ہرگز انکار نہیں کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ معرفت راستے میں (پیش) آتی ہے اور اس کے بعد دوسرے معارف ہاتھ لگتے ہیں۔ آپ نے اپنے حال کو اس طرح لکھا ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد کی صحبت سے، جو حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، رسائل توحید پڑھ کر اس معرفت کا علم حاصل کیا تھا۔ پس حضرت خواجہ (محمد باقی) قدس سرہٗ کی تربیت کی برکت سے اس معرفت کا علم معائنہ میں آیا اور جاننے سے شہود عیاں میں بدل گیا۔ ایک مدت تک میں اس معرفت میں مغلوب الاحوال رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک اور معرفت عطا فرمائی، جو تاویل کے بغیر کتاب و سنت کے مطابق ہے۔ پس یہ معرفت راستے میں پیش آتی ہے اور غلبہ محبت (کی وجہ) سے ایک عذر رکھتی ہے۔ حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو متقدمین و متاخرین کی سند و تمسک لکھا گیا ہے۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ہمیں بھی ان کے کلام سے فائدہ پہنچا ہے اور ایک حصہ ملا ہے، جَزَاہُ اللّٰہُ۔ (اللہ انہیں جزائے خیر دے)۔

جاننا چاہیے کہ اللہ سبحانہٗ کے کلام (قرآن مجید) اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلام (احادیث پاک) میں ایسے کلمات ہیں، جن کو بغیر تاویل کے سمجھنا مشکل ہے۔ اسی طرح اولیائے کرام کے کلام (اقوال) میں ایسی باتیں ہیں، جہاں تاویل کرنی چاہیے، تاکہ نیک گمان جس کا حکم دیا گیا ہے، وہ ہاتھ سے نہ جائے۔ اولیائے کرام کے کلام میں جو تاویل بھی کی جاتی ہے، وہ غلبہ سکر، تحدیثِ نعمت، طالبین کی ترغیب اور الفاظ کے معنی میں مدد نہ ملنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ (صورت) حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام میں بھی جاری ہے۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلَّمْ.

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ فتوح الغیب، تصنیف حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی شرح میں لکھا ہے: ''کبھی دقیق اسرار اور گہرے علوم عرفاء کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں، عبارت ان کی کفایت نہیں کرتی۔ پس ان کی تسلیم و سپردگی ذاتِ مطلق سبحانہٗ (وتعالیٰ) کے علم سے کرنی چاہیے، اور انکار کی زبان نہیں کھولنی چاہیے۔''

جاننا چاہیے کہ صوفیہ کے طریقہ کے اخذ کرنے کا حاصل، نقلی تحریر کے مطابق اہلِ سنت و جماعت جیسا صحیح عقیدہ، صوفیہ کرام کی مانند آراستہ (عمدہ) اخلاق، فقہ کے مطابق عمل، بدعت سے اجتناب اور بلند احوال، جو تمام اہلِ محبت کے دلوں پر وارد ہوتے ہیں، کا حصول ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ عنایت الٰہی سے اس طریقہ میں یہ مراتب ہاتھ لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کمینہ کو بھی اس طریقہ شریفہ کی نسبتوں کے فیوض کرامت فرمائے، بلکہ تمام طالبین حق کو، تاکہ سمجھ جائیں کہ کمالات باطن کی کوئی نہایت نہیں ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَ آخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

یعنی: اور اس پر اوّل و آخر میں سب تعریفیں اللہ کے لائق ہیں اور درود و سلام ہو حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کی سب آل (اطہارؓ) اور (تمام) صحابہ کرامؓ پر۔

کسی شخص کے کلام کی مراد کو سمجھے بغیر اس کی تکفیر کرنا سخت منع ہے۔ کہا گیا ہے کہ اگر کسی آدمی میں کفر کی ستر وجوہات ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو، تو بھی اسے کافر نہیں کہنا چاہیے۔ جو آدمی کفر کے لائق نہ ہو، اس کی تکفیر کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ حدیث شریف عَلٰی صَاحِبِہٖ اَفْضَلِ الصَّلٰوتُ وَالتَّحِیَّاتُ وَ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ میں اسی طرح ہے۔

حضرت (مجدد) رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ آپ متابعت کے درجات بہت بتاتے ہیں اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اعمال میں سے مجاہدات وغزوات پر آپ کی کوئی نظر نہیں ہے۔

جواب: فرائض، واجبات اور سنت موکدہ کی اتباع لازم ہے۔ ان مجاہدات و ریاضات میں (بھی) آدمی کی طاقت کے مطابق کوئی کمی نہیں ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ بھوک کے غلبے اور (نماز) تہجد کے لمبے قیام و (دعائے) قنوت، جس سے قدم مبارک سُوج جاتے تھے اور خاص جنگوں میں سبقت (پیش دستی کرنا) بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (منقول) ہے۔ امیر المومنین (حضرت) علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جنگ کی شدت میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پناہ پاتے تھے۔ پس جہادِ اصغر اور جہادِ اکبر میں استطاعت شرط ہے۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) پر اعتراض کرنے والے اور آپ کی اقتدا کرنے والے بھی تقصیر کرنے والے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے محنت کرنے والوں اور مشقت کرنے والوں کی طاقت کے مطابق اسے آسان بنایا ہے:

يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَخُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَا.

(صحیح البخاری، ۱: ۲۷، مسند احمد بن حنبل، ۱: ۲۳۹، ۳: ۲۸۳، ۳: ۱۳۱، ۴: ۴۱۲)۔

یعنی: آسانیاں پیدا کرو اور مشکلات پیدا نہ کرو اور ایسے اعمال کرو جن کے کرنے کی تم طاقت رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانیاں پسند فرماتا ہے۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰه۔ یعنی: پس سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔

مزید یہ کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے نہیں فرمایا ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تمام اعمال میں متابعت کی جاتی ہے۔ عقائد، اعمال فقہ، قلبی اذکار، احوال باطن اور نسبت باطن کے نزول وعروج میں ہم متابعت رکھتے ہیں۔ تیرے اوپر پوشیدہ نہیں ہے کہ ان درجات کی متابعت کے بغیر کوئی آدمی ولی نہیں بنتا اور یہ شور وغل آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام کو نہ سمجھنے کی بنا پر ہے۔ مگر یہ لفظ کہ ''متابعت کے کمال سے متبوع (جس کی اتباع کی جائے) سے ایک اتحاد پیدا ہو جاتا ہے''۔ عزیزوں (صوفیہ) نے ''فَنَا فِي الشَّيْخ، فَنَا فِي الرَّسُوْل اور فَنَا فِي الله'' کی اصطلاح مقرر کی ہے۔ فَنَا فِي الرَّسُوْل سے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلّم کے کمالات کے رنگ میں رنگین ہونا مراد لیا گیا ہے اور آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام کی مراد بھی یہی ہے۔ نڈر اور بے ادب خود کو اور ممکنات کو خدا کہتے ہیں۔ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ. یعنی: اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرے۔

قرآن شریف کی وضع اور قرآن مجید کا نزول غیریت پر ہے۔ اہلِ سکر کا کلام حجت نہیں ہے۔ انہوں نے آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے کمالات کے پرتو کے ظہور سے فرمانبرداری میں آنجناب سے اتحاد فرمایا ہے اور مشہور ہے کہ (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو دِکھایا کہ مجھے اس طرح ہونا چاہیے۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حق سبحانہٗ کے) بندہ خاص سے اتحاد ثابت کرتے ہیں اور تم حق سبحانہٗ تعالیٰ سے اتحاد ثابت کرتے ہو۔ اس طرح جناب معترض! آنکھ بند کر کے بغیر غور وفکر کے اعتراضات کرتے ہیں، تاکہ لوگوں کو آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے سیدھے راستے سے باز رکھیں اور اس خوشبو پر مٹی نہیں ڈالی جاسکتی، کیونکہ خوشبو چھپی نہیں رہتی۔

(جناب) معترض رحمۃ اللہ علیہ مستفید کرتے ہیں کہ پہلے زمانے کے درویش فقر (افلاس) کو غنا (امیری) پر فضیلت دیتے تھے اور آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) غنا (امیری) اور دنیاوی اسباب کی جانب مائل ہیں۔ یہ غلط ہے (اور) ثابت نہیں ہے۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''فقراء کی آستان نشینی اغنیاء کی صدر آرائی سے بہتر ہے۔'' آپ فرماتے ہیں: ''یہاں کے درویش اگرچہ وجہ معلوم نہیں رکھتے، لیکن انہیں رزق کے مضمون سے فراغتیں حاصل ہیں۔'' میں کہتا ہوں کہ اپنی ضروری حاجات اور فقراء کے حال کے کھوج کے لیے دولت کی طلب محمود ہے۔ حضرتِ سلیمان علیہ السّلام، امیر المومنین (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہ)، (حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) اور آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بعد صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) بہت زیادہ دنیاوی اسباب رکھتے تھے اور اس جماعت کے قرب (الٰہی) کے مراتب میں کسی کی نے راستہ نہیں پایا۔ اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ یہی ہے۔ صبر کے ساتھ فقر کی فضیلت اور شکر کے ساتھ امیری کی فضیلت میں اختلاف ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم، جو فاقہ کے بوجھ کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے تھے، نے فقر اختیار فرمایا۔ (آپ) صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

ع عِنْدَ رَبِّیْ فَیُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ

یعنی: میرے ربّ کے پاس ہیں۔ پس وہی مجھے کھلاتا اور وہی مجھے پلاتا ہے۔

پس اگر فقر سے عبادت میں ضعف آئے تو غنا (امیری) جو عبادت کے لیے طاقت کا سبب بنتا ہے، وہ فقر سے افضل ہے، کیونکہ شکر گزار امیروں پر زبان درازی فرمانا، اس حدیث (شریف) سے بے خبر ہونا ہے، جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے شکر گزار دولتمندوں کے بارے میں فرمائی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ. (سورۃ الحدید، آیت ۲۱)۔

یعنی: یہ اللہ کا فضل ہے، عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔

درویشوں کا کمترین، بلکہ ان کے قدموں کی خاک عبداللہ معروف بہ غلام علی عفی عنہ نے طریقہ شریفہ قادریہ میں بیعت کی اور حضرات چشتیہ سے نیاز و اخلاص رکھتا ہے، لیکن اذکار و اشغال، مراقبات اور نسبت باطن کا کسب بزرگان نقشبندیہ مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم کے عالی شان سلسلہ سے کیا ہے۔ پس بزرگان مجددیہ (رحمۃ اللہ علیہم) کا حق اس فقیر پر ثابت ہے۔ لہٰذا یہ مختصر رسالہ اس طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے مخلصین کے لیے تحریر کیا، جو اعتراضات کو دور کرنے کے لیے کافی ہے اور مبسوط رسائل کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کے حضرات علیہم الرضوان کے وسیلہ اور دامن عنایت کی برکت سے اس عاجز کے اس عمل کو قبول فرما کر ان اکابر کی رضا و عطا کے لائق فرمائے اور اپنی رضا، روح افزا لقاء کے شوق کا دوام، حضرت (محمد) مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَ بَارِكْ وَسَلَّمْ کی اتباع اور حسن خاتمہ کرامت فرمائے۔ آمین۔

۸۹

مکتوب ہشتاد و نہم

فوائد جلیلہ (کے بیان) میں، جن کا جاننا (ہر) نقشبندی مجددی کے لیے ضروری ہے۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

ظاہر ہے کہ متبعین کے تخیلات (ایسے) خیال اور وسوسے ہیں، جن کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

جو کچھ پایا گیا ہے اور دکھایا جاتا ہے، وہ لکھا جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسائل توحید اپنے والد ماجد خلیفہ حضرت شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر توحید وجودی کی معرفت سے ایک علم پیدا کیا۔ پھر شیخ المشائخ (حضرت) خواجہ محمد باقی (رحمۃ اللہ علیہ) کی توجہات اور اُن کی تلقین و تربیت سے وہ علم شہود وعیاں میں تبدیل ہو گیا اور ذات حق جل وعلا کی تجلی سے اتصال، جو حضرت ابن عربی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ہمت کا قبلہ ہے، حاصل ہوا اور اس معرفت سے بہت زیادہ علوم ہاتھ لگے (جنہوں نے) مغلوب بنایا۔ پس عنایت الٰہی سے حضرت خواجہ (محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ) کے واسطہ سے بہت زیادہ ترقیات واقع ہوئیں اور علم وشہود جو ذات حق (سبحانہٗ وتعالیٰ) کی ہستی کی دید ویافت ہے، سے ممکنات کے آئینوں میں کچھ نہ رہا اور ایک دوسری معرفت حاصل ہوئی اور وہ حق سبحانہٗ کی وحدت شہود ہے۔ ممکنات کے آئینوں میں اس معرفت میں غیریت باقی ہے۔ جس طرح کہ آئینہ سورج کے نور، روشنی اور کرنوں سے لبریز ہے اور آئینے کا وجود باقی ہے۔ آئینہ کی طرح معرفت اولیٰ (پہلی معرفت) لطیفہ قلب کی سیر میں پیش آتی ہے اور وہ غلبہ محبت سے ہے۔ اس معرفت کا صاحب سکر ومحبت کے غلبہ سے معذور بن سکتا ہے۔ معرفت ثانیہ (دوسری معرفت) لطائف فوقانی (اوپر کے لطائف) کی سیر میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ پھر عنایت الٰہی کے جذبات سے ترقیات ہاتھ آئیں اور انبیاء علیہم السّلام کے مذاق کے مطابق معارف پیش آئے۔ اس معرفت ثالثہ (تیسری معرفت) میں توحید وجودی اور شہودی (میں) سے کوئی اثر نہیں ہے۔ جس طرح کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ان ہر دو توحید کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ توحید وجودی اور توحید شہودی کو تخیلات سے جاننا مقصود ہے، کیونکہ شریعت کا مدار غیریت پر ہے۔ آیات واحادیث، جن کی تفسیر علماء نے انبیاء (علیہم السّلام) کے مذاق کے طریقے سے کی ہے، کو وسوسوں اور خیال کے مطابق پیش کرنا شرع سے (ثابت) نہیں ہے۔ جو شخص تطبیق (مطابقت) سے ان ہر دو معرفت کا قائل ہوا ہے، یہ ملکہ علمی کی قوت سے ہے۔ وہ (عقیدہ) ایک دوسری جگہ سے جاری ہے اور یہ ایک اور جگہ سے۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا طریقہ، جو انبیاء علیہم السّلام کے مذاق کے مطابق ہے، کا خلاصہ یہی ہے۔ طریقہ مجددیہ نے علماء وعقلاء کی شہادت سے ثبوت پایا ہے (اور) اس میں کوئی

شبہ نہیں ہے۔ جو شخص حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے سلسلہ کی کامل نسبت، جو اس کے ولایات و کمالات اور حقائق ہیں، حاصل کرتا ہے، وہ ان معارف کو یقین کے ساتھ جانتا ہے۔ یہ علوم ظن اور گمان نہیں ہے، (بلکہ) واقعی اور ایک حقیقت ہے۔ پس جو چیز احوال سکر کے غلبہ سے ہو، وہ اعتقاد کے لائق نہیں ہے۔ جو کچھ علماء نے فرمایا ہے، اس کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اَلْعَبْدُ عَبْدٌ وَّالْحَقُّ حَقٌّ: یعنی: بندہ بندہ ہے اور حق حق ہے۔ اگر غیریت ثابت نہ ہو تو شرائع (مذہبی احکام) کی تکلیف کیوں فرمائی گئی ہے۔

جاننا چاہیے کہ طریقہ سے انتساب اور بیعت کرنا، اس طریقہ کے خصوصی فیض کو حاصل کرنے کے لیے ہے، اگر وہ حاصل نہ ہو تو پھر دوسری جگہ بیعت کرے۔ اگر طالب صادق ہے۔ وَالسَّلَامْ.

جو چیز دینی ضرورت نہیں ہے، اس میں بحث کرنا بے فائدہ ہے اور کسی کو شرعی حکم کے بغیر کافر کہنا جائز نہیں ہے، اگر کوئی کفر کی ستر وجوہات رکھتا ہے اور ایک وجہ اسلام کی رکھتا ہے تو اسے کافر نہیں کہنا چاہیے۔ اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی. یعنی: حق ہمیشہ غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا۔

۹۰

مکتوب نودم (ایضاح الطریقہ)

سلسلہ قادریہ میں اپنی بیعت و ارادت کے حالات، نقشبندیہ (سلسلہ) کا سلوک کسب کرنے، حضرات خواجگان نقشبندیہ اور اکابر احمدیہ مجددیہ کے کلام سے ضروری فوائد، (حضرات) مجددیہ کَثَّرَ اللّٰہُ اَمْثَالَھُمْ (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے) کا سلوک وتسلیک اور اس کے ساتھ بعض عزیزوں کی فرمائش پر دوسرے فائدے لکھنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

حمد وصلوٰۃ کے بعد فقیر عبداللہ عرف غلام علی عفی عنہ گزارش کرتا ہے کہ میں بائیس برس کا تھا کہ اللہ کی بے انتہا ہدایت وعنایت اس فقیر کے شاملِ حال ہوگئی اور اس نے اسے فیض مآب، فرید

زماں، وحید دوراں، مطلع انوار، منبع اسرار، سنن نبویہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو زندہ کرنے والے، طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کو قائم کرنے والے، شمس الدین، حبیب اللہ حضرت مرزا جان جاناں قدس سرہ العزیز کے حضور پہنچایا اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کی ہستی مبارک کی ارادت و بیعت کے شرف سے مستفید بنایا۔

اگرچہ آپ نقشبندیہ مجددیہ نسبت کا افادہ و القا فرماتے تھے اور یہ نسبت و اجازت آپ نے سیّد السادات (حضرت) سیّد نور محمد بدایونی (رحمۃ اللہ علیہ) سے پائی تھی اور وہ معرفت افزا (حضرت) شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے، جو عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ سرہٗ کے نیک نام صاحبزادے اور کامل خلیفہ تھے۔ لیکن آپ (حضرت مرزا جان جاناں قدس سرہٗ) طریقہ عالیہ قادریہ کی اجازت حضرت غوث الثقلین (شیخ سیّد عبدالقادر) رحمۃ اللہ علیہ کی روح فتوح سے بھی رکھتے تھے۔

آپ (حضرت مرزا جان جاناں قدس سرہٗ) فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سیّد (نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال کے بعد ان کے حکم سے ہم نے شیخ الشیوخ حضرت محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا اور وہ دلیل الرحمٰن حضرت شیخ عبدالاحد (رحمۃ اللہ علیہ) کے ہدایت فرما خلفاء میں سے تھے، جو خازن الرحمۃ حضرت (خواجہ) محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔

آپ (حضرت مرزا جان جاناں قدس سرہٗ) فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے حضرت شیخ (محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں عالی شان سلسلہ قادریہ کی اجازت کی طلب کے لیے عرض کیا تو انہوں نے قبول فرمایا اور فقیر کے حال پر توجہ کی۔ ایک بیخودی ہاتھ لگی اور اس بیخودی میں ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت شیخ (محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ) آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے حضور مبارک میں فقیر کے لیے اس سلسلہ کی اجازت کے لیے عرض کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کے حضور عرض کریں۔ حضرت شیخ (محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت (غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے قبول فرمایا اور اپنے خادم کو خرقہ اجازت کا تبرک عطا فرمانے کے لیے حکم فرمایا۔ خادم نے ایک قیمتی ریشمی خلعت لا کر فقیر کی گردن پر رکھی۔ فقیر کے باطن میں ایک ایسی عجیب برکت اور ایک تازہ کیفیت

پیدا ہوگئی، جو صحیح طور بیان نہیں ہوسکتی۔ اس واقعہ کے مشاہدہ کے بعد حضرت شیخ (محمد عابد) قدس سرہٗ کے حکم سے بیخودی سے ایک افاقہ ہاتھ لگا۔ حضرت شیخ (محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ) نے اس عطائے کرامت پر مبارک باد فرمائی۔ نسبت قادریہ کے انوار، جو اس سلسلہ (عالیہ) میں مشائخ کرام سے وراثت کے طور پر (موجود) ہیں، اس اجازت کے حصول سے اور زیادہ ہوگئے۔

آپ (حضرت جان جاناں قدس سرہٗ) فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی جناب مبارک سے نسبت چشتیہ بھی ملی ہے۔ اس نسبت شریفہ کی کیفیت کبھی کبھی خود بخود ظہور کرتی ہے اور شوق و ذوق اور گرمی، جو اِس سلسلہ کے لوازمات میں سے ہے، وہ دل کو مسرور کردیتی ہے۔ اِس وقت میں سماع کی طرف میلان اور رقت و گریہ پیدا ہوجاتا ہے:

برسر بازار صرافاں عشق
زیر ہر دارے دکانِ دیگر است

یعنی: عشق کے صرافوں کے بازار کے کنارے ہر گھر میں ایک اور دکان ہے۔

حضرت (مرزا جان جاناں) قدس سرہٗ نسبت نقشبندیہ مجددیہ اور نسبت چشتیہ و قادریہ کے جامع تھے، لیکن مجددیہ بزرگوں کی نسبت آپ پر غالب تھی۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ کے آداب کی رعایت سے اس طریقہ شریفہ (مجددیہ) کے اذکار و اشغال کی تلقین فرماتے تھے۔ ایک جہان آپ کے فیوض و برکات کے دستر خوان سے بہرہ ور بنا۔ یہاں تک کہ آپ کے خلفاء اور آپ کے خلفاء کے خلفاء اطرافِ عالم میں راہِ خدا کے طالبین کی رہنمائی کررہے ہیں۔

اس مسکین فقیر نے باطنی ذکر و شغل کی تلقین آپ (حضرت مرزا جان جاناں قدس سرہٗ) سے پائی۔ میں اس طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) پر ہمیشہ قائم رہا اور پندرہ برس تک آپ کی صحبت، حلقہ، ذکر و توجہ اور مراقبہ کے انوار سے مستفید ہوتا رہا۔ آپ کی روح افزا توجہات کی برکت سے اس طریقہ عالیہ کے حالات و واردات سے ایک مناسبت نصیب ہوئی، نیز (اس کا) ادراک و وجدان اور اس کے مقامات و اصطلاحات (کا ذوق) حاصل ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ.

یعنی: پس اس پر اللہ تعالیٰ کی ستائش ہے۔

تاریخ تصنیف

ان دنوں ۱۲۱۲ھ مقدس (کا سال) ہے۔ بعض عزیزوں کی فرمائش پر حضرت خواجگان نقشبندیہ اور اکابر مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم کے کلام مبارک سے یہ چند فوائد چن کر جمع کیے گئے ہیں۔ ان فوائد کی یہ سب تحریر وتقریر حضرت (مرزا جان جاناں) رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً کی بہت زیادہ برکت والی صحبت (کے طفیل) سے ہے، ورنہ بزرگوں کے ارشادات کے بارے میں زبان کھولنا اس بے سروساماں کے بس میں نہیں ہے:

جمال ہمنشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(گلستان سعدی ۱۱)

یعنی: ساتھی کے حسن نے مجھ میں اثر کیا، ورنہ میں تو وہی مٹی کی مٹی ہوں۔

طریقہ مجددیہ کی بنیاد

جاننا چاہیے کہ طریقہ مجددیہ کی بنیاد سلسلہ نقشبندیہ کے اصول پر ہے اور وہ (یہ) ہے:
(۱) وقوفِ قلبی، (۲) مبدءِ فیاض کی طرف توجہ، (۳) نگہداشتِ خواطر، (۴) دوامِ ذکر اور (۵) شیخ مقتدا کی صحبت کو مضبوط پکڑنا۔

ہر مقام میں موردِ فیض اور اس کے مآخذ کا لحاظ رکھتے ہیں اور مقامات بلند تک اسی سلسلہ (نقشبندیہ) کے اذکار و اشغال پر دوام اختیار فرماتے ہیں۔ ان قابلِ تعظیم بزرگوں کی قیمتی اصطلاحات ایک الگ شے ہیں۔ چنانچہ ان مختصر فوائد میں ان کا خلاصہ بھی بیان کیا جائے گا۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ پیر دستگیر، طریقہ احمدیہ مجددیہ کے قائم کرنے والے اور سنن نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زندہ کرنے والے (حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت کی برکت سے جو شخص اس طریقہ سے مستفید ہوا اور ان اکابر کے سلوک کے انتہائی مقامات تک رسائی پالے تو وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ مقامات کیا ہیں؟ اور فیوض و برکات کے ان سمندروں کا سرچشمہ کون ہے؟

آنچہ پیش تو بیش ازیں رہ نیست
غایت فہم تست اللہ نیست

یعنی: یہ جو تیرے نزدیک اس منزل سے زیادہ نہیں ہے، یہ تیری سمجھ کی انتہا ہے، اللہ کے ہاں (ایسا) نہیں ہے۔

فرماتے ہیں کہ اس طریقہ شریفہ کا حاصل حضرت ذاتِ الٰہی سبحانہٗ کا دوامِ حضور اور دوامِ آگاہی ہے اور اس کے ساتھ اہلِ سنت و جماعت کے مطابق صحیح عقیدہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع کو لازم رکھنا ہے۔ جو شخص ان تین کاموں میں سے ایک بھی نہ رکھتا ہو، وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہو جاتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا (ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں اس حالت کو احسان کہتے تھے۔ صوفیہ کی اصطلاح میں (اسے) شہود و مشاہدہ، یادداشت اور عین الیقین کہتے ہیں۔ اس دولت، جو عبودیت کی درستگی ہے، کے حصول کے لیے تین طریقے مقرر کیے گئے ہیں:

طریقہ ذکر اسم ذات

پہلا طریقہ دوامِ ذکر ہے، اس کی شرائط کے ساتھ۔ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی (قسم) اسم ذات ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چپکا کر زبان دل سے، جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر ہے، اسم مبارک اللہ کہے اور اس کے مفہوم کا لحاظ رکھے کہ اللہ وہ ذات ہے جو صفاتِ کاملہ سے موصوف اور سماتِ ناقصہ سے منزہ ہے، جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ اس (کا) لحاظ (رکھنے) کو وجودِ ذہنی کی مشغولیت کہتے ہیں۔ ذکر کے وقت بدن اور زبان میں حرکت نہیں آنی چاہیے۔ تمام اوقات میں اس ذکر میں ہمیشہ لگا رہے، یہاں تک کہ دل جاری ہو جائے۔ پھر لطیفہ روح، جس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر ہے، سے ذکر کرے۔ اس کے بعد لطیفہ سر، جس کا مقام بائیں پستان کے برابر، وسطِ سینہ کی طرف دو انگلی کے فاصلے پر ہے، سے ذکر کرے۔ پھر لطیفہ خفی، جس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلے پر وسط سینہ کی جانب ہے، سے ذکر کرے۔ اس کے بعد لطیفہ اخفیٰ، جس کا مقام عین سینہ کے وسط میں ہے، ذکر کرے، یہاں تک کہ پانچوں لطائف جاری ہو جائیں۔ پھر لطیفہ نفس، جس کا مقام وسطِ پیشانی ہے اور لطیفہ قالبیہ سے بھی ذکر اسم ذات کرنے کا معمول ہے۔

طریقہ ذکر نفی واثبات

دوسرا (طریقہ) ذکر نفی واثبات ہے۔اس کا طریقہ یہ (ہے) کہ اوّل اپنے سانس کو ناف کے نیچے بند کرے۔ پھر زبان کو تالو سے چپکائے اور زبانِ خیال سے کلمہ ''لَا'' کو ناف سے دماغ تک کھینچے (اور) لفظ ''اِلٰہ'' کو دائیں کندھے پر لا کر لفظ ''اِلَّا اللّٰہ'' کی ضرب دل پر لگائے، اس طرح کہ پانچوں لطائف پر ذکر کا اثر پہنچے اور لفظ ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ'' کو سانس چھوڑتے وقت خیال ہی سے کہے۔

شرائطِ ذکر

ذکر میں اس معنی کا لحاظ رکھنا شرط ہے کہ ذات پاک (اللہ) کے سوا کوئی مقصود نہیں ہے۔ ہر لفظ کے معنی ضروری ہیں۔ پس معنی کے بغیر لفظ متصور نہیں ہوتا۔

- شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ نفی کے وقت اپنی ہستی اور تمام موجودات کی نفی کی جائے اور اثبات کے وقت حضرت حق سبحانہٗ کی ذات کے اثبات کو ملحوظ رکھا جائے۔ اگرچہ تمام مقصودات سے متعلق نفی ہو چکی، لیکن لحاظ کو وسعتیں (حاصل) نہیں۔
- شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ ہر دو ذکر میں چند بار کے بعد دل کی زبان سے انتہائی عاجزی و نیازمندی کے ساتھ مناجات والتجا کی جائے کہ اے اللہ! میرا مقصود تو ہے اور تیری رضا۔ میں نے تیرے لیے دنیا و آخرت کو ترک کر دیا ہے، تو مجھے اپنی محبت اور اپنی معرفت عطا فرما۔ اگر طالب صادق ضعیف ہو تو ''میں نے دنیا و آخرت کو ترک کیا'' نہ کہے، ورنہ دونوں جملوں کو کہنا لازمی سمجھے۔
- یہ بھی شرط ہے کہ قلب کی طرف توجہ اس طرح کرے کہ اس کی صنوبری شکل، یا اسم ذات کے نقش کا تصور نہ کرے اور اس توجہ کو وقوف قلبی کہتے ہیں۔ یہ توجہ اس ضرب کی قائم مقام ہے جو دوسرے سلاسل کے اذکار میں رائج ہے۔
- یہ بھی شرط ہے کہ ذاتِ الٰہی کی طرف توجہ رکھی جائے۔ نظر اوپر کی جانب ہو کہ ذاتِ الٰہی کی جانب نگران و متوجہ اور فیض کا منتظر ہے۔ اوپر کی جانب کا لحاظ رکھنا پاسِ ادب کی وجہ سے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں سے بالا ہے۔ بلکہ وقوفِ قلبی اور مبدء فیاض کی طرف توجہ

ارکانِ ذکر اور طریقہ عالیہ میں سے ہے اور نسبتِ حضور کا حصول ان دو ارکان کے بغیر محال ہے۔

۷ یہ بھی شرط ہے کہ دل کو خیالات اور وسوسوں سے باز رکھا جائے۔ غیر کے خیال اور وسوسے سے دل کو پاک رکھنا چاہیے، تاکہ خواطر غلبہ نہ پالیں۔ اس کو نگہداشت کہتے ہیں۔

۷ سانس بند کرنا اور روکنا ذکر میں مفید ہے، شرط نہیں ہے۔ حرارتِ قلب، شوق و رقتِ قلب، نفی خیالات اور ذوق و محبت سانس روکنے کے فوائد میں سے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ (یہ چیز) کشف کے حصول کا سبب بن جائے۔

۷ ذکر نفی و اثبات میں طاق عدد کے لحاظ رکھنے کا معمول ہے، لہٰذا اسے وقوف عددی کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ وقوفِ عددی علم لدنی کا پہلا سبق ہے۔ اس طرح کہ حصولِ کیفیات اور اس کا علم، کشوف و اسرار اور اس کی دریافت، سب اس ذکر کی بدولت ہیں۔ یہ ذکر حضرت خضر علیہ السلام سے حبسِ نفس (سانس بند کرنے) کی رعایت سے منقول ہے۔ پس اگر اس نے ایک سانس میں اکیس بار (اللہ کہنے) تک پہنچا دیا ہے اور اس سے فائدہ نہیں ہوا تو اس کا عمل باطل ہے (اور) طریقہ میں شمار نہیں ہے، (لہٰذا) نئے سرے سے (ذکر) کرے اور (اس کی) شرائط کی خوب احتیاط کرے۔

طریقہ دوم مراقبہ

دوسرا طریقہ مراقبہ ہے اور یہ دل کی خواطر (وسوسوں) سے حفاظت کرنا اور فیض الٰہی کا منتظر رہنا ہے، ذکر کے واسطہ کے بغیر اور مرشد کے رابطہ کے بغیر۔

چاہیے کہ (سالک) تمام اوقات میں کامل نیاز مندی و عاجزی کے ساتھ ذاتِ الٰہی کی جانب متوجہ رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ وسوسوں کی مزاحمت کے بغیر دل کا ملکہ بن جائے۔ ذات (اللہ سبحانہٗ) تقدس و تعالیٰ کا ایسا لحاظ اور دوامِ توجہ ذکر کی اعلیٰ ترین قسم ہے جو اذکار کے اہم مقصود حضور مع اللہ کا مطلوب ہے۔ حضورِ اسم (اللہ) کے ساتھ، جو مطلوب کے حصول کا واسطہ ہے۔

فرماتے ہیں، مراقبہ نفی و اثبات سے بھی زیادہ جذبہ کے قریب ہے۔ دوامِ مراقبہ سے مرتبہ

وزارت پر پہنچا جا سکتا ہے۔ خواطر سے آگاہی اور ملک وملکوت میں تصرف حاصل مراقبہ ہیں۔ لیکن مراقبہ کا ملکہ کثرتِ ذکر اور اربابِ جمعیت کی صحبت کے بغیر دشوار ہے۔

طریقہ سوم رابطہ شیخ

(یہ) صاحبِ کمال کی صحبت سے استفادہ ہے، جس کی توجہ و اخلاص کی برکت سے دل غفلت سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کی محبت کی کشش سے مشاہدہ الٰہی کے انوار دل پر چمکنے لگتے ہیں۔ اس (مرشد) کے حضور میں ادب اور (اس کی) خوشنودی کا لحاظ رکھنے اور اس (مرشد) کی غیر حاضری میں اس کے تصور کی نگہداشت کرنے سے فیض یاب ہو گا۔ کہتے ہیں کہ یہ کام (راہِ تصوف) کامل ادب ہے اور کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا:

مَنْ ضَیَّعَ الرَّبُّ الْاَدْنٰی
لَمْ یَصِلْ اِلَی الرَّبِّ الْاَعْلٰی

یعنی: جس نے اپنے مربّی (مرشد) کو ضائع کر دیا، وہ پروردگار عالم (اللہ سبحانہٗ) تک نہیں پہنچ سکتا۔

فرماتے ہیں کہ یہ طریقہ (رابطہ شیخ)، طریقہ ذکر اور طریقہ مراقبہ سے زیادہ جلدی (اللہ سے) ملانے والا اور آسان تر ہے۔ اس کو ذکرِ رابطہ کہتے ہیں۔

صحبتِ شیخ کامل

پیر (مرشد) وہ شخص ہے جس کا ظاہر اتباع سنت سے آراستہ اور اُس کا باطن ماسویٰ اللہ کی محبت سے خالی ہو۔ اس کی صحبت میں باطن ماسویٰ کے نقوش سے پاک اور اس کی ہمت سے دل جناب کبریا (سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی) کی طرف متوجہ ہو جائے۔ لیکن تاثیر کوشش و اخلاص کے مطابق ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ اثر و تاثیر بڑھتا جاتا ہے۔

رباعی:

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت
وز تو نرمید زحمت آب و گلت

زنہار ز صحبتش گریزان می باش

ورنہ نکند روحِ عزیزان بحلت

یعنی: جس شخص کے ساتھ تو بیٹھا اور تیرے دل کو جمعیت حاصل نہ ہوئی اور تجھ سے پانی اور خاک (دنیا کی رنگینیوں) کی زحمت (محبت) نہ چھوٹی۔

♑ ایسے شخص کی صحبت سے دور بھاگ جا، ورنہ تیری ارجمند روح کو کشادگی (نورانیت) نصیب نہیں ہوگی۔

تاثیر میں قابل اعتبار (شے) جمعیت خواطر، جناب الٰہی کی جانب توجہ اور انجذ اب قلبی کا آہستہ آہستہ حصول ہے، جس کی نشانی حجابات کا اُٹھنا ہے۔ گرمی اور حرارت اگرچہ مفید اور ذوق کو بڑھانے والی ہے، لیکن (یہ) قرنِ اوّل میں نہیں تھی۔

جاننا چاہیے کہ زیادہ مفید اور طریقہ شریفہ میں معمول یہ ہے کہ طالب جب چاہے، مشغول ہو جائے۔ سب سے پہلے چند بار (اپنے) گناہوں سے توبہ و استغفار کرے اور موت کو حاضر سمجھے۔ پھر اس شیخ کی صورت، جس سے طریقہ ذکر حاصل کیا ہے، کامل ادب کے ساتھ اپنے دل کے برابر حاضر کرے، تاکہ جمعیت و کیفیت پیدا ہو جائے۔ پھر ذکر میں اس کی شرائط کے ساتھ مشغول ہو جائے۔ اوّل اسم ذات میں، جو کہ حرارت و شوق کے حصول کا سبب ہے۔ پھر نفی و اثبات میں۔ اگر دل حبسِ دم (سانس کو روک رکھنے) سے تھک جائے تو بغیر حبسِ دم کے ذکر کرے۔ ذکر و مراقبہ میں احدیت صرفہ حضرت ذات (حق سبحانہٗ) کی جانب کرے۔ بغیر توجہ کے ذکر وسوسہ سے زیادہ (کچھ) نہیں ہے۔

زبان سے ذکرِ تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر)

زبان سے ذکرِ تہلیل (لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر) اگرچہ حضورِ ملکہ کے حصول تک معمول نہیں ہے، لیکن مذکورہ شرائط کے ساتھ مفید بھی ہے۔ ذکر کثرت سے کرنا چاہیے اور دل ذکر کی کثرت کے بغیر نہیں کھلتا۔ اوقات میں سے کوئی لحظہ بھی ذکر اور جناب الٰہی کی جانب توجہ اور نیاز مندی کے بغیر نہ گزرے۔ انجمن اور (لوگوں کے ساتھ) ملاقات میں بھی ذکر و آگاہی میں مشغول رہے (کیونکہ) فیضِ حق اچانک پہنچتا ہے اور دلِ آگاہ کو ملتا ہے:

یک چشم زدن غافل ازان ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

یعنی: آنکھ جھپکنے کی دیر بھی تو اس چاند (محبوب) سے غافل نہ رہ، شاید کہ وہ ایک نگاہ کرے تو (اس سے) آگاہ نہ ہو۔

اس حالت کو ''خلوت در انجمن'' کہتے ہیں۔ (جیسے مذکور ہے:) اَلصُّوْفِیْ کَائِنٌ الْبَائِنٌ.
یعنی: صوفی کائن (اور) بائن ہوتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ دل کا ماسوٰی (اللہ) سے تعلق اور برائیوں کا رُسوخ باطن میں فیض (الٰہی) کے لیے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ پس کلمہ ''لَا'' سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔ مثلاً حسد کے لیے ''لَا اِلٰہ''، نہیں ہے حسد مجھ میں، ''اِلَّا اللّٰہ'' مگر ہے اللہ کی محبت۔ اس طرح نفی و اثبات کرے، یہاں تک کہ وہ برائی ختم ہو جائے۔ اسی طرح ہر رکاوٹ کو باطن سے مٹائے، تاکہ تصفیہ و تزکیہ حاصل ہو جائے۔ اس شغل کی مشق ''سفر در وطن'' کی ایک قسم ہے، جو فنا و بقا کے حصول کا سبب ہے۔ ذکر ہی ہے جو اللہ سے واصل کرنے والا ہے:

ذکر گو ذکر تا ترا جان است
پاکیٔ دل ز ذکر یزدان است

یعنی: ذکر کر، ذکر، جب تک تجھ میں جان ہے، کہ دل کی پاکیزگی اللہ کے ذکر سے (حاصل) ہوتی ہے۔

(ارشادِ الٰہی ہے:) وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. (سورۃ الانفال، آیت ۴۵) یعنی: اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، تاکہ تم مراد پاؤ۔

جب ذکر میں ایک کیفیت حاصل ہو جائے تو (اس) کیفیت کی حفاظت میں لگ جائے، اور جب پوشیدہ ہو جائے تو پھر ذکر میں مصروف ہو جائے۔ یہاں تک کہ کیفیت و حضور ملکہ بن جائے۔ جب قبولیت کا جذبہ پہنچتا ہے تو فیوضات کی ہوائیں اور رحمانی خوشبوئیں چلنے اور جھلنے لگتی ہیں۔ کبھی کبھی فیض کا ورود اچانک دل کو لوٹ لیتا ہے اور نیستی پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ حالت تسلسل اور کثرت پالے تو دوامِ حضور اور فنا کے حصول کی امید ہے:

وصل اعدام گر توانی کرد
کارِ مردان مرد دانی کرد

یعنی: اگر تو اعدام (فنا) سے وصل کرنا چاہتا ہے تو بہادر مردوں والا کام کر۔

دوامِ حضور کے حصول سے طالب ذکر کی حقیقت سے فیض یاب ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے ذکر کی صورت تھی، نہ اس کی حقیقت۔ اس حالت کو ''نہایت کا بدایت میں اندراج'' کہتے ہیں۔ اس طریقہ (نقشبندیہ مجددیہ) میں طالب کا یہ مقصد حاصل کر لینا، دوسرے طریقوں میں مرشد سے ذکر و اشغال اخذ کرنے کی مانند ہے۔ اس حالت کا حصول مرشد کی توجہ کی قوت پر موقوف ہے۔ کسی کو بہت جلد اور کسی کو دیر سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اس طریقہ عالیہ (نقشبندیہ) کے قدماء رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک لطائف سے مراد درجات ہیں۔ حضورِ حق کے حضور کا غلبہ اگر حضورِ خلق کے برابر ہو تو (اسے) ذکر قلب کہتے ہیں، اگر حضورِ حق حضورِ خلق پر غالب ہو تو (اسے) ذکر روح کہتے ہیں، اگر حضورِ حق حضورِ خلق سے غیبت کے ساتھ ہو تو (اسے) ذکرِ سر کہتے ہیں۔ اگر حضورِ حق، اپنی (ذات) اور حضورِ خلق سے غیبت کے ساتھ ہو تو اسے ذکرِ خفی کہتے ہیں:

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

یعنی: اگر روح القدس (جبرئیل علیہ السلام) کا فیض مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہی (کچھ) کریں جو (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کرتے تھے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر لطیفہ جدا ہے اور ان (لطائف میں سے) ہر لطیفہ کا سیر و سلوک، فنا و بقا اور علوم الگ الگ ہیں۔ لہٰذا آپ راہِ حق کے طالبین کو لطائف کی تہذیب و تسلیک جدا جدا فرمایا کرتے تھے۔

آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہمارا طریقہ، جس کے طے کرنے میں ہم مصروف ہیں، سارا سات قدم ہے۔ اس کے پانچ قدم عالمِ امر میں اور دو قدم عالمِ خلق میں ہیں۔ لیکن آپ کے صاحبزادگان قدس اللہ اسرارہم (اللہ ان کے رازوں کو پاکیزہ بنائے) نے فنائے قلب کے حصول کے بعد لطیفہ نفس کی تہذیب کو مقرر کیا ہے، کیونکہ قلب و نفس کے سلوک کے ضمن میں ان چار لطائف کو بھی فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے اور ان دنوں یہی معمول ہے، کیونکہ اہلِ

طلب کو فرصت نہیں ہے اور دوسرے کام بھی درپیش ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب سالک اپنے دل کی جانب متوجہ ہو اور اپنے دل کو حق سبحانہٗ کے ساتھ جمع پائے تو یہ حالت دوامِ حضور ہے اور حضور حاصل ہے۔ اگرچہ حضور کا علم تمام اوقات میں حاضر نہیں ہے۔ چنانچہ اپنے نفس کے حضور کا علم کاموں میں مشغولی کے وقت کم ہو جاتا ہے، (یہ) علم ہے اور علم کا علم نہیں ہے۔ چنانچہ اپنے نفس کے حضور کا علم کاموں میں مشغولی کے وقت کم ہو جاتا ہے۔ علم ہے اور علم کا علم نہیں ہے۔ لیکن جب دائمی بے خطرگی، کیفیاتِ قلبی سے ایک دائمی کیفیت، دائمی نگرانی اور انتظار کَاَنَّکَ تَرَاہُ (یعنی: جیسا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ مجمع الزوائد ا:۴۱) بیداری اور نیند، بات کرنے اور غصے کو مٹانے کی صورت میں، تمام اوقات میں دل کا لازمہ ہو جائے اور حضور بے غیبت ملکہ بن جائے تو دائمی آگاہی کے لیے یہی قابلِ اعتبار ہے، یہی یادداشت ہے اور اس کے علاوہ سب خام خیالی ہے۔ اس حالت کو عین الیقین کہتے ہیں۔

رباعی:

تا دوست بچشم سر نہ بینم ہر دم
از پائے طلب کجا نشینم ہر دم
مردم گویند خدا بچشم سر نتوان دید
آن ایشان اند من چنینم ہر دم

یعنی: جب تک ہر لحظہ میں محبوب کو سر کی آنکھ سے دیکھ نہ لوں، ہر آن میں اس کی طلب سے کیسے رُک سکتا ہوں۔

وہ کہتے ہیں کہ خدا سر کی آنکھ سے دیکھا نہیں جا سکتا، وہ یوں ہیں اور میں ہر لحظہ اس طرح ہوں۔

اس رباعی میں اوپر بیان کی گئی حالت (یادداشت آگاہی اور عین الیقین) کی جانب اشارہ ہے۔ لیکن غلبہ حال کی وجہ سے رؤیتِ بصر (آنکھ کے دیکھنے) اور مشاہدہ بصیرت (مشاہدے کی نگاہ) میں فرق نہیں کیا جا سکتا، ورنہ سر کی آنکھ سے دنیا میں رؤیتِ الٰہی ممکن نہیں ہے

ولایت صغریٰ: مراقبہ معیّت

اس کے بعد مراقبہ معیت ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (سوۃ الحدید، آیت۴) یعنی:
''اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔''

ذکرِ تہلیل (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ) زبانی فرماتے ہیں۔ یہ مراقبہ ولایت صغریٰ میں کرتے ہیں، جو ولایتِ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم ہے۔

اس ولایت میں سیر اسمائے الٰہی کے ظلال میں (ہوتی) ہے اور (یہ) جذبہ کے حصول کا مقام ہے۔ نسبت کے جذبات وغلبات، تپش وشوق، آہ ونعرہ، رقت ورونا، ذوق ووصول، مقصود کا پانا، بندوں سے افعال کی نسبت کے سلب ہونے کی دید (نظارہ) اور توحید فعلی اور تجلی برقی، کثرت میں وحدت کے شہود، انس ووحشت کے دوسرے حالات اور ہیجان وحیرت اس مقام میں شاملِ حال ہو جاتے ہیں۔ اگر دیدۂ بصیرت بینا ہو تو معیّت (الٰہی) کا راز اور احاطہ ظاہر ہو جاتا ہے، ورنہ اپنے وجدان سے حق سبحانہٗ کی معیّت کا ادراک ہوتا ہے۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى أَرْبَابِ هٰذِهِ الْوِلَايَةِ الثَّابِتَةِ لَهٗ فِي الْخَارِجِ لَا الْمُحَصَّلَةَ فِي الْخِيَالِ.

یعنی: جیسا کہ اس ولایت ثابتہ (ولایت صغریٰ) کے مقام پر فائز ہونے والوں (اولیاء اللہ) پر پوشیدہ نہیں ہے جو (یہ) خارج میں ہے (اور) یہ ان کا خیال ہی، بلکہ ان کا وجدان و ادراک ہے۔

خواجہ پندارد کہ مردے واصل است
حاصل خواجہ جز پندار نیست

یعنی: خواجہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک واصل مرد ہیں، لیکن خواجہ کا حاصل خیال کے سوا کچھ نہیں ہے۔

فنائے قلب

استغراق، سکر ومستی، علمی وحبی تعلق کا خاتمہ، ماسویٰ (اللہ) کو نہ جاننا و بھلانا، قلب یوں سلامت کہ دل میں ہرگز کوئی خطرہ (وسوسہ) نہ آنا، نصیب ہو جاتا ہے اور فنائے قلب، جس سے مراد ماسویٰ (اللہ) سے دائمی بے شعوری ہے، حاصل ہو جاتی ہے:

کے بود خود ز خود جدا ماندہ
من و تو رفتہ و خدا ماندہ

یعنی: خود سے جدا ہونے والا، خود کہاں رہتا ہے؟ (جب) میں وتو چلے گئے تو پھر (صرف) خدا رہ گیا۔

فنا کی چار قسمیں بتائی گئی ہیں:

- اوّل فنائے خلق، جس کی بدولت ماسویٰ (اللہ) سے امید وخوف ختم ہو جاتا ہے۔
- دوّم فنائے ہوا، جس کی بدولت ذاتِ مولیٰ (سبحانہٗ وتعالیٰ) کے علاوہ دل میں کوئی آرزو نہیں رہتی۔
- سوّم فنائے ارادت، جس کی بدولت ہونے اور چاہنے کی تمام صفات سالک سے یوں زائل ہو جاتی ہیں جیسے اموات سے۔
- چہارم فنائے فعل، جس کی بدولت اللہ سے دیکھنا، اللہ سے سننا، اللہ سے بولنا، اللہ سے پکڑنا، اللہ سے چلنا اور اللہ سے سمجھنا (کی صفات) شاملِ حال بن جاتی ہیں۔

(جیسے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ:) بِیْ يَبْصُرُ وَبِیْ يَسْمَعُ وَبِیْ يَنْطِقُ وَبِیْ يَبْطِشُ وَبِیْ يَمْشِیْ وَبِیْ يَعْقِلُ. (مشکوٰۃ شریف، باب ذکر اللہ، ص۹۷) یعنی: (میرا بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں تو) میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور میں اس کی عقل بن جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے:

علم صوفی عین ذات حق بود
علم حق او خود صفات حق بود
علم حق در علم صوفی گم شود
این سخن کے باور مردم شود

یعنی: صوفی کا علم، عین ذات حق ہے۔ اس کا علم حق، خود صفات حق ہے۔

۱۵ علم حق صوفی کے علم میں گم ہوتا ہے، اس بات کا لوگوں کو کس طرح یقین آئے۔

مقام ولایت پر پہنچنا (ان) دس مقامات کے حصول کے بغیر ممکن نہیں ہے: (۱) توبہ، (۲) انابت، (۳) زہد، (۴) قناعت، (۵) ورع، (۶) شکر، (۷) صبر، (۸) توکل، (۹) تسلیم، (۱۰) رضا۔

ان مقامات میں اگر قدم کبھی پختہ نہ ہو (تو بھی) یہاں سے گزرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ (عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) کی نسبت اجمالی اور جذبی ہے (جبکہ) دوسرے سلسلوں میں ان مقامات کو تفصیل سے حاصل (طے) کیا جاتا ہے کہ اس جگہ سیر تفصیلی وسلوکی ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس طریقہ شریفہ کے اکابر قدس اللہ اسرارہم کے کلام میں کمال سے مراد ملکہ حضور کا رُسوخ اور فنا و بقا کا حصول معلوم ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آخری کام انتظار ہے۔ پس اگر طالب دوامِ حضور اور قلبی نسبت کی وسعت سے مشرف ہو جائے اور حضور چھ اطراف کو احاطہ کر لے اور ایک بے کیف توجہ ہو تو وہ اسی (نسبت) پر اکتفا کرتے ہوئے ان درجات حضور میں مشغول رہے، جو (اوپر) بیان ہوئے ہیں۔ پس وہ یقیناً (ان مقامات تک) پہنچ جائے گا اور (وہ) اللہ تعالیٰ کے دوستوں (میں) سے، دریائے وحدت میں مستغرق اور طریقہ کی اجازت کے قابل ہے۔

فنائے نفس اور ولایت کبریٰ کے کمالات

لیکن جب تک (طالب) طریقہ عالیہ مجددیہ میں فنائے نفس اور ولایت کبریٰ کے کمالات تک رسائی نہیں پاتا، اس وقت تک اجازت مطلقہ نہیں دی جاتی۔ فنائے قلبی میں دل سے خطرہ (وسوسہ) نکل جاتا ہے، لیکن دماغ میں داخل ہونے لگتا ہے۔ نفس کی فنا کے بعد دماغ سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد خطرہ کے ادراک میں کہ کہاں سے آتا ہے؟ حیرت (ہوتی) ہے۔ دل و دماغ سے خطرے کا خاتمہ اربابِ عقل کے نزدیک معقول نہیں ہے، لیکن اللہ کے دوستوں کا طریقہ نظر و عقل سے آگے ہے۔ پس قلب کے معاملہ کے مکمل ہونے کے بعد لطیفہ نفس کی آراستگی مقرر ہے۔ جس کا مقام حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انسان کی پیشانی ہے۔ مقام قلب کا مکمل علم، جو ولایت صغریٰ ہے، اربابِ کشف و معرفت کے لیے آسان ہے، لیکن

اہلِ وجد و ذوق کو جناب الٰہی (سبحانہٗ) سے الہام والقاء یا حضرات مشائخ رحمۃ اللہ علیہم (کے ذریعے) معلوم ہوتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ اس حصول کے آثار، نسبت کے انوار میں وسعت ہو۔ گویا سینہ بھی پانی سے لبریز پیالے کی مانند انوار سے بھر جائے اور فوق (اوپر) کی طرف، جو توجہ میں نگرانی متوہم ہوتی ہے اور مستور ہوتی ہے اور حضور میں ایک وسعت پیدا ہوتی ہے (وہ بھی اسی کا حاصل ہو)۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ یعنی: اور علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

مراقبہ اقربیت حضرت ذات

اس جگہ (مقام) پر حضرت ذات (سبحانہٗ) کا مراقبہ اقربیت، ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ''(سورۃ ق، آیت ۱۶؛ ہم اس کی رگ جان سے بھی بہت قریب ہیں) کیا جاتا ہے۔ ذکرِ تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) اپنی شرائط کے ساتھ (سالک کو) ترقی بخشتا ہے۔ حضور و نگرانی، عروج و نزول اور جذبات جیسا کہ مقام قلب میں ہوتے ہیں، اس مقام میں شاملِ حال ہو جاتے ہیں، بلکہ انجذاب آہستہ آہستہ سارے بدن کو گرفت میں لے لیتا ہے اور بدن میں نسبت کے انوار شامل ہو جاتے ہیں۔ کیفیات و حالات اس جگہ، قلب کے مقام کی بہ نسبت بے مزہ اور کم حلاوت ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس نسبت میں ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے، سابقہ حالات فراموش ہو جاتے ہیں۔ اس مقام پر موردِ فیض بالاصالت لطیفہ نفس ہے۔

ولایت کبریٰ

اس مقام کو ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں جو انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی ولایت ہے۔ یہ ولایتِ عالیہ تین دائروں اور ایک قوس پر مشتمل ہے۔ دائرہ اوّل کا نچلا نصف (حصہ) اسماء و صفات ذائدہ پر مشتمل ہے اور جبکہ اوپر والا نصف (حصہ) شیونات و اعتبارات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔ دائرہ دوّم پہلے دائرہ کے اصول پر اور دائرہ سوم اس اصول کے اصول پر مشتمل ہے۔ قوس اس اصول کے اصول پر مشتمل ہے۔ یہ تین قسم کے اصول حضرت ذات (سبحانہٗ) میں اعتبارات ہیں، جو صفات و شیونات کے مبادی بن گئے ہیں:

روئے جاناں را نقاب اندر نقابے دیگر است
ہر حجابے را کہ طے کردی حجابے دیگر است

یعنی: محبوب کا چہرہ ایک نقاب کے بعد دوسرا نقاب رکھتا ہے، جس حجاب کو تم نے طے کیا، اس سے آگے ایک اور حجاب ہے۔

حقیقی فنا، اسلام کی حقیقت، شرح صدر اور دائمی شکر و رضا کا مقام، جس سے حکم قضا پر چون و چرا ختم ہو جاتی ہے اور شرعی تکلیفوں کے قبول کرنے میں دلیل کی حاجت نہیں رہتی، ایک استدلال بدیہی بن جاتا ہے، مقام جذبہ کی شورشوں سے اطمینان، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر قوت یقین، استہلاک و اضمحلال (فنا)، جس طرح کہ برف دھوپ میں پگھل جاتی ہے، توحید صفاتی اور اَنا کا خاتمہ، جس سے (سالک اپنے) وجود اور توابع وجود کو اللہ سبحانہٗ کی طرف منسوب پاتا ہے اور لفظ اَنا کا اطلاق اپنے لیے ہرگز برداشت نہیں کرسکتا، نیتوں کو متہم کرنا اور ایسی دید قصور جو بغیر شر اور نقص کے خود میں کوئی چیز نہ دیکھے، اخلاق کی آراستگی، جو سلوک کا حاصل ہے۔ حرص و بخل، حسد و بغض، تکبر، حب جاہ اور غرور وغیرہ جیسی برائیوں سے تزکیہ اس مقام میں ہاتھ لگتا ہے۔

ع تا یار کرا خواہد و میلش بہ کہ باشد

یعنی: محبوب کسے چاہتا اور اس کا میلان کس کے ساتھ ہوتا ہے۔

دائرہ دوّم وغیرہ میں نگرانی و توجہ، جس کا وہم ہوتا تھا، وہ درک نہیں ہوتی، کیونکہ نگرانی و توجہ رکھنے والے نفس نے فنا پالی ہے تو اب نگرانی کرنے والا کون ہو؟ اس مقام میں نفس مطمئنہ تخت صدارت پر (متمکن ہوکر) ترقی پاتا ہے اور صدر کو انجذاب کا ادراک ہوتا ہے۔ اس مقام میں مراقبہ حضرتِ ذات (سبحانہٗ) یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (سورۃ المائدہ، آیت ۵۴؛ یعنی: جنہیں وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اسے دوست رکھتے ہیں) کی محبت کی حیثیت سے ولایتِ علیا تک کرتے ہیں۔

مقامات قرب کی تعبیر، جن کو مرتبہ بیچونی و تنزیہ حاصل ہے اور (وہ) عالم مثال میں مشہود ہوتے ہیں، کو مناسب دائرہ میں دیکھا گیا ہے، ورنہ خدا کہاں ہے اور دائرہ کہاں ہے؟

مراقبہ اسم ظاہر

ولایت کبریٰ کے کامل ہونے اور اسم ''ھُوَ الظَّاھِرُ'' میں سیر کرنے کے بعد ولایتِ علیا

میں سیر و سلوک ہے، جو ملاء اعلیٰ علیہ السّلام کی ولایت ہے۔ اس ولایت میں (طالب کا) معاملہ خاک کے عنصر کے علاوہ (دوسرے) تین عناصر سے پڑتا ہے۔

مراقبہ اسم باطن

اس مقام پر مراقبہ ذاتی، جو (اسم) ''هُوَ الْبَاطِنُ'' سے مسمّٰی ہے، کیا جاتا ہے۔ اس مقام میں ذکرِ تہلیل (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) اور نفل نمازیں ترقی بخشتی ہیں اور توجہ و حضور اور عروج و نزول تین عناصر کو حاصل ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی بدن ایک دیکھنے والی آنکھ کی مانند ادراک میں آ جاتا ہے۔ سلطان الاذکار کے وقت مبتدیوں کو (جو کیفیت) حاصل ہوتی ہے (اب وہ) پاکیزگی بدن کو ہاتھ لگتی ہے۔ وہ پاکیزگی اور چیز ہے اور یہ عناصر کی پاکیزگی دوسری شے ہے۔ اس مقام میں حالات و کیفیات لطافت و نزاکت کے ساتھ ہیں اور ایک عجیب وسعت باطن میں پیدا ہوتی ہے اور فرشتوں کے ساتھ ایک مناسبت حاصل ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فرشتگان کرام ظاہر ہونے لگیں اور جو راز چھپانے اور ستر کے لائق ہے، اس کا ادراک ہونے لگے:

ع هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

یعنی: ارباب نعمت کو ان کی نعمتیں مبارک ہوں۔

اسمِ ''هُوَ الظَّاهِرُ'' اور اسم ''هُوَ الْبَاطِنُ'' کی سیر کے حصول کے بعد دو پر مقصود، جو کہ ''ذات بحت'' ہے، کی جانب سیر کے لیے حاصل ہوتے ہیں۔ پس ولایتِ علیا کا معاملہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اگر فضلِ الٰہی شاملِ حال ہو جائے تو کمالات نبوت کی سیر واقع ہو گی۔

مراقبہ کمالاتِ نبوت

مراقبہ کمالاتِ نبوت سے مراد صفات و اسماء کے پردہ کے بغیر دائمی تجلی ذاتی ہے۔ اس عالی شان مقام میں جس کے اندر ایک نقطہ (کی مسافت) طے کرنا سب مقامات ولایت سے بہتر ہے، بے جہت حضور ہوتا ہے اور نگرانی و توجہات سابقہ، طلب کی گرمی اور شوق کی بیقراری ختم ہو جاتی ہے۔ نیکی و یقین کامل ہاتھ لگتا ہے، حال و مقام اور معرفت کی اس جگہ تک پہنچ نہیں ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (سورۃ الانعام، آیت ۱۰۳؛ یعنی: نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں) حال کی صداقت پر

گواہ ہے:

بطراز دامن ناز او چہ ز خاکساری ما رسد
نزد آن مژہ بہ بلندی کہ بہ گرد سرمہ دعا رسد

یعنی: اس کے دامن ناز کے پہلو تک ہم خاکسار کہاں پہنچ سکتے ہیں؟ اس کی پلک کی بلندی تک دعا کے سرمہ کی گرد ہی پہنچ سکتی ہے۔

اس مقام میں یافت (پانا) اور ادراک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔ نکارگی اور نسبت کی جہالت اور وصل عریاں حاصل ہوتا ہے۔ وصول (ہوتا) ہے، حصول نہیں ہے:

اتصالے بے تکیف بے قیاس
ہست رب النّاس را با جان ناس

یعنی: لوگوں کے رب (اللہ تعالیٰ) کا بندوں کی جان سے جو اتصال ہے، وہ نا قابل بیان اور عقل میں نہ آنے والا ہے۔

وقت کی پاکیزگی، اطمینان کی حقیقت، **هُوَ لِمَا جَآءَ بِهِ الْمُصْطفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ** (مشکوٰۃ المصابیح، ۱۶۷)۔ یعنی: جو کچھ حضرت (محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، اس کا اتباع کرنا، نسبت باطن کی وسعت کا کمال، بے کیفیتی اور مایوسی و محرومی ہاتھ لگتی ہے۔ معارف و حقائق یہاں شریعت (کی صورت میں) ہیں اور بس، کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کے مقامات ہیں اور پیروی کرنے والوں کو پیروی اور وراثت سے حاصل ہوئے ہیں۔ توحید وجودی و شہودی جو معارف ولایت میں سے ہے، وہ راستے میں رہ جاتی ہے، لیکن عروج و نزول اور جذبات لطیفہ خاک کو اصالۃً اور لطائف ثلاثہ کو پیروی سے میسر ہوتے ہیں۔ اس مقام میں مورد فیض اوّلیت کے لحاظ سے لطیفہ خاک ہے اور پیروی کے لحاظ سے سارا بدن (ہے)۔

مراقبہ ذات بحت

اس مقام میں مراقبہ ذات بحت سب اعتباروں اور سابقہ حیثیتوں سے خالی کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت اور نماز میں لمبی (دعائے) قنوت تین کمالات، سات حقائق اور جو کچھ اس کے بعد (کے مقامات) میں پیش آئے گا، اس میں ترقی بخشتا ہے۔ یہی بے رنگیاں اور لطافتیں

پیش آتی ہیں، جو ان بلند درجات مقامات اور ذاتِ بحتِ الٰہی جل جلالہٗ کے بے انتہا سمندر کی موجیں ہیں۔

مراقبہ کمالات رسالت، کمالات اولوالعزم اور حقائق سبعہ

کمالات رسالت، کمالات اولوالعزم اور سات حقائق اور اس کے بعد (کے مقامات) میں مورد فیض سالک کی وہ وجدانی صورت ہے جو دس لطائف کے منور و مکمل ہونے کے بعد حاصل ہوئی (ہے) اور عروج و نزول اور انجذاب تمام بدن کو نصیب ہے۔

ع این کار دولت است کنون تا کرا رسد

یعنی: یہ نصیب کا کام ہے اب کون اس تک پہنچتا ہے۔

کمالات رسالت اور کمالات اولوالعزم سے کوئی چیز نہیں لکھی گئی۔

مراقبہ حقیقت کعبہ، حقیقت قرآن مجید اور حقیقت صلوٰۃ

حقیقتِ کعبہ سے مراد ذاتِ الٰہی (سبحانہٗ) کی عظمت و کبریائی کے اوقات کے راز کا ظہور ہے۔ حقیقتِ قرآن سے مراد حضرت ذات (باری تعالیٰ) کی وسعتِ بیچونی کا مبدء ہے، اور حقیقتِ صلوٰۃ (نماز) سے مراد حضرت ذات (باری تعالیٰ) کی وسعت بیچونی کا کمال فرماتے ہیں۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ معبودیتِ صرفہ، جو حقیقتِ صلوٰۃ کے بعد مشہود (ہوتا) ہے۔ وہ ذات الٰہی کی بیچونی صرف ہے، جس کے نصیب ہونے سے (طالب) درگاہِ (الٰہی) کے مقبولین میں شامل ہو جاتا ہے اور دائرہ قیومیت میں داخل ہو جاتا ہے اور اس ذات سے فیض پاتا ہے، جس سے تمام حقائق کے قیام کا امکان کیا جا سکتا ہے۔ عابدیت کے مقامات، سیرِ قدمی اور سلوک ان حقائق کی انتہا پر مکمل ہو جاتے ہیں۔

مراقبہ معبودیت صرفہ اور حقیقت ابراہیمی (علیہ السّلام)

اس کے بعد معبودیت صرفہ ہے اور بس۔ اس مقام میں سیر قدمی سے منع کیا گیا ہے۔ سیر نظری کو جائز سمجھ کر (یہ) حقیقت ابراہیمی علیہ السّلام کی دوستی کا مقام ہے۔ یہ مقام بڑا عالی

شان (اور) بہت زیادہ برکتوں والا ہے۔ انبیاء (عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ) اس مقام میں (حضرت) ابراہیم علیہ السّلام کے تابع ہیں اور حبیب رحمٰن (حضرت محمد) صلّی اللہ علیہ وسلّم "وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا" (سورۃ النساء، آیت ۱۲۵) کے حکم (الٰہی) پر مامور ہیں۔ لہٰذا درود اور مطلوبہ برکات میں خود کو (درودِ ابراہیمی سے) مشابہ فرماتے ہیں۔ (جیسے مروی ہے:)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

یعنی: اے اللہ! رحمت بھیج حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آلؓ پر جیسا کہ تو نے رحمت بھیجی حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) پر اور حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) کی آلؓ پر، بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔ اے اللہ! برکت بھیج حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آلؓ پر جیسا کہ تو نے برکت بھیجی حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) پر اور حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) کی آلؓ پر، بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

یہاں تو اس بلند مقام کی خیر و برکت کو سمجھ لے۔

مراقبہ حقیقت موسوی (علیہ السّلام)

اس مقام کا مرکز حقیقت موسوی علیہ السّلام کی محبیت صرفہ ذاتیہ ہے۔ بہت سے پیغمبر علیہم السّلام آپ کی متابعت سے اس مقام پر پہنچے ہیں اور قرب و معیت (الٰہی) میں ممتاز ہیں۔

مراقبہ حقیقتِ محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

یہ مرکز نظرِ کشفی کی دِقت سے ایک عظیم دائرہ دکھائی دیتا ہے اور اس دائرہ کا مرکز حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملنے والی محبیت و محبوبیت ذاتیہ ہے۔

گویا اسمِ مبارک محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دو میم اس محبیت و محبوبیت کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ نیز اس مرکز میں غور سے نظر کی جائے تو ایک عالی شان دائرہ دکھائی دیتا ہے۔

مراقبہ حقیقتِ احمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

اس دائرہ کا مرکز محبوبیت صرفہ ذاتیہ حقیقت احمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے اور اسم مقدس احمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی میم اس معنی کی رمز کو آشکار کرتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ عظمت و کبریائی، یہ وسعت، یہ محبت اور اس کے درجات ہوسکتا ہے کہ نفس حضرت ذات میں ہوں کہ ان مراتب کا حصول تجلیات ذاتی دائمی کے حاصل ہونے کے بعد، جن کا حصول کمالاتِ نبوت میں ہوتا ہے، پیش آتے ہیں، باعظمت و باوسعت ہونا اور اپنا محبّ ومحبوب ہونا، اس کی تحقیق غیر کی اضافت پر موقوف نہیں، محض حضرت ذات حق تعالیٰ وتقدس کے وجوہ اور اعتبارات ہیں۔ نیز محبت کی خواہش جو ظلال وصفات کی سیر میں پیدا ہوتی ہے، وہ قلبی اذواق و اشواق ہیں اور جو محبت ان مقامات میں محض فضل الٰہی سے نصیب ہوتی ہے، وہ اطمینان کا کمال، باطن کی وسعت و بیرنگی، طاعت کا ارادہ، دکھوں کا علاج اور محبوب کا انعام بن جاتی ہے۔

چنانچہ ان مقامات کے واصلین کے وجدان کی شہادت اس معنی کی مصداق ہے۔ اس معنی کا حصول نیچے کے مقامات کے کمال میں بھی ہو جاتا ہے۔ اس مقام کا فرق کرنے والی اور خصوصیت کیا ہوگی، بلکہ انصاف یہ ہے کہ ایک مقام کے خاص آثار، جو ہرگز دوسرے میں حاصل نہیں ہوتے اور سب کو، جو اس مقام میں شامل ہوں اور اس استدلال کے ساتھ اس مقام کا حصول کر سکتے ہوں، اس کی توقع نہیں کرنی چاہیے۔ اگر وہ اضافی صفات میں سے ہوں اور ولایت کبریٰ کے اوّل درجہ میں گزرے ہوں تو ان کی بازگشت (لوٹ کر پھر آمد) ضروری ہوتی ہے۔ پس تامل کرنا چاہیے۔

مختصر یہ کہ حقیقت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور حقیقت احمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) حضرت ذات (حق سبحانہٗ) کے زیادہ قریب ہیں۔ (اسی وجہ سے) حضرت (محمد) صلّی اللہ علیہ وسلّم محبوبوں کے سردار بنے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمانبردار خیر الامم (قرار پائے)۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّهٗ وَاتِّبَاعَهٗ وَشَفَاعَتَهٗ وَرِضَاكَ وَرِضَائَهٗ ۔ یعنی: اے اللہ! ہمیں اپنی محبت عطا فرما اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبت، اتباع اور شفاعت نصیب فرما اور اپنی رضا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رضا عنایت فرما۔

مراقبہ حبّ صرف ولاتعین

اس کے بعد (مراقبہ) حب صرف ولاتعین ہے۔

جاننا چاہیے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعین اوّل، تعینِ حبّی ہے۔ اس تعینِ حبّ کا مرکز حقیقتِ احمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبوبیت ذاتیہ کے اعتبار سے ہے۔ یہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا تعین روحی ہے اور حقیقتِ محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے ملنے والی محبوبیت ومحبیت کے اعتبار سے ہے، نیز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جسم (مبارک) کے تعین سے اور حقیقت موسوی (علیہ السّلام) کی محبیت صرفہ کے اعتبار سے ہے اور (حضرت) موسیٰ علیہ السّلام کے تعین سے ہے۔ اس مرکز کا محیط، جو دائرہ کی طرح ہے، مثالی صورت میں دوستی (خلّت) ہے اور (یہ خلّت) حقیقت ابراہیمی علیہ السلام ہے۔

تعینِ ثانی، تعینِ وجودی ہے اور تعین اوّل کے ظل کی طرح ہے، (یہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعین ہے۔ اس تعین وجودی کے حصوں میں سے ہر پیغمبر اور رسول (علیہ السّلام) کا مبدء تعین ایک حصہ ہے اور اُمتیوں کو بھی۔ اگر کسی کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی پیروی کرنے کی برکت سے اس تعین وجودی میں سے کچھ نصیب ہو جائے اور اس تعین کا حصہ یا نقطہ اس آدمی کا مبدء تعین ہو جائے تو (بھی) جائز ہے، بلکہ واقع ہے۔ ملائکہ علیین علیہم السّلام کے مبادی تعینات بھی اسی تعین وجود میں ہیں۔ حقیقت امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جن کا مبدء تعین کسی امر کے توسط کے بغیر حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ظل ہے۔ اس طرح جو کچھ اس حقیقت میں (شامل) ہے، وہی متابعت اور وراثت کی صورت میں اس ظل میں ثابت ہے۔ یہی (وہ) مقام ہے جس کی بدولت حضرت (ابوبکر) صدیق رضی اللہ عنہ کو ضمنیتِ کبریٰ حاصل تھی۔ جو محبت و معیت کے کمال (کی وجہ) سے حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ضمنیت میں مقامات قرب (الٰہی) کی سیر فرماتے تھے (جیسا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے):

مَا صَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ.

یعنی: اللہ تعالیٰ نے جو چیز میرے سینے میں ڈالی، وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سینے میں (بھی) پلٹ دی گئی ہے۔

یہی بلند مرتبہ شیخ الشیوخ حضرت محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کو (بھی) متابعت اور وراثت میں

حاصل ہوا تھا اور (حضرت) شیخ (محمد عابد) رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے (شیخ) حضرت (مرزا جان جاناں) رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ضمنیت سے ممتاز فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک دن حضرت شیخ (محمد عابد) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج رات ہم کو ایک نئی نسبت سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔ حضرت (مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) نے فوراً عرض کیا کہ فلاں وقت آپ کو یہ نعمت عظمیٰ کرامت فرمائی گئی ہے۔ (حضرت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نے) فرمایا: ''ہاں! تم ہماری ضمنیت کے حامل ہو، تم کو بھی اس نعمت سے سرفراز فرمایا گیا ہے۔'' سبحان اللہ! کتنی عمدہ قبولیت ہے۔ انبیائے کرام علیہم السّلام کے حقائق میں حالات و مقامات کے کشف و ادراک کی صحت کے لیے ان پیغمبر (علیہ السّلام) کی روح مبارک پر کثرت سے درود پڑھنا، جن کی حقیقت کے ساتھ اتصال ہو چکا ہو، ترقی بخشتا ہے (پس یہ درود شریف پڑھنا چاہیے):

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ حَبِیْبِكَ وَ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلِكَ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ. یعنی: اے اللہ! تو ہمارے سردار اپنے حبیب (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور اپنے خلیل (حضرت) ابراہیم (علیہ السّلام) پر درود و سلام بھیج۔

یا جو درود (شریف) تشہد (نماز) میں ہے، تین ہزار (تک پڑھنے کا) وِرد بنائے۔ ان مقامات میں نسبت کے انوار اور ان اکابر عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے ارواح مبارک ظاہر ہونے لگتے ہیں اور ایمانیات میں قوتیں بڑھ جاتی ہیں۔

جاننا چاہیے کہ ''تین ولایات''، ''تین کمالات''، ''سات حقائق'' اور دوسرے مقامات، جن کے دریا سے ان کاغذوں پر کچھ نمی ٹپکائی گئی ہے، یہ اس سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے تمام متوسلین کو حاصل نہیں ہیں۔ بعض ولایتِ قلبی، بلکہ دائرہ امکان میں، بعض ولایت کبریٰ تک اور تھوڑے (حضرات) تین کمالات تک پہنچے ہیں۔ نادر (حضرات ہی) سات حقائق اور اس کے کسی حصہ پر فائز ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان عزیزوں کے حالات و تاثیرات مختلف ہیں، کیونکہ ہر مقام کے حالات و علوم الگ ہیں۔ جیسا کہ ان کا ایک نمونہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ولایت میں، خاص کر ولایت قلبیہ (میں) تاثیر، حالات ذوق وشوق اور گرمی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ کمالات نبوت اور سات حقائق میں ایک پاکیزہ جمعیت اور بے رنگ لطافت پیدا ہوتی ہے، کیونکہ اس مقام پر تجلیات ذاتیہ اسماء و صفات کے پردہ کے بغیر ظاہر

ہوتی ہیں۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَھْلِھَا. یعنی: جیسا کہ اس کے اہل سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان مقامات و معارف کی تفصیل حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات (شریف) میں درج ہے۔ بالفعل ان تین کمالات اور ان (سات) حقائق (کے بارے) میں بات کرنا ایک رسم سے زیادہ نہیں ہے۔ (اس کی) استعداد کہاں اور کس کو؟ لیکن بزرگوں کو ان بلند مقامات کی لیاقت (حاصل) ہے:

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند

یعنی: ہر سر منڈانے والا قلندری نہیں جانتا (اور) ہر آئینہ بنانے والا سکندری نہیں جانتا۔

اس سلسلہ (عالیہ نقشبندیہ مجددیہ) کی معمول کی بشارتیں سالک کے خارج اور باطن میں ان کے آثار و علامات کی تحقیق کے بغیر سننے اور اعتبار کرنے کے قابل نہیں ہیں:

ع مگر موشے بخواب اندر شتر شد

یعنی: مگر ایک چوہا خواب میں اونٹ بن گیا۔

یہ جو مشہور ہے کہ احوال کا علم ضروری نہیں۔ اس سے مراد احوال کی تفصیل کا علم یا احوال کا کشف ہے۔ اگر فرض کریں کہ باطن کی تبدیلی کے بغیر حالات کا ورود ہو تو پھر بے خطرگی، دوام نگرانی، فنائے خواہش، فنائے ارادہ اور فنائے اَنا ضروری ہے۔ ہمارے حضرت (خواجہ مظہر جان جاناں) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''قریب ہے کہ تمام مقامات مجددیہ کی تسلیک کا راستہ بند ہو جائے۔'' آپ نے اپنے وصال کی طرف اشارہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: ''معلوم نہیں ہے کہ روئے زمین پر کسی کو تمام مقامات کے سلوک کو طے کرنے کی قوت حاصل ہو۔'' (حضرت) محمد احسان (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرات مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم کے مناقب میں جو (کتاب) روضۃ القیومیہ لکھی ہے، انہوں نے بھی اس میں یہ بات لکھی ہے۔

پس ولایات کے جذبات و کیفیات، کمالات نبوت کی وسعتیں اور بے رنگیاں اور دوسرے مقامات، حصول مقامات کے لیے کافی سچے گواہ ہیں۔ وہم اور خیال سے کیا ہوتا ہے؟ بے حقیقت بشارتوں سے مغرور بنانے اور لوگوں کو غیبت میں ڈالنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے، مگر ظاہر کو سنت سے آراستہ کرنے، باطن کو دوام حضور اور توجہ جناب الٰہی سبحانہٗ سے منور بنانے میں نفع ہے۔

درویشی

درویشی کیا ہے؟ ایک جیسا (بن کر) جینا اور ایک جانبؒ (ہی) دیکھنا:

تا ز قید خود پرستی ھا دے آسودے
ہمچو مظہر کاش را ہے باخدا بودے مرا

یعنی: تا کہ خود پرستوں (خواہشاتِ نفس) سے ایک لمحہ کے لیے مجھے رہائی مل جاتی۔ (حضرت) مظہر (جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ) کی طرح کاش! خدا کے ساتھ (رہنے کا) ایک راستہ مجھے مل جاتا ہے۔

توحیدِ وجودی

اربابِ فنا وقلب کو توحید وجودی کے اسرار، احاطہ اور سریان سے واسطہ پڑتا ہے، جو حضرات مشائخ کی تربیت سے وظائفِ عبودیت سے اوقات کو آباد کرنے اور کثرتِ ذکر کی بدولت جذبہ وسکر، مستی، محبت کے غلبہ اور تجلی برقی کے مقام سے مشرف ہوتے ہیں، لیکن جو توحید محض ''مراقبہ سریان وجود''، ''ہمہ اوست'' اور ''ھوالوجود'' سے متخیل ہوتی ہے اور (ایک) وہم کے غلبہ سے زیادہ (کچھ) نہیں، وہ قابلِ اعتبار نہیں ہے۔

توحید شہودی

توحید شہودی کے علوم، جو اہلِ فنائے نفس نے قلب کی فنا کے حصول کے بعد انوارِ حق کے غلبات میں انَا کے مٹانے اور وجود کے توابع کے استہلاک (فنا) سے پائے ہیں، وہ مکشوف ہوتے ہیں۔ کمالات نبوت اور دوسرے مقامات مجددیہ جو تجلی ذاتی کا دوام اور سب صحو وہشیاری ہیں، وہ شرعی علوم کے حقائق ومعارف ہیں اور بس۔

اربابِ توحید وجودی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دنیا کی نسبت اتحاد وعینیت ثابت کرتے ہیں اور اہل توحید شہودی نسبت ظلیت مقرر کرتے ہیں۔ جو لوگ ان دونوں مقامات سے گزرے ہیں (اور) کمالاتِ نبوت سے تبعیت ووراثت تک پہنچ گئے ہیں، وہ مقصود کی غایت تنزیہ کے پیشِ نظر

ہر نسبت کے اثبات سے بے زاری فرماتے ہیں، مگر (صرف) نسبتِ مخلوقیت و مصنوعیت (کے قائل ہیں):

ع مَا لِلتُّرَابِ وَرَبُّ الْاَرْبَابُ

یعنی: خاک کو پروردگارِ عالم سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟

یہ معرفت ذوقی اور وجدانی ہے، نہ کہ تقلیدی، لیکن علوم کی ان اقسام کا اظہار ہر سالک کو میسر نہیں ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ المائدہ، آیت ۵۴) وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ. (سورۃ الانفال، آیت ۲۹)۔

یعنی: یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جس کو چاہتا ہے، عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ سالک ولایت اور کمالات نبوت پر فائز ہو جائے اور ان علوم میں سے اس پر کچھ بھی ظاہر نہ ہو:

نہ سلطان خریدار ہر بندہ است
نہ در زیر ہر ژندۂ زندہ است

یعنی: بادشاہ ہر غلام کا خریدار نہیں ہوتا (اور) ہر گدڑی کے نیچے ایک زندہ (ولی) نہیں ہوتا۔

حاصلِ سیر و سلوک

لیکن سیر و سلوک کا حاصل فنا اور دوامِ حضور کا حصول، اخلاق کی آراستگی، کامل اخلاص اور شرعی احکام کی ادائیگی میں تکلیف کا رفع ہو جانا ہے، جو اسرارِ توحید کے انکشاف کے بغیر دوسرے حالات کے ساتھ ہاتھ لگتا ہے۔

نسبت نقشبندیہ و نسبت احراریہ

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے نسبت نقشبندیہ کا سیر و سلوک اختیار فرمایا ہے، جو شریعت کے نور سے بہت آراستہ ہے۔ نسبت احراریہ جو (حضرت) خواجہ احرار قدس سرہٗ کو اپنے آبائے کرام سے ملی ہے اور اس کا منشاء توحید وجودی کے اسرار ہیں۔ (اس کو) آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ

علیہ) نے ترک کردیا، کیونکہ اس میں قدم پھسل جاتے ہیں۔

نیز یہ کہ اس زمانے میں اکثر اربابِ سلوک ذوق و وجدان سے بھی کامل حصہ نہیں رکھتے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ سے دوری، قربِ قیامت اور استعداد کے فتور کی وجہ سے ہو۔ پس جو کچھ دینی بزرگوں نے معارف سے بیان فرمایا ہے، وہ سب حق ہے۔ جس شخص کو جو کچھ پیش آیا ہے، اس نے ظاہر کردیا ہے۔ معارف میں فرق مقاماتِ الٰہیہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ!) جو (اس میں) جھوٹ کا دخل ہو، کہ کوئی شخص (ان) صدیقوں کو جھٹلائے۔

لیکن وجودیہ کا اہلِ توحید شہودیہ کو غلط کہنا، جس طرح کہ وہ کہتے ہیں: ''زَعَمَتْ طَائِفَةٌ اَنَّ التَّوْحِيْدَ شُهُوْدِيٌّ لَا وَجُوْدِيٌّ فَمَا وَصَلُوْا اِلٰى حَقِيْقَةِ الْمَقَامِ.''

یعنی: خیال کیا ایک گروہ نے کہ بیشک توحید شہودی ہے نہ کہ وجودی، انہوں نے مقام حقیقت کو پالیا۔ (یہ) معارف کے ظاہر نہ ہونے کا وہ مقام ہے جہاں توحیدِ شہودی کے علوم منکشف ہوتے ہیں۔

یہ خالص مشرب ظاہر نصوص سے روشن اور (ان) کامل تابعین کے کشف سے واضح ہے، جو سکر و شطح سے نکل کر (اس) صحو و ہشیاری سے وافر حصہ رکھتے ہیں، جو انبیاء علیہم السّلام کا مشرب ہے۔ کبھی تو سنا ہے کہ صحابہ کرام، جو اولیائے عظام سے افضل ہیں، ان میں سے کسی شخص نے ''ہمہ اوست'' کہا ہو؟ عبادات کو اپنے مشرب کے مطابق ڈھالنا، حال کے غلبہ کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح مختلف معارف کی آپس میں تطبیق عبارات کی تاویل کی قوت سے (کی گئی) ہے، تاکہ اختلاف درمیان سے ہٹ جائے، ورنہ مختلف مقامات کے متشابہ مقتضیات کے اتحاد کی صورت کس طرح بنتی ہے؟! اگر عبادات کی تاویل سے متحد کر بھی لیا جائے تو پھر بھی مختلف مقامات کے حالات و اذواق کب ایک بن سکتے ہیں؟

اگر تو کہے کہ موسم سرما اور موسم گرما کی ہوا، ہوا ہونے کے ناطے سے ایک (ہی شے) ہے تو بھی ہوا کی سردی اور گرمی متحد نہیں ہوسکتی۔

اس طرح ہر مقام کے تمام علوم و معارف جدا ہیں اور ہر مرتبہ کے انوار و فیوض الگ (ہیں)۔ پس یہ سب تطبیق گفتگو کی مہارت کی طاقت سے ہے، نہ کہ وارداتِ حال کے غلبہ سے۔

وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ. یعنی: اور علم تو اللہ کے پاس ہے۔ بزرگوں کی بات پر تحریر و تقریر کرنے کی اس بے سروساماں میں قابلیت نہیں ہے:

حرفِ درویشاں بدزدد مرد دون
تا بخواند بر سلیمے زان فسون

(مثنوی ۱:۶۳)

یعنی: درویشوں کے الفاظ ناچیز آدمی چرالیتا ہے، تا کہ کسی بھولے بھالے پر (اس کا) جادو پڑھے۔

لیکن (فقیر کو) بزرگوں کے حالات کی جو پیاس ہے (اس کے تحت) ان عزیزوں کے کلام سے چند باتیں جمع کر رہا ہوں:

ع لَعَلَّ اللّٰہُ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

یعنی: شاید کہ اللہ تعالیٰ میری بھی اصلاح فرمادے۔

گر ندارم از شکر جز نام بہر
زان بسے خوشتر کہ اندر کام زہر

یعنی: اگر میں شکر سے سوائے اس کے نام کے کچھ نہیں رکھتا (تو بھی یہ) اس سے زیادہ بہتر ہے کہ (میرے) منہ میں زہر ہو۔

صفتِ سلوک

اگر کوئی طالب آئے تو حدیث کے مطابق استخارہ کا تکرار یا اس کے قبول کرنے کے لیے دل کی گواہی ضروری ہے اور اس میں افادہ سوائے ایک دوسرے کے فیوض میں شرکت کے منظور نہیں ہوتا، تا کہ اس پر فائدہ مترتب ہو۔ توبہ اور استغفار کی تلقین کے بعد اسمِ ذات کا ذکر (کرنا) فرماتے ہیں۔ (پھر) اپنے دل کو اس کے دل کے مقابل رکھ کر ذکر کے القاء کی ہمت کرے، تا کہ اس کا دل ذاکر ہو جائے اور اس میں حرکت پیدا ہو جائے۔ جس شخص کا دل متاثر نہ ہو، وہ محض وقوفِ قلبی میں مشغول ہو۔

اسی طرح اپنے ہر لطیفہ کو اس (طالب) کے لطیفہ کے مقابل رکھ کر ذکر کے القا کی توجہ کرنی

چاہیے۔ ہر لطیفہ پر الگ الگ چند روز توجہ کریں، تا کہ فضل الٰہی سے سات لطائف ذکر کرنے والے بن جائیں۔ پھر ذکر نفی واثبات اور مراقبہ احدیت صرفہ کا ارشاد فرمائیں۔ ہمیشہ اس کے دل پر ان انوارِ نسبت کے القا کی توجہ کریں، جو بزرگوں سے پہنچی ہے اور اوپر (کے درجات) سے ایک جذبہ (بھی القا) کیا کریں۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی! چند روز میں سالک کا دل نورانی بن جائے گا۔ اس کے ضمن میں دوسرے لطائف بھی انوار سے رنگین ہو جاتے ہیں۔

(لطیفہ) قلب کے نور کا رنگ زرد، (لطیفہ) روح کا رنگ سرخ، (لطیفہ) سر کا نور سفید، (لطیفہ) خفی کا نور سیاہ، (لطیفہ) اخفی کا رنگ سبز اور لطیفہ نفس بے رنگ ہے۔ یہ سب رنگ (سالک کے باطن) میں منعکس ہوتے ہیں۔

انوار کا دیکھنا مقصود نہیں ہے۔ باہر کے انوار میں کیا کمی ہے کہ کوئی شخص اندر کے انوار کے تماشہ کے لیے کوشش کرے۔ خواب اور واقعات بشارتوں کے سوا کچھ نہیں ہیں:

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

یعنی: نہ میں رات ہوں اور نہ رات کی پوجا کرنے والا کہ رات کی بات کروں، چونکہ میں سورج کا غلام ہوں لہٰذا سب کچھ سورج سے کہتا ہوں۔

رؤیتِ باری تعالیٰ اور زیارتِ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم

رؤیت باری تعالیٰ اور زیارت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اعلیٰ واقعات میں سے ہے، اگر وہ وہم وخیال کے شائبہ سے پاک ہو۔ حقیقت کے موہوم (جس کا خیال کیا گیا) سے اشتباہ کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کے انوار کی چمک، یا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات (اقدس) سے محبت واخلاص، یا استعداد کی مناسبت، یا مرشد کی رضا، یا اس کی باطنی نسبت، یا درود (شریف) کی کثرت، یا بعض اسماء کا پڑھنا، یا سنت کا زندہ کرنا، یا بدعت کا ترک کرنا، یا سادات کی خدمت کرنا، یا حدیث کے علم میں حد سے زیادہ مشغولیت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صورت مبارک میں متصور ہوتا ہے اور (سالک) سمجھتا ہے کہ وہ شرف زیارت سے مشرف ہو گیا ہے۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ اس دریائے رحمت کی نمی سے سیراب ہوا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مختلف صورت (مبارک) میں دیکھتے ہیں۔ اگر (سالک) اس صورت مبارک کو دیکھے جو مدینہ منورہ میں موجود ہے اور صاحب شمائل نے اس کو بیان کیا ہے تو یقیناً ایک بڑی سعادت ہے اور یہ باطن میں ترقی اور توفیق کی زیادتی کا سبب بنتی ہے۔ ورنہ دل وہم وخیال سے خوش ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی مشائخ کبار رحمۃ اللہ علیہم کے ارواحِ طیبہ کی زیارت کو قیاس کرتے ہیں۔ اسی طرح کونیات (دونوں جہان) کے کشف کی صحت بہت قابلِ عذر ہے۔ اپنا معتقد اور متخیل، یا مشہور خبر جو لوگوں میں پھیل گئی، یا عمرو کا معاملہ زید کے معاملہ کی صورت سے، یا شیطانی القا، یا نفسانی خواہش خیال کے آئینے میں منعکس ہو جاتا ہے (اور) آدمی خیال کرتا ہے کہ اس نے عمرو کی صورت کو عالمِ مثال میں دیکھا ہے۔ کبھی اس امر کے وقوع کی شرائط معلوم نہیں ہوتیں، لہٰذا غلط واقع ہو جاتا ہے۔

پس رضا وتسلیم کے راستے کو پیشِ نظر رکھ کر جناب احدیت (باری تعالیٰ) کی جانب متوجہ ہونا چاہیے۔ اس اور اس سے مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ (جیسے ارشادِ الٰہی):

''وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔'' (سورۃ المؤمن، آیت ۴۴)۔

یعنی: اور میں اپنا کام (معاملہ) اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

(اس طرح) کوشش کرنی چاہیے اور (سالک) محبوب بنے تاکہ شاہدِ مقصود گوش سے آغوش تک پہنچ جائے۔ وہ شہود جو جان کو بدن کی گرفتاری سے پہلے حاصل تھا اور جسے جسمانی اندھیروں میں گم کر دیا گیا ہے، اسے پیدا کرنا چاہیے۔ جس شخص کو کشف کی عنایت سے نوازتے ہیں، وہ اپنے انوار اور سیر کو اپنی بصیرت کی نگاہ سے مشاہدہ کرتا ہے، ورنہ جمعیتِ خاطر، قلب کی طرف توجہ اور مبدءِ فیاض کی نگرانی آہستہ آہستہ ترقی پالیتی ہے۔ تھوڑی مدت میں لطیفہ قلب منور ہو کر قلب سے باہر آ جاتا ہے۔ اربابِ وجدان کو لطائف کی جذب وکشش کا ادراک ہو جاتا ہے، کیونکہ سلوک جانے سے عبارت ہے اور جانے میں جذب شامل ہے۔ جب لطیفہ قلب قالب سے باہر آتا ہے تو کسی شخص کو قلب سے اوپر ایک کشادہ راستہ اور کسی کو قبہ نور کی مانند ایک منارہ سر کے اوپر کھڑا ہوا دریافت ہوتا ہے۔

سالک کبھی عروج کی حالت، جو دل کو اوپر کی جانب کھینچتی ہے اور کبھی نزول کی حالت، جو

گویا قلب کو نیچے کی طرف رواں کرتی ہے، محسوس کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ آہستہ آہستہ لطیفہ قلب کو اپنے اصل، جسے ''قلب کبیر'' اور ''حقیقت جامعہ انسانی'' کہتے ہیں اور وہ بالائے عرش مجید ہے، کے ساتھ واصل اور متحد پاتا ہے۔ تو خیال نہ کر کہ یہاں قلب کو فنا حاصل ہوگئی۔ یہ ایک کشفی مغالطہ ہے۔ اس مقام تک نصف دائرہ امکان اور سیر آفاقی ختم ہوتی ہے۔ (دائرہ کا) دوسرا نصف، جو عالم امر کی سیر سے عبارت ہے اور بلا مکانیت سے موصوف ہے، (اس کا طے کرنا) ابھی باقی ہے۔

دائرہ امکان کے ختم ہونے کے بعد اور ولایت صغریٰ کی سیر میں قلب کو فنا کی صورت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو شخص کشفی غلطی سے قلب کبیر تک پہنچنے اور اصول لطائف کی سیر (میں آنے) کو ''ولایت صغریٰ'' اور ''فنائے نفس'' سمجھتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کے مستفیدوں کو ان کیفیات و جذبات اور دیگر احوال، جو ولایت صغریٰ میں پیش آتے ہیں اور اس ولایت تک پہنچنا شرط ہے، سے کیا حاصل ہوگا؟ انہوں نے محض پہاڑ میں گمنامی کے دن گزارے ہیں، فنا کس کی اور ولایت کہاں؟ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو اپنے فضل عمیم کے جذبات سے اربابِ تحقیق کے مقامات تک پہنچائے۔ آمین۔

جب عنایتِ الٰہی کے جذبات اور مشائخ کی توجہات (شامل حال ہوتی ہیں تو) دائرہ امکان کی ہر دو قوس مکمل ہو جاتی ہیں۔ سیر کی تمامیت کی دریافت صریح کشف یا صحیح وجدان پر موقوف (ہوتی) ہے۔ اس حصول کی علامت بیداری اور نیند میں دوامِ حضور کی حالت ہے، یا سیر کی بعض دوسری کیفیات ولایت صغریٰ میں پیش آتی ہیں اور قوی جذبات اور دوسرے حالات و اسرار شاملِ حال ہو جاتے ہیں۔ اس ولایت کا نور چاند کے نور کے مشابہ ہے۔ جب (سالک) اس مقام میں ایک رسوخ اور قوت پیدا کر لے تو وہ مشروط اجازت کے قابل ہو جاتا ہے۔ ولایتِ کبریٰ، جس کا نور دوپہر سے مشابہ ہے، میں اجازت مطلقہ (عطا) فرماتے ہیں۔

فصل

(فنا و بقا کی حقیقت، خواطر باطن کی دریافت، اہل اللہ کے باطن کا ادراک)

فنا و بقا کی حقیقت

(سالک) فنا و بقا کی حقیقت کے حصول کے بعد جس خیال کی طرف بھی متوجہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو سرانجام فرما دیتا ہے۔ پس کسی ایسے شخص کو توبہ القا کرنے کے لیے، جو شریعت پر پختہ نہیں ہے، اس کے حال پر متوجہ ہو کر ہمت کریں، تا کہ صلاحیت کا ملکہ جو تمہارے نفس پر فضلِ الٰہی سے راسخ ہو گیا ہے، اس کے نفس کو (بھی) حاصل ہو جائے۔

اسی طرح کچھ وقت متوجہ رہیں، یا خود کو اپنے خیال میں وہی گنہگار آدمی تصور کر کے چند روز توبہ اور استغفار کریں، اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وہ شریعت پر قائم ہو جائے گا۔ مشکلات کے حل کے لیے جو چیز مقصود ہے، اس کا لحاظ رکھتے ہوئے ہمت کریں، تا کہ مطلوب حاصل ہو جائے۔ مریض کو صحیح اور تندرست ملحوظ رکھ کر ہمت کریں، یا بیماری کے ازالہ کا ارادہ فرمائیں، تا کہ فضلِ الٰہی سے شفا پائے۔

خواطرِ باطن کی دریافت

غیر کے باطنی خیال کی دریافت اس شخص (سالک) کے لیے اتنی مشکل نہیں ہے، جس کو دل کا شکار بغیر خطرہ کے صاف ستھرا حاصل ہے۔ پھر دل کو غیر کے دل کے مقابل رکھ کر اپنے وجدان سے متوجہ ہوں۔ جو خطرہ (وسوسہ) بھی دل میں قرار پکڑتا ہے، وہ اس کے باطن کا خطرہ (وسوسہ) ہے۔ جو خواطر (وسوسے) باطن میں آتے ہیں، ان کی کئی اقسام ہیں۔ دل کے بائیں پاؤں سے آنے والا لمبی آرزو، عمل میں تاخیر، گناہ پر جرأت اور مغفرتِ الٰہی کے غرور کا شیطانی خطرہ (وسوسہ) ہے۔ دل کے دائیں پاؤں سے آنے والا طاعت و ذکر اور نیک کام کا ملکی (پاکیزہ) خطرہ (وسوسہ) ہے۔ دل کے اوپر سے آنے والا خودی، خود آرائی اور عار و ننگ کا نفسانی خطرہ (وسوسہ) ہے۔ سب سے بلند تمام کے ترک اور مقامات و حالات کے ترک کا رحمانی خطرہ

(وسوسہ) بھی ہے۔

(سالکین) غیبی امور کی دریافت کے لیے عالمِ مثال اور ملاءِ اعلیٰ سے آگاہ کیے جائیں گے۔ غیب میں یا خواب میں کوئی چیز واضح ہو جائے گی، لیکن حکم توجہات کے تکرار کے بعد کرتے ہیں۔ اہل اللہ باطنی ادراک کے لیے اپنے دل کو اس حالت سے خالی کر کے، جو وہ رکھتا ہے، اس بزرگ کے دل کے مقابل رکھیں۔ جو حالت بھی باطن میں پیدا ہوگی، وہ اس (بزرگ) کے احوال مبارک کا عکس ہے۔

اہل اللہ کے باطن کا ادراک

سلسلہ چشتیہ کے ارباب سے اکثر گرمی وشوق، قادریہ سے صفا وچمک اور اکابر نقشبندیہ سے بے خودی واطمینان کا ادراک ہوتا ہے۔ سہروردیہ بزرگوں کے احوال نقشبندیہ سے مشابہت رکھتے ہیں، قُدِّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارَھُمْ اَجْمَعِیْن. (اللہ تعالیٰ ان سب کے اسرار کو مقدس بنائے)۔ اہل اللہ کی نسبت کا فیض سورج کے نور کی مانند (ہے) جو ایک روشندان سے چمکتا ہے، یا ایک بادل کی طرح ہے جو چھا جاتا ہے، یا ٹھنڈی ہوا کی مانند چلتا ہے، یا بارش کی طرح، یا چلتے ہوئے پانی کی طرح، یا باریک چادر کی مانند جو تمام بدن کو ڈھانپ لے، یا شبنم کی طرح نازک محسوس ہوتا ہے۔ اہلِ ادراک کے دل پر اربابِ قلب کے احوال ذوق وشوق، حرارت ومحبت کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں اور ولایتِ کبریٰ کے اہل کی نسبت بھی لطیفہ نفس پر اطمینان، استہلاک (نیستی) اور اضمحلال (فنا) کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے، بلکہ تمام بدن کو گھیر لیتی ہے۔ کمالاتِ نبوت اور دوسرے مقامات مجددیہ کے ارباب کی نسبت لطافت وبیرنگی اور وسعت سے تمام لطائف کو گھیر لیتی ہے، بلکہ اس کے ادراک سے قریب ہے کہ نزدیک والے دور ہو جائیں، تا کہ دور رہنے والوں کو کیا ملتا ہے؟ لہٰذا اس سلسلہ شریف کی نسبت سے لوگ روگردانی کر کے، اس نسبت کی طلب میں لگ جاتے ہیں، جو ذوق وشوق رکھتی ہے اور مقامِ قلب اور تجلی افعالی سے جاری (ہوتی) ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ یہ لطافتیں کہاں سے ہیں؟ حالانکہ اس راستے کے درمیان میں، اس طریقہ میں عجیب اذواق واشواق اور غریب جذبات پیش آتے ہیں۔ اس طریقہ کے اہل کے احوال دائمی ہیں۔ اس طریقہ کے کاملین کو تجلی ذاتی دائمی کے مقام میں بے پردہ اسماء وصفات اور ان کے درجات میں راسخ قدم

گاہی (نصیب) ہے۔ پس بے رنگی اور انتہائی لطافت ان کی باطنی نسبت کا وصف بن گیا ہے، جس سے دست ادراک کوتاہ ہے۔ نہ پہنچنے والے کہتے ہیں کہ ان کی صحبت میں مکمل جمعیت وصفائی حاصل ہے۔ جس شخص کو اس طریقہ میں ظلال اسماء وصفات کا مرتبہ یا تجلی صفاتی (حاصل) ہے، یقیناً اس کی توجہ کی تاثیر تیز کیفیت اور قوت کے ساتھ ادراک میں آتی ہے۔

وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا باطن قوی ہے۔ نہیں، بلکہ پہنچنے والے تجلی ذاتی کے دوام سے فیوض و برکات کے افاضہ میں ایک عظیم شان رکھتے ہیں اور ان سے مستفید ہونے والے کم مدت میں گرمی، شوق اور حضور پیدا کر لیتے ہیں۔ (ارشادِ باری تعالیٰ ہے): اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا۔ (سورۃ یٰسین، آیت ۸۰) یعنی: وہ (ذات) جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید وَالسَّلَام

(مثنوی ۱:۳۳)

یعنی: کوئی ناقص، کامل کا حال معلوم نہیں کر سکتا، پس بات مختصر چاہیے۔ اور سلام۔

دوسرے سلاسل میں ذکر جہر کی کثرت، حبس دَم، سماع کی مشغولیت سے اکثر حرارتِ قلبی اور ذوق وشوق ظاہر ہوتے ہیں اور جو کیفیات (سلسلہ) نقشبندیہ کے مقام جذبہ اور حصول فنا میں حاصل ہوتی ہیں۔ (ان) ہر دو قسم کے حالات میں (کئی) فرق ہیں۔ یہاں (نقشبندیہ میں) نسبتِ باطن کی وسعت، دوامِ حضور اور انوار و برکات کی کثرت شاملِ حال (ہوتی) ہے اور توحیدِ حالی وہم کے غلبہ کے بغیر ظاہر ہوتی ہے۔ وہاں (دوسرے سلاسل میں) محض حرارت اور قلبی گرمی (ہوتی) ہے جو بعض عوارض سے لاحق ہو گئی ہے۔ اگر حالت توحید ہے تو وہ وہم کی قوت کے غلبہ اور مراقبہ توحید (کی وجہ) سے ہے، لیکن اگر یہ نسبت مبارک فنا و بقا تک پہنچ جائے تو راہِ خدا کے طالبین کے دلوں کو زندہ کرنے میں اکسیر اعظم ہے:

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: تا کہ محبوب کس کو چاہتا ہے اور اس کا میلان کس سے ہوتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ کثرت مراقبہ سے جو خطرات (وسوسوں) سے دل کی محافظت اور فیضِ الٰہی

کے انتظار سے عبارت ہے، نسبت میں ایک گہرائی اور قوت پیدا ہوتی ہے اور ذکرِ تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کی کثرت سے، جو اپنے وجود اور تمام موجودات کی ہستی کی نفی اور حق تعالیٰ کی ہستی کے اثبات سے عبارت ہے، مقررہ شرائط کے ساتھ فنا و نیستی قوی ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کی کثرت سے نورانیت و صفا اور استغفار کی کثرت، نماز سے تضرع و نیاز اور درود (شریف) کی کثرت سے عجیب خواب و واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔

اگر تو اپنی نسبت فنائیہ کی جانب متوجہ ہو تو ایک دوسری حالت اور اگر اپنی نسبت بقائیہ کی طرف توجہ کرے تو ایک اور ذوق رونما ہوتا ہے۔ بسط (کشادگی) کے وقت میں حالت میں اگر چہ ایک بال کے سرے کے برابر تبدیلی ہو جائے تو شکر ادا کر (تو اسے) تھوڑا مت سمجھ اور قبض کے وقت میں سرد پانی، یا گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد دو رکعت نماز (نفل) ادا کر اور استغفار کر۔ اگر قبض نہ جائے تو پھر غسل یا وضو پر وضو کر کے سُبْحَانَہٗ (وَتَعَالٰی کے حضور) تضرع والتجا کر۔ قرآن مجید کی تلاوت ترتیل سے، موت کا تذکرہ، قدیم قبرستان کی زیارت، خیر کے مواقع (کاموں) میں شرکت، پیارے مال سے صدقہ اور مرشد کی جانب توجہ کرنا قبض کو ہٹانے والا ہے۔

قبض اور بدمزگی حرام لقمہ سے تین دن تک، شبہ والے لقمہ سے اس کے تحلیل (ہضم) ہونے تک اور صغیرہ گناہوں سے وضو کرنے اور نماز ادا کرنے تک (طاری) رہتی ہے۔ **ھُوَ الْقَابِضُ** کی تجلی سے قبض کا رفع ہونا، ارادہ الٰہی پر (موقوف) ہے۔ تو کوشش کرتا رہ اور کشادگی (بسط) کا منتظر رہ:

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

یعنی: وہ کونسا عاشق ہے جس کی حالت پر محبوب نے نگاہ نہ کی؟ اے خواجہ! (تجھے) درد (لاحق) نہیں، ورنہ طبیب (موجود) ہے۔

معمولات اور ضروری نصائح

فرماتے ہیں کہ جس شخص کو دائمی ذکر اور عبادت کے وظائف پر اوقات گزارنے (کی

توفیق) اور ضروری روزی پر قناعت (حاصل) نہیں ہے، اور وہ اللہ سبحانہٗ سے ماسویٰ اللہ طلب کرتا ہے تو وہ راہِ خدا میں ناقص ہے۔ خواجہ بزرگ امامِ طریقہ حضرت خواجہ (بہاء الدین) نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریقہ کے اوراد و وظائف کو صحیح احادیث پر مقرر فرمایا ہے۔ پس اس طریقہ کے اہل کے لیے پوری طرح سنت کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ صبح کے وقت ماثورہ دعاؤں میں سے آسانی کے مطابق مشغول رہنا چاہیے۔

دس بار درود (شریف)، دس دفعہ استغفار، دس مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، ایک بار آیۃ الکرسی، سورۃ اخلاص اور معوذتین تین تین دفعہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سو بار شام اور سوتے وقت بھی پڑھے۔ پھر فاتحہ (پڑھنے) اور حضرات مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی ارواح مبارک کی طرف رجوع کرنے کے بعد ذکر اور مراقبہ میں مشغول ہو جائے۔ اشراق کے وقت دو رکعت (نماز نفل) شکرانہ دل اور دو رکعت استخارہ اس نیت سے ادا کرے: ''یا اللہ! میں تیرے علم سے استخارہ کرتا ہوں کہ دن رات کی مرادات میں سے جو کچھ میرے بارے میں بہتر ہو، وہ مجھے پیش آئے اور قضا کی برائی سے مجھے محفوظ فرما اور قضا پر راضی رہنا کرامت فرما۔''

اس کے بعد کتاب کے درس اور ضروری کاموں میں مشغول ہو جائے۔ چاشت کے وقت چار رکعت (نفل) جو حدیث میں صلوٰۃِ اوّابین (کے نام سے مذکور ہے) اور یہی نماز چاشت ہے، ادا کرے (کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے): فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا. (سورۃ الاسراء، آیت ۲۵)۔ یعنی: پس بیشک وہ اوّابین (رجوع کرنے والوں) کو بخشنے والا ہے۔ پھر اگر میسر ہو تو قیلولہ کرے، کیونکہ یہ رات کے جاگنے میں مددگار (ہوتا) ہے۔ زوال کے سائے کے وقت چار رکعت (نماز نفل) لمبی (دعائے) قنوت کے ساتھ ادا کرے۔

مغرب کی سنتوں کے بعد چھ رکعات صلوٰۃِ اوّابین جو لوگوں میں مشہور ہے (ادا کرے) اور یہ بیس رکعت پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر کر سکے تو رات کو تین حصوں میں تقسیم کرے۔ اور پہلا ثلث اور آخری ثلث اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے اور درمیانی ثلث اپنے نفس کی راحت کے لیے مقرر کرے۔ ورنہ رات کو چار حصوں میں تقسیم کرنا اہم سمجھے۔ دوپہر کا سونا کافی ہے۔ نماز تہجد جو نیند سے جاگنے کے بعد ہے اور نیند سے مغلوب شخص کے لیے سونے سے پہلے بھی جائز ہے، اور بے توفیق (جو رات نماز تہجد نہ پڑھ سکے) کے لیے چاشت کے وقت اس کا تدارک

ضروری ہے۔(یہ) بارہ رکعت، یا دس رکعت، یا آٹھ رکعت، جتنا کر سکے، ادا کرے۔ نوافل میں سورۃ یٰسین کی قرأت کا معمول ہے، ورنہ سورۃ اخلاص پڑھے۔ سحری کے وقت دعا، استغفار، ذکر اور مراقبہ میں مشغول رہے۔ اگر رات کے تیسرے حصے میں جاگ جائے تو اذکار سے فراغت کے بعد تھوڑا سو جائے۔ اس کو خواب مشاہدہ کہتے ہیں۔ نمازِ فجر اوّل وقت میں، جب ستارے چمک رہے ہوں، ادا کرے۔ جو اوراد حدیث سے ثابت ہوئے ہیں، ان کو وظیفہ بنانا چاہیے۔ حافظ کے لیے نمازِ تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت بہتر ہے اور غیر حافظ نماز اشراق کے بعد، یا نماز ظہر کے بعد ترتیل اور اچھی آواز کے ساتھ (قرآن مجید کی) تلاوت میں مشغول ہو اور ایک پارہ یا (اس سے) زیادہ مقرر کرے۔ اگر شوق و ذوق مطلوب ہو تو متوسط درجے کی بلند آواز کے ساتھ تھوڑی دیر تلاوت کرے۔ کلمہ تمجید سو بار، کلمہ توحید سو دفعہ، اور درود (شریف) سو بار نمازِ عشاء کے بعد، ورنہ جب بھی میسر آئے (پڑھ لے)۔ ہزار بار (پڑھنا) معمول ہے، (لیکن) جتنا ہو سکے، پڑھ لے۔

(یہ) استغفار سو بار (پڑھے): ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَتُبْ عَلَّی اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم.'' یعنی: اے (میرے) پروردگار! میری بخشش فرما اور مجھ پر رحم فرما اور میری توبہ قبول فرما، بیشک تو توبہ قبول کرنے والا (اور) رحم فرمانے والا ہے۔ اور سو دفعہ (پڑھے): ''رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاهْدِنِی السَّبِیْلَ الْاَقْوَمْ.'' یعنی: اے (میرے) پروردگار! مغفرت فرما اور رحم فرما اور مجھے سیدھے راستے کی ہدایت فرما۔ پچیس بار (یہ پڑھے): ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالِدَ وَلِلْمُو مِنِیْنَ وَالْمُوْمِنَاتِ.'' یعنی: اے ہمارے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور میرے والدین اور میری اولاد اور مومن مردوں اور مومن عورتوں پر (رحم فرما)۔

جاننا چاہیے کہ یہ نمازیں، تلاوت اور اوراد حضور قلب کے بغیر صحیح نہیں ہیں، لہٰذا فرماتے ہیں کہ سالک نماز فرض اور سنت مؤکدہ کی ادائیگی کے بعد ذکر اور مراقبہ کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہو، تا کہ حضور ملکہ بن جائے اور نفس کی فنا اور اخلاق کی آراستگی سے مشرف ہو جائے۔ پھر اوراد میں سے ہر ورد، کاموں میں سے ہر کام، روزی (کے معاملات) اور درس و تدریس (میں سے) جو بھی اختیار کرے، (اس میں) وقوفِ قلبی اور یادداشت میں مشغول رہنا ضروری سمجھے، لیکن دقیق علوم کی مشق کرنا مضر ہے۔ دینی علم کا شغل نسبتِ باطن کا مددگار فرماتے ہیں، خاص کر علم حدیث، جس میں تفسیر، فقہ اور تصوف کے علوم (بھی) شامل ہیں۔ اس شرط سے کہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلّم کی مقدس اور پاک روحانیت کی طرف توجہ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلام (مبارک) کا ادب نگاہ میں رہے۔

نصائح حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام مبارک سے یہ چند جامع کلمات، جو تمام سالکین کے لیے ضروری ہیں، بطورِ تبرک (یہاں) لکھے جاتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں: اے بیٹا! میں تجھے وصیت کرتا ہوں علم و ادب اور تقویٰ کی۔ تمام حالات میں تجھ پر لازم ہے کہ تو بزرگان سلف کے آثار (قول وفعل) کی پیروی کرے اور (اہل) سنت و جماعت میں ہمیشہ شامل رہے۔ فقہ اور حدیث کو سیکھے اور جاہل صوفیہ سے پرہیز کرے۔ نماز باجماعت ادا کرے، اس شرط کے ساتھ کہ تو امام اور مؤذن نہ بنے۔ شہرت کی طلب نہ کر، کیونکہ شہرت آفت ہے۔ کسی منصب کا قیدی مت بن، ہمیشہ گمنام رہ۔ (جائیداد کی) رجسٹریوں میں اپنا نام مت لکھ۔ محکمہ عدالت میں حاضر مت ہو۔ کسی کا ضامن مت بن۔ لوگوں کی وصیتوں میں شامل نہ ہو۔ بادشاہوں اور اُن کے لوگوں (حکام) سے صحبت اختیار نہ کر۔ خانقاہ مت بنا اور خانقاہ میں مت بیٹھ۔ سماع میں کثرت نہ کر، کیونکہ سماع کی کثرت دل کو مار ڈالتی ہے (اور) نفاق پیدا کرتی ہے۔ نیز سماع کا انکار نہ کر، کیونکہ سماع کے اصحاب زیادہ ہیں۔ کم بول، کم کھا اور کم سو۔ خلقت سے یوں بھاگ جیسے لوگ شیر سے (دور) بھاگتے ہیں۔ اپنی خلوت کو لازم پکڑ۔ بے ریش لڑکوں، عورتوں، بدعتیوں، دولتمندوں اور عام لوگوں سے صحبت مت رکھ۔ حلال کھا اور شبہ (والی چیز) سے پرہیز کر۔ جب تک تجھ سے ہو سکے، عورت نہ کر، کیونکہ دنیا کا طالب بن جائے گا اور دنیا کی طلب میں دین برباد کر بیٹھے گا۔ بہت مت ہنس اور قہقہہ لگا کر ہنسنے سے اجتناب کر، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ چاہیے کہ تو ہر شخص کو نظرِ شفقت سے دیکھے اور کسی آدمی کو حقیر نہ سمجھے۔ اپنے ظاہر کو آراستہ مت کر، کیونکہ ظاہری آرائش باطن کی خرابی سے (ہوتی) ہے۔ خلقت کے ساتھ جھگڑا نہ کر۔ کسی سے چیز مت طلب کر اور کسی کو (اپنی) خدمت کے لیے مت فرما۔ مال اور تن و جان سے مشائخ کی خدمت کر۔ ان کے افعال کا انکار مت کر، کیونکہ ان کا منکر خلاصی نہیں پاتا۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے مغرور نہ ہو۔ چاہیے کہ تیرا دل ہمیشہ غمگین رہے، تیرا جسم بیمار، تیری آنکھ رونے والی، تیرا

عمل خالص، تیری دعا زاری سے، تیرا لباس پرانا، تیرا ساتھی درویش، تیری پونجی فقر، تیرا گھر مسجد اور تیرا غمخوار حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہو۔

حالات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ

امام ربانی مجدد الف ثانی، صاحب طریقہ حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ چشتیہ اپنے والد بزرگوار (حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ) سے حاصل کیا اور اس سلسلہ عالیہ (کے بزرگوں) کے ارواح مبارک قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے فیوض اور اجازت وخلافت پائی۔ پھر بچپن ہی میں حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہٗ کی نظرِ عنایت کے مقبول تھے۔ آپ نے حضرت شاہ کمال (رحمۃ اللہ عایہ) کا خرقہ مبارک (حضرت) شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ کے دست (مبارک) سے زیب تن فرمایا، جس کے پہنانے کی تاکیدات انہیں حضرت شاہ کمال (رحمۃ اللہ علیہ) نے (ایک) واقعہ میں فرمائی تھیں۔ آپ نے اکابر سلسلہ قادریہ کے ارواحِ مقدسہ اور حضرت غوث الثقلین (حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ سے فیوض وبرکات اور اجازت وخلافت کا شرف پایا ہے۔ سلسلہ کبرویہ کی اجازت حضرت مولانا یعقوب صرفی (رحمۃ اللہ علیہ) سے حاصل کی، جن کے کمالات خطہ کشمیر میں مشہور ہیں۔ لیکن حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کی نسبت، جو خواجہ آفاق حضرت خواجہ باقی باللہ (قدس سرہٗ) سے پائی ہے، وہ آپ پر غالب ہے اور اسی سلسلہ (عالیہ) کے ذکر وشغل اور وضع وآداب کا آپ معمول رکھتے ہیں۔ پس تبرک اور برکت کے لیے چاروں سلاسل کے شجروں کا لکھنا ضروری ہے، تاکہ وہ اس سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ مجددیہ) کے متوسلین کے لیے برکت کا ذریعہ بنے۔

چاروں عالی شان سلاسل کے فیوض اخذ وکسب کرنے کے باوجود آپ قربِ الٰہی سے ایسی جلیل عطاؤں اور بزرگ عنایات سے سرفراز ہوئے ہیں کہ عقل ان کمالات وحالات کے ادراک میں حیران ہے۔ حضرت خواجہ (باقی باللہ) رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے: (اس وقت) ''آپ جیسا آسمان کے نیچے (کوئی) نہیں ہے۔ اس امت میں آپ جیسے چند حضرات نظر آتے ہیں۔ آپ کی معلومات اور مکشوفات سب صحیح اور اس قابل ہیں کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی نظر (مبارک) میں آئیں۔'' حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہ العزیز کے مکاتیب

شریفہ سے آپ کے کمالات معلوم ہوتے ہیں۔ (حضرت) ملاّ بدر الدین (سرہندی رحمۃ اللہ علیہ) نے ''حضرات القدس'' میں، (حضرت) محمد ہاشم کشمی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ''برکات احمدیہ'' میں، (حضرت) محمد احسان (رحمۃ اللہ علیہ) نے ''روضۃ القیومیہ'' میں اور دوسرے عزیزوں نے آپ کے مفصّل مقامات اور طاعت وعبادات (کے حالات) تحریر کیے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ (دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مناقب تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے:

''لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَلَا يُبْغِضُهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ شَقِيٌّ۔''

یعنی: آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) سے صرف متقی مومن محبت کرتا ہے اور بدقسمت منافق بغض (دشمنی) کرتا ہے۔

(حضرت محمد) ہاشم کشمی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ''برکات احمدیہ'' میں لکھا ہے: ''جب حضرت خواجہ (باقی باللہ) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصحاب کو آپ سے استفادہ کی ترغیب دے کر سرہند (شریف) بھیجا ہے تو ان میں سے ایک نے ان کے حکم شریف کو ماننے سے انکار کیا۔ پس وہ (شخص) خواب میں دیکھتا ہے کہ حضرت (محمد) صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ کی تعریف میں خطبہ پڑھ رہے ہیں (اور) فرماتے ہیں کہ میاں احمد کا مقبول ہمارا مقبول ہے اور میاں احمد کا مردود ہمارا مردود ہے۔'' حضرت شیخ عبدالحق (محدث دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ اس رسالہ کے آخر میں، جو انہوں نے آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام شریف پر سوالات کرتے ہوئے لکھا ہے، لکھتے ہیں کہ مجھے آپ کے بارے میں یہ آیت شریفہ القا ہوئی ہے:

وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ج وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ. (سورۃ المؤمن، آیت ۲۸)۔

یعنی: اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا ضرر اسی کو ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو کوئی سا عذاب جس کا تم سے وعدہ کرتا ہے، تم پر واقع ہو کر گزرے گا۔

پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے حق پر ہونے کے بارے میں فرعون اور اس کے لوگوں کے شبہ کو دور کرنے کے لیے (آئی) ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) موسوی المشرب تھے۔ اگرچہ (اس وقت) حضرت شیخ (عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) کے شبہات غصے کی زیادتی کی وجہ سے اس آیت کریمہ سے (بھی) رفع نہ ہوئے، لیکن کچھ مدت

بعد انہوں نے آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے کمالات کی حقیقت کا اقرار کرلیا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) نے جو مکتوب (گرامی) حضرت مرزا حسام الدین احمد (رحمۃ اللہ علیہ)، جو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں، کو بھیجا ہے، اس میں مذکور ہے کہ حضرت شیخ (عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) اپنے انکار سے باز آ گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایسے عزیزوں کو بُرا نہیں سمجھنا چاہیے۔

جو آدمی عربی الفاظ کے ترجمہ سے عاجز ہو کر تعصب سے بات کرتا ہے اور دقیق معارف تک ذرا بھر رسائی نہیں رکھتا، اس کے انکار و اقرار کا (کوئی) اعتبار نہیں ہے۔ وہ آدمی جس کی بصیرت کی آنکھ بینا اور جس کی کشفی نگاہ حقائق کے دقائق تک رسائی رکھتی ہے، اگر وہ صاحبانِ بصیرت کی بات میں فکر کرے تو اسے حق حاصل ہے۔ اس کے باوجود (حضرت) مولانا محمد بیگ بدخشی (رحمۃ اللہ علیہ) آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام پر اعتراضات کو رَفع کرنے کے بارے میں کوشاں ہوئے ہیں اور انہوں نے مکہ مکرمہ میں ایک رسالہ مرتب کر کے چار مذاہب (حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی) کے مفتیان (کرام) سے مہر لگوائی، جو بالفعل اس جگہ موجود ہے۔ دوسرے مخلصین نے بھی ان ایذاؤں کو ختم کرنے کے لیے راہِ خدا کے سلوک میں سعادت پائی ہے۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے خود بھی (ان) اعتراضات کو دفع فرمایا ہے۔ اہلِ انصاف اور حسد و کینہ سے دور (لوگوں) کے لیے آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے جوابات کافی وشافی ہیں۔

آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''ہمارا کلام سکر سے خالی نہیں ہے۔ صحو خالص عوام کو نصیب ہے۔''

آپ فرماتے ہیں: ''اس راستے میں شبہ بہت ہے اور ظل (سایہ) کے شبہ سے اصل کے ساتھ اور عروج سے نزول میں، مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔''

آپ فرماتے ہیں: ''کتاب و سنت کے خلاف کشوف و معارف مقبول نہیں ہیں۔''

دقائق کو سمجھنے والے اہلِ عقل کے نزدیک ان تین جملوں سے آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام شریف پر ہر اعتراض کا جواب (ممکن) ہوسکتا ہے۔ ہر جواب کی تفصیل آپ کے مکتوبات شریفہ میں درج ہے۔ فَارْجِعْ اِلَیْہِ. (پس اس کی طرف رجوع کریں)۔

لیکن عجیب معارف اور جدید مقامات کی تحریر سے اور متقدمین کے معارف کے بیان اور ثبوت سے ان اکابر کی جناب میں کوئی نقصان عائد نہیں ہے۔ جس طرح کہ ملت محمدیہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ظہور سے پہلی امتوں کو کوئی نقصان لاحق نہیں ہوا اور (حضرت امام) شافعی (رحمۃ اللہ علیہ)، جو (حضرت) امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کے شاگرد ہیں، کے جدید مذہب شافعی (کے ظہور) سے (حضرت) امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) کے مذہب (مالکی) میں کوئی نقصان پیدا نہیں ہوا۔

آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اس شخص پر خدا کی معرفت حرام ہے جو خود کو فرنگی کافر سے بہتر سمجھے۔ پس کس طرح (کوئی خود کو) اکابر دین سے (بہتر سمجھے)۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں کمینہ ان کی دولت کے ڈھیروں کا خوشہ چین ہوں، جن کی نعمتوں کے دسترخوانوں سے ٹکڑے چن کر (لوگ) دامن بھرنے والے ہیں، کیونکہ انہوں نے مختلف طریقوں سے میری تربیت فرمائی ہے اور کرم واحسان کی کئی قسموں سے مجھے نفع بخشا ہے۔ میں ان اکابر قدس اللہ اسرارہم کے حقوق خود پر لازم رکھتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں کہ وحدت وجود اور احاطہ وسریان ذاتی وغیرہ کے یہ علوم ومعارف ان اکابر کو راہ (سلوک) کے درمیان میں پیش آیا کرتے ہیں اور انہوں نے اس مقام سے (آگے) ترقی فرمالی ہوگی۔ اگر تو اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے کلام کی کھوج لگائے تو دیکھے گا کہ ان عزیزوں کی زبان پر کیسے بلند کلمات آئے ہیں؟ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَآءِ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)۔'' (منسوب بایزید بسطامی قدس سرہٗ)۔

یعنی: میں پاک ہوں، میری شان کتنی بلند ہے! میرا جھنڈا (حضرت) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے جھنڈے سے بلند ہے۔

دوسرے (بزرگ) فرماتے ہیں: ''قَدَمِیْ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ۔'' (قول حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ)۔

یعنی: میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔

ایک اور (بزرگ) فرماتے ہیں: ''قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی جُبَّةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ۔''

یعنی: میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کے جُبہ پر ہے۔

اس میں تمام صحابہ عظام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہم داخل ہیں، جو بالاتفاق اولیائے کرام سے افضل ہیں۔

ایک اور (بزرگ) کہتے ہیں کہ مقامات قرب میں ایک قدم خود سے بہتر دیکھا۔ مجھے غیرت آئی کہ کوئی شخص مجھ پر سابق نہیں ہے۔ کہا گیا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قدم مبارک ہے، میرے دل نے تسکین پائی۔

ایک دوسرے (بزرگ) فرماتے ہیں کہ مقامات قرب میں ایک دریا میں گزرا ہوں، جہاں انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اس دریا کے اس جانب رہ گئے ہیں۔

حضرت شیخ محی الدین (ابن عربی) رحمۃ اللہ علیہ نے خود کو ''ختمِ ولایت'' لکھا ہے، (اور) فرمایا ہے کہ ''ختمِ رسالت''، ''ختمِ ولایت'' سے استفادہ کرتے ہیں۔

پس ہر دلیل، جو اِن اکابر کے پیروکار ایسے کلمات سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے پیش فرماتے ہیں، وہ غلبہ حال سے، یا ان مقامات کے اظہار پر مامور ہونے سے، یا نعمتِ الٰہی کے ذکر کی خاطر، یا راہ (حق) کے طالبین کی ترغیب کے لیے، یا صرف ظاہری عبارات (کے لحاظ سے) کہ کبھی ان بزرگوں کے الفاظ معانی مقصود کا ساتھ نہیں دیتے، انصاف کے پیش (نظر) وہی توجیہ ان اعتراضات کا جواب ہے جو ظاہر بین لوگ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام پر (سوئے) ظن سے کرتے ہیں۔ (ارشادِ باری تعالیٰ ہے):

فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ. (سورۃ آل عمران، آیت ۶۰)۔

یعنی: پس شک کرنے والوں سے نہ ہونا۔

علوم و معارف جو کہ اکثر کتاب و سنت کے موافق ہیں، بعض غیر معقول (باتوں) کی خود تاویل کر لینی چاہیے (اور) زبان اعتراض میں نہیں کھولنی چاہیے۔ اس بلند گروہ (صوفیہ کرام) قدس اللہ اسرارہم کا منکر محلِ خطر میں ہے۔ حضرت عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ''انکار مت کر کہ انکار نحوست ہے۔ انکار وہ کرتا ہے جو اس کام سے محروم ہے۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنی محبت اور اپنے دوستوں کی محبت عطا فرمائے۔ آمین۔

(ارشادِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے): ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.'' (صحیح مسلم، ۳۳۲)۔

یعنی: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

۹۱
مکتوب نود و یکم

منشی امین الدولہ خان (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، عبرت انگیز مواعظ اور حسرت آمیز نصیحتوں میں، اس طرح کہ کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے توبہ کا راستہ کھل جائے، گمراہی سے ہدایت کی دلیل فرمائے، پردہ میں اپنے نفس نفیس کو جلوہ گر کیا ہے۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

بلند مراتب (اور) عالی مناقب منشی صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ!

حضرت منشی نعیم الدین خان صاحب نے آپ کے بہت زیادہ مناقب بیان فرمائے، لہٰذا گذارش کی جاتی ہے۔ گوشہ چشم کو یاد دوراں عنایت فرمائیں اور توجہ کریں کہ اس بوڑھے کی عمر گناہوں میں گزری۔ پرہیزگاری کے گناہوں میں گلہ و غیبت، لعن و طعن اور عزیزوں کے حال پر ایک افسوس کرنے، یا بے حضوری اور بغیر ترتیل قرأت سے مخلوط نماز، لغو اور نامناسب (چیزوں) سے بھرا ہوا روزہ، معنی کے تدبر کے بغیر تلاوت، جمعیت اور حق سبحانہٗ کے حضور سے خالی اوقات، اور غفلت میں مصروف سانسوں سے نامہ اعمال سیاہ کیا ہے۔ ہائے افسوس! ہم دنیا کے باغ میں پھولوں کے لیے آئے تھے اور کانٹے اکٹھے کرتے رہے ہیں۔ پس ہائے افسوس!

جب تک صحت و عافیت اور کامیابیاں مرحمت فرمائی گئیں، ہم نے ان کا شکر ادا کرنے میں سراسر کوتاہی کی۔ پس ہائے شرمندگی!

ہمیں قرآن مجید اور نبی حمید صلی اللہ علیہ وسلم (کی نعمتیں) عطا ہوئیں اور ان کی شکر گزاری میں یہ ساری غفلت (ہی رہی)، مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ!) حیرانگی ہے کہ کل (قیامت) کو کس منہ سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور قبولیت نصیب ہو گی؟ (سب) نادانیاں ہیں! اس نااہلی کی وجہ سے شفاعت اور مغفرت کے درجہ پر پہنچنے سے معذور ہیں۔ مگر (اللہ تعالیٰ کی) رحمت کی

سبقت ہمیں ڈھانپ لے گی، اللہ تعالیٰ کی ذات (اقدس) اپنے فضل سے ہمارا تدارک فرما سکتی ہے، وگرنہ کوئی عذر (قابلِ) قبول نہیں ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۶)، موت سر پر اور قیامت نزدیک! کونسا عمل کام آئے گا۔ نیک جنت میں جائیں گے اور انعامات اور ذاتِ حق (سبحانہٗ وتعالیٰ) کا دیدار پائیں گے اور ہم غافل اس روز جو پنجاہ ہزار سال کا ہے، حساب وکتاب میں گرفتار ہوں گے۔ ہائے افسوس! يَالَيْتَنِيْ لَمْ اُخْلَقْ. یعنی: کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا:

غور وفکر ضروری ہے کہ کل (قیامت) کو افسوس نہ ہو۔ چنانچہ مقربین بارگاہِ الٰہی سبحانہٗ سے سحری کے جاگنے، آنکھوں سے حسرت کے آنسو بہانے اور مجاہدات وجانفشانی کے اعمال کا التزام مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ غیرت وحیا مرحمت فرمائے۔

حضرت منشی نعیم الدین خان اور آپ مہربان، اپنے خاص اوقات میں شکستہ جاں اور عاجز بوڑھوں کو یاد فرمائیں:

سبک پے جوانان چو منزل رسند
نخسپند کہ واماندہ گان در پس اند

یعنی: تیز رفتار نوجوان جب منزل پر پہنچتے ہیں (تو) وہ سوتے نہیں ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے (ابھی) پیچھے (آرہے) ہیں۔

غائب (آنکھوں سے اوجھل) کی دعا غائب (موجود نہ ہونے والے) کے لیے جلدی قبول ہونے والی ہے۔ ۹/ جمادی الثانی کی رات درویشوں کو آپ کے لیے دعائے خیر کرنے کو کہا گیا۔ ختم کے بعد بھی دعا کی جاتی ہے۔ بندہ بھی دعا سے غافل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں کی کامیابی سے فائز فرمائے اور بندہ کے لیے بھی آمین (کہیں)۔

وَالسَّلَامُ وَالْاِكْرَامُ.

۹۲

مکتوب نودودوّم

اس بیان میں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام کمالات الٰہیہ کے جامع ہیں اور جتنے علوم و معارف بھی امت میں ظاہر ہوئے ہیں، سب آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمال کا پرتو ہیں، جن کا ظہور اس خاص آدمی کے خاص وقت پر موقوف ہوتا ہے۔ اور جو کچھ اس کے مناسب ہے۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

جاننا چاہیے کہ ہمارے پیغمبر سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کمالاتِ الٰہیہ کے جامع ہیں۔ جو علوم و فیوض علماء اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم میں جاری ہیں، وہ (سب) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمالات کا پرتو ہیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے افاضات سے ایک کمال صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دلوں پر جگمگایا اور اس نے ان کو قرب الٰہی سبحانہٗ کے بلند مراتب پر پہنچا دیا اور یہ تجلیات ذاتیہ کا دائمی ظہور ہے۔ پس وہ احسان و نیکی، یقین و محبت اور ذات حق سبحانہٗ کی معرفت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے اور دنیا سے روگردان اور آخرت کی طرف متوجہ، ہدایت کا راستہ دکھانے والی مبارک سنتوں کی پیروی کرنے والے بن گئے، بلکہ انہوں نے خود کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک سنتوں اور پسندیدہ اعمال کا خوگر بنا لیا۔ مسنون طریقہ کے مطابق نماز جو مومن کی معراج ہے، تلاوت قرآن اور اذکار ماثورہ سے محظوظ ہوتے تھے۔ وطن، ملک اور املاک کو چھوڑ کر کفار کے ساتھ جنگوں اور اللہ کے راستے میں شہید ہونے کی آرزو میں ہمت صَرف کرتے تھے۔ سکون و اطمینان کی نسبت (یوں) کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور حضور کا کمال ایسا کہ گویا (باری تعالیٰ) کی رویتِ عَینِی ان کے شاملِ حال تھی۔ وہ کہتے تھے:

''كُنَّا نَرَى اللّٰهَ هٰهُنَا.'' یعنی: ہم اللہ سبحانہٗ کو یہاں دیکھتے تھے۔

اولیاء کو شہود خیالی ہوتا ہے اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قوی مشاہدہ کے عکس سے (باری تعالیٰ کی) بہتر رویت (نصیب) ہے اور یہ اولیائے امت کے خدا

کے راستے میں مجاہدات، ترک دنیا اور رغبتِ آخرت کے کمال سے ان کی فضیلت کی علامتوں میں سے ہے۔ وہ خود سے کوئی خبر نہیں رکھتے تھے، لیکن مرتبہ احسان وصفا اور لطافت حالات کا کمال، جس سے دستِ ادراک کوتاہ ہے، ان کا سرمایہ تھا۔ فنا و بقا، استغراق و بیخودی، توحید وجودی کے اسرار اور خوارق عادات کی کثرت ان اکابر سے منقول نہیں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دل (مبارک) سے ایک کمال امت میں ظاہر فرمایا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جنید (بغدادی) رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ صوفیہ اس کمال کے قابل ہوئے۔

ذوق وشوق، استغراق وبیخودی، آہ ونالہ، اسرار توحید، اشعار ونغمہ کا سماع، وجد ورقص، حسن وجمال کی طرف میلان، کم کھانا، کم سونا وغیرہما اس کمال کی مرادوں میں سے ہے۔ حق سبحانہٗ کے مشہود میں متحیر ہونا، سکر ومستی، فنا وبقا، جہان کو وجود حق کا مظہر اور اس کے توابع پانا اس کمال کے معارف میں سے ہے۔ یہ کمال اسرار قلبی میں سے ہے۔ اس جگہ افعالیہ وصفاتیہ تجلیات کا ظہور ہوتا ہے۔ اس سے قلبی ذوق وشوق اور نور توحید کی دید کی انجمنیں ہر طرف آراستہ ہوئیں اور ولولہ دگونج، شورش وگرمی اور دل کی بیقراری جہان میں پیدا ہوگئی۔ دل گداز آہ ونالہ کا شور گنبد وقار سے لپٹ گیا اور آسمان کا خلا پُر ہوگیا۔ جان سوز محبت کے آثار کی گرمیوں سے عالم علوی کے رہنے والے (فرشتے) حیران ہو گئے اور غمزدہ (عشاق حق) وجد وتواجد میں آ گئے۔ مدہوشوں کے عشق و اشتیاق اور جان جلانے کے غلبات کی تجلی کی بجلیاں گرنے لگیں۔ صبر وعقل نے قرار وآرام کا سامان باہر پھینک ڈالا اور محبت وشوق کے اشعار نے آہ وولولہ اور روحوں کی حیرانگی کی خبر دی:

اے عجب آن عہد و آن سوگند کو
وعدہ ہائے آن لب چوقند کو
چہ بہانہ میدہی شیدات را
اے بہانے شکر لبہات را

یعنی: اے عجب! وہ وعدہ اور وہ قسم کہاں گئی؟ اس شکر جیسے (میٹھے) ہونٹ کے وعدے کیا ہوئے؟

ط ۷ اپنے دیوانوں سے کیا بہانہ کرتے ہیں؟ اے (محبوب!) تیرے شکر جیسے (میٹھے) ہونٹوں کا کوئی بہانہ!

نالہ و آہ کی ان گرمیوں، بے قراریوں اور جان کو گھائل کرنے والے نعروں سے فرشتے سرگرداں اور قدسیاں اس معنی کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ فرشتے کو انسان کے عشق کی آگ کی کیا خبر؟ اور جن پر ان جان جلانے والی گرمیوں کا کیا اثر؟ چلّہ کشیاں اور اذکار کی اقسام، خواہ جوگیوں سے ہوں، لوگوں نے ان کو اختیار کرلیا۔ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ. (سورۃ المومنون، آیت ۹۱)۔ یعنی: یہ لوگ جو کچھ (خدا کے بارے میں) بیان کرتے ہیں، خدا اس سے پاک ہے۔

لیکن صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا طریقہ جو مرتبہ احسان کی صفاء اور اذکار ماثورہ کو اختیار کرنے کا معمول تھا، وہ ختم ہو گیا اور لوگوں نے انہیں قلبی حالات کی بنا پر ولایت کو نبوت پر فضیلت دے ڈالی، کیونکہ ولایت میں توجہ حق (سبحانہٗ وتعالیٰ) کی طرف اور نبوت میں توجہ خلقت کی جانب ہوتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ ولایت افعالیہ وصفاتیہ تجلیات سے فائض ہے اور نبوت دائمی تجلیات ذاتیہ سے۔ جس کا صاحب مقامات قرب کی نہایات پر پہنچ کر توجہ وانتظار نہیں رکھتا اور ولایت میں توجہ باقی ہے جو مقصود کے کمال تک نارسائی کی علامت ہے۔ اَللّٰھُمَّ آرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم. (المغنی عن حمل الاسفار، ۲:۳۶۶) یعنی: اے اللہ! ہمیں (چیزوں کی) حقیقت کو صحیح طرح دکھا اور ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

نبی (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) کی اتباع سے اولیاء برآمد ہوئے ہیں اور ولی مقامات کی بلندی پر چڑھنے کے لیے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا محتاج ہے۔ پھر ایک کمال نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نفس مقدس کے لطیفہ سے ظہور پایا ہے۔ اور اس کمال سے ایک بہت زیادہ حصہ حضرت شاہ نقشبند (خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ) کو عنایت فرمایا گیا ہے، بلکہ یہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا خاص کمال ہے۔ اس کمال میں حضور توجہ اور مشاہدہ جو دل کے آرزو سے خالی ہونے اور ذات حق سبحانہٗ کی دوام آگاہی سے حاصل ہوتا ہے اور جذبات و واردات اور شمول توجہ چھ جہتوں کا لازمہ بن جاتے ہیں۔ پرہیزگاری، شریعت کی پابندی اور عزیمت پر عمل منظور خاطر بن جاتا ہے۔ بعضی پر اسرار توحید واضح ہو جاتے ہیں، وگرنہ دوام توجہ اور بے خطرگی یا کم خطرگی میں کیفیات

شاملِ حال ہو جاتی ہیں۔ حضرت خواجہ (نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کے طریقہ میں کھانے پینے کے معاملات، عادات اور عبادت میں میانہ روی ہے۔ ہمت کے ساتھ دلوں کو ذاکر اور نورانی بنانا، وسوسوں کو چھوڑنا اور کاموں کو انجام فرمانا شاہ نقشبند جزاہ اللہ کے خصائص میں سے ہے۔ ذکر خفی قلب اور ذات حق سبحانہٗ کی جانب متوجہ ہو کر کرنا اور مرشد کی صحبت کو لازمی پکڑنا ان کا پسندیدہ (عمل) ہے۔ مرشد کمالات قلبیہ اور لطیفہ نفس کے حالات فنا و نیستی وغیرہ کے کسب میں کثیر الاحوال ہونا چاہیے، ورنہ وہ ناقص ہے، اور ناقص سے (کوئی) کامل نہیں بنتا۔

جس طرح بلند و نفع بخش شریعت نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ظہور پا کر بنی آدم کو بارگاہ الٰہی کا مقرب بنا دیا، ایسے ہی خواجہ خواجگان حضرت شاہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) کے طریقہ نے کمال آسانی و سہولت کے ساتھ احوال باطن کے افاضہ (فیض رسانی) کو کامیاب فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ. یہ طریقہ احوال باطن کے افاضہ (فیض پہنچانے) میں سب طریقوں سے زیادہ آسان، بہت زیادہ نفع والا اور علماء کا پسندیدہ ہے۔

پھر حق تعالیٰ نے ایک (اور) کمال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کو کرامت فرمایا۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے طریقہ میں تصفیہ قلب، عالم امر کے لطائف، تزکیہ نفس، استقامت بدن، کمالات کی نسبتوں کی لطافتیں اور حقائق میں سے جو بھی حق تعالیٰ چاہتا ہے، اس طریقہ کو عنایت فرماتا ہے۔ نسبتوں کی کثرت اور مقامات کی بلندی کے سبب (یہ) ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتے اور جہاں اللہ چاہتا ہے، مل جاتے ہیں، لہٰذا علوم و حالات میں فرق رکھتے ہیں۔ اگر حق تعالیٰ فضل فرمائے تو بعض درجات کی سیر میں توحید وجودی اور شہودی ظاہر ہو جاتی ہے اور پھر جذبات اور عنایت الٰہی سے ایسے بلند درجات پر فائز ہو جاتے ہیں کہ وہاں صوفیہ کے اسرار و سکر اور بیخودی کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ سُبْحَانَ اللّٰہ!

یہ نالائق اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے مراتب قرب کو بیان کرنے کے قابل نہیں ہے، لیکن میں نے افتخار و سعادت کو حاصل کرنے کے لیے بزرگوں کے مقامات میں سے چند تحریر کیے ہیں:

گر ندارم از شکر جز نام بہر
زان بسے خوشتر کہ اندر کام زہر

یعنی: اگر میں شکر سے نام کے سوا کوئی حصہ نہیں رکھتا، (پھر بھی یہ) اس سے زیادہ بہتر ہے

کہ منہ میں زہر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے واسطہ سے جن کثیر کمالات سے امت کو نوازا ہے، ان کے بیان کی ہمت کہاں ہے؟ اولیاء میں سے ہر ایک کے خصائص بہت زیادہ ہیں اور ہر آدمی کو انسانی سیر کی تجلیات کی بیشمار اقسام حاصل ہیں۔ کمالات میں سے بعض کو بیان کیا گیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اولیاء کے طریقوں میں سے حضرت شاہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) کا طریقہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے کامل مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے اس طریقہ کی اتباع اور اس کے احوال مقامات سے بہرہ ور کرے اور بہت زیادہ حصہ نصیب فرمائے (حضرت) شاہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) اور آپ کے خلفاء (رحمۃ اللہ علیہم) کی عنایت ہمارے اور پس ماندگان کے شاملِ حال بنائے۔ ایک دلکشا علم اور ایک کارفرما ہمت رکھتے ہیں، مگر حضرت خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا ارشاد "ما مرادانیم، مافضلیانیم" (یعنی: ہم مراد ہیں، ہم فضل والے ہیں) ہمیں امیدوار بناتا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ. (پس اس پر سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں)۔

آپ کی تحریر ملی کہ اگر کوئی شخص توحید وجودی کی حقیقت کا عقیدہ توحید شہودی پر کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ جان لیں کہ قرآن مجید اور شریعت نے عقائد و ایمانیات کی تصحیح، اعمال صالح، اخلاقِ حسنہ اور معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ راضی ہونے کا حکم دیا ہے۔ نیز اثر سے موثر کی طرف جانا، دلائل کے ذریعے توحید ایمانی کا یقین قوی بنانا، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم جو کچھ لائے ہیں، اس کی تصدیق کرنا، قیامت کا خوف اور واقعات کو حق تعالیٰ کی تقدیر سمجھ کر اس پر راضی رہنا، یا صبر حاصل کرنا، دوام ذکر، عبادات میں مرتبہ احسان کو دل و جان سے لازم رکھنا، جہاد کی نیت دل میں راسخ رکھنا، توکل وقناعت، تسلیم وتفویض، حق سبحانہٗ کے وعدوں پر قوی وثوق رکھ کر خوف و رضا کو موت کی استعداد میں مددگار بنانا، احکاماتِ الٰہی اور دینی اکابر کے پسندیدہ (معمولات میں سے) ہیں۔ جس کسی کے ان ظاہری و باطنی کاموں میں کوئی نقص ہو، اس کے دین میں نقصان (ہوتا) ہے۔ تمام امت کو انہی (عرفانی) طریقوں کا حکم دیا گیا ہے۔ لوگوں نے اذکار کی کثرت اور ریاضتوں میں مصروف ہو کر جس (شے) کا خیال باندھ کر اسے وحدت الوجود مقرر کر لیا ہے، اس کا حکم نہیں دیا گیا اور یہ غلبہ پا لینے والے خیالات قابلِ اعتقاد نہیں ہو سکتے۔

شرع کی بنیاد غیریت پر ہے۔تجلیات ذاتیہ دائمہ کے مقامات عالیہ میں جن درجات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہنچے ہیں، ان میں اس طرح کے خیالات ہرگز نہ تھے اور یہ خیالات ان اکابر سے ہرگز مروی نہیں ہیں۔ ہم لوگ امام العرفاء والمحققین حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کی پیروی کرنے والے ہیں جو علوم و معارف آپ کو (ذات حق) سبحانہٗ کے سچے قول: رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۴، یعنی: اے میرے رب! مجھے اور زیادہ علم عطا فرما) کے تحت مرحمت ہوتے تھے، آپ علماء وعقلاء کو بتاتے تھے۔تقلید اور خیال کی بنا پر کی گئی بات کوئی اعتبار نہیں رکھتی۔آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد (رحمۃ اللہ علیہ)، خلیفہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ سے رسائل توحید پڑھ کر میں نے اس علم کی معرفت حاصل کی۔پھر شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد باقی قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز کی تربیت، تلقین اور صحبت کی برکت سے وہ (علم) عیان و شہود میں تبدیل ہو گیا اور ایک اتصال اور تجلی ذاتی برقی جو حضرت شیخ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمت کا قبلہ ہے، وہ ہاتھ لگی اور اس معرفت کے بہت زیادہ علوم و اسرار حاصل ہو گئے اور انہوں نے مغلوب بنا ڈالا۔پھر عنایت الٰہی اور حضرت خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی توجہات سے میں ترقیات کثیرہ پر فائز ہو گیا اور معرفت مذکور کی ایک معرفت اور ورائے حاصل ہوئی اور وہ ممکنات کے آئینوں میں ذاتِ حق سبحانہٗ کی وحدت شہود ہے۔اس معرفت میں غیریت باقی ہے۔جس طرح کہ آئینہ سورج کی شعاعوں سے بھر جاتا ہے اور سورج کی گرمی اور ٹکیہ (اس میں) پیدا ہو جاتی ہے، اگر آئینہ ''اَنَا الشَّمْسُ'' (یعنی: میں سورج ہوں) کہتا ہے تو سورج کے درجات اور عکس کے ظہور سے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا، لیکن آئینہ کا جسم باقی (رہتا) ہے۔یہ سورج کے اتحاد سے آئینے کی غیریت ہے۔

''پہلی معرفت'' لطیفہ قلب کی سیر میں ظاہر ہوتی ہے اور وہ سکر و محبت کے غلبہ سے ہے۔ اس معرفت کا صاحب سکر (کی وجہ) سے قابلِ عذر ہو سکتا ہے۔

''دوسری معرفت'' لطائف فوقانیہ (اوپر کے لطائف) کی سیر میں پیش آتی ہے اور سکر صحو میں تبدیل ہو جاتا ہے۔پھر عنایات الٰہی کے جذبات سے ترقی واقع ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السّلام کے مذاق کے مطابق معرفت نصیب ہوتی ہے۔توحید وجودی جو تجلیات افعالیہ کی سیر میں ظہور کرتی ہے اور توحید شہودی جو تجلیات صفاتیہ کی سیر سے واضح ہوتی ہے، سے کوئی اثر (باقی) نہیں رہتا۔تجلی

ذاتی دائمی ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑتی، صرف عبودیت (بندگی) اور عبدیت (بندہ) کی خواری شاملِ حال ہو جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صوفیانہ تخیلات کا اعتماد شرع کے طریقہ کے خلاف ہے۔ علماء کے مقرر کردہ اعتقادات واجبات میں سے ہیں، تاکہ صحیح دین حاصل ہو۔ جن آیات کے معانی علماء نے انبیاء علیہم السلام کے مذاق کے مطابق فرمائے ہیں، ان کو خیالات کے غلبہ کے موافق تاویل کر کے لانا ہرگز پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ وحدت شہود کی وحدت وجود کے ساتھ تطبیق اور اس کو اس معرفت کے تابع بنانا، علمی مہارت کی قوت میں سے ہے۔ ایک معرفت ایک مقام سے جاری ہوتی ہے اور ایک (دوسری) معرفت ایک (دوسرے) مقام سے حاصل ہوتی ہے۔ دونوں حقیقت میں ایک نہیں ہو سکتیں۔ توحید وجودی لطیفہ قلبی کی سیر میں اور توحید شہودی لطائف فوقانی (اوپر کے لطائف) میں، تجلیات ذاتیہ دائمیہ میں ان ہر دو توحید سے کوئی اثر نہ پانا اور عبودیت (بندگی) اور عبدیت (بندہ) کے سوا کچھ حاصل نہ رکھنا، اس شخص پر ظاہر ہے جو حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے طریقہ کے تمام مقامات پر پہنچا ہے اور وہ صحیح وجدان اور ایک واضح علم کا حامل ہے۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے طریقہ کا صرف انتساب اس طریقہ کے مذکورہ معارفِ ثلاثہ کے انوار سے ایک نور تک بھی نہیں پہنچاتا اور ظن، اندازہ اور تقلید سے بات کرنا کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ صوفیہ کے طریقہ سے غرض یہ ہے کہ باطن کا فیض حاصل ہو جائے اور کیفیات قلبیہ شاملِ حال ہو جائیں، ورنہ دوسری جگہ بیعت کرے۔ وَالسَّلَامُ.

رقعہ کی تحریر اس خط کی آمد سے پہلے ہے جو پندرہ رجب کو لکھا گیا ہے۔

حضرت سلامت! دین کے بزرگوں اور سچے یقین والے طالبوں نے محبت کے غلبوں، ترک و تجرید، ریاضات کی کثرت اور اپنے طریقہ کے اذکار بنا کر مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا (اسرار المرفوعہ، ۳۴۸) یعنی: ''مرنے سے پہلے مرجاؤ''، کے مطابق اپنی خواہشات سے ہاتھ کھینچ کر، اپنی فنا کے ساتھ اور حق سبحانہٗ کی بقا سے، اس کی ذات عم نوالہٗ کے اخلاق سے اپنے اخلاق کو مضبوطی سے آراستہ کر کے، اس معرفت، جو سکر محبت سے ہے، کو پایا اور اس کے اثبات میں رسائل لکھے اور آیات کو تاویل سے اپنے مقصد تک لے آئے اور یہ معرفت کہ ''دوست کے ساتھ ایک ہونا بندگی و غیریت سے بہتر ہے'' کا ایک شور انہوں نے جہان میں برپا کر دیا۔ جانباز مغلوب محبوب کے

خیال میں ایک ہلاکت کا شکار ہو کر خود سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ بوالہوسوں نے ''لا الہ الا انا'' اور ''انا اللہ'' کا تکیہ لگایا۔ ''ہمہ اوست'' کے وہم سے خیالی توحید کو رواج دیا گیا۔ ہمارے مرشد اس معرفت کو پا کر ہمارے پیشوا (بنے) ہیں۔ ان کی پیروی کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ مرشد اوّل (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، جو انبیاء (علیہم السّلام) کے پیشوا ہیں، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اتباع اللہ کے ہاں منظور ہے۔ اگر لطائف فوقانی مجددیہ تک پہنچنے والے (حضرات) معرفت قلبیہ میں قرار پکڑ لیتے تو مجنوں کی طرح ''اَنَـا لَيْلٰی'' (یعنی: میں لیلیٰ ہوں) ان کے خیال پر غلبہ پالیتا اور اگر سیر قلب کے گرفتار ترقی کرتے تو وہ اتحاد وعینیت سے نفرت فرماتے۔ معرفت معروفہ کا غیر، جس نے جہاں میں شہرت پائی، ہر زمانے میں موجود ہے۔

اِتْ وَلْ نُـوْن اُتْ وَل تُـوْن تُـو هِيْن تُوْن تُو هِيْن تُوْن هَيْن وِیْ تُوْن هُو سِيْن وِیْ تُوْن.

یعنی: اِدھر تُو، اُدھر تُو، تُو ہی تُو، تُو ہی تُو، تُو ہی ہے اور تُو ہی رہے گا۔

(یہ) دوسرے علوم کے معارف ہیں جو عرفاء کے ارواح پر انبیاء علیہم السّلام کے موافق فائض ہوئے ہیں:

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا. (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۰)۔ یعنی: وہ (اپنے) علم سے خدا (کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَـا الْـحَقَّ حَقًّـا. (المغنی عن حمل الاسفار، ۲:۳۶۶)۔ یعنی: اے اللہ! ہمیں (چیزوں کی) حقیقت کو صحیح طرح دکھا۔

یہ ننگ وعار درویشی سخت حیران وپشیماں ہے کہ خاتمہ کیسا ہوگا؟ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مُؤْمِنًـا وَّاَمِتْنِیْ مُؤْمِنًا وَّاحْشُرْنِیْ مُسْلِمًا. (مشکوٰۃ، نمبر ۵۱۴۵، جامع الترمذی، نمبر ۲۳۵۲)۔

یعنی: اے اللہ! مجھے مومن کی حیثیت میں زندہ رکھ اور مومن ہونے کی صورت میں موت عطا فرما اور مومن کی حیثیت ہی میں میرا حشر فرمانا۔

حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ سے توسل محض اس لیے ہے کہ ایمان کی مضبوطی کے کمال پر مرنا (نصیب) ہو:

مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست

با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد

یعنی: ہتھیلی پر قرآن مجید، پاؤں راستہ چلتے ہوئے (اور) آنکھ دوست کی جانب، موت کے قاصد کے ہمراہ ہنستے ہوئے (فانی دنیا) سے باہر چلا گیا۔

دعا کا امیدوار ہوں۔

۹۳

مکتوب نود و سوم

حضرت خواجہ حسن مودود رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا، ان دو احادیث شریفہ: ''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ'' اور ''اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ'' کی تطبیق ان کے ثبوت کے اندازے سے (کرنے کے لیے)۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

لکھا ہے کہ ان دو احادیث میں تناقض ہے، جن کو لوگ مشہور کرتے ہیں، (ان میں) تطبیق کریں، ورنہ آپ تطبیق فرمائیں گے۔ اس سے زیادہ بہتر کیا ہوگا، افادہ فرمائیں اور معانی بیان کریں، تا کہ مشتاق سامعین نئے فائدہ سے بہرہ مند ہوں۔

حدیث ''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ'' (اسرار المرفوعہ، ۲۵۴)۔ یعنی: فقر میرا فخر ہے، کہتے ہیں، کوئی سند نہیں رکھتی اور ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت شیخ سعدی (رحمۃ اللہ علیہ) نے جو کچھ سنا وہ لکھا ہے، تا کہ فقر کی یاد دلائیں۔ ہاں! افتخار جس صورت میں ثابت ہوتا ہے (وہ یہ ہے کہ) ہم کہیں کہ فقر کی دو قسمیں ہیں: فقر محمود اور فقر مذموم۔ فقر مذموم جو اسباب کے نہ ہونے پر بے صبری کرتا ہے، مَعَاذَ اللّٰہ (اللہ کی پناہ!) وہ آخرت میں سیاہ روئی (کا ذریعہ) ہے۔ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف عمل ہے، کیونکہ صبر کرنے کا حکم ہوا ہے اور دنیا میں شکایت اور تنگی کا اظہار کرنا بے عزتی ہے۔ (پس) اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ (یعنی: فقر دو جہان کی سیاہ روئی ہے)

ثابت ہو گیا۔

فقرِ محمود وہ ہے جو اسباب کے نہ ہونے پر صبر (کرتا ہے)، بلکہ راضی (رہتا ہے)، بلکہ اس سے لذت پاتا ہے اور (اس سے) باطن میں عدمِ آرزو، عدمِ التفات، امید و خوف کے بغیر، ذاتِ کبریاء سبحانہٗ کی طرف توجہ کا ملکہ، کَاَنَّکَ تَرَاہُ (مجمع الزوائد، ۱:۴۱، الجامع الکبیر للطبرانی، ۱:۲۶۶، ۲:۴:۲۷۶، یعنی: جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے) کی مانند قوی ہوتا ہے۔

یہ نگاہ اور مرتبہ احسان ایسا غلبہ کرتا ہے کہ ہر جگہ (ذات) حق مشہود ہوتی ہے۔ اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ هُوَ اللّٰه. (رسالۃ الغوثیہ، ۵۴)۔ یعنی: فقر جب کامل ہو جائے تو وہ عین ذات اللہ ہے۔

یعنی غیر سے عدمِ التفات، بلکہ غلبہ شہود تسلّط پا کر ہر جگہ ظاہر و باطن میں حقیقت الحقائق مشہود بن جاتا ہے۔ پس یہ صبر و رضا اور اس طرح کا شہود اور تصفیہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا مقصود اور ان کا فخر ہے۔ یہ اسرار اور مقامات تجلی صفاتی سے پیدا ہوئے ہیں۔ تجلی صفاتی اور جو کچھ افعالیہ و صفاتیہ تجلیات کے قطع ہونے اور اسم الظاہر اور اسم باطن کی سیر کے بعد تجلی ذاتی دائمی سے وہاں حاصل ہوتا ہے، نیز جو کچھ اس قرب سے انبیاء علیہم السّلام کے بواطن پر (نصیب ہوتا ہے)۔ امر و نہی بہت زیادہ فروتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فقر مذموم سے بچا کر فقرِ محمود کے کمال پر پہنچائے اور جس چیز سے اولیاء کو افتخار نصیب ہوتا ہے، اس سے بہرہ مند بنائے۔

ہم پیچھے رہ جانے والے جنہوں نے فضولیات میں عمر بسر کی ہے، اور بڑھاپے کی اس کمزوری، جس میں گذشتہ کی حسرت و ندامت اور آئندہ کے خوف کے سوا پیشانی پر کیا لکھا ہے؟ اور اعمال میں کاہلی و سستی کے علاوہ کچھ نہیں رکھتے، کیا کریں؟ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ. (دیکھئے: سورۃ الانبیاء، آیت ۸۳)۔

یعنی: اے میرے پروردگار! مجھے ایذا ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

۹۴

مکتوب نود و چہارم

مراقبات واذکار، لطیفہ قلب ولطیفہ نفس کے اشغال، ان کی کیفیات اور توحید وجودی وتوحید شہودی اور جو کچھ اس کے مناسب ہے، کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حمد وصلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ بلند (درجہ) صوفیہ کا طریقہ شریفہ اختیار کرنا غلبہ محبت کے حصول کے لیے ہے۔ معرفت وافعال اور صفات وذات کو حضرت حق سبحانہٗ سے سمجھتے ہوئے چوں وچرا کو موقع نہ دے اور اللہ تعالیٰ کے بغیر (کسی سے) مصروف نہ ہو۔ محبت ومعرفت حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کے بغیر اور کثیر ذکر، دوام توجہ اور ہر کام میں جناب الٰہی کے حضور التجا کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ پس ہم تمام اوقات، بلکہ تمام لحات ذکر وتوجہ سے معمور رکھیں اور حق سبحانہٗ کی یاد سے غافل نہ رہیں۔ جو اعمال حدیث شریف سے ثابت ہیں، تلاوت، استغفار ودرود، تسبیح وتحمید اور تقدیس، وہ ورد بنائیں اور صبر وقناعت، تحمل وتوکل اور تسلیم ورضا جو اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے پسندیدہ اخلاق سے ہیں، کو دائمی عادت بنائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ایک نسبت پیدا ہو جائے۔

جاننا چاہیے طریقہ شریفہ میں مقامات واصطلاحات مقرر کی گئی ہیں۔ اگر فضلِ الٰہی شاملِ حال ہو جائے تو ہر جگہ انوار واسرار اور علوم وکیفیات ہاتھ لگتے ہیں۔ ہم پر اور آپ پر دوام ذکر، مراقبہ اور (حضرت محمد) مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنتیں اور آداب کی اتباع طریقہ محبت میں فرض ہیں:

ما نیستانیم عشقش آتش است
منتظر کان آتش اندر نے زند

یعنی: ہم بانس کا جنگل ہیں اور اس کا عشق آگ ہے، منتظر ہیں کہ بانسری کے اندر آگ لگ جائے۔

دائرہ مکان جو دائروں میں اوّل ہے، وہ مراقبہ احدیت صرفہ جو اللہ کے اسم مبارک سے مسمّٰی ہے اور تمام صفاتِ کمال اور سب نقصانات کی علامات سے منزہ ہے، کہلاتا ہے۔ جب کیفیت و جمعیت چار گھڑی تک پہنچ جائے تو پھر دائرہ ولایت صغریٰ، جو ولایت اولیاء ہے (کے تحت) ''مراقبہ معیت'' وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَاكُنْتُمْ (سورۃ الحدید، آیت ۴۔ یعنی: اور تم جہاں کہیں ہو وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے) کرتے ہیں۔

اس ولایت میں تجلیات افعالیہ الہیہ جو اسماء وصفات کا ظل ہیں، کی سیر پیش آتی ہے اور حالات و کیفیات اور بہت اسرار حاصل ہوتے ہیں۔ بعدازاں اس مرتبہ میں باطن میں ایک درجہ پیدا ہوتا ہے اور اکثر اوقات توحید وجودی ظاہر ہوتی ہے اور یہ وجود ممکنات کا پانا اور دیکھنا ہے۔ حق تعالیٰ کی ہستی کے دریا کی موج عین اس کی ذات ''بحانہٗ'' ہے، جس نے کثرت میں امکان پیدا کر لیا۔ غلبہ محبت سے یہ دید ظاہر ہوتی ہے اور ذکر کی کثرت، مراقبہ اور نوافل کے سبب باطن کا لازمہ بن جاتی ہے۔ (قوت) واہمہ کے غلبہ اور مراقبہ کے سبب ''ہمہ اوست'' کی جو عادت بنا لیتے ہیں، (یہ) کوئی اعتبار نہیں رکھتی۔

(بعدازاں) پیش آئے گی دائرہ ولایت کبریٰ جس میں تین دائرے اور (ایک) قوس ہے۔ یہ ولایتِ کبریٰ ولایت (انبیاء) علیہم السّلام ہے۔ اس ولایت میں اسماء وصفات کی تجلیات اور اس کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ دائرہ اولیٰ میں ''مراقبہ اقربیت'' نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (سورۃ ق، آیت ۱۶۔ یعنی: ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں) کا معمول ہے۔

پیشانی پر لطائف اربعہ: روح، سر، خفی اور اخفی، نیز لطیفہ قلب کا فیض بھی ہوتا ہے۔ جب اس مراقبہ میں جذبات، واردات اور حالات حاصل ہو جائیں تو پھر ''مراقبہ محبت'' يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (سورۃ المائدۃ، آیت ۵۴۔ یعنی: جنہیں وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اسے دوست رکھتے ہیں) اس ولایت کے دائرہ ثانی میں کرنا چاہیے۔ اس مراقبہ میں فیض کے وارد ہونے کی جگہ لطیفہ نفس ہے۔ (اس میں) حالات و کیفیات تمام بدن کو گھیر لیتے ہیں۔ دائرۂ ثانی کو دائرۂ اولیٰ کا اصل سمجھ کر مراقبہ محبت کرتے ہیں۔ بعدازاں اس جگہ بہت زیادہ حصہ ہاتھ لگتا ہے۔ (پھر) دائرہ ثالثہ میں مراقبہ محبت کرتے ہیں۔ دائرہ ثالثہ کو دائرہ ثانی کی اصل سمجھ کر مراقبہ محبت کرتے ہیں۔ اس جگہ

جب حالات فائز ہوتے ہیں تو مکمل بہرہ ہاتھ آتا ہے۔ پھر قوس میں مراقبہ کرتے ہیں۔ اس قوس کو دائرہ ثالثہ کی اصل سمجھ کر مراقبہ محبت کرتے ہیں۔ ان دائروں کے حصول سے اسم الظاہر کی سیر مکمل ہو جاتی ہے:

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: یہاں تک کہ محبوب کسے چاہتا ہے اور اس کا میلان کس کی جانب ہوتا ہے۔

ان مقامات میں نسبت باطن کی ترقی ذکر تہلیل (لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ) کی کثرت، خیال سے یا زبان سے کرنے کے ساتھ (حاصل) ہوتی ہے۔ ان دائروں میں توحید شہودی پیدا ہوتی ہے۔ وہ ممکنات کے آئینوں میں شہود حق کا ظہور ہے۔ توحید وجودی میں وجود ممکن نظر میں نہیں آتا اور مستور ہو جاتا ہے۔ توحید شہودی میں وجود ممکن حق سبحانہٗ کے شہود کا آئینہ ہوتا ہے۔ ہر چند سورج کے نور کی شعاعوں میں آئینہ مستور ہو جاتا ہے، (لیکن) آئینہ کا وجود باقی (ہوتا) ہے۔ توحید شہودی میں آئینہ کے وجود کی دید مستور نہیں ہوتی، وہ اپنی صرافت (خالص ہونے) پر باقی (ہوتی) ہے۔ جس طرح کہ سورج کے نور کی شعاعوں کے غلبہ میں ستارے نظر نہیں آتے، یہ نہیں ہوتا کہ ستاروں کا وجود ختم ہو جائے۔ بزرگان (عظام) رحمۃ اللہ علیہم نے اسی طرح فرمایا ہے۔ اسم الظاہر کی تجلیات و حالات کے حصول کے بعد اسم الباطن کی تجلیات کی سیر پیش آتی ہے۔ اس طریقہ (عالیہ) میں اسم الباطن کے تین کمالات اور سات حقائق بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عنایت فرمائیں۔

جاننا چاہیے کہ سیر ولایات میں دوسرے حالات و کیفیات اور اسرار ہیں اور ان میں الگ کمالات و حقائق، انوار و کیفیات اور علوم و معارف ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ ان ولایات و کمالات اور حقائق سے عبارت ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ المشائخ خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے جو عرض کیا کہ بندہ کو آپ کی عنایات مبارک سے (ایک) نیا طریقہ کرامت فرمایا گیا ہے اور حضرت خواجہ (محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ) نے جس التماس کو ثابت قرار دیا ہے، وہ یہی طریقہ (مجددیہ) ہے۔ مَتَّعَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ بِبَرَکَاتِہَا وَحَالَاتِہَا وَاَسْرَارِہَا. آمِیْن.

یعنی: اللہ سبحانہٗ ہمیں اور تمہیں ان کی برکات، حالات اور اسرار سے فائدہ پہنچائے۔

۹۵
مکتوب نود و پنجم

طریقہ مجددیہ کے ابتدا سے انتہا تک کے تمام مراقبات کے بیان میں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ اس طریقہ کے بزرگوں نے مقامات قرب کو دائروں سے تعبیر فرمایا ہے، جو بے جہت ہیں۔ سیر و سلوک بے جہتی میں ہے۔ سیر قلب میں دو دائرے بنائے گئے ہیں۔ (اوّل:) دائرہ امکان۔ اس میں ذکر اسم ذات، نفی و اثبات اور وقوف قلبی ترقی بخشتا ہے۔ دوّم: دائرہ ولایت قلبی۔ اس میں اگر خدا چاہے تو اسرار توحید اور حالات و کیفیات وغیرہا واضح ہوتے ہیں۔ سوّم: دائرہ ولایت کبریٰ۔ اس ولایت میں تین دائرے اور ایک قوس شامل ہے۔ دائرہ اوّل میں مراقبہ اقربیت حضرت ذات سبحانہٗ تعالیٰ کرتے ہیں۔ یہاں فیض وارد ہونے کی جگہ پیشانی اور پانچ لطائف ہیں۔ اقربیت کے مفہوم کا لحاظ رکھتے ہوئے مراقبہ کرتے ہیں۔ دائرہ دوّم، سوّم اور قوس میں ''مراقبہ محبت'' یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (سورۃ المائدہ، آیت ۵۴۔ یعنی: جنہیں وہ دوست رکھتا ہے اور وہ اسے دوست رکھتے ہیں) کرتے ہیں۔ یہاں فیض کے وارد ہونے کی جگہ لطیفہ نفس ہے۔ دائرہ دوّم کو دائرہ اوّل کی اصل سمجھ کر، (دائرہ) سوّم کو دائرہ دوّم کی اصل اور قوس کو (دائرہ) سوّم کی اصل جان کر مراقبہ محبت کو مورد (فیض وارد ہونے کی جگہ) کے لحاظ سے کرتے ہیں۔ جب ایک جگہ میں ایک حصہ اور ایک کیفیت ہاتھ لگے تو پھر دوسرے مقام پر توجہ کرنی چاہیے۔ یہاں فنائے نفس اور اپنی انا کا زوال، اخلاق کی آراستگی اور بری حرکات کا پسندیدہ صفات میں تبدیل ہو جانا، وغیرہ حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر اسم الظاہر کے مسمّٰی سے متوجہ ہو۔ عالم امر کے ان لطائف کے فیض بہت زیادہ پائے گا۔ ان تمام درجات کے حصول سے اسم الظاہر کی سیر مکمل ہو جاتی ہے۔ پھر اسم الباطن کی تجلیات کی سیر پیش آتی ہے۔ اس سیر کو دائرہ ''ولایت علیا'' کہتے ہیں اور یہ عالم علوی کے ملائکہ علیہم السلام کی ولایت ہے۔ یہاں فیض کے وارد ہونے کی جگہ عنصر

خاک کے علاوہ تین لطائف ہیں۔ پھر تجلی ذاتی دائمی کی سیر ہے اور یہ درجات رکھتی ہے۔ درجہ اولیٰ کو کمالات نبوت فرمایا گیا ہے۔ نبوت تشریع احکام سے عبارت ہے اور اس کے کمالات (وہ) انوار وتجلیات ہیں جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی سے باطن پر منعکس ہوتے ہیں۔ حضرت ذات (سبحانہٗ وتعالیٰ) کو کمالات نبوت کا منشاء سمجھ کر متوجہ ہو جائے اور یہاں فیض کے وارد ہونے کی جگہ عنصر خاک ہے۔ پھر کمالات رسالت کی تجلیات کی سیر ہے۔ پھر کمالات اولوالعزم کی تجلیات کی سیر بیان کی گئی ہے اور یہاں فیض کے وارد ہونے کی جگہ ہیت وحدانی ہے، جو دس لطائف کی تہذیب سے حاصل ہوتی ہے۔ طریقہ کے آخر تک فیض وارد ہونے کی جگہ ہیت وحدانی ہے۔ جب اس مراقبہ میں ایک حصہ ہاتھ آ جائے تو پھر کمالات رسالت میں مراقبہ کرنا چاہیے، اس لحاظ سے کہ حضرت ذات (سبحانہٗ تعالیٰ) کمالات رسالت کا منشاء ہے۔ حضرت ذات (سبحانہٗ وتعالیٰ) کی طرف توجہ کرے۔ پھر کمالات اولوالعزم میں مراقبہ کرے کہ حضرت ذات (سبحانہٗ وتعالیٰ) کو کمالات اولوالعزم کی منشاء میں ملاحظہ کیا ہے۔ پھر ایک اور سیر ہے اور یہ حقیقت کعبہ کی سیر ہے۔ حقیقت کعبہ حضرت ذات (سبحانہٗ وتعالیٰ) کی ذات سے مسجودیت ہے، اس لحاظ سے توجہ کرے کہ مسجود ممکنات ہے۔ اس کے بعد حقیقت قرآن فرمائی گئی ہے۔ اس کا منشاء حضرت ذات (سبحانہٗ) کی وسعت بیچونی (لاثانی) ہے، حضرت ذات (سبحانہٗ) کی طرف اس لحاظ سے توجہ کرنا کہ وہ حقیقت قرآن کا منشاء ہے۔ اس مرتبہ مقدسہ سے مراقبہ انتظار کرے۔ پھر حقیقت نماز کہتے ہیں۔ حضرت ذات (سبحانہٗ) کی طرف اس لحاظ سے توجہ کرنی چاہیے کہ وہ حقیقت نماز کا منشاء ہے۔ حقیقت قرآن حضرت ذات (سبحانہٗ) کی وسعت بیچونی (لاثانیہ) کے مبداء سے عبارت ہے اور حقیقت نماز حضرت ذات (سبحانہٗ) کی وسعت بیچونی (لاثانیہ) کے کمال سے عبارت فرماتے ہیں۔ پھر معبودیہ صرفہ کہتے ہیں۔ حضرت ذات (سبحانہٗ) کے معبود ہونے کے لحاظ سے یہ توجہ کرتے ہیں۔ حقیقت ابراہیمی علیہ السّلام اور آنجناب کا مقام خلّت حضرت ذات (سبحانہٗ) کا خود سے اُلفت ودوستی کرنا ہے۔ پس حضرت ذات (سبحانہٗ) جو حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) کی خلّت (دوستی) کا منشاء ہے کی طرف توجہ، دوستی کے فیوض کے استفاضہ کے لیے کرنی چاہیے۔ حقیقت موسوی (علیہ السّلام) حضرت ذات (سبحانہٗ) کے خود سے محبت کرنے سے عبارت ہے، حضرت ذات (سبحانہٗ) کی طرف توجہ کرنی چاہیے، اس لحاظ سے خود کا محبّ بننا، جو حقیقت موسوی (علیہ

السّلام) کا منشاء ہے۔حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم محبیت ومحبوبیت ذاتیہ سے عبارت ہے۔ پس اس مرتبہ عالیہ محبیت ومحبوبیت ممتزجہ ذاتیہ جو کہ حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے، کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔حقیقت احمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) محبوبیت صرفہ ذاتیہ سے عبارت ہے۔ حضرت ذات (حق سبحانہٗ) کی طرف اپنی ذات کی محبوبیت کے اعتبار سے، جو کہ حقیقت احمدی علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کی منشاء ہے،توجہ کرنی چاہیے۔پھر حضرت ذات (حق سبحانہٗ) کی حب صرف کا مقام ہے۔اس کے بعد مقام لاتعین کہا گیا ہے، جو کہ ولایت علیا میں طول قنوت کے ساتھ نوافل کی کثرت، تین کمالات، حقائق الٰہیہ، قرآن مجید کی قرأت وتلاوت اور حقائق انبیاء میں درود (پاک): اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاَخَوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ خَصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ يَا عَلٰى سَيِّدِنَا مُوْسٰى وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ. یعنی: اے اللہ! درود بھیج ہمارے سردار حضرت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور انبیاء میں سے آپ کے بھائیوں پر، خاص کر ہمارے سردار حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) پر، یا ہمارے سردار حضرت موسیٰ (علیہ السّلام) پر (درود بھیج)۔

ان تمام درجات کو دائروں سے تعبیر کیا گیا ہے۔عالم امر کی سیر لطائف میں کیفیات واسرار اور ان دائروں تین کمالات اور سات حقائق میں باطن کی لطافت و بیرنگی اور عقائد حقہ میں قوت حاصل ہوتی ہے۔دائروں کا یہ سلوک سالوں میں (حاصل) ہوتا ہے اور ہر مقام کے انوار و حالات مدتوں میں ہاتھ لگتے ہیں،کوئی آسان کام نہیں ہے۔ذکر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه اور (اس میں) سوویں (۱۰۰) بار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه (پڑھا جانے) سے عروج اور جذبہ حاصل ہوتا ہے۔اگر چند بار (لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کہنے کے بعد) مُحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه پڑھے تو عروج اور نزول (دونوں) کا ادراک پائے گا اور اگر پورا کلمہ پڑھے تو تمام نزول ہوتا ہے۔ذکر اسم کی کثرت میں جذبہ پیدا ہوتا ہے اور تہلیل (لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه) کی کثرت سے فنا ہاتھ لگتی ہے، وسوسے اور خواہشات کم ہو جاتی ہیں۔درود (پاک) کی کثرت سے نیک خواب نصیب ہوتے ہیں۔تلاوت کی کثرت سے انوار زیادہ ہوتے ہیں اور نماز کی کثرت سے تضرع (زاری کرنا) نصیب ہوتا ہے۔

۷۲
مکتوب نود و ششم

اذکار و اشغال، حاصل کردہ علوم، ماثورہ دعاؤں اور دن و رات کے نوافل کے ذریعے اوقات کو آباد رکھنے کا بیان، حاجتوں کے پورا ہونے، دو رکعت تفویض، دید قصور، سخاوت کی ترغیب، خدا اور رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے حقوق کی ادائیگی، سادات کی تعظیم، علماء کے احترام، نیز یہ کہ اصل کام رسول (اللہ) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع ہے، دوسرے فوائد اور حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام پر ناسمجھوں نے جو اعتراضات کیے ہیں (ان کے بارے میں) شیخ اللہ داد کو تحریر فرمایا۔

(بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ)

فقیر عبداللہ عرف غلام علی عفی عنہ کی طرف سے معلوم فرمائیں۔ زندگانی کا حاصل کیا ہے؟ علم دین اور حق سبحانہٗ کی یاد ہے، خدا اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبت ہے۔ اس کے اسباب سے علم کے مطابق عمل اور دوام ذکر ہے۔ پس اوقات کو علم حاصل کرنے اور سانسوں کو رات کے آخر سے نماز اشراق تک حق سبحانہٗ کی یاد سے آراستہ رکھیں۔ نماز تہجد، استغفار اور دعا کے بعد تلاوت اور ذکر میں مشغول ہو جائیں۔ دو رکعت شکر النّہار اور دو رکعت استخارہ (کی نیت سے) پڑھ کر کتاب کے شغل میں لگ جائیں۔ پھر علم صرف ونحو، تلویح و توضیح اور معقول سے لے کر قطبی، شرح عقائد اور خیالی تک علم کے حصول سے جو کچھ بھی میسر آئے، اسے حاصل کرنا چاہیے۔ ہمت کو علم حدیث، تفسیر اور علم صوفیہ کے تبحر میں لگائیں۔ کتاب کے شغل میں حق سبحانہٗ کے ذکر کی آگاہی اور یادداشت سے غفلت نہ برتیں۔ نماز چاشت کے بعد قیلولہ کریں۔ زوال کے بعد جاگ کر اگر توفیق ملے تو چار رکعت نماز (نفل) لمبی قرأت کے ساتھ ادا کریں۔ یہ نماز اس نماز کی طرح ہے جو سحری میں پڑھی جاتی ہے۔ نمازِ عصر تک کتاب کے شغل میں مصروف رہیں۔ نمازِ عصر کے بعد ذکر و شغل اور استغفار کا وقت ہے۔ نمازِ مغرب کے نوافل کے بعد مطالعہ کتاب رات کے چوتھے حصے تک اور نمازِ

عشاء کے بعد درود پڑھنے کا وقت مقرر ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ اور آیات کی قرأت، سورۃ تبارک، الم تنزیل، سجدہ، آخر سورۃ بقرۃ اور آل عمران، تین مرتبہ چار قُل اور آیت الکرسی سوتے وقت پڑھنے کا معمول رکھیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم سو مرتبہ، مسلمانوں کے لیے استغفار پچیس بار: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.

(یہ) وظائف کرنے چاہئیں: کلمہ تمجید سو بار، کلمہ توحید سو بار، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم سو بار، درود (شریف) ہزار بار، یا پانچ سو بار جتنا بھی میسر ہو، استغفار: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم سو بار یا گیارہ بار مقرر کریں۔ سیّد الاستغفار یہ ہے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِكَ ووعدِكَ مَاسْتَطَعْتُ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ. (الترغیب والترہیب، ۲:۴۷۲)۔

سیّد الاستغفار اکثر زبان پر جاری رہے، جو کوئی (اسے) صبح پڑھے، اگر اس روز موت آ جائے تو بہشت میں داخل ہوتا ہے اور اگر مغرب کے وقت پڑھے اور اس رات مر جائے تو بہشت میں داخل کیا جاتا ہے۔ پس اکثر پڑھنا چاہیے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ چند بار، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم عَدَد مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَد مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ عَدَد مَا ھُوَ خَلْقُہٗ.

درود (پاک): اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَلِحَقِّھِمْ اِدَّاءً.

تینتیس بار درود (شریف): اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ.

مرتبہ احسان کے حصول کے لیے: یادداشت، دل کی جانب دوام توجہ اور دل کی توجہ ذات

حق سبحانہٗ کی جانب، جس پر ہم ایمان لائے ہیں، گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے دل کی نگہداشت اور بازگشت، چند بار زبان خیال سے ذکر کرنا (اور) کہنا: اے خداوندا! میرا مقصود تو ہے اور تیری رضا، اپنی محبت و معرفت عنایت فرما۔ کلمہ کا معنی ہے: نہیں ہے کوئی مقصود سوائے ذات پاک کے۔ ہمیشہ اسم ذات یا نفی واثبات کرنے کا فرماتے ہیں: اَللّٰہ اَللّٰہ! اَلْمَقْصُوْدُ، ھُوَ اللّٰہُ الْمَعْبُوْدُ وَ ھُوَ اللّٰہُ الْمَحْبُوْبُ وَ ھُوَ اللّٰہُ الْمُعِیْن.

ذوق وشوق کے لیے متوسط درجے کا (ذکر) جہر یا حبسِ دم مقرر ہے۔ ساز کے بغیر اور غیروں اور غافلوں کی صحبت کے بغیر اشعار محبت کا سننا جائز ہے۔ حاجات کے پورا ہونے کے لیے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر، اس کا ثواب پیران (عظام) کی ارواح کو پہنچا کر، ان اکابر کے واسطہ سے قاضی الحاجات (حق سبحانہٗ) کے حضور التجا کرنی چاہیے۔ (اپنے) کاموں کو ذاتِ کارساز (حق سبحانہٗ) کے سپرد کر کے فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (سورۃ المزمل، آیت ۹)۔ یعنی: ''پس اسی کو اپنا کارساز بناؤ''، کے تحت یادداشت اور علم دین کا ملکہ حاصل کرنا چاہیے۔ نماز اشراق اور مغرب کے بعد دو رکعت میں حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ، وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ، بعد میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص تین بار ان آیات کے ساتھ پڑھنی چاہیے، اور دو رکعت میں یہ آیات (پڑھنی چاہئیں): رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ، رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ج اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

سلام کے بعد پڑھے:

''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَآءِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ عَدَدَ مَا هُوَ خَلْقُهٗ، يَا مَنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.''

کسی سے کوئی کام نہ رکھتے ہوئے اور کوئی امید نہ رکھتے ہوئے اللہ سبحانہٗ کے وعدوں کے

صدق پر دل کو مضبوط رکھ کر زندگی (بسر) کرنی چاہیے۔ واقعات کو حق سبحانہٗ کی تقدیر سمجھ کر چوں و چرا نہ کرنا، خلقت کو اللہ سبحانہٗ کی قدر و حکمت کا مصدر (منبع) سمجھ کر لڑائی کو ترک کرنا، دید قصور اور خود کو نیست و نابود جانتے ہوئے سب سے تعظیم کے ساتھ پیش آنا کہ وہ وجود کے پرتو کے مظہر، توابع اور وجود حق سبحانہٗ کے آثار ہیں، اور جتنا بھی ہو سکے، ہر کسی کے ساتھ مروّت سے پیش آنا، بھوکے کو دو روٹیاں اور پانی کا کوزہ دینا، ہماری پُر وسوسہ نماز سے بہتر ہے۔ دنیا سے کنارہ کشی اور آخرت کی طرف رجوع اور موت کی استعدد کو اپنا شعار بنانا، عمدہ اخلاق، نرمی، عفو و درگزر، چشم پوشی اور معافی کو اپنی عادت بنانا، خدا اور رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حقوق ادائیگی، سادات کبار کی تعظیم، علماء و فقراء کا احترام لازم پکڑنا، خود کو چھوڑنا اور دوسرے کا حق ادا کرنا، ترک دنیا اور آخرت کی طرف متوجہ ہونا، موت کے نازل ہونے سے پہلے اس کی استعداد رکھنے کو اپنی خو بنانا، ذکر کی کثرت، توجہ اور حضور و آگاہی کی نگہداشت سے ہاتھ لگتی ہے۔ اس کی نشانی حق سبحانہٗ سے ڈرنا، تضرع (زاری) کا دوام اور انکساری ہے، گویا اعمال کی مشقت سے فوراً حاصل ہو جاتی ہے۔ حق سبحانہٗ کی عظمت و کبریائی باطن کو گھیرے رکھے۔ اصل کام تقویٰ اور حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع ہے۔ اعتقاد و اخلاق اور اعمال و احوال کے لحاظ سے اس کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ ہر کام میں تقویٰ اور (حضرت محمد) مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کا شرف اور ترک و تجرید، توکل اور تسلیم و رضا کا ملکہ اور خوگری نصیب ہو جائے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ عمر ضائع کرنے والے اس بوڑھے کو اور آپ کو ان مطالب پر عمل کرنے کی توفیق کرامت فرمائے۔ بِمَنِّهٖ كَرَمِهٖ. یعنی: اپنے احسان اور کرم کے صدقے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھگڑوں، ایک مذہب کی دوسرے پر فضیلت اور مشائخ عظام کی ایک دوسرے پر فوقیت کا تذکرہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ نیز سنّی اور شیعہ کے عقائد کے ذکر سے زبان بند رکھنی چاہیے۔ سماع، جس کے بارے میں علماء و صوفیہ کا اختلاف ہے، نہ کرنا چاہیے اور بغیر ساز کے اکابر اولیاء نے سنا ہے، اگرچہ قرن اوّل میں نہ تھا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مذکور (مشکل کلمات) اور ان کی اصطلاحات کا ذکر نہ کرے، تاکہ ناسمجھ اپنے وہم سے جھوٹ نہ باندھیں۔ جس شخص نے ان کا طریقہ کسب کیا ہے، وہ ان مقامات کی صحبت میں مشاہدہ کر لیتا ہے۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) پر (کیے گئے) اعتراضات کا جواب انہوں نے خود بھی کافی وشافی دیا

ہے، جو ان کے مکتوبات شریفہ کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے۔ مخالفین نے جو اعتراضات کیے ہیں، ان کے ردّ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے طریقہ کے صحیح ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ جو شخص بھی آپ کے طریقہ میں داخل ہوتا ہے، اسے اتباع سنت کی توفیق مل جاتی ہے اور اتباع سنت سے باطن کی نسبت قوی ہو جاتی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ آخِرًا وَظَاهِرًا وَبَاطِنًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَصَحْبِہٖ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰہِ.

یعنی: پس اوّل و آخر اور ظاہر و باطن میں سب تعریفیں اللہ کے لیے اور درود و سلام ہو اُس کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صحابہ (کرامؓ) پر ان تمام اعداد کے مطابق جو اللہ کے علم میں ہیں۔

۹۷
مکتوب نود و ہفتم

مجذوب سالکین کے طریقہ کے بیان میں اور یہ کہ جو طریقہ اہل اللہ میں مشہور ہے اور مقصود تک پہنچانے والا راستہ ذکر ہے، (خواہ وہ) اسم ذات ہو، یا نفی و اثبات اور جو کچھ اس کے مناسب ہے۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

شوق بھرے سلام کے بعد گزارش ہے کہ محبت اور احوال محبت دوام ذکر کے بغیر مشہود نہیں ہیں کہ کسی کو ہوئے ہوں۔ جی ہاں! کوئی شخص ایسا ہوتا ہے کہ عنایت الٰہی کا جذبہ اسے خود بخود نصیب ہو جاتا ہے اور ذوق و شوق سے غلبات محبت ظاہر ہو جاتے ہیں:

ع این کار دولت است کنون تا کرا رسد

یعنی: یہ کام دولت ہے (دیکھئے) اب کسے نصیب ہوتا ہے؟

یہ طریقہ سالک کو کھینچنے والا ہے، جو جذبہ کے حصول کے بعد صرف اللہ سبحانہٗ کی عطا سے ریاضت و اذکار اور عبادات کی کثرت اختیار کر لیتا ہے اور وہ (سالکین) اللہ تعالیٰ کے محبوب اور

مجذوب بن جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ عام کی برکت سے عمر ضائع کرنے والے اس بوڑھے کو بھی اس عطا سے سرفراز فرمائے۔ لیکن جو طریقہ اہل اللہ میں مشہور ہے، اور جس راستے کے ذریعے وہ وہاب مطلق عم نوالہٗ کے فضل سے مقصود تک پہنچتے ہیں، وہ طریقہ ذکر ہے، (خواہ وہ) اسم ذات ہو یا نفی و اثبات۔ مذکور کو حاضر کر کے (یعنی) اللہ سبحانہٗ کے نام مبارک کے مفہوم کا لحاظ رکھ کر، جس پر ہم ایمان لائے ہیں، دل کی طرف توجہ کر کے، جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر پہلو کی طرف ہے، اور دل کو گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے خالی کر کے، اسم ذات کا ذکر خیال کی زبان سے اللہ، اللہ کرنا چاہیے۔ چند بار کہنا چاہیے: اَلْمَقْصُوْدُ هُوَ اللّٰه، اَلْمَعْبُوْدُ هُوَ اللّٰه، اَلْمَحْبُوْبُ هُوَ اللّٰه.

پھر ذکر کرنا چاہیے اور لفظ اللہ یوں کہے گویا وہ دل میں داخل ہو گیا ہے اور اس نے تمام دل پر قابو پا لیا ہے۔ یہ ذکر فاتحہ کے بعد کرے۔ اگر قادری ہے تو پیران قادریہ (کے ارواح مبارک کو) اور اگر نقشبندی ہے تو پیران نقشبندیہ کے ارواح (مبارک) کو فاتحہ پڑھ کر، ان (بزرگوں) کو وسیلہ بنا کر جناب الٰہی سبحانہٗ سے فیض محبت طلب کرنا چاہیے۔ صبح و شام اور رات کے آخری حصے میں اگر میسر آئے تو بہت زیادہ کرنا چاہیے۔ ہر وقت یہ ذکر، دل کی جانب توجہ اور وسوسوں کی نگہداشت کرنی چاہیے۔ یہ محبت کا راستہ ہے اور محبت میں غفلت حرام ہے، تا کہ دل جاری ہو جائے۔

اس کے بعد ہر لطیفہ سے اسی طرح ذکر کرے۔ اوّل: لطیفہ قلب، دوّم: لطیفہ روح، دائیں پستان کے نیچے، اس کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر، سوم: لطیفہ سر، بائیں پستان کے برابر وسط سینہ کے نزدیک، چہارم: لطیفہ خفی، دائیں پستان کے برابر، وسط سینہ کے نزدیک، دو انگلی کے فاصلہ پر۔ پنجم: لطیفہ اخفی، وسط سینہ میں، ششم: لطیفہ نفس، اس کی جگہ انسان کی پیشانی ہے، ہفتم: لطیفہ قالب، جو چار عناصر سے مرکب ہے، عناصر کے اعتبار سے دس لطائف ہوتے ہیں۔ ان سب لطائف کے ذاکر ہو جانے کے بعد ذکر نفی و اثبات کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چپکا کر سانس کو ذرا بند کر کے کلمہ ''لَا'' کو ناف سے دماغ تک، کلمہ ''اِلٰـهَ'' کو دائیں کندھے تک پہنچاتے ہیں اور ''اِلَّا اللّٰهُ'' کو دل پر، بلکہ پانچ لطائف پر ضرب لگاتے ہیں اور معنیٰ ''لَا اِلٰهَ'' نہیں ہے کوئی مقصود اور ''اِلَّا اللّٰهُ'' سوائے ذات پاک کے۔ سانس لینے کے وقت ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' کہتے ہیں۔ ایک سانس میں ایک مرتبہ یا تین بار، جس قدر سانس کفایت کرے، کہتے ہیں۔ انفاس

کئی ہیں، نفی و اثبات حبسِ دم (سانس کو بند کرنے) کے بغیر بھی معمول ہے۔ ذکر بہت زیادہ کرنا چاہیے۔ دل کثیر ذکر کے بغیر نہیں کھلتا۔ معمول طریقہ یہ ہے: جب بھی (ذکر میں) مشغول ہونا چاہیں، اوّل استغفار کرتے ہیں۔ پھر مرشد کی صورت کو (تصور میں) حاضر کرتے ہیں۔ اس کے بعد ذکر کرتے ہیں۔ اسم ذات ہو یا نفی و اثبات۔ دل کی طرف توجہ اور دل کی توجہ حق سبحانہٗ کی جانب، وسوسوں کی نگہداشت اور بازگشت ضروری ہے۔ (یعنی:) اے اللہ! میرا مقصود تو (ہے) اور تیری رضا ہے، اپنی محبت و معرفت (عطا فرما)۔ جب کوئی کیفیت ظاہر ہو جائے تو اس کیفیت کو نگاہ میں رکھتے ہیں اور اگر پوشیدہ ہو جائے تو پھر ذکر کرتے ہیں، تا کہ وہ کیفیت ملکہ بن جائے۔ پھر حضور و معیت، بیخودی اور جذبات و واردات شاملِ حال بن جاتے ہیں۔ اگر شہود و مشاہدہ اور یادداشت دل کا لازمی جوہر بن جائے تو ایک لطیفہ قلب کا کام مکمل ہو گیا اور پھر دوسرے لطائف کے معاملات اور دوسرے حالات پیش آتے ہیں:

ع تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

یعنی: تا کہ محبوب کسے چاہتا ہے اور اس کا میلان کس کی طرف ہوتا ہے؟

تہجد، اشراق، چاشت اور مغرب کے بعد کے نوافل، تلاوت، درود (شریف)، استغفار اور کلمہ طیبہ نسبت باطن کی مدد کرنے والے ہیں۔ دل کی طرف توجہ، دل کی توجہ حق سبحانہٗ کی جانب، وسوسوں کی نگہداشت، بازگشت اور دوام ذکر اللہ کے دوستوں کا طریقہ ہے۔ یہ طریقہ مجذوب سالکین کا ہے۔ غرض خدا کے ساتھ ہونا (خدا وا لا بنا) ہے، خواہ جذبہ مقام ہو، خواہ سالک:

یک چشم زدن غافل ازان ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

یعنی: تو ایک بار آنکھ جھپکنے کی دیر بھی اس محبوب سے غافل نہ رہ، شاید کہ وہ ایک نگاہ کرے (اور) تجھے خبر نہ ہو۔

۹۸
مکتوب نود و ہشتم

حدیث شریف: اِنَّہٗ لَیُغَانَ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً وَ فِیْ رِوَایَۃٍ مِأَیَۃَ مَرَّۃً کے معنی کے بیان میں تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

استغفار کا دوام (ہمیشگی) بشری صفات، غیروں کی صحبت اور ضروری کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے دل پر جو پردہ اور غبار چھا جاتا ہے، یہ سالکوں کے اوقات سے چمٹا ہوا ہے، اس طرح کہ صفا و حضور اور خشیت اس کی جگہ آ بیٹھتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ''اِنَّہٗ لَیُغَانَ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً وَ فِیْ رِوَایَۃٍ مِأَیَۃَ مَرَّۃً'' (مشکوٰۃ شریف، نمبر ۲۳۲۴، مسند احمد بن حنبل، ۴: ۲۱۱)۔

یعنی: میرے دل پر پردہ گرتا ہے اور میں روزانہ ستر مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ میں سو مرتبہ (استغفار کرتا ہوں)۔

جب سرورِ اصفیاء (حضرت محمد) صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرمائیں تو ہم خاک میں لتھڑے ہوؤں کی بشری کدورتیں کیسی ہوں گی؟ مگر اللہ تعالیٰ تضرع اور گڑگڑاہٹ نصیب فرمائے۔ جس پردے کے دل مبارک پر چھا جانے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر عنایت فرمائی ہے، اس کے بارے میں خاموش رہنا زیادہ بہتر ہے کہ وہ کیا ہے اور کیسا ہے؟ (علمائے لغت میں سے) اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس جگہ دم نہیں مار سکتا اور دوسروں کے دل کے پردہ کے بارے میں بات کر سکتا ہوں۔ عرفاء میں سے بعض نے اس پردہ کی حقیقت کے بارے میں بات کی ہے۔ اس طرح کہ ایک روز جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت صمدیت (سبحانہٗ وتعالیٰ) کے حضور میرے قرب کے درجات کی نہایت یہ ہے (اور) اس سے زیادہ ہرگز نہیں ہے کہ میرے اور میرے پروردگار کے درمیان ستر ہزار نورانی

پردے ہیں۔ پس نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے ہر لحہ اور ہر آن میں نور جلال مشہود ہوتا تھا اور اس سے بالاتر ایک نورانی تجلی برطرف ہوتی تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مقام اوّل میں توقف پر، مقام ثانی کے انکشاف سے پہلے استغفار فرماتے تھے۔ پس شہود پر پردہ طاری ہونا اور مشاہدہ بصیرت، قلبی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ پردہ رقیق ولطیف پردہ ہے، جو بشریت کے حکم سے دین و ملت کے بڑے بڑے کاموں کے کثیر اہتمام سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ایک آنکھ جھپکنے کی مقدار ایک ضعف اور ایک ناتوانی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی چشم شہود پر آپڑتی تھی، پھر نورِ وحدت کے ظہور سے وہ نابود ہو جاتی تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ پردہ امت کے غم اور ان کے خاتمہ کے خوف کی وجہ سے تھا اور استغفار بھی امت (ہی) کے لیے تھا۔

۹۹

مکتوب نود و نہم

حدیث ''اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ'' کے ضمن میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی ترغیب کے بیان میں، اذکار و اشغال، مراقبات و اخلاق، اعمال و اعتقاد اور فنا و بقا کے کثیر فوائد اور دوسرے مقامات مجددیہ اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر ناسمجھوں کے شبہات کو دور کرنے کے بیان میں تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر عبداللہ معروف (بہ) غلام علی عفی عنہ واضح کرتا ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ. (صحیح البخاری، ۱:۲۲، مسلم، الایمان ب ۲۳، مسند احمد بن حنبل، ۲:۲۹۷)۔

یعنی: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔

پس میں اپنے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ سلسلہ عالیہ (حضرات) نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مطابق ہے، جنہوں نے اتباعِ سنت اور بدعت سے اجتناب

کولازم پکڑا ہے، اگر چہ وہ بدعت مفید کیوں نہ ہو۔ اس آیت شریفہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ. (سورۃ المائدۃ، آیت ۳)۔

یعنی: آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا ہے۔

کے مطابق دین متین نے کمال پایا (اور) عقائد و اعمال اور اخلاق و احوال (مکمل ہو گئے) اور وہ دوامِ سکینہ اور باطنی انوار و کیفیات (کی صورت میں) طالب کے باطن پر جاری ہیں اور جو صدق معاملات حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مروی ہیں، وہ مع اللہ سبحانہٗ کی نسبت کے حصول کے لیے کافی ہیں۔ طاعت و اعمال میں جوگیوں کے سخت و مشکل چلّوں کو اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ (حضرات) قادریہ رحمۃ اللہ علیہم سے استفادہ کے بعد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے (اور) ان سے حضور و آگاہی کی نسبت کسب کی۔ (پھر) رسالہ موصل الی المراد میں تحریر کیا کہ از روئے انصاف فنا و بقا کے حالات کسب کرنے کے لیے طریقہ نقشبندیہ سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔ انہوں نے خواجہ محمد باقی باللہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے اپنے استفادہ کو اس رسالہ میں لکھا ہے، جس میں اپنے پیران (عظام) کے سلاسل کو بیان فرمایا ہے۔

پس تیرے لیے اس نسبتِ یادداشت کی تحصیل لازمی ہے، جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طبقہ میں مرتبہ احسان کہتے تھے۔ صوفیہ اسے دوام آگاہی و حضور اور شہود و مشاہدہ کہتے ہیں، جو دل کی حضرت حق سبحانہٗ سے ایک بسیط توجہ پیدا کرتا ہے۔ یہ توجہ اکثر اوقات جمال کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی تفصیل سے پیدا ہو کر ممکنات کے ہر ذرہ کو حضرت حق سبحانہٗ کے شہود کا آئینہ بنا ڈالتی ہے۔ جب کوئی توجہ اور ایک آگاہی بے خطرگی، یا کم خطرگی، یا کیفیات قلبیہ سے کوئی کیفیت دوام پیدا کرتی ہے تو اس حالت کو نہایت کا اندراج بدایت میں کہتے ہیں اور جس وقت توجہ و حضور جہات ستہ (چھ اطراف) کا احاطہ کر لیتا ہے اور توجہ فوق سے نہیں رہتی۔ نسبت نقشبندیہ اسی بے جہت حضور سے عبارت ہے۔ یہ نسبت شریفہ طریقہ نقشبندیہ احراریہ، اللہ تعالیٰ اس کے اہل پر رحم فرمائے، میں خواجہ خواجگان خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی طرف سے رائج ہوئی (اور) اس کے مخلصین میں سے ایک عالم نے سب کو اس طرف کھینچ لیا۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَآءِ. یعنی: اللہ انہیں ہماری

طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہ نسبت پانچ چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اوّل: دل کی طرف دوام توجہ سے، دوّم: حضرت حق سبحانہٗ کی جناب میں دل کی دوام توجہ سے۔ ان دونوں توجہ کو وقوف قلبی کہتے ہیں۔ سوّم: ذکر اسم ذات کا دوام، یا نفی اثبات خفی، زبانی (ذکر) سے زیادہ مفید ہے۔ (اس) معنی کے لحاظ سے کہ نہیں کوئی مقصود ذات پاک (اللہ) کے سوا۔ زبانی ذکر ہر دو توجہ کی شرط سے فائدہ بخشتا ہے۔ چہارم: دل کی خواطر (وسوسوں) سے نگہداشت (محافظت)۔ دل کو گذشتہ اور آئندہ کے تمام خطور (وسوسوں) کے خطرہ سے محفوظ (پاک) رکھنا چاہیے، تا کہ خواطر (وسوسے) ہجوم (کثرت) نہ کریں۔ خواطر (وسوسوں) کے دور کرنے کے لیے مرشد کی طرف متوجہ ہونا اور اس کی صورت خود کے مقابل نگاہ میں رکھنا کامل اثر رکھتی ہے، مرشد کی صورت کی اس توجہ کو ذکر رابطہ کہتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہٗ کی جناب میں التجا و زاری کرنا اس عام بلا کو دفع کرنے والی ہے، یا اسم ذات ''اللہ'' سبحانہٗ کے نقش کو نگاہ میں رکھے۔ پنجم: بازگشت۔ ذکر کے بعد چند بار زبانِ خیال سے کمال زاری اور عاجزی سے کہے: ''اے اللہ! میرا مقصود تو ہے اور تیری رضا، اپنی محبت اور اپنی معرفت عطا فرما۔'' یہ پانچ امر مذکور ہر لمحہ اور ہر لحظہ میں محبت کے راستے میں فرض ہیں۔ حبس نفس (سانس بند کر کے ذکر کرنا) مفید ہے، شرط نہیں ہے۔

جاننا چاہیے اس طریقہ کی بنیاد ان اصطلاحات پر مقرر کی گئی ہے اور اس پر عمل کے بغیر نسبت پاک حاصل نہیں ہوتی۔ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ. یعنی: مگر یہ کہ اللہ سبحانہٗ چاہے۔

پس (اللہ سبحانہٗ) سالک کے دل کو محض اپنی عنایت سے انجذاب فرماتا ہے اور اس کے باطن کو ماسوٰی (اللہ) سے الگ (کر ڈالتا ہے)۔ وہ اصطلاحات یہ ہیں:

۱۔ **''یاد کرد''**۔ (یہ) ذکر سے عبارت ہے، (خواہ) زبانی ہو یا قلبی۔ اس طریقہ میں ذکر قلبی کو اختیار کیا گیا ہے جو ہر وقت ہوتا ہے۔

۲۔ **''ہوش دردم''**۔ (یہ) سالک کی آگاہی سے عبارت ہے۔ پہلے ذکر قلبی، جس کو ''یادداشت'' کا نام دیتے ہیں۔ کوئی سانس بھی ذکر قلبی کے بغیر باہر نہ آئے۔ جب دل کو حضرت حق سبحانہٗ کی توجہ و آگاہی نصیب ہو جاتی ہے اور دل میں ایک دیدہ بینا (بصیرت والی آنکھ) پیدا ہو جاتی ہے تو پھر ہر سانس میں اس توجہ کی مشغولیت و نگہبانی کرنی چاہیے۔ توجہ قلب کے ساتھ جب

ذکرِ قلبی آگاہی وحضور سے خلوت وجلوت میں ایک ہو جائے اور کثرت وخلقت کا شور فتور کا سبب نہ بنے، تو اسے (۳) **''خلوت در انجمن''** کہتے ہیں اور (یہ) آیت شریفہ اسی طرف اشارہ فرماتی ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَابَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (سورۃ النور، آیت ۳۷)۔

یعنی: وہ (ایسے) لوگ ہیں، جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

وقوف زمانی سالک کو اپنے احوال سے واقف ہونا ہے، کہ اگر یاد وحضور سے گزری ہے تو شکر کرے اور اگر غفلت میں گزری ہے تو استغفار کرے اور پھر غفلت کی جانب نہ جائے۔

۴۔ **''یادداشت''**۔ (یہ) دوامِ توجہ وآگاہی سے عبارت ہے، فتور کی مزاحمت کے بغیر۔

۵۔ **''نظر بر قدم''**۔ سالک کی نظر پاؤں کی پشت پر ہونی چاہیے۔ چلنے ہی میں پریشان نہ ہو، بلکہ بیٹھنے میں بھی ہو۔

۶۔ **''وقوف عددی''**۔ نفی واثبات کے ذکر میں حبس نفس (سانس کو بند) کرنا چاہیے اور سانس کو طاق عدد پر گزارے۔

۷۔ **''وقوف قلبی، نگہداشت اور بازگشت''** ان تینوں کلمات کا معنی اس سے پہلے لکھا گیا ہے۔

۸۔ **''سفر در وطن''**۔ (یہ) پسندیدہ اخلاق کے کسب کرنے سے عبارت ہے۔ برائیوں سے اچھائیوں کی جانب جانا چاہیے۔ اخلاق کو سنوارنا (ہی) سیر وسلوک کا حاصل ہے۔ جس طرح کہ حدیث شریف میں مکارم اخلاق کی تحصیل کی تاکید فرمائی گئی ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ. (موطا، ص ۹۰۴، الشفاء، ۱: ۲۰۷)۔

یعنی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اخلاق کے (بلند) درجات کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

اپنے احوال میں جستجو کرو کہ کونسی برائیاں تیرے اوپر غالب ہیں۔

نفی واثبات کے بعد اس کا ازالہ کریں، مثلاً حسد کو دل سے ''لَا'' کے ساتھ نفی کر۔ اس طریقہ سے کہ ''لَا اِلٰهَ'' نہیں ہے حسد مجھ میں، مگر ''اِلَّا اللّٰه'' مگر (ہے) حبِ الٰہی۔ ذکرِ الٰہی کے

نور کی برکت سے چند روز میں حسد ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح ہر بُری صفت ذکر کے انوار سے غائب اور ختم ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ذکر و یادداشت کا غلبہ، جو تمام بدن کے ظاہر و باطن کو گھیر لیتا ہے، سے بری صفات زوال پا جائیں۔ بری صفات، مثلاً حسد و کینہ، بخل و کنجوسی، حبِ جاہ و تکبر، نمائش و ریا، غرور، غیر سے تعلق، حرص و لالچ، خواہشات و طولانی آرزوئیں، فضول باتیں، غیبت اور عیب جوئی، ان سب سے پرہیز کرنا واجب ہے۔

جاننا چاہیے کہ اپنے اخلاق کو اخلاقِ الٰہی سے آراستہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس اپنے اخلاق کو سنوارنا چاہیے اور حسنِ اخلاق سے موصوف ہونا چاہیے۔ اخلاق ایک ایسا ملکہ ہے، جس کے ذریعے نیک کاموں اور پسندیدہ آداب (کا اختیار کرنا) اور بغیر (کسی) تکلّف کے بُری صفات سے پرہیز فطرت کے مطابق (حاصل) ہو جاتا ہے۔ حسن خلق میں سے ہے: لوگوں کے ساتھ گفتار و کردار میں محبت کا سلوک کرنا، ہنس مکھ ہونا، حقوق کی ادائیگی میں غفلت و سستی نہ کرنا، تعلقات کو نہ توڑنا اور ادنیٰ و اعلیٰ کو ایذا نہ پہنچانا۔ بردباری اور انکساری بھی اس میں شامل ہیں۔ امر تکوینی کی جانب نظر رکھنا کہ ہر شے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی پیدا کی ہوئی، روزی دی ہوئی، محفوظ بنائی ہوئی اور آثار قدرت کی مظہر ہے، سب کو بانٹنے والی ذات اللہ سبحانہٗ ہے۔ ہر ممکن کی تعظیم واجب ہے۔ شریعت کے حکم سے حفظ مراتب کو واجب رکھنا چاہیے۔ نصیحت و شفقت بھی اس میں سے ہیں۔ تو گنہگار کو نظر شفقت سے (یوں) دیکھ کہ وہ معذور ہے اور نفس و شیطان کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔ نیز تو اس کے لیے استغفار کر اور توبہ کر۔ تنہائی میں نرمی کے ساتھ نیکی کا حکم کر (کیونکہ یہ طریقہ) ماننے کا گمان رکھتا ہے۔

اس میں ''موافقت'' ہے۔ اس کام میں جو شریعت و طریقت کے مطابق ہو۔ موافقت رفیقوں کے ساتھ کرنی چاہیے، ورنہ اس سے پرہیز کرنا لازمی سمجھا جائے۔

اس میں سے ''احسان'' ہے۔ (یعنی) ہر چیز کے ساتھ نیکی کرنا اور دلوں کو اذیت پہنچانے سے دور رہنا۔

اس میں سے ''مدارات'' ہے۔ لوگوں کے ساتھ آسانی سے پیش آنا اور تنگی نہ کرنا۔

اس میں سے ''ایثار'' ہے۔ دوسرے کی ذات کو خود پر اوّلیت دینا اور نفع پہنچانا۔

اس میں سے ''خدمت'' ہے۔ وہ چیز جس میں کسی کی رضا ہو، اگر اس میں گناہ نہ ہو تو اس

میں کوشش کرنا۔

اس میں سے ''الفت'' ہے۔ دوستوں کے ساتھ رابطہ رکھنا۔ اور جس نے تجھ سے تعلق توڑ لیا ہے، اس کے ساتھ (تعلق) جوڑنا۔

اس میں سے ''کشادہ روئی'' ہے۔ خندہ روئی سے لوگوں کے ساتھ پیش آنا اور شگفتہ روئی کرنا۔

اس میں سے ''کرم'' ہے۔ کسی کے سوال کرنے سے پہلے اسے عطا اور بخشش کرنا۔

اس میں ''فتوت'' ہے۔ اپنا حق بخش دینا اور دوسرے کا حق ادا کرنا۔

اس میں سے ''بخشش جاہ'' ہے۔ جاہ علم ہو، نسب و حسب کی برتری یا خلقت میں جو بھی وجاہت (عزت) حاصل ہو، (اس کو) مخلوق (خدا) کی تعظیم میں صَرف کرنا۔

اس میں سے ''مروّت'' ہے۔ دلوں کا لحاظ رکھنا اور جس چیز سے کسی کو ایذا پہنچتی ہو، اس سے احتراز کرنا، خواہ تجھے اس کی وجہ سے کوئی ضرر پہنچتا ہو:

ع اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَآءَ

یعنی: اگر تو مرد ہے تو بھلائی کر اُس شخص کے ساتھ جو تیرے ساتھ برائی کرے۔ (دیکھئے حدیث شریف: اتحاف السادۃ، ۹: ۲۵، ان الفاظ میں: اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَآءَ اِلَیْكَ)۔

اس میں سے ''تودّ'' (دوست رکھنا)، ''تلطف'' (مہربانی کرنا) اور ''تفقد'' (کھوج لگانا) ہے۔ تو جستجو کر کہ کوئی آدمی کس حال میں ہے؟ پھر اس کے مطابق اس کی رعایت کرنا واجب سمجھ۔

اس میں سے ''مودت'' ہے۔ ہمیشہ صلحاء کے ساتھ محبت کرنا۔

اس میں سے ''جود'' (سخاوت) ہے۔ بغیر سوال اور سوال کے ساتھ بخشش کرنا۔

اس میں سے ''عفو'' (معاف کرنا) ہے۔ گناہوں کو معاف کرنا۔

اس میں سے ''صفح'' (خطا معاف کرنا) ہے۔ عتاب سے منہ پھیرنا۔

اس میں سے ''سخا'' (سخاوت کرنا) ہے۔ سوال کے بعد عطا کرنا۔

اس میں سے ''حیا'' ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ سے شرم کی وجہ سے، یا ملائکہ کرام علیہم السلام، یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اعمال کے پیش ہونے کی بنا پر، یا لوگوں کو اطلاع ہو جانے کے خوف کی وجہ سے برائیوں سے رک جانا۔

اس میں سے ''وفاء العہد'' (وعدے کو پورا کرنا) ہے۔ اگر ایفائے عہد میں فائدہ غیر کو ہو، یا (اس کا) ضرر دور کر سکے تو وعدے کا پورا کرنا واجب، ورنہ مستحب ہے۔

اس میں سے ''سکینہ'' (قرار پکڑنا) ہے۔ حکم قضا کے تحت دل کا سکون واجب اور بے صبری وبیقراری منع ہے۔ حکم الٰہی کی طرف نظر (رکھنے) سے دل کو صبر یا رضا حاصل ہوتی ہے، خواہ تکلیف کی وجہ سے منہ سے آہ و نالہ نکل جائے۔

اس میں سے ''وقار'' ہے۔ کاموں کو وقار اور آرام سے کرنا۔ اور احکام کے جاری ہونے کی جگہوں میں تقدیر کو لازم رکھنا۔

اس میں سے ''ثناء و دعاء'' ہے۔ جو نعمت بھی تجھے کسی سے ملے تو اسے منعمِ حقیقی کی طرف سے سمجھ کر اللہ سبحانہٗ کی حمد و ثناء کرنا فرض سمجھنا چاہیے۔ واسطہ کا بدلہ (دینا) ممکن ہو تو بہتر ہے، ورنہ تو اس کے حق میں (یوں) دعائے خیر کر:

اَللّٰھُمَّ اَجْزِہٗ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَآءِ.

یعنی: اے اللہ! ہماری طرف سے اس کو بہتر جزا عطا فرما۔

اس میں سے ''حسن ظن'' ہے۔ نیک تاویل کرتے ہوئے دوسرے کی برائیوں کو نیکیاں خیال کر اور اپنی نیکیوں کو قبولیت کے قابل نہ سمجھ۔

اس میں سے ''تصغیر النفس'' (نفس کو چھوٹا کرنا) ہے۔ تو یقین کو کہ نفس برائیوں کی جگہ ہے۔ اس سے نیکی نہیں آتی۔ اگر نیکی کا وہم ہو تو وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے مستعار ہے۔

اس میں سے ''اِسْتِحْقَار'' (حقیر جاننا) ہے۔ مَاھُوَ مِنْ عِنْدِكَ وَاسْتِعْظَامُ مَاھُوَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِكَ. یعنی: جو تجھ سے ہو (اس کو حقیر جان) اور جو تیرے سوا دوسرے سے ہو اس کو بڑا سمجھ۔ جو کچھ تجھ سے ہو، اس کو حقیر جاننا کہ نفس نے اس میں بُری نیت اور تکبر اور غرور سے کیا ملا دیا ہو؟ اور جو غیر سے ہو، اس کو بڑا سمجھنا کہ اس نے اس عمل میں کیسی صالح نیت کی ہے؟ اور وہ اخلاص کی وجہ سے درگاہِ الٰہی میں کیسی قدر پائے گا؟

وَقَدْ وَرَدَ بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنْ حَسَنٍ اِنَّہٗ رَوَی الْحَسَنُ عَنْ اَبِی الْحَسَنِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ جَدِّ الْحَسَنِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ اَحْسَنُ الْحَسَنُ.

یعنی: اور تحقیق یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بسند حسن مروی ہے کہ بیشک حضرت سیّدنا

حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد بزرگوار حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔انہوں نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کیا ہے کہ بیشک حسن سب سے اچھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے اس اخلاق سے آراستہ فرمائے۔

لیکن مقامات: مقام سے مراد ہے بندے کا عبادات میں قیام۔اس کا اوّل ''انتباہ'' ہے۔ اور یہ بندے کا حد غفلت سے باہر آنا ہے۔وہ آگاہ ہو جاتا ہے کہ میں کس کام کے لیے آیا ہوں اور کس چیز میں عمر تباہ کر رہا ہوں۔

پھر ''توبہ'' ہے اور یہ گناہ کا ترک کرنا ہے۔گذشتہ سے پشیمان ہونا اور مستقبل میں گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا۔

پھر ''انابت'' ہے اور یہ غفلت سے ذکر کی طرف رجوع کرنا ہے۔

پھر ''ورع'' ہے اور یہ مشتبہات (شبہ والی چیزوں) کا ترک کرنا ہے اور جو صریح حرام ہے۔اس کے ترک کرنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔شبہات کا رواج ہو گیا ہے اور حلال پیدا نہیں ہے۔ جس میں شبہ ہو اور (جو) صریح ہو، اس سے بچنا چاہیے۔تجھے روٹی کا ایک ٹکڑا، ایک گھونٹ پانی اور ستر ڈھانپنے جتنا کپڑا کافی ہے۔

پھر ''محاسبۃ النفس'' ہے اور یہ نفس اور جو کچھ اس پر لازم ہے، کا کھوج لگانا ہے۔اپنے حال کی پڑتال کر کہ میرے اوپر کیا واجب ہے؟ اور میں وقت کو کس میں گزار رہا ہوں۔

پھر ''ارادت'' ہے اور یہ دوام جہد اور ترک راحت ہے، اس طرح کہ ہر اندیشہ کو جلا ڈالے۔

پھر ''زہد'' ہے اور یہ حلال کا ترک اور دنیا سے گوشہ گیری کرنا ہے۔طلب حلال مسلمانوں پر فرض اور اس کا ترک کرنا حق سبحانہٗ کے طالبین پر واجب ہے، تا کہ (طالب) نفس کی خواہش میں گرفتار نہ ہو۔

پھر ''فقر'' ہے اور اس کی ''فاء'' سے فاقہ، ''قاف'' سے قناعت، اور ''راء'' سے ریاضت کی طرف اشارہ ہے۔اگر اس اشارہ پر تو عمل کرے۔پھر ''فاء'' فضل کی طرف، ''قاف'' قرب کی جانب اور ''راء'' رؤیت و رحمت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ورنہ پھر ''فاء'' فضیحت (ذلت)، ''قاف'' قہر اور ''راء'' رسوائی کی طرف اشارہ ہے۔اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا۔ (یعنی: اس سے اللہ کی پناہ!)

پھر ''صدق'' ہے اور یہ ظاہر و باطن میں اعمال کی برابری (ایک جیسا ہونا) ہے۔

پھر ''تصبر'' ہے اور یہ غیر سے شکوہ کو ترک کرنا ہے اور تلخیوں کے گھونٹ کو ترش روئی کے بغیر پینا ہے۔

پھر ''رضا'' ہے اور یہ مصیبت میں لذت پانا ہے۔

پھر ''اخلاص'' ہے اور حق سبحانہٗ کے معاملات سے خلق کو باہر لانا ہے۔

پھر ''توکل'' ہے اور یہ وعدہ الٰہی پر اعتماد ہے، جو حق سبحانہٗ کے رزق و محبت اور نصر و معیت پر بھروسہ ہے اور ماسویٰ کی امید کا خاتمہ ہے۔

لیکن یہ حق سبحانہٗ کے ساتھ دلوں کے معاملات اور حالات ہیں۔ حال اذکار کی صفاء (پاکیزگی) سے دل پر وارد ہوتا ہے۔

اَلْحَالُ نَازِلَةٌ تَنَزِّلُ عَلَى الْقَلْبِ وَلَا تَدُوْمُ فَمِنْ ذٰلِكَ الْمُرَاقَبَةُ.

یعنی: حال نازل ہونے والا ہے جو دل پر طاری ہوتا ہے اور یہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ پس مراقبہ اس میں سے ہے۔

یہ یقین کی صفاء (پاکیزگی) کے ساتھ مغیبات کی جانب دیکھنا ہے۔ (سالک) شروع میں ممکنات کو فعل الٰہی کے مظاہر کے آئینے پاتا ہے اور حالات کے توسط میں ایک حال سے حضرت حق سبحانہٗ کی صفات اور مشاہدات کی انتہا میں ہر جگہ حضرت ذات (باری) تعالیٰ و تقدس کے جلوہ کو پاتا ہے۔ ملائکہ کرام اور روحوں کے دیکھنے کا اتنا اعتبار نہیں ہے۔

پھر ''قرب'' ہے اور یہ ہمت کی جمعیت ہے، حضرت حق سبحانہٗ کے شہود میں، ماسویٰ کی غیبت کے ساتھ۔

پھر ''محبت'' ہے اور یہ مرغوبات اور مکروہات میں محبوب کی موافقت ہے۔

پھر ''رجاء'' ہے اور یہ حق سبحانہٗ کے وعدوں کی تصدیق ہے۔

پھر ''خوف'' ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے قہر اور اس کے عذاب سے دل کا مطالعہ (آگاہی) ہے۔

پھر ''حیاء'' ہے اور یہ دل کا انبساط (کشادگی) سے رکنا ہے، کیونکہ وہ ان احوال میں قرب (الٰہی) چاہتا ہے۔ پس یہ سالکین میں سے وہ شخص ہوتا ہے جو قرب (الٰہی) کے حال میں حضرت

حق سبحانہٗ کی عظمت اور ہیبت کو مدنظر رکھتا ہے، پس اس پر خوف وحیاء غالب آ جاتی ہے۔ یہ ایسا آدمی ہوتا ہے جو حضرت حق سبحانہٗ کے لطف اور اس کے احسان قدیم کو دیکھتا ہے تو اس کے دل پر محبت ورضاء غالب ہو جاتی ہے۔

پھر ''شوق'' ہے اور یہ محبوب کے ذکر پر دل کا ہیجان ہے۔

پھر ''اُنس'' اور یہ اللہ تعالیٰ اور تمام کاموں میں اس سے سوال کرنے میں دل کا آرام (پانا) ہے۔

پھر ''طمانیت'' ہے اور یہ دل کا اقدار (تقدیر) کے تحت جاری احوال پر آرام اور اطمینان (پانا) ہے۔

پھر ''یقین'' ہے اور یہ حق سبحانہٗ کے وجود اور اُس کے وعدوں پر دل کا یقین ہے، شک کو مٹا کر۔

پھر ''مشاہدت'' ہے اور یہ ایک حالت اور دل کی غیر رؤیت یقین اور رؤیت عیان بینائی ہے، اور یہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے (اس) ارشاد کے مطابق آخر احوال ہے:

اُعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ. (مجمع الزوائد، ۱: ۴۱، الجامع الکبیر، ۱: ۱۲۶۶۶، ۲: ۶۷۴)۔

یعنی: تم اللہ کی عبادت ایسے کرو، جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ حالت نہ (نصیب) ہو تو یہ سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

یہ اس عربی عبارت کا فارسی ترجمہ ہے جو شیخ الشیوخ حضرت ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''آداب المریدین'' میں اخلاق ومقامات اور احوال کے بیان میں تحریر فرمائی ہے۔

جاننا چاہیے کہ متقدمین صوفیائے کرام کا طریقہ مقامات سلوک کو اس طریقہ جذبہ پر مقدم کرنا ہے، جو ذکر وتوجہ کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ مقامات سلوک کو تفصیل سے حاصل کرتے تھے اور چلہ کشیوں اور مجاہدوں سے نفس کو آراستہ فرماتے تھے۔ اکابر نقشبندیہ ذکر وتوجہ کے طریقہ جذبہ کو سلوک پر مقدم رکھ کر فرماتے ہیں: ''مقامات سلوک کی رعایت کے بعد کچھ اوقات ذکر وتوجہ سے معمور رکھنے چاہئیں اور مشاہدہ اور شہود اور یادداشت حاصل کرنی چاہیے۔'' مقامات

سلوک کا خلاصہ ان کے طریقہ میں درج ہے کہ مقامات سلوک و جذبہ کے بغیر ولایت حاصل نہیں ہوسکتی۔ حضرات مجددیہ کے طریقہ میں دس لطائف کے ہر لطیفہ میں شہود و مشاہدہ ہاتھ لگتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ ذکر میں مبدءِ فیاض کی طرف توجہ اور معنی کا لحاظ رکھنا شرط ہے۔ مراتب قدس ذات اللہ سبحانہٗ کے مراقبات مقرر فرمائے گئے ہیں۔ لطیفہ قلبی میں تمام صفات کاملہ کی جامع اور سب نقصانات کی علامات سے منزہ ذات کا مراقبہ کرتے ہیں، جس پر ہم ایمان لائے ہیں (اور) جو ''اللہ'' سبحانہٗ کے نام مبارک سے موسوم ہے۔ پس اس مفہوم کا لحاظ رکھ کر دل کی طرف توجہ کر کے ذکر کرنا چاہیے اور اشارہ ''اللہ'' اسم ذات میں اور نفی و اثبات میں اشارہ ''اِلَّا اللّٰہ'' اسی مفہوم سے کرنا چاہیے، تاکہ لحاظ رکھنے سے یہ مفہوم قرار پکڑے۔ جب توجہ اس مراقبہ میں قوت پائے تو جمعیت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور جذبات و واردات ہاتھ آتے ہیں۔ ان واردات کو وجود عدم کہتے ہیں۔ یہ واردات لگاتار مل کر پورے ہوتے ہیں۔ (پھر) مراقبہ معیت کرنا چاہیے۔ اِلَّا اللّٰہ کے اشاروں سے اپنی ہستی اور تمام ممکنات کی ہستی کے ساتھ حضرت حق سبحانہٗ کی معیت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ (اسی طرح توجہ) کرنی چاہیے تاکہ معیت آلۂ بصیرت میں جلوہ گر ہو جائے۔ جو مراقبات سیر قلبی کے بعد مقرر ہیں، ان میں ذکر و توجہ ہے۔ مبدء اور مورد فیض کی طرف، ''اللّٰہ'' اور ''اِلَّا اللّٰہ'' کے اشاروں سے۔ ان کے مفہوم کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ اس سے مشغول رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل استغفار کرے اور مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے ارواح، جو فیوض الٰہی سبحانہٗ کے واسطہ ہیں، کے ارواح (مبارک) کا فاتحہ پڑھ کر، مرشد کی صورت کو دل کے برابر رکھے۔ پھر شرائط، الفاظ کی صحت اور معنی کا لحاظ رکھ کر کامل عاجزی سے ذکر کرے۔ حضرت حق سبحانہٗ کے احسان کہ اس نے اپنی یاد سے سرفراز فرمایا، کا ملاحظہ رکھنا ضروری ہے اور خود کو خدائے پاک کے ذکر پاک کے لائق نہ سمجھنا، انکساری و عاجزی کو لازمی جاننا واجب ہے۔ جب کوئی کیفیت و جمعیت اور بیخودی ہاتھ آئے، اس کو محفوظ رکھے اور اگر پوشیدہ ہو جائے تو پھر نئے سرے سے ذکر کرے۔ اسی طرح لازم پکڑے، تاکہ کیفیت ملکہ بن جائے اور دوام پائے۔

دوام حضور اور مشاہدہ سے ملانے والے طریقے تین ہیں: (اوّل) ذکر ہے، اپنی شرائط کے ساتھ۔ (دوّم) مرشد کی صحبت سے استفادہ ہے، اس کے ادب و خدمت کی رعایت سے اور جو کیفیت و توجہ اس کی صحبت سے حاصل ہو، اس کی حفاظت کرنا۔ اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں

اس کی صورت کا دل میں محفوظ رکھنا۔ اس طرح ضروری ہے یا محض مراقبہ جو مبدء فیاض سے فیض کے انتظار سے عبارت ہے۔ ضروری ہے کہ ذکر میں مرشد کی جانب توجہ اور وقوف قلبی پر ہمیشہ جما رہے۔ یادداشت کے ملکہ کے حصول کے بعد اور جہت فوق کی طرف توجہ نہ رہنے پر اگر سات لطائف میں سے ہر لطیفہ سے ترتیب وار مشغول ہو اور ذکر و توجہ سے ہر ایک پر مداومت کرے تو عنایتِ الٰہی سبحانہٗ سے ہر لطیفہ میں آگاہی و یادداشت، کیفیات اور انوار و اسرار الگ الگ ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک عزیز کی صحبت جس کی ہم نشینی جمعیت خاطر اور توجہ کا سبب ہو، نسبت یادداشت کے لیے مقوی ہے۔ مراقبہ معیت ''وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ '' (سورۃ الحدید، آیت ۴) سے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے ذکر کی کثرت، تمام ممکنات کے وجودات کی نفی اور حق سبحانہٗ کی ہستی کے اثبات کے لحاظ سے، اور وقوف قلبی، ہر دو معنی سے شوق و ذوق، استغراق و بیخودی، آہ و نالہ اور گریہ ہاتھ لگتا ہے اور دوسرے حالات شاملِ وقت ہو جاتے ہیں۔ توحید وجودی کے اسرار لطیفہ قلبی کی سیر میں ظاہر ہوتے ہیں۔ مجنوں عامری اپنی پسندیدہ چیزوں کے ترک کرنے کی بنا پر ''لَيْلٰى لَيْلٰى '' کہتا تھا، یہاں تک کہ لیلیٰ کی صورت کا عکس ہر جگہ جلوہ گر ہو گیا اور مجنوں نے ''اَنَا لَيْلٰى '' کہہ ڈالا۔ طریقہ محبت میں ذکر کی کثرت اور اپنے مرغوبات کا ترک صوفیہ کرام نے اختیار کیا ہے (اور یہ) اس راستے میں پیشوا ہے۔ مجنون نے فانی خیال پر جان کی بازی لگا کر غلبات محبت کے کمال سے اپنے محبوب کے ساتھ ایک یکسانیت پیدا کر لی۔ ہم دعویٰ کرنے والوں پر افسوس! کہ ہم لایزال (سبحانہٗ)، کہ جہاں بھی حسن و خوبی ہے، وہ اس کی تجلی جمالی کا عکس ہے، کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کی طلب کے درد اور اپنی خودی کے ترک میں جانفشانی نہیں کرتے۔ افسوس! صد افسوس!

توحید وجودی کا ظہور ممکنات کو عین وجود حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ پانا اور دیکھنا ہے۔ وجود ممکنات کو ہستی مطلق کے دریا کی امواج سمجھتے ہیں اور غیر کے نقوش کی تعین کو ہستی مطلق کے صفحہ پر مثل تعینات نقوش موم کے صفحہ پر پاتے ہیں اور یہ پانا اور دیکھنا ذکر و نوافل اور عبادات و ریاضت کی کثرت سے ہاتھ لگتا ہے اور خیال و وہم سے توحید وہمی پیدا کرنا شرع شریف میں منع ہے۔ اس عمل کی خرابی سے شریعت کی پیروی میں سستی کا اضافہ ہو جاتا ہے اور احتمال ہے کہ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ان کے ارتکاب میں جلدی کرنے لگے۔ مَعَاذَ اللّٰه (اللہ کی پناہ!)۔

منقول ہے کہ ایک ملحد خود کو موحد بنا کر بھنگ پیتا تھا اور کہتا تھا: ''مجھے کسی مذہب سے

مزاحمت نہیں ہے۔'' ایک بزرگ نے جواب میں کہا: ''مگر تم حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مذہب سے مخالفت کرتے ہو۔'' وہ شرمندہ ہو گیا (اور) کوئی جواب نہ دے سکا۔

اس طرح کے بے ادبوں کے حالات یوں ہیں کہ وہ خود کو ''صلح کل'' اور ہر مذہب کے ساتھ ہمرنگ قرار دے کر فاسقوں کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں، جو کہتے ہیں کہ ہم حق کا ظہور دیکھتے ہیں اور (آواز) سنتے ہیں۔ شرع شریف کی ایسی بے حرمتی مَعَاذَ اللّٰه (اللہ کی پناہ!) کہ متقدمین میں سے کسی آدمی سے ہوئی ہو! یہ کہ ذکر و مراقبات اور عبادت کی کثرت کی بدولت اکابر اولیاء رحمۃ اللہ علیہم ان اسرار تک پہنچے ہیں، وہ نااہلوں سے پوشیدہ کیے گئے ہیں تا کہ ظاہر نہ ہوں۔ معتبر ہے کہ ذکر و توجہ کی کثرت سے محبت غلبہ کرتی ہے تو یہ توحید حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ توحید قلبی احوال میں سے ہے، مقاصد سے نہیں ہے۔ ہر لطیفہ کی سیر میں ایک دوسری معرفت اور الگ کیفیات ہیں۔ کمالات نبوت، حقائق الٰہیہ اور حقائق انبیاء علیہم السلام کی نسبتیں، جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریقہ میں بیان فرمائیں اور ایک عالم نے ان حالات و معارف کو پایا ہے۔ وہاں نسبت بندگی کا جز ثابت نہیں ہوتا اور نسبت توحید، وجود کا ہستی ممکنات میں سریان، ذوق و شوق اور وصل و اتحاد پیش آتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس سلسلہ شریف کی نسبتوں میں سے اگر اس وقت نسبت قلبی، اپنے حالات و اسرار کے ساتھ حاصل ہو جائے اور جو نسبت لطیفہ نفس کی سیر میں ہاتھ لگتی ہے، وہ اپنی کیفیات و علوم کے ساتھ حاصل ہو جائے، تو بہت بڑی غنیمت ہے۔ اس نسبت کے لوازمات میں سے ہیں: استہلاک (فنا)، انا کا اضمحلال (نیستی)، صفات کو خود سے مسلوب (ختم) اور حضرت حق سبحانہٗ سے منسوب (متعلق) پانا۔ (سالک) اپنے وجود اور اس وجود کے توابع کو حضرت حق سبحانہٗ کے وجود کا ظل پاتا ہے اور حضرت حق سبحانہٗ کی صفات سے ایک عکس دیکھتا ہے۔ اس نسبت کے حصول میں توحید شہودی حاصل ہوتی ہے اور یہ مقصود کو ممکنات کی جلوہ گاہوں اور آئینوں میں دیکھنا ہے۔ جس طرح سورج کا ظہور اس کے مقابل آئینوں میں دیکھا جاتا ہے اور آئینہ کا وجود نظر کی تیزی میں باقی (رہتا) ہے۔ توحید وجودی میں غلبہ محبت سے مستور فنائے قلبی نصیب ہوتی ہے۔ جس کو دل سے ماسویٰ (اللہ) کو بھلا دینا اور ماسویٰ (اللہ) کے دیکھنے سے بے شعوری کہتے ہیں۔ (سالک) جب دل کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور دل کو انوار میں مستغرق اور حق سبحانہٗ کے ساتھ جمع

(باقی) پاتا ہے تو (یہ) خلقت کے ساتھ فانی ہو جاتا ہے اور غیر سے امید وخوف نہیں رہتا اور خواہشات کی فنا اور فعل کی فنا (نصیب) ہو جاتی ہے۔ سوائے اللہ (تعالیٰ) کوئی آرزو نہیں رہتی اور وہ افعال کا صادر ہونا ایک فاعلِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) سے پاتا ہے۔ لطیفہ نفس کی فنا میں ارادے کی فنا (نصیب) ہو جاتی ہے۔ اس میں اتنی بے شعوری ضروریات طریقہ میں سے ہے (سالکین) کوشش کرتے ہیں کہ اس حالت کا دوام (ہمیشگی)، دوام توجہ اور ورود حالات کا تواتر نسبت باطن کا لازمہ بن جائے:

تا دوست بچشم سر نہ بینم ہر دم
از پائے طلب کجا نشینم ہر دم
گویند خدا بچشم سر نتوان دید
ایشان آنند من چنینم ہر دم

یعنی: جب تک ہر لحظہ میں محبوب کو سر کی آنکھ سے دیکھ نہ لوں، ہر آن میں اس کی طلب سے کیسے رُک سکتا ہوں۔

وہ کہتے ہیں کہ خدا سر کی آنکھ سے دیکھا نہیں جا سکتا، وہ یوں ہیں اور میں ہر لحظہ اس طرح ہوں۔

اس میں رؤیت بصری کا دعویٰ کیا گیا ہے اور اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ رؤیت (باری تعالیٰ) دنیا میں ممکن نہیں۔ یہ حضور و توجہ کے غلبات میں سے ہے۔ لوگ غلطی میں پڑ کر اہلِ حق کے خلاف دعویٰ کرتے ہیں۔ ہائے افسوس! ہائے افسوس! کیا ہوتا اگر یہ ناکارہ سب سے کم ان اسرار و حالات پر فائز ہوتا، جی ہاں!

ع ہر گدائے مرد میدان کے بود

یعنی: ہر بھکاری مرد میدان کب ہوتا ہے؟

میرے لیے ان اسرار و حالات سے نفرت کرنا ہی کافی ہے:

گر ندارم از شکر جز نام بہر
زان بسے خوشتر کہ اندر کام زہر

یعنی: اگر میں شکر سے نام کے سوا کوئی حصہ نہیں رکھتا، (پھر بھی یہ) اس سے زیادہ بہتر ہے

کہ (میرے) منہ میں زہر ہو۔

وصیت: جاننا چاہیے کہ توحیدی وجودی لطیفہ قلبی کی سیر کے تقاضوں میں سے ہے اور توحید شہودی لطائف فوقانی کی سیر میں پیدا ہوتی ہے۔ دونوں کی ''دید'' (دیکھنا) اور ''یافت'' (پانا) کی تطبیق کرنا مشکل ہے۔ وہ معرفت ایک دوسرے مقام سے ہے اور وہاں حالات و کیفیات اور علوم جدا ہیں۔ یہ (معرفت) ایک اور مقام پر پیدا ہوتی ہے، یہاں الگ حالات و واردات پیش آتے ہیں۔ دونوں (معرفتیں) ایک دوسرے کے مخالف حالات اور ایک دوسرے سے جدا اسرار کی حامل ہیں۔ ایک دوسرے کے مخالف ''دید'' (دیکھنا) اور ''یافت'' (پانا) کو ایک بنانا بڑے تعجب کی بات ہے۔ لیکن اہلِ معرفت جو بیان فرماتے ہیں، اہلِ جہالت اس کے ادراک سے عاری رہیں گے۔

وصیت: جاننا چاہیے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کی تمام نسبتیں، اپنی کیفیات و حالات اور انوار و علوم کے ساتھ، جن کا ہر مقام الگ احوال و اذواق اور اسرار رکھتا ہے اور اس وقت نایاب ہے۔ یہ سب نسبتیں ان کے فرزندان (گرامی) اور ان اکابر کے کامل خلفاء (عظام) میں جلوہ گر تھیں۔ صاحبزادگان میں حضرت محمد زبیر خاتم المشائخ تھے اور ہمارے مرشد (خواجہ مظہر جان جاناں شہیدؒ) خلفاء میں، ان بلند مقامات جو حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے خصائص میں سے ہیں، کے خاتم تھے۔ یہ دونوں بزرگ سالکین کی تربیت طریقہ احمدیہ مجددیہ کی نہایت تک کیا کرتے تھے:

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

یعنی: اگر روح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) کا فیض مدد فرمائے تو دوسرے بھی وہی کریں جو مسیحا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کیا کرتے تھے۔

جاننا چاہیے کہ سیر و سلوک کا حاصل، جو صوفیائے کرام میں معمول ہے، وہ اللہ کے رنگ میں رنگنا، برائیوں کی فنا، بقا اور عمدہ صفات سے متصف ہونا اور ان انوار و کیفیات سے منور ہونا ہے، جو مقامات جذبیہ میں پیش آتے ہیں۔ جو کوئی فنا و بقا اور حالات قویہ سے کسی مقام پر پہنچا ہے، اسے (روحانی) قوت ہاتھ لگتی ہے اور (اس کی) بشریت بجھ جاتی ہے۔ (اس کی) حق کی سمت غالب آ

جاتی ہے اور (اسے) رضا و تسلیم اور توکل و صبر احسن طریقے پر میسر آ جاتا ہے۔ اس کی بزرگی و شرف اپنے غیر پر ثابت ہے جو ان امور میں کوئی ثبوت نہیں رکھتا۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی.
یعنی: اے اللہ! ہماری ایسے اصلاح فرما جیسے تو پسند کرتا ہے اور جس سے تو راضی ہوتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ باطن کی قبض کو دور کرنے کے لیے اور باطن کے حالات و کیفیات کے تاریک ہونے پر قرآن مجید کی تلاوت خوبصورت و پرسوز آواز کے ساتھ کرنا و سننا اور نماز میں خضوع و خشوع کے کمال سے لمبی (دعائے) قنوت پڑھنا مقرر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرب کے انہی اعمال سے خوشحال تھے اور معمول نہ تھا کہ وہ قصائد و اشعار کی مجلس منعقد کرتے۔ اگر کوئی ان امور کا ارتکاب کرتا تھا تو اس پر عیب لگتا اور اس کی سرزنش ہوتی تھی۔ نغمہ و ساز کا سننا اور مد و شد کے ساتھ ذکر جہر کرنا بعد کے زمانے میں ظاہر ہوا اور نئی چیز ہے۔ نغمہ کے سننے میں بھی صوفیہ کا اختلاف ہے۔ حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ سخت انکار کرتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بعض رسائل میں یہ اختلاف نقل کیا ہے، لیکن ساز کے بغیر (اور) مجلس کے انعقاد کے بغیر غافلوں کا کبھی کبھار خلوت میں اشعار محبت سننے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہ انکار کرتے ہیں اور نہ ہی یہ کام کرتے ہیں۔ جب بانسری اور چنگ (ایک ساز) ان کی خدمت میں لائے گئے تو انہوں نے یہ بات فرمائی، کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ کام نہیں کیا ہے۔ اس بارے میں بعض مشائخ سے مروی ہے۔ (لہٰذا) میں بزرگوں کا انکار کیوں کروں۔ نسبت مجددیہ میں نغمہ کے سننے کا کوئی اثر نہیں ہے۔ قرآن مجید کا سننا جو حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا معمول تھا، صفا و جمعیت کو بڑھاتا ہے اور نغمہ و ساز اہلِ قلب کو ذوق بخشتا ہے۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک مقدس مجلس میں لہو و ساز ہرگز نہ تھے اور اہلِ غفلت کا اجتماع منعقد نہیں ہوتا تھا۔ فوائد الفواد اور سیر الاولیاء میں اس طرح درج ہے: متوسط ذکر جہر پرسوز آواز میں ذوق و شوق اور باطن کی گرمی کے لیے کبھی کبھار کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ جب دل میں ایک انجذاب پیدا ہو جائے اور بے اختیار ذکر کی آواز درد و حزن سے بلند ہو جائے تو ایسے جہر کو کوئی شخص منع نہیں کرتا۔ ذکر خفی کئی مراتب میں جہر پر فضیلت رکھتا ہے۔ ذکر خفی ہر وقت کیا جا سکتا ہے اور ذکر جہر مثل نفی و اثبات میں حبس، گداز و گرمی کے حصول کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ سستی و غفلت کو ختم

کرنے کے لیے دوا کی صورت میں ہے۔

جاننا چاہیے کہ سلف صالحین مثل حضرت غوث الثقلین (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد کی پیروی کی نصیحت کرنی چاہیے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ (کرام) کی شان میں سوائے نیکی کے لب نہیں ہلانا چاہیے۔ خیر الاخیار صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت کے فیض سے ان کے نفوس (قدسیہ) نے کامل تہذیب پائی اور نفسانیت سے پاک ہو گئے اور ان کے تمام واقعات صالح نیت سے تھے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ خیر البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت نے اس جماعت، جس نے مال و جان خدا اور رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے راستے میں قربان کر دیے اور قرآن مجید ان کی ستائش کی بشارت دیتا ہے، کوئی اثر نہیں بخشا اور حبّ دنیا و محبت جاہ ان کے دلوں سے نہیں نکلی۔ پس ہمیں اور پیچھے رہ جانے والوں کو کیا توقع ہے؟ دین و عقائد اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اعمال و اخلاق، کلامِ خدا اور رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور مناقب اہلِ بیت نبوت رضی اللہ عنہم انہوں (صحابہ کرام) نے (لوگوں تک) پہنچائے ہیں۔ (ان کی) تسفیق و تکفیر سے مَعَاذَ اللّٰه (اللہ کی پناہ!) اس دین سے اعتماد اُٹھ جائے گا، اور جس دین کو فاسقوں اور کافروں نے پہنچایا ہو، اس پر کوئی وثوق اور کوئی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت امیر (رضی اللہ عنہ) اپنے وقت میں امام برحق اور نائب حضرت رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بحق تھے۔ مخالفوں کو اشتباہ ہوا اور یہ اشتباہ اہلِ مصر و شام کی لعنت کا موجب بنا (اور) فتنہ برپا ہوا۔ آیت شریفہ: رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (سورۃ الفتح، آیت ۲۹، یعنی: وہ آپس میں نرم دل ہیں) صحابہ کرام کی شان میں ہے اور رُحَمَآءُ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور صفت مشبہ دوام پر دلالت رکھتی ہے۔ پس ان کی آپس میں اُلفت و دوستی اس آیت شریفہ سے ثابت ہوئی۔ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى. (سورۃ الحدید، آیت ۱۰۔ یعنی: اور ہر ایک کو اللہ نے اچھا وعدہ دیا ہے) ان کے بارے میں ہے اور وعدہ حسنٰی صالحین رضی اللہ عنہم کے لیے ہے۔ ان واقعات کے بارے میں خاموش رہنا اور غور و فکر نہ کرنا واجب ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات (اقدس) کا لحاظ رکھتے ہوئے، کیونکہ سب (صحابہ کرام) کے لیے آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی صحبت و قرابت کا شرف ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عرب کے تمام قبائل سے ایک رشتہ داری اور ایک قرابت تھی۔

متقدمین مشائخ رحمۃ اللہ علیہم، جو متاخرین پر تربیت و تلقین کے حق کو ثابت رکھتے ہیں، کی فضیلت ثابت ہے۔ ان اکابر کے ادب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ محبت کی زیادتی کے جنون کا غلبہ حفظ مراتب میں ساقط ہے۔ ایک مذہب کو دوسرے پر، ایک مجتہد کو دوسرے پر اور ایک طریقہ کو دوسرے پر غیر ضروری طور پر ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ ان سب کی نیتیں و ہمت صالح تھی اور وہ اتباعِ سنت اور اللہ سبحانہٗ کی رضا کے طالب تھے، رحمۃ اللہ علیہم۔ کسی مسلمان کی تحقیر، عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنے اور خود کو بڑا بنانے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ خود کو محض نابود (فانی) جاننا اور کمالات کو ان کی اصل سے سمجھنا، اپنی نیکیوں کو قابلِ قبول نہ جاننا، اپنے گناہوں کو پہاڑ کی مانند سر پر رکھنا، دوسرے کی خطاؤں کو تاویل سے نیک خیال کرنا، ہر روز کے واقعات کو حق سبحانہٗ کے ارادہ سے جاننا، چوں و چرا نہ کرنا، کسی کے ساتھ بحث و جھگڑا نہ کرنا (ضروری ہے)۔ اتنی سی بات دلوں کو زخمی کر دیتی ہے کہ مخالف کہتا ہے: ''اس طرح ہے اور تو کہتا ہے کہ اس طرح!'' وہ تکرار کرتا ہے: ''نہیں! اس طرح ہے۔'' تو کہہ: ''میں مانتا ہوں کہ میں غلطی پر تھا۔'' اس بات پر تکرار نہیں ہوتا۔ تا کہ فتنہ اور شور پیدا نہ ہو اور دل میلا نہ ہو۔ اہلِ معرفت رحمۃ اللہ علیہم کا طریقہ یہی ہے۔

نقل ہے کہ چند درویش حضرت شیخ (فریدالدین) شکر گنج قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمارے درمیان ناراضگی ہے۔ آپ ہمارا قصہ سنیں اور فیصلہ فرمائیں۔ حضرت شیخ نے فرمایا: ''مقدمات سننے کے لیے ہمارے پاس دماغ نہیں، تم مولانا بدرالدین اسحاق اور بابا نظام الدین سے فیصلہ کرا لو۔'' درویشوں نے ان دونوں بزرگوں سے ایک جگہ بیٹھ کر جھگڑے کو بیان کرنا شروع کیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا: ''تم نے اس جھگڑے میں اس طرح ارشاد کیا۔'' دوسرے نے کہا: ''نہیں! تم نے یوں فرمایا تھا۔'' جھگڑا کرنے والوں نے ایک دوسرے کی باتوں کو حسنِ ادب کے الفاظ سے بیان کیا۔ (اس پر) سلطان المشائخ (رحمۃ اللہ علیہ) اور مولانا بدرالدین (رحمۃ اللہ علیہ) بہت زیادہ روئے۔

جب تمہارے ناراضگی کے تمام کلمات ایک دوسرے کے ادب و تعظیم میں ہوں گے تو پھر تم خوشی کی صورت میں ایک دوسرے کا کتنا لحاظ رکھو گے! انہوں نے حضرت گنج شکر (رحمۃ اللہ علیہ) کے حضور عرض کیا کہ یہ عزیز تربیت کے لیے آئے ہیں کہ درویشوں کو آپس میں درشتی اور سخت گوئی نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی پیروی عطا فرمائے۔

جاننا چاہیے کہ نماز کو اوّل وقت میں اطمینان سے رکوع و سجود، قومہ و جلسہ کی رعایت سے جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ قومہ و جلسہ بعض کے نزدیک فرض اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کبھی بھی قومہ و جلسہ کے بغیر نماز ادا نہیں فرمائی ہے۔ جو شخص عمداً ترک کرتا ہے، اس پر نماز لوٹانا واجب ہے اور اگر سہواً ترک کرے تو سجدہ سہو ادا کرے۔ اہلِ سنت و جماعت کے عقائد میں داخل ہے کہ سنت کو خفیف (ہلکا) سمجھنا کفر ہے۔

وصیت: ہر مہینے میں تین روزے، عرفہ (حج)، عاشورہ کا روزہ، پندرہویں شعبان کا روزہ اور شوال کے چھ روزے حدیث سے ثابت ہیں۔

روزے میں غیبت، جھوٹ، طعنہ زنی اور فضول گوئی سے احتیاط ضروری ہے، ورنہ روزہ قابلِ ثواب نہیں ہے۔ وہ شخص احمق ہوگا جو بھوک و پیاس کی تکلیف برداشت کرے اور ان کاموں سے روزہ کو برباد کر دے۔ بعض کے نزدیک غیبت روزے کو فاسد کرنے والی ہے۔ یہ (حضرت امام) اوزاعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا مذہب ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غیبت کرنے والے کو روزے کو لوٹانے اور وضو کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ازار اور قمیص وغیرہما کا کھولنا کبیرہ (گناہ) ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ازار کھولنے والے کو وضو کے اعادے کا حکم فرمایا ہے، کیونکہ ازار کھولنے والے کی نماز قبولیت نہیں رکھتی۔

وصیت: جاننا چاہیے کہ نسبتِ جمعیت و توجہ کا حاصل کرنا ظاہری اعمال کے بغیر مشکل ہے۔ اعمال کے نور کو باطن کے اطمینان میں ایک کامل اثر (ہوتا) ہے۔ اندر التفات و عظمت الٰہی سے پیراستہ اور باہر نیک اعمال و اخلاق و عاجزی و انکساری سے آراستہ، اس سے بالاتر کوئی کمال نہیں ہے۔ پس تیرے لیے ان اعمال کا کرنا ضروری ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے صحیح احادیث میں ثابت ہیں۔ ان کو لازم پکڑ، تاکہ تو حبیب خدا (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی سنت کے اہل میں سے ہو: ''اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ لِیُطِیْعُ.'' یعنی: بیشک محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے، اس کی اطاعت کرتا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریقہ میں اوراد و اعمال مقرر نہیں کیے، کیونکہ اعمال میں سے جو کچھ احادیث سے ثابت ہوتا ہے، وہ حضرت حق سبحانہٗ کی محبت و قرب کو حاصل کرنے کے لیے کافی ہے۔ پس تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اعمال و معمولات کی تحقیق کر

کے متابعت کر، جو حرکات وسکنات اتباع (سنت) کی نیت سے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جانب توجہ کر کے ادا کی جائیں، وہ سب عبادت میں (شمار) ہوتی ہیں۔ تو فرض کی ادائیگی میں فرض کی ادائیگی کی نیت اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی متابعت کر کہ یہ فرض حق سبحانہٗ کی طرف سے مجھ پر فرض ہے اور میں حبیب خدا (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اتباع میں ادا کر رہا ہوں۔

ایک دوسرے کے تحائف کا بدلہ و رسوم، دوستوں کی ملاقات، کھانے کی چیزیں، مثلاً گوشت، کدو، سرکہ اور شیرینی، پینے کی چیزیں، مثلاً دودھ، ٹھنڈا پانی، شہد، اور لباس، مثلاً کرتا، قمیص، شلوار (یا تہبند) اور سبز و سرخ جوڑا، جسے علمائے حنفیہ نے دھاری دار تحقیق کیا ہے، اتباع کی نیت سے (ان کا استعمال) عبادت بن جاتا ہے اور نورِ ایمان کو زیادہ کرتا ہے، کیونکہ یہ سب (چیزیں) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہیں۔

نمازِ تہجد، اشراق، چاشت، اوّابین، سنت عصر، عشاء کی سنتوں کے بعد چار نفل اور وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر سورۃ اذا زلزلت اور قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ کی قرأت کے ساتھ حدیث شریف سے ثابت شدہ ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت تہجد کے وقت سب سے بہتر ہے۔ کلمہ تمجید سو بار دن میں، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سو سو بار صبح و شام اور سوتے وقت سو مرتبہ درود اور استغفار (پڑھنا) حدیث میں وارد ہے۔ دعائیں صبح و شام، سونے کے وقت اور غیر معیّن وقت میں، جس قدر ہمیشہ پڑھی جا سکیں، صحیح احادیث سے دریافت کر کے ان پر عمل کیا جائے۔ ان تمام اعمال اور کاموں میں حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرنے کی نیت کریں۔

وصیت: جاننا چاہیے، حضرت حق سبحانہٗ کی طرف توجہ باطن کرنا اس طریقہ میں معمول ہے اور یہ حضرت حق سبحانہٗ کی دوام آگاہی ہے۔ توجہ اور حضور باطن کے بعد تمام افعال کے صدور کو فاعلِ حقیقی (اللہ) سبحانہٗ سے دیکھنا (ضروری) ہے:

ع رو در و گم شو وصال انیست و بس

یعنی: جا اُس میں گم ہو جا، وصال یہی بس یہی ہے۔

یہ مقصد اپنی طاقت و قوت سے بری الذمہ ہو کر اور تدبیر و اختیار کارساز مطلق (اللہ) سبحانہٗ کے سپرد کر کے اس مصرع کے مطابق حاصل ہوتا ہے:

ع تو مباش اصلاً کمال اینست و بس

یعنی: تو اصلاً نہ رہے، کمال بس یہی ہے۔

تو ہر وقت ہر کام میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کی نیت کر اور توجہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف رکھ۔ توجہ کی دو قسمیں ہوئیں۔ پس تیرے اوپر لازم ہے کہ ان دونوں توجہ کو حاصلِ زندگی سمجھ اور ان ہر دو توجہ کو لازم پکڑ۔

وصیت: جو شخص ذہین اور فارغ ہو، اسے علم صرف ونحو، منطق قطبی تک، علم کلام اور فقہ و اصول پڑھنا چاہیے۔ علم حدیث اور صوفیائے کرام کے علوم، جو آداب واخلاق، مقامات سلوک اور حالات میں رسائل لکھے گئے ہیں، نیز مکتوبات شیخ یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ، حق سبحانہٗ کے دوستوں (اولیاء) کے حالات نفس کو آراستہ کرنے میں کامل اثر رکھتے ہیں۔ رسائل حقائق اتنے مفید نہیں ہے، کیونکہ جو آدمی طریقہ میں کوشش ومجاہدہ اور کثرت ذکر کرتا ہے، اسرار ومعارف اس پر آشکار ہو جاتے ہیں۔ اکثر اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے سخاوت، زہد، مجاہدہ اور نفل عبادات کو لازم پکڑا۔ وہ احوال وکیفیات کے بہت زیادہ غلبات رکھتے تھے اور اسرار ومعارف کے بیان میں خاموشی اختیار فرماتے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریفہ کے مطالعہ سے اخذ کردہ طریقہ یہ ہے۔ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرنے کی توفیق اور معارف کی تحقیق اور دل وجان کی روشنی حاصل ہے۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام پر جو اعتراضات کرتے ہیں، ان کے جواب میں واضح ہو کہ آپ نے خود اپنے اوپر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب (تحریر) فرمایا ہے۔ عزیزوں نے زیادہ کہنے والوں کی باتوں کی تحقیق نہ کرتے ہوئے آپ کی ذات سے بدعقیدگی کا اظہار کیا ہے۔ آپ کے مکتوبات شریفہ کا درس ومطالعہ کریں۔ اگر مطالعہ کریں اور انصاف برتیں تو کس قدر شریعت وطریقت، حقیقت ومعرفت اور اسرار الٰہیہ کے فوائد ان کے ہاتھ لگیں:

ع — این سعادت بزور بازو نیست

یعنی: یہ سعادت زور بازو سے حاصل نہیں ہوتی۔

سبحان اللہ! شرع شریف کے مطابق کتنے معانی ومعارف اور حقائق ان میں درج ہیں؟ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی (باللہ) رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پیر جو عارفوں کے اماموں میں سے ہیں، آپ کے سوالات کے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے معارف اس قابل ہیں کہ

انبیاء (علیہم السّلام) کے مطالعہ میں آئیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ احمد کے ذریعے دریافت ہوا کہ توحید کو چہ تنگ ہے، اوران جیسی دوسری شاہراہ زیرِ آسمان نہیں ہے۔ آپ کی اس طرح کی مدح حضرت خواجہ (محمد باقی باللہ) رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب میں موجود ہے۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ توحید وجودی، جو غلبہ محبت اور ذکر و طاعت نافلہ کی کثرت سے ہاتھ لگتی ہے، کے بعد ایک اور معرفت پیش آتی ہے اور وہ کتاب و سنت کے مطابق ہے۔ ان کے طریقہ میں جو شخص لطیفہ قلب کی سیر سے آگے بڑھا اور لطیفہ نفس کی سیر میں پہنچا اور وہاں سے ترقی کر کے اس نے لطیفہ قالب خاک تک راستہ پایا۔ جو اسرار و معارف حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان فرمائے ہیں، وہ ان کو ظاہر دیکھتا ہے۔ آپ صدیقوں کے امام اور عارفوں کے پیشوا ہیں۔ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے۔ وہ ہزاروں لوگوں کو دکھلایا ہے۔ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً كَافِيَةً وَّافِيَةً. یعنی: آپ پر اللہ تعالیٰ کی وسیع، کافی اور بہت زیادہ رحمت ہو۔

ناسمجھ (لوگ) کہتے ہیں کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے اللہ کے دوستوں کے بارے میں بے ادبی کی باتیں لکھی ہیں، (یہ چیز) آپ کے کلام میں غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس شخص پر اللہ کی معرفت حرام ہے جو خود کو فرنگی کافر سے بدتر نہ سمجھے۔ یہ کمینہ ان کے دسترخوان نعمت سے ٹکڑے اٹھانے والا ہے اور انہوں نے مجھے کئی قسم کی نعمتوں سے تربیت فرمائی ہے۔ (آپ نے) حضرت غوث الثقلین (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ کو ولایت کے فیض اور ہدایت کا واسطہ اور خود کو ان کا نائب، جو پیر کا خلیفہ قائم مقام ہوتا ہے، لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم (رحمۃ اللہ علیہ) گویا تم میں اصحاب کبار اور اہلِ بیت عظام ہیں۔ یہ عبارت رسالہ مکاشفات غیبیہ میں درج ہے اور کسی جگہ آنجناب (حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ) کی بے ادبی میں آپ نے تحریر نہیں کیا۔ لوگ بغیر تحقیق کے جو چاہتے ہیں کہتے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ط اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا. (سورۃ الکہف، آیت ۵) یعنی: (یہ) بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور کچھ شک نہیں کہ) یہ جو کچھ کہتے ہیں، محض جھوٹ ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے بیہودہ گویوں کی زبان سے جو کچھ سنا، وہ آپ

(حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ آپ انبیاء کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے واضح فرمایا کہ ہمسری کفر ہے، مگر شرکتِ خادم با مخدوم۔ کوئی ولی (کسی) نبی (علیہ السّلام) کے معمولی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور کوئی ولی کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پا سکتا، خواہ وہ اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) اور عمر بن عبدالعزیز مروانی (رحمۃ اللہ علیہ) ہوں۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی معلومات میں جو واقعہ دیکھا ہے، اسے تنقید کے لیے اپنے پیر (حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ) کی خدمت میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے مقام کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام کے انوار اور رنگوں میں منعکس اور رنگین پایا ہے۔ اس مقام کو اس مقام شریف سے معمولی بلند دیکھا ہے۔ جب ان کا مقام اس مقام کے رنگوں کے انعکاس سے رنگین ہے تو (اس پر) اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مریدوں کا باطن اپنے پیروں کے انوار کا عکس پڑنے سے منور ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) پر درود پڑھنے کا سب امت کو حکم ہے، اگر بعض کو اس امر میں زیادہ دخل ہو تو وہ دین وملت کے خلاف نہیں ہے۔ امت کے نیک اعمال سے انبیاء علیہم السّلام کی ذات اقدس کو ثواب حاصل ہے، کسی سے زیادہ اور کسی سے کم۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو زمین کے خزانوں کی چابیاں کرامت ہوئی ہیں۔ اور وہ (چابیاں) آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے واسطہ سے خلفاء اور سلاطین کو حاصل ہوئی ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بھی رفعِ توسط کے قائل ہیں۔ وہ لوگ نا سمجھ ہیں جو صوفیہ کے علوم واقوال سے آگاہی نہیں رکھتے اور بے لحاظ انکار کرتے ہیں، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ. یعنی: اللہ ان کی توبہ قبول کرے۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے خود حضرت غوث الثقلین (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ طریقہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور کبرویہ کے اکابر رحمۃ اللہ علیہم نے مجھے اپنی مبارک نسبتوں کے خلاصہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ اگر میں چاہوں تو ان اکابر میں سے ہر ایک کی الگ الگ نسبت پر سالکین کی تربیت کر سکتا ہوں۔ لیکن خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی احراری رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت سے جو طریقہ جدیدہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کو مرحمت فرمایا گیا ہے، اس کی کیفیات اور علوم الگ ہیں۔ سالکین اس طریقہ تک کم ہی پہنچے ہیں۔ بڑا بے کیف و بے رنگ

ہے، اس کے ادراک سے ہاتھ کوتاہ ہے۔ لہٰذا پیروں کے انکار پر زبان دراز ہے۔ نارسائی اور نافہمی انکار کا سبب بنتی ہے۔ جو شخص اس طریقہ عالی کے مقامات کی تمام اصطلاحات تک پہنچ جاتا ہے، وہ کوئی انکار نہیں کرتا۔ آیت شریفہ کمالات الٰہیہ کی بے نہایتی پر دلالت کرتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے:

قُلْ رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا. (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۴)۔

یعنی: آپ کہیں اے میرے پروردگار! مجھے اور زیادہ علم عطا فرما۔

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا. (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۰)۔

یعنی: وہ (اپنے) علم سے خدا (کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے نسبت نقشبندیہ کی تسلیک کو اختیار کیا ہے، جو شرع کی پابندی اور پرہیز گاری کا ذریعہ بنتی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت کے بہت مشابہ ہے۔ نسبت احراری جو حضرت خواجہ (عبیداللہ) احرار (رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے آبائے کرام سے پہنچی ہے اور اسرار توحیدی کا سبب بنتی ہے، وہ پاؤں پھسلنے کی جگہ ہے۔ اس کا سلوک روک دیا گیا ہے۔ لیکن اسرار توحید ہر نسبت میں سیر قلب میں واضح ہوتے ہیں اور ان علوم کا ظہور اہلِ سلوکِ قلب سے کم ہی پنہاں رہتا ہے۔

وصیت: جاننا چاہیے کہ اگر عنایت الٰہی سبحانہٗ سے ضروری معاش پر قناعت و بھروسہ حقیقی طور پر حاصل ہو جائے تو اس سے بہتر کوئی راحت اور فراغت نہیں ہے۔ ورنہ ذریعہ معاش کو بشری ضروریات کے تحت شرع شریف کے مطابق اختیار کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فقیر حقیر اور تمام دوستوں کو اپنی یاد، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، محبت و معرفت کی کیفیات اور حسن خاتمہ سے ہر صورت میں بہرہ یاب فرمائے۔

وصیت: جاننا چاہیے کہ طریقہ درویشی محبت کا راستہ ہے۔ محبت جان جلانے کا شعلہ ہے، جو ہر خوف و ڈر کو جلا دیتا ہے۔ محبت دوام ذکر، خلوت و گوشہ نشینی اور آرزوؤں کے ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے:

قعر چہ بگزید ہر کو عاقل است
زانکہ در خلوت صفا ہائے دل است

(مثنوی ۱:۱۵۶)

یعنی: جو سمجھ دار ہے، اس نے کنویں جیسی گہرائی اختیار کر لی ہے، اس لیے کہ خلوت میں دل کی پاکیزگیاں ہیں۔

راہِ حق کے جان نثار نے پسندیدہ و مرغوب چیزوں کو ترک کر کے گوہر زندگی کو اپنے محبوب کے قدموں پر قربان کر دیا ہے۔ درختوں کے پتے ان کی غذا تھے۔ وہ عمر بھر نہیں سوئے۔ ذکر و تلاوت انہیں آرام بخشتے تھے۔ حضرت غوث الثقلین (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ جو حق سبحانہٗ کے محبوب تھے، نے سترہ برس برج عجمی میں گوشہ نشینی کی۔ گھاس کی جڑ اُن کی خوراک تھی۔ اپنی مشیخت کے دنوں میں ایک قرآن مجید (ہر روز پڑھنے کا) وظیفہ کرتے تھے۔ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء (رحمۃ اللہ علیہ) چار سو رکعت (نماز نفل) پڑھتے تھے۔ سحری کے وقت ہلکا سا کھانا کھاتے تھے۔ حضرت عبدالقدوس (رحمۃ اللہ علیہ) آٹھ سو رکعت (نماز نفل کا) وظیفہ کرتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ اکثر راتوں کو زندہ فرماتے تھے (یعنی شب بیدار رہتے تھے) اور فرمایا کرتے تھے کہ افسوس! رات جلد ختم ہو گئی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے ایک شرم و ندامت کرامت فرمائے، تاکہ بزرگانِ دین کی پیروی اپنے حال کا لازمہ بن جائے۔ آمین۔

وصیت: جاننا چاہیے کہ جو چیز دین کے اکابرین رحمۃ اللہ علیہم کے حالات و اقوال سے ان پیشوایان طریقت و حقیقت کے رسائل و مقامات اور معارف میں دریافت ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ سیر و سلوک کا حاصل جذب اور کثرت میں وحدت کا شہود اور توحید وجودی ہے، نیز حضرت حق سبحانہٗ کے مشاہدہ کے غلبات میں فعل و صفت کی فنا اور سالک کی ہستی کا استہلاک (فنا) ہے۔ ان معارف کو کمال کہتے ہیں۔ لیکن حضرت علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیروکاران رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ وحدت وجود کے اسرار کا ظہور راستے کے درمیان میں پیش آتا ہے۔ عبدالرزاق کاشی (رحمۃ اللہ علیہ) جو توحید وجودی میں غلو رکھتے ہیں، کے حضرت علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سوال و جواب حضرت ملا (عبدالرحمٰن) جامی (رحمۃ اللہ علیہ) کی نفحات (الانس) میں مذکور ہیں۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے پیروان کے معارف یہ ہیں کہ توحید وجودی لطیفہ قلبی میں پیش آتی ہے اور محبت کے غلبات، آہ و نالہ، استغراق و بیخودی اور مستیاں اس لطیفہ کی سیر کے لوازمات میں سے ہیں۔ لطیفہ روح کی سیر میں اپنی صفات کی نسبت کا سلب اور ان

کی حق سبحانہٗ سے نسبت، لطیفہ سر کی سیر میں حضرت ذات (حق سبحانہٗ) تعالیٰ وتقدس کے شہود میں سالک کی ذات کا اضمحلال (نیستی)، لطیفہ خفی کی سیر میں جناب کبریاء کی تمام مظاہر سے تفرید، لطیفہ اخفیٰ کی سیر میں حق سبحانہٗ کے اخلاق سے خود کو آراستہ کرنا، لطیفہ نفس کی سیر میں عین واثر کا زوال اور انَا کی نفی حضرت حق سبحانہٗ کرامت فرماتا ہے۔ یہ معارف لطائف عالم امر میں شامل ہیں۔ عالم خلق کے تین لطائف کی سیر میں تجلی ذاتی دائمی کی حیثیت ظہور ہاتھ آتی ہے۔ لطیفہ خاک کی سیر میں تجلی ذاتی دائمی اور ان تمام معارف وکمال کا گم ہونا، لطافت وصرافت، بے رنگی اور بے کیفیتی شامل حال بن جاتی ہے اور کمال عبودیت، دید قصور ونیستی اور جو (حضرت) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اس کی اتباع حاصل ہو جاتی ہے۔ اَلْعَبْدُ عَبْدٌ غَفَرَاللّٰہُ وَالْحَقُّ حَقٌّ سُبْحَانَہٗ۔

یعنی: بندہ بندہ ہے، اللہ اس کی بخشش فرمائے اور حق (اللہ) حق سبحانہٗ (وتعالیٰ) ہے۔

ع مَا لِلتُّرَابِ وَرَبُّ الْاَرْبَابْ

یعنی: خاک کو پروردگار عالم سے کیا نسبت؟

اس کے بعد کمالات رسالت اولوالعزم، حقائق الٰہیہ اور حقائق انبیاء علیہم السّلام ہیں۔ ہیئتِ وجدانی کے معاملات جو لطیفہ قلب اور تزکیہ نفس وعناصر سے حاصل ہو کر پیش آتے ہیں۔ غایت تنزیہ میں ارادت، احوال وانوار لطیفہ اور ایمانیات کا کمال یقین ''کَاَنَّا رٰی عَیْنٌ'' (یعنی: جیسے آنکھ سے دیکھا) حاصل ہوتا ہے۔ جس شخص کو واضح کشف نصیب ہو، وہ ان مقامات میں اپنی سیر کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھتا ہے، ورنہ ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونے پر اپنے باطن کے احوال میں واضح تبدیلیاں ذوق ووجدان کے لحاظ سے دریافت کرتا ہے۔

اس طریقہ میں جن بشارات کا رواج ہے، اگر صاحب بشارت سیر وکیفیات کو اپنے باطن میں عیاں نہ دیکھے، یا وجدان وذوق سے خود میں واضح تبدیلیاں نہ پائے تو وہ اعتبار سے ساقط ہے اور حضرت حق سبحانہٗ پر جھوٹ ہے۔

جاننا چاہیے کہ سلوک جدیدہ کے مقامات جو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو مرحمت ہوئے ہیں، سے تھوڑا سا لکھا گیا ہے اور اس کی ایک صورت پیش کی گئی ہے۔ ان تمام مقامات اور اپنے معارف کو انہوں نے اکابر اولیاء کے شرب خوار کے تحت لکھا ہے اور مراتبِ ادب سے کوئی چیز بھی نہیں چھوڑی:

ع دولت ندہد خدائے کس را بعبث

یعنی: اللہ تعالیٰ کسی کو بغیر فائدہ کے دولت عطا نہیں فرماتے۔

بے خبر لوگوں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو اولیاء کا منکر بنایا ہے۔ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُمْ. یعنی: اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ یہ (چیز) حسد کی وجہ سے ہے۔ مَعَاذَ اللّٰه (اللہ کی پناہ!)، یا عناد کی بدولت ہے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه! (یعنی: میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں) بے خبری کی بنا پر ہے اور بس۔ حسد و عناد دونوں کبیرہ (گناہوں) سے ہیں۔ مسلمان کبیرہ (گناہوں) کے ارتکاب سے بری الذمہ اور پاک ہیں۔ اگر انصاف کی نظر سے آپ کے کلام کا مطالعہ کریں تو کوئی اعتراض و انکار باقی نہیں رہتا۔

وصیت: جاننا چاہیے کہ صوفیہ جو بارگاہِ الٰہی سبحانہٗ کے مقرب ہیں، کا طریقہ اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کی صحبت کی برکت سے اہلِ سنت و جماعت کے صحیح عقائد میں ایک مضبوطی اور پاکیزگی حاصل ہو جائے اور اعمال صالحہ اور اخلاقِ حسنہ کی تقدیم کی توفیق مددگار بن جائے، نیز احوال نیک، ذوق و شوق، حضور و آگاہی، یادداشت، محبت خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، توحید، دل کی غیر کے التفات سے رہائی اور کیفیات و معرفت وغیرہ، جن کو اکابر نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، ہاتھ لگیں۔ آرزو و غفلت سے دل کی صفائی اور برائیوں سے نفس کی پاکیزگی حاصل ہو اور دل میں بدعت و گناہ سے بیزاری و نفرت پیدا ہو جائے، ورنہ مریدی بے فائدہ ہے۔ مریدی اس لیے نہیں ہے کہ پیروں کی شفاعت کے بھروسہ پر بدعت اختیار کریں، جو زبان پر آئے وہ کہیں اور افعال میں بے خوف ہو جائیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰه کہ مشائخ کبار کے وسیلہ کی برکت سے سچے مخلصین کو یہ امور اس وقت کے مطابق ہاتھ لگتے ہیں۔

حکایت

نقل ہے کہ ایک بزرگ جناب الٰہی سبحانہٗ میں رویا کہ الٰہی! میں تیرے فضل کی برکت سے اعمال و اذکار میں کمی نہیں کرتا، لیکن میری جوانی کے دنوں میں جو حالات اور کیفیات تھیں، وہ اس بڑھاپے میں نہیں پاتا۔ ایک غیب سے آواز دینے والے نے کہا: تیری جوانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے قریب تھی۔ پس حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد دوری،

مزید دوری کا سبب بن گئی ہے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۶)۔

جاننا چاہیے کہ یہ مقامات و درجات جو طریقہ عالیہ احمدیہ مجددیہ میں مسلوک تھے، اس زمانے میں معلوم نہیں کہ کوئی شخص دنیا میں موجود ہو، جو ان تک پہنچا سکے۔ پس ہمارے اور پس ماندگان کے لائق (یہ) ہے کہ ہم توبہ وانابت کے بعد زہد وورع کی رعایت، صبر وقناعت، توکل، تسلیم ورضا اور جو مقامات صوفیائے کرام میں معمول ہیں، ماکولات، ترک مالوفات اور عادات میں اعتدال کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے اوقات کو وظائف اعمال میں سے نماز جورات و دن میں ساٹھ رکعت ہوتی ہیں، تلاوتِ قرآن مجید، درود و استغفار اور کلمات طیبات سے لبریز رکھیں۔ وقوف قلبی، ذکر اسم ذات ہو یا نفی واثبات دل سے اور زبان سے، دل کی وسوسوں سے نگہداشت، حضرت حق سبحانہٗ کی جانب کمال عاجزی وانکساری سے کامل توجہ، بازگشت اور سفر در وطن جو حاصل زندگانی ہے، کو ہاتھ میں لیں اور عمر کو نقصان میں نہ گزاریں۔ درویشی کیا ہے؟ یکساں جینا! حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کمال استقامت اور ایک ہی طرف دیکھنا، آگاہی وحضور کا ملکہ اور یادداشت میں رسوخ رکھنا کہ صاحب شرع کا اعمالِ ظاہر پر کوئی انکار نہ رہے اور فرشتے کا حضورِ باطن پر کوئی طعنہ نہ رہے۔ خواہشات (حضرت محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور دل کی آنکھ حضرت حق سبحانہٗ کے مشاہدہ کو دیکھنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ عمر ضائع کرنے والے فقیر کو اور تمام دوستوں کو اس طریقہ پر عمل کرنے کی توفیق کرامت فرمائے اور ہر دو توجہ، حضرت حق سبحانہٗ کی طرف توجہ اور حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب توجہ کا دوام (ہمیشگی) شاملِ حال فرمائے۔ آمین، آمین، آمین۔

۱۰۰

مکتوب صدم (رسالہ پنجم)

طریقہ عالیہ مجددیہ کے تمام مقامات ''دائرہ امکان'' سے ''دائرہ لاتعین'' تک اور ان کے شروع سے آخر تک کے مراقبات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اس طریقہ شریفہ کے اکابر نے عالم مثال میں مقاماتِ قرب کو صحیح کشف سے اور صریح معائنہ سے دیکھ کر ان مقامات کی تعبیر ایک مناسب دائرہ میں پائی ہے کہ وہ مقامات بے جہت اور بے چون ہیں۔ دائرہ بھی بے جہت ہے، ورنہ جہاں خدا ہے، وہاں دائرہ کہاں ہے؟ پہلا دائرہ، ''دائرہ امکان'' ہے۔ اس کے نچلے نصب میں سیر آفاقی ہاتھ لگتی ہے۔ اس سے مراد اپنے باطن کے باہر مختلف رنگوں میں (اس دائرہ کے) اوپر والے نصف (حصے) میں انوار کا دیکھنا ہے۔ یہ انفسی سیر وسلوک ہے اور وہ اپنے باطن میں انوار وتجلیات کا مشاہدہ ہے۔ خوابوں اور واقعات پر اعتبار نہ رکھتے ہوئے حضور وآگاہی کے دوام کے حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔ اس مقام پر اسم ذات اور نفی واثبات کا ذکر کرنا اور زبانی طور پر لَآ اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰـــــه پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔ مراقبہ احدیت صرفہ حضرت ذات جو اسم مبارک اللہ سے مسمّٰی ہے، کرتے ہیں۔ وقوف قلبی دل کی طرف توجہ کر کے اور (اس) معنی کا لحاظ رکھ کر کہ ''ذات پاک (اللہ) کے سوا کوئی مقصود نہیں ہے'' ذکر کے الفاظ کی صحت کے ساتھ۔ دل کی وسوسوں سے نگہداشت ہمیشہ ہونی چاہیے، کیونکہ دل زیادہ ذکر کے بغیر نہیں کھلتا۔ دل کی طرف توجہ، اور دل کی توجہ حضرت ذات حق سبحانہٗ کی جانب، وسوسوں سے نگہداشت، ذکر الفاظ کی صحت کے ساتھ اور معنی کا لحاظ رکھ کر کہ ذات پاک (خدا) کے سوا کوئی مقصود نہیں ہے اور بازگشت کہ اے خدا! میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا ہے، اپنی محبت ومعرفت عطا فرما۔ اپنی نیستی (فنا) اور حضرت ذات پاک (خدا) کی ہستی کے اثبات (بقا) کے ملاحظہ اور انکساری وعاجزی کے ساتھ دائمی (ذکر) ہونا چاہیے۔ جب کم خطرگی اور بے خطرگی توجہ وکیفیت کے مانع نہ ہو اور (وقت) چار گھڑی تک پہنچ جائے تو مراقبہ معیت وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (سورۃ الحدید، آیت ۴) ہر آن اور ہر لحظہ کرنا چاہیے اور زبانی ذکر بھی۔ یہ ''مراقبہ ولایت صغریٰ'' میں کرتے ہیں، جو ''دوسرا دائرہ'' ہے۔ یہاں تجلیات افعالیہ الٰہیہ اور ظلال اسماء وصفات (ہوتی) ہیں (اور) اس مقام میں توحید وجودی، ذوق وشوق، آہ ونالہ، استغراق وبیخودی اور دوام حضور وتوجہ وغیرہ حاصل ہوتے ہیں۔ جب توجہ چھ سمتوں کا احاطہ کرتی ہے اور کوئی انتظار نہیں رہتا تو ''دائرہ ولایت کبریٰ'' کی سیر کا آغاز کرتے ہیں اور یہ ''تیسرا دائرہ'' ہے، جو ایک دائرہ اور تین قوس پر مشتمل ہے۔ ''پہلا دائرہ'' میں ''مراقبہ

اقربیت'' نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (سورۃ ق، آیت ۱۶) کرتے ہیں اور ذکر تہلیل (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه) زبان سے پڑھنا ترقی کا ذریعہ بنتا ہے اور خیال سے (کرنا) بھی فیض کا مقام (ہوتا ہے)۔ اس جگہ پانچ ''لطائف'' ہیں۔ لطیفہ نفس کی شرکت سے۔ لطیفہ نفس دائرہ اوّل کے نیچے، اسماء وصفات کی بڑھی ہوئی تجلیات پر مشتمل ہے اور اس کا اوپر والا نصف (حصہ) اعتبارات و شیون ذاتیہ پر مشتمل (ہوتا) ہے۔ دوسرا ان تجلیات کے اصول اور تیسرا دائرہ اس اصول کا اصول اور قوس اس اصول اصول کا اصول۔ اس دوسرے، تیسرے دائرہ اور قوس میں مراقبہ محبت يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (سورۃ المائدۃ، آیت ۵۴) کرتے ہیں۔ اس جگہ فیض کا مقام لطیفہ نفس ہے۔ جب پہلا دائرہ ختم ہوتا ہے تو دوسرے دائرہ میں مراقبہ و ذکر، پھر تیسرے دائرہ میں اور پھر قوس میں ذکر و مراقبہ کرنے کا معمول ہے۔ اس ''ولایت کبریٰ''، جو انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے، میں توحیدِ شہودی، انا کی فنا، نسبت باطن میں استہلاک و اضمحلال، حقیقی اسلام، شرح صدر، عالم کو ظلِ وجود اور وجودِ حضرت حق سبحانہٗ کے توابع پانا، بُری صفات کی فنا اور نیک اخلاق سے آراستہ ہونا ہاتھ لگتا ہے۔ ان تمام تجلیات ظلال اسماء وصفات، تجلیات اسمائی وصفاتی اور اس کے اصول سے اسم ظاہر کی سیر مکمل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد تجلیات اسم الباطن اور اس کے حالات کی سیر پیش آتی ہے اور یہ مقامات کا ''چوتھا دائرہ'' ہے۔ اس سیر کو ''ولایت علیا'' مقرر کیا گیا ہے۔ یہاں نفل نمازیں لمبی (دعائے) قنوت کے ساتھ اور مراقبہ ''اسم الباطن'' ترقی کا سبب بنتے ہیں۔ اس کے بعد تجلی ذاتی دائمی کی سیر ہاتھ لگتی ہے۔ اس تجلی ذاتی دائمی کو کمالاتِ نبوت سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ ''پانچواں دائرہ'' ہے۔ تجلیاتِ ذاتیہ کے درجات ہیں۔ (درجہ) اوّل ''کمالاتِ نبوت'' ہے۔ اس جگہ مراقبہ ذات بحت اعتبارات سے کرتے ہیں۔ یہاں ''لطیفہ عنصر خاک'' فیض کا مقام ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت اس جگہ ترقی بخشتی ہے اور حالات باطن کی نکارت، بے رنگی اور بے کیفیتی شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں نیتوں اور عقائد کو قوتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور ایک استدلال واضح ہو جاتا ہے۔ ان درجات کے محققین کو قرآن (مجید) کے حرفِ مقطعات کے اسرار کا کشف حاصل ہو جاتا ہے۔ درجہ دوّم ''دائرہ کمالات رسالت'' ہے اور یہ چھٹا دائرہ ہے۔ درجہ سوّم ''دائرہ کمالات اولوالعزم'' ہے۔ یہ ساتواں دائرہ ہے۔ ان دو دائروں میں فیض کا مقام ہیئت وجدانی ہے کہ سالک تصفیہ اور حصول فناء کے بعد عالمِ امر کے پانچ لطائف اور عالم خلق کے پانچ لطائف کی ایک اور

ترکیب پاتا ہے اور اس کے بعد ''سات حقائق'' پیش آئیں گے، جن کے فیض کا مقام بھی ''ہیئت وجدانی'' ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت، خاص کر نمازوں میں ترقی کا ذریعہ بنتی ہے۔ بعض اکابر نے ''تین کمالات'' کے حصول کے بعد حقائق انبیاء علیہم السّلام کی سیر مقرر فرمائی ہے۔ ''دائرہ خلّت'' جو آٹھواں دائرہ ہے، حقیقت ابراہیمی علیہ السّلام ہے۔ اس مقام پر حضرت ذات (اللہ سبحانہٗ) کا مراقبہ، اس لحاظ سے کرتے ہیں کہ حقیقت ابراہیمی علیہ السّلام اس سے جاری ہے اور درود ابراہیمی بہت پڑھتے ہیں۔ ''دائرہ محبّیت''، جو نوواں دائرہ ہے، حقیقت موسوی علیہ السّلام ہے۔ اس مقام پر حضرت ذات پاک (اللہ سبحانہٗ) کا مراقبہ کرتے ہیں، جو حقیقت موسوی (علیہ السّلام) کا منشاء ہے۔ اور ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اِخْوَانِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ خُصُوْصًا عَلٰى كَلِيْمِكَ مُوْسٰى وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ'' کے درود کا وِرد کرتے ہیں۔ ''دائرہ محبیت ذاتیہ'' محبوبیّۃ ذاتیہ حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملا ہوا ہے۔ یہ دسواں دائرہ ہے۔ اس مقام پر حضرت ذات پاک (اللہ سبحانہٗ) کا مراقبہ کرتے ہیں، جو حقیقت محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا منشاء ہے۔ ''دائرہ حقیقت احمدی'' (صلّی اللہ علیہ وسلّم): یہ گیارہواں دائرہ ہے، جو ''محبوبیّۃ صرفہ ذاتیہ'' ہے۔ اس مقام پر حضرت ذات (سبحانہٗ وتعالیٰ) کا مراقبہ اس لحاظ سے جو کہ حقیقت احمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے، کرنا چاہیے۔ ''دائرہ حبّ صرفہ ذاتیہ'': یہ بارہواں دائرہ ہے۔ (اس مقام پر) حضرت ذات (پاک سبحانہٗ وتعالیٰ) کا مراقبہ اس لحاظ سے جو کہ حب ذاتیہ کا منشاء ہے، کرتے ہیں اور ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ'' کے درود (شریف) کی کثرت یہاں ترقی بخشتی ہے۔ اس کے بعد ''مرتبہ لاتعیّن'' اور اطلاق حضرت ذات سبحانہٗ ہے۔ ''دائرہ حقیقت کعبہ حسنیٰ'' کے بعد یہ تیرہواں دائرہ ہے، جو حضرت ذات سبحانہٗ کی عظمت و کبریائی کے ظہور سے عبارت ہے۔ اس مقام پر حضرت ذات (سبحانہٗ) کا مراقبہ اس کی مسجودیت کے اعتبارات سے ممکنات کو کرتے ہیں۔ پھر ''دائرہ حقیقت قرآن'' (ہے) اور یہ چودھواں دائرہ ہے۔ حقیقت قرآن حضرت ذات (سبحانہٗ) کے مبدءِ وسعت سے عبارت ہے۔ اس مقام پر حضرت ذات (سبحانہٗ) کا مراقبہ اس اعتبار سے کرتے ہیں، جو حقیقت قرآنی کا منشاء ہے۔ پھر ''دائرہ حقیقت صلوٰۃ'' ہے اور یہ پندرہواں دائرہ ہے، جو حضرت ذات سبحانہٗ کی وسعتِ بیچون کے کمال سے عبارت ہے۔ اس مقام پر حضرت ذات

(سبحانہٗ) کا مراقبہ حقیقت صلوٰۃ کے منشاء سے کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ''مراقبہ معبودیت صرفہ'' ہے۔ اس مقام پر سیر نظری ہو سکتی ہے، نہ کہ سیر قدمی، کیونکہ وہ مقام عابدیت میں ہوتی ہے۔ طریقہ احمدیہ مجددیہ کے مقامات اور مراقبات کے نام یہ ہیں، جن کی تفصیل مکتوبات شریفہ میں درج ہے۔ ''تین ولایات'' میں (ان) کیفیات کا ظہور ہوتا ہے: بیخودی و استغراق، توحید وجودی، استہلاک و اضمحلال، توحید شہودی، اَنَا کی فنا۔ لطیفہ قالبیہ کی کیفیات، تجلیات ذاتیہ دائمی میں تین کمالات اور سات حقائق میں لطافت، بساطت اور وسعت نسبت، باطن میں بے رنگیاں اور بے کیفیتیاں اور ایمانیات وعقائد حقہ میں قوت (کی صورت میں) ہاتھ لگتی ہیں۔ شخص ان بلند مقامات میں مراقبات کی کثرت کرتا ہے، وہ ہر مقام کی بساطت و بے رنگی میں فرق کر سکتا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ وَاِلَیْہِ الْمَرْجَع وَالْمَآب.

۲

مکتوب صد و یکم

خواجہ حسن مودود (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ اعتراضات کے جواب میں۔ اوّل یہ کہ مرشد کو چاہیے کہ طالبین کی مختلف طبیعتوں کے مطابق کئی قسم کے اشغال تربیت فرمائے۔ دوّم یہ کہ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت خواجہ محمد باقی (باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی نسبت میں مشغول نہ ہوئے اور ریاضات نہ کیں، نسبت میں ایک ضرر پیدا ہوا، کلمات عالیہ کس طرح صادر ہوتے تھے۔ سوّم یہ کہ طریقہ عالیہ چشتیہ کی افضلیت۔ چہارم یہ کہ جو اولیاء غوثیت کے مرتبہ کو پہنچے ہیں، وہ بہت ہیں۔ چشتیہ اور نقشبندیہ میں نظر نہیں آتے اور قادریہ میں صرف حضرت غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارک ہے۔ نیز جو کچھ ان امور کے مناسب ہے (اس کا بیان)۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

جناب فیض مآب، عالی نسب صاحبزادہ، ولایت حسب حضرت خواجہ حسن صاحب سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی (اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے)۔

آپ کا کہنا ہے کہ مرشد طالبین کی مختلف طبیعتوں کے مطابق کئی قسم کے اشغال تربیت فرماتا ہے۔ ارباب بصیرت نے یہی طریقہ تسلیک کیا ہے، لیکن یہ کلی طور پر نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السّلام ایک طریقہ سے شریعت جو ایمانیات، عملیات، نیک اخلاق اور معاملات میں ایک دوسرے سے راضی ہونا ہے، بنی آدم کی اصلاح فرماتے ہیں اور یہ دنیا سے منہ موڑنا اور آخرت کی طرف ہونا ہے۔ اہلِ اسلام نے اسی ایک طریقہ سے صلاح وفلاح پائی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شغل سے جو قلب کی طرف توجہ (اور) دل کی توجہ حضرت حق سبحانہٗ کی جانب ہے اور اسے مرتبہ احسان کہتے ہیں اور ذکر خفی، اتباعِ سنت اور ترک بدعت کے ذریعے ایک جہان کو کامیاب فرمایا ہے۔ یہ مرتبہ احسان کا حصول ہے جو دین کا تیسرا حصہ ہے۔ نورِ قلب کے ذریعے ذکر وتوجہ سے اخلاق واعمال کو پسندیدہ فرمایا۔ یہ چھ سمتوں کی توجہ کا احاطہ فرماتا ہے اور توحید کا راز واضح ہو جاتا ہے، اگر واضح نہ ہو تو بھی خالص دین مرتبہ احسان کا حاصل (ہوتا) ہے اور ذکر کے انوار سے (مرید) کا ظاہر و باطن منور رکھتا ہے۔ مرشد کی صحبت اور ذکر وتوجہ کے دوام سے یہ مرتبہ ہاتھ لگتا ہے۔ اس طریقہ کے اہل کی ریاضات وعبادات اتباعِ شریعت ہی ہیں۔ عزیمت پر عمل کرنا ہی نسبت باطن کو روشن رکھتا ہے۔

تمہارا حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہنا ہے کہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی نسبت حاصلہ منعکس ہے، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اس میں مشغول نہیں ہوئے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ریاضات نہیں کیں۔ اس میں ضرر پیدا ہو گیا ہے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اولیاء وصحابہ (کرام) کی نسبت ترک ادب کر کے خیر البشر صلّی اللہ علیہ وسلّم سے برابری کی ہے۔

اگر نسبت میں ضرر پیدا ہوتا تو بلند کلمات کس طرح صادر ہوتے؟ حضرت خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ) جو اہلِ معرفت کے امام ہیں، حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں: ''تمہارے تمام علوم صحیح اور انبیاء علیہم السّلام کے ملاحظہ کے قابل ہیں۔'' ''ان جیسا (کوئی) آسمان کے نیچے نہیں ہے۔'' ''ان جیسے چند آدمی گزرے ہوں گے۔'' ''شیخ احمد ایک سورج ہے، جن کے سائے میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں۔''

علماء اور عقلاء نے آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کی معلومات اور آپ کے طریقہ کے

مقامات کی شہادت دی ہے۔ لطیفہ قلب کی سیر میں توحید وجودی اور دوسرے لطائف کی سیر میں مختلف علوم و کیفیات اور لطیفہ نفس کی سیر میں توحید شہودی اور عالم خلق کے لطائف کی سیر میں اَلْعَبْدُ عَبْدٌ وَّالْحَقُّ حَقٌّ (یعنی: بندہ بندہ ہے اور حق حق ہے) مشہود ہوتا ہے۔ یہ انبیاء علیہم السّلام کا مشرب ہے۔ شریعت کا منباء غیریت پر ہے۔ یہ معانی طالبین کو آپ سے مکشوف و تسلیک ہوئے ہیں۔ ''تین ولایات''، ''تین کمالات'' اور ''سات حقائق'' آپ نے اپنے طریقہ میں بیان کیے ہیں اور ان درجات تک طالبین کو پہنچایا ہے۔ اگر کوئی طالب خوش استعداد جو تارک وخلوت گزیں ہو اور اوقات و مراقبات کو اذکار سے معمور رکھتا ہو تو یہ حقیر و کمترین پیران کبار کی عنایت کے واسطہ سے اور محض فضلِ الٰہی سبحانہٗ سے، اسے ان مراتب تک پہنچا سکتا ہے، بلکہ کئی اشخاص ان درجات تک پہنچے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ. یعنی. پس اس پر اللہ سبحانہٗ کی ستائش ہے۔ یہ (چیز) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کمال صدق اور نہایت کمالات میں سے ہے۔ غرض کہ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، کبرویہ، نقشبندیہ اور نسبت جدیدہ جو صرف آپ پر فائز ہوئی ہے، (سبھی) کی کان ہیں:

ع خاص کند بندہ مصلحت عام را

یعنی: بندہ مصلحتِ عام کو خاص بنا ڈالتا ہے۔

چونکہ یہ طریقہ پانچ، بلکہ چھ سلاسل کے فیوضات کا جامع ہے، ہم ہر نسبت کے ایک قطرہ سے سیراب کر سکتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ کی نعمتوں اور حضرت رسالت پناہی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے انعامات پر شکر و ستائش ہے۔ جناب ارشاد دستگاہی (حضرت مجدد) رحمۃ اللہ علیہ کے افاضات کے بیان کی بے انتہا خطاؤں کے اس حامل میں قدرت نہیں ہے۔ بہت زیادہ نعمتوں کے مقابلے میں خطا کار کے پاس شرمندگی اور عذر تقصیر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ کئی سال ہوئے کہ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے حق میں اس طرح کی عبارتیں لکھی گئی تھیں اور اب آپ کے مریدوں کا بھی اس طرح کی باتیں لکھنا عمدہ اخلاق سے عاری ہونے کے مترادف ہے۔

تمہارا کہنا: اور طریقہ عالیہ چشتیہ کی افضلیت۔ جس کو خاص سلسلہ سے بہرہ مند اور منسوب فرماتے ہیں، اس کے فضائل اس کی نظر میں جلوہ گر کرتے ہیں، ورنہ سلاسل و مشائخ پر شرف و فضیلت اتباعِ سنت کے مطابق ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے طالبین کی تہذیب نقشبندیہ میں بہت

زیادہ ہے۔ غور وفکر اور انصاف ضروری ہے۔ اس طریقہ میں بدعت کی کوئی ملاوٹ نہیں ہے اور اس کے فیوضات جہان نے پائے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ یعنی: پس اللہ کی تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بندہ کو عالی شان سلسلہ چشتیہ سے اتنی نیاز ہے کہ میں ڈرتا ہوں لوگ کہیں گے کہ یہ نقشبندیہ کا اخلاص نہیں رکھتا۔ کسی کی روٹی کھانا اور کسی کی شکر کہنا اپنی عادت بنالی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث (رحمۃ اللہ علیہ) نے بغیر تحقیق کے جو کچھ سنا، اس پر اعتراض فرماتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے پیر کا انکار کیا ہے۔'' آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''علم و معرفت سے جو کمال بھی مجھے کرامت فرمایا گیا ہے، وہ حضرت خواجہ (محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کے واسطہ سے ہے۔'' (حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کیا ہے۔'' آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ) کے مرتبہ کا شمار صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور اہلِ بیت عظام (رضی اللہ عنہم) میں ہے۔'' (حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) اولیاء کا انکار کرتے ہیں۔'' آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''یہ کمینہ نالائق ان کی نعمتوں کے دسترخوان سے ٹکڑے چننے والا ہے۔'' (حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کرتے ہیں۔'' آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''برابری (کرنا) کفر ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان واسلام کی نعمت میں شریک نہیں ہے، وہ کافر ہے۔'' (حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ''آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام میں خلت کے ذکر میں بڑی شدت ہے۔'' مرتبہ خلّت کی طلب میں زیادتی کا معاملہ سب درست ہے۔ پس سب کو اس معاملے میں ایک دخل ہے، بعض سے کم اور بعض سے زیادہ۔ زمین کی کنجیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئیں۔ پیغمبر (خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد شہروں کی فتح نامدار خلفاء اور بادشاہوں کے ہاتھ پر واقع ہوئی۔ یہ فتوحات آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ثواب کا موجب ہیں (کیونکہ آیا ہے کہ:)

''اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔''

یعنی: نیکی کا راستہ بتانے والا ایسا ہی ہے، جیسا کہ نیکی کرنے والا۔

تفسیر کی تاویلات، فقہ کی جزئیات اور تصوف کے دقائق، سب آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے کمالات میں سے ہیں۔ ان کا ظہور خاص شخصیات پر خاص وقت میں ہوتا ہے۔ وہم ہے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بعد یہ کمالات آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے لاحق ہوئے، بلکہ ان کمالات کا ظہور ان اوقات میں ہوا۔ احوال کے غلبہ سے وہم میں فرق نہیں ہوتا۔ (حضرت) شیخ عبدالحق محدث (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کی ''فتوح الغیب'' کے ترجمہ میں کہا ہے: ''عرفاء کے دلوں پر بعض معانی آتے ہیں، جن (کے بیان) سے عبارت قاصر ہے، ان کا مان لینا سب سے بہتر (ہے)۔''

میں کہتا ہوں: ''(حضرت) شیخ (عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) اس طرح فرماتے ہیں اور حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ جنگ (بھی) کرتے ہیں۔ اَلْمُعَاصَرَةُ اَصْلُ الْمُنَافَرَةِ.
یعنی: ہم عصری منافرت کی اصل (بنیاد) ہے۔

حضرت شیخ (عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) نے ترجمہ میں عبارات کو آیات سے منسلک کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا کلام ایک مقام سے جاری ہے اور ان (حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ) کی نظر ایک دوسرے مقام پر توجہات سے قاصر ہے۔ غلبہ حال سے، امر الٰہی سے، یا طالبین کی ترغیب سے، یا پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث سے، جو تحقیق وہ شطحات کے کمالات میں کرتے ہیں، اس جگہ بھی وہی ہو سکتی تھی۔

تمہارا کہنا ہے: ''غوثیت پر پہنچے ہوئے اولیاء چشتیہ میں بہت ہیں اور قادریہ میں یہی حضرت غوث الاعظم (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کی ذات ہے۔''

(ایسا) نہیں! قادریہ میں حاجی نوشہ، شاہ قمیص، میراں عبداللہ، شاہ ابوالمعالی، شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ ان جیسے عزیز اس ملک میں بہت سے گزرے ہیں۔ ان کے خلفاء کے احوال، جو دوسرے ممالک میں ہوئے ہیں، بہت ہیں۔ نقشبندیہ میں خواجہ محمد باقی (رحمۃ اللہ علیہ)، حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ)، آپ کے صاحبزادگان (رحمۃ اللہ علیہم)، حضرت آدم بنوری (رحمۃ اللہ علیہ)، میر ابوالعلی (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان جیسے بہت سے اقطاب، غوث ان کے مرید ہیں۔ آنجناب سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَبْقَاکُمْ کی سلسلہ چشتیہ سے [illegible] ت اس تحریر کا باعث ہے۔

صوفیائے کرام جو سخت ریاضتیں، چلّے اور کئی قسم کے اشغال میں شدت کرتے ہیں، جن کا انہیں الہام ہوا، وہ ایسے نہیں ہیں جو انہوں نے جوگیوں سے لیے ہیں اور عملِ نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منع ہیں اور وہ جو ضربیں اذکار میں لگاتے ہیں، شریعت مصطفوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علماء ان پر اعتراض کرتے ہیں۔ اس شریعت کی بنیاد میانہ روی اور اعتدال پر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر نفس سخت مجاہدوں کی شدت کی تاب نہ رکھتا ہو تو اکابر ان کو معمول نہیں بناتے۔ پس نفس کا لحاظ (رکھنا چاہیے) کہ حدیث شریف میں آیا ہے: نفس کا تیرے اوپر ایک حق ہے۔ میں نماز اور عبادت کے لیے بیدار رہتا ہوں اور نفس کی راحت کے لیے سوتا ہوں۔ نیز فرماتے ہیں کہ بزرگوں سے سنت کے خلاف (عمل) تجویز نہیں ہوسکتا۔ ہمارے حضرت خواجہ (نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) نے طریقہ (نقشبندیہ) کی بنیاد اعتدال واعمال پر رکھی ہے۔ جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَآءِ. یعنی: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ابن جوزی ایک طرح سے حضرت غوث الثقلین (شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کرتے تھے اور سلطان المشائخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ (حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ) کی پیروی میں کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر آپ (حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ) کے زمانے تک اس طرح کے آثارِ ولایت کسی ولی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جو کمال بھی انبیاء، اولیاء اور علماء رکھتے تھے، سلطان المشائخ (نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ) اس کے جامع ہیں۔ ان تمام کمالات کے باوجود لوگوں نے ان کا محاسبہ کیا ہے۔ ایک کہتے ہیں: ''میں اس دریا سے گزرا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام جس کے کنارے پر کھڑے رہے ہیں''، اور ''میرا جھنڈا (حضرت) محمد خاتم النبیین (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے بلند ہے۔'' یہ سب اسرار ہیں جو انہوں نے خاتم ولایت سے کسب کیے ہیں (اور) بیان کیے ہیں۔ پس ولایت کی نبوت پر فضیلت ثابت ہو گئی۔ تابعین نے ان سکریہ کلمات کی توجیہات (تشریحات) کی ہیں۔

اس طرح حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے طریقہ پر اعتراض کی گنجائش نہیں ہے اور آپ نے خود اور مخلصین نے بھی ایسے کلام کی تاویلات وتوجیہات کی ہیں، جو قابل انکار سمجھا گیا ہے۔ لوگوں نے ان تاویلات سے چشم پوشی کرتے ہوئے طعنہ زنی میں زبان درازی کی ہے، جو نیک گمان رکھنے اور طعنہ زنی نہ کرنے کے لائق ہیں۔ لوگوں میں اعتراضات بھی جاری ہیں اور ان کے

جوابات بھی مسلّم ہیں۔

غرض اس کثرت و وسعت اور انوار و حالات سے، جو دس لطائف اور ان کے علوم و کیفیات اور اس سے بھی زیادہ بیان فرمائے گئے ہیں، کونسا طریقہ (آراستہ) ہے؟ لیکن صحیح فضیلت تربیت وتلقین کی بدولت ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم. (المغنی، ۲: ۳۶۶)۔ یعنی: اے اللہ! ہمیں (چیزوں کی) حقیقت کو صحیح طرح دکھا اور ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

یہ جو کہتے ہیں کہ فلاں نے فلاں سے فیض پایا۔ فیض ڈالنے اور القا کرنے کے معنی میں ہے، جو انوار و کیفیات صحبت کی برکت سے حق سبحانہٗ (کی طرف) سے اس (طالب) کے دل پر ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ انوار و کیفیات دل کو ماسوئ (اللہ) سے مردہ اور جناب کبریا (سبحانہٗ وتعالیٰ) کی محبت میں سرگرم کر کے آرزوئیں بندھاتی ہیں۔ ہویت میں غیب (کی جانب) ایک راستہ دکھاتی ہیں، گوشہ نشینی وخلوت اور ذکر وعبادت اس کی خو بناتی ہیں۔ فیض کا معنی یہ ہے اور نقشبندیہ سے یہ حالات ظاہر ہوئے ہیں۔

بے ساز کے سماع میں بھی اختلاف ہے۔ اس کا جواز بھی اس دوام کے ساتھ (کہ) گرمی و حرارت پیدا ہوتی ہے اور بیقرار بناتا ہے۔ جو ذوق وشوق اس گرمی سے ہاتھ لگتا ہے، البتہ وہ ترک وتجرید کا ذریعہ بنتا ہے۔ پس فیض نقشبندیہ سے بہت زیادہ حاصل ہوا ہے۔

حضرت سلامت! ان تحریروں میں، جو ایک وجہ سے لکھی گئی ہیں، زیادتیاں ہوئی ہیں۔ آنجناب صاحبزادہ ہیں، سخن درازی مناسب نہیں ہے۔ اپنے اعمال کی خرابی سے کیا لکھا جائے۔ عمر غفلت اور بیکاری میں گزری، بڑھاپے کی اس شدید کمزوری میں تدارک کہاں؟ اللہ تعالیٰ حضرت غوث الثقلین (رحمۃ اللہ علیہ)، حضرت شاہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے وسیلہ سے پہلی، درمیانی اور آخری عمر کے گناہوں کو معاف فرما کر، گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیں اور ایسی رضا جس کے بعد ناراضگی نہ ہو، اور جانفزا لقاءِ (الٰہی) لازمِ حقیقت دل و جان کا اشتیاق عطا فرمائیں:

منگر کہ دلِ ابن یمین پر خون شد
بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد

مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست

با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد

یعنی: تو مت دیکھ کہ ابن یمین کا دل پُر خون ہوا، تو (یہ) دیکھ کہ وہ اس فانی دنیا سے کیسے گیا؟

ہتھیلی پر مصحف (قرآن مجید)، راستہ چلتے ہوئے اور آنکھ دوست (ربّ قدوس) کی طرف کیے ہوئے موت کے قاصد کے ہمراہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

(اللہ تعالیٰ) ایسی موت کرامت فرمائے۔ آمین۔

۲

مکتوب صدودوّم

(حضرت) سیّد احمد بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا، جو آنجناب حضرت عالی کے مزاج مبارک کے ملال کے اظہار اور ان کی ظاہری تنگدستی پر مبنی تھا۔ بعض دوسری نصیحتیں اور جو کچھ اس کے مناسب ہے۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

سیّد صاحب، عالی مراتب حضرت سیّد احمد بغدادی سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى (اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے)، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ!

۲۷ ربیع الثانی (اور) ۱۴ جمادی الاوّل کے لکھے ہوئے عنایت نامے ملے۔ اس سے خوشی ہوئی اور انتظار ختم ہوا۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ کو ہم سے ایک کدورت اور ناراضگی ہے۔ ناراضگی کی وجہ معلوم نہیں ہے! اَسْتَغْفِرُ اللّٰه! یعنی: میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں۔ یہ کیسی بات ہے؟ آپ جیسے لوگوں کا وجود ان کمترین درویشوں کی عزت وشرف (کا ذریعہ) ہے۔ کَثَّرَ اللّٰهُ اَمْثَالَكُمْ۔ یعنی: اللہ آپ کے درجات میں اضافہ کرے۔ یہ وہم دل سے دور فرمائیں۔ اگر راستہ میں رکاوٹیں ہیں تو البتہ رُک جانا ضروری ہے۔ اس جگہ کا موسم آپ کے مزاج کے موافق نہیں ہے۔ جہاں دل رغبت کرے، وہاں تشریف رکھیں اور خدا کے ساتھ مشغول رہیں۔ ہمارے طریقہ

کو رواج دیں۔ کئی بار لکھا ہے کہ اس حقیر کے خطاب و القاب میں غرق نہ ہوا کریں۔ لمبے خطوط (لکھنے) سے باز رہیں۔ معلوم نہیں کہ (آپ) کیوں نہیں مانتے! اتنا لکھا ہی کافی ہے:

حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہ!

اَلْحَمْدُلِلّٰہ! یہاں خیریت ہے اور آپ کی خیریت مطلوب۔ آپ کے حکم پر طریقہ تلقین کرتا ہوں، فائدہ بھی پہنچے گا۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ! کوشش کریں کہ جمعیت و توجہ، حضور اور جذبات و واردات دلوں میں پیدا ہو جائیں۔ دوسرے لطائف میں بھی زمین و آسمان اور بہشت و دوزخ کے تماشے، بچوں کی ترغیب کے لیے خوب ہیں۔ اہلِ محبت جگر میں ایک سوز، گذشتہ سے خطرے میں اور آئندہ سے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں، کہ کیا پیش آئے گا؟ بندے کا ذکر کسی کے سامنے نہ کریں اور ترغیب نہ دیں۔ میری ساٹھ سالہ سیر و سلوک کا حاصل یہی چار چیزیں ہیں اور بس! یہ آپ کی استعداد کی خوبی کے لیے ہیں، کیونکہ لوگوں کو یہ حالات پیش آتے ہیں۔ دل ٹوٹا ہوا، سینہ ٹوٹا ہوا، جان آزاد اور آنکھ جانفزا (ہستی) کے دیدار میں لگی ہوئی چاہیے:

ہمہ اندرز ز من بتو این است
کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

یعنی: میری تمام نصیحت ہے کہ تو ایک بچہ ہے اور گھر (بڑا) رنگین ہے۔

حق سبحانہٗ کی رؤیت اور نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بہترین مقامات ہیں۔ پہلا خط جو ربیع الاوّل کے اوائل میں بھیجا گیا، اس ماہ کی بیس تاریخ کو پہنچ گیا تھا۔ اس کا جواب بھیجا گیا اور اس کے جواب میں یہی چیز لکھی تھی۔

آپ نے تنگی کا لکھا ہے۔ فقر کے ''فا'' سے ''فاقہ'' اور ''قاف'' سے ''قناعت'' اور ''راء'' سے ''ریاضت'' مراد ہے۔ یہ اشارے نگاہ میں رکھیں۔ پس ہم اور آپ نے یہ خود اختیار کیا ہے۔ شکایت کس لیے ہے؟

غیر مردن ہیچ فرہنگی دگر
در نگیرد باخدائے حیلہ گر

یعنی: بغیر مرنے کے کوئی دوسرا ہنر با تدبیر خدا کے ساتھ موافق نہیں آتا۔

استقامت و رضا، جانفزا (ہستی) کے لقاء کے شوق، دوام عافیت اور حاجتوں کے پورا

ہونے کے لیے سحری کے وقت اور فرض نمازوں کے بعد درخواست کیا کریں۔ جمعیت (حاصل) ہوجائے گی۔ بددلی کیا ہے؟ تسلی رکھیں، بندہ دعا سے غافل نہیں ہے۔ وَالسَّلَامْ.

عزیزوں اور دوستوں کو سلام اور التماسِ دعا۔

۱۰۳

مکتوب صد وسوم

نواب شمشیر خان (صاحبؒ) کو ظاہری و باطنی ترقیوں کی دعا اور ان کے عریضہ کے جواب میں بعض مطالب تحریر فرمائے۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

نواب صاحب، بلند مناقب، عالی مراتب، مخلصوں پر مہربانی فرمانے والے، تمام مطالب کی ترقی چاہنے والے نواب شمشیر بہادر سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

ایمان وعرفان میں ایسی ترقی کہ گویا حضرت حق کو مشاہدہ کرتے ہیں، اسلام میں ایسی ترقی کہ ظاہری اعمال میں ایک کامل حصہ حب الٰہی کے ذوق میں بڑھاتے ہیں۔ محبت میں ایسی ترقی کہ دلکشا نالہ سے اندر جلنے کے شوق کو تازہ رکھتے ہیں۔ صداقت میں ایسی ترقی کہ زندگی صدیقوں کے اخلاص پر بسر کرتے ہیں۔ دنیا کے جاہ ودولت میں ایسی ترقی کہ جہاں کو کام بخشی سے معمور رکھتے ہیں۔ عافیت اور کامیابیوں کے لیے دعا کی جاتی ہے اور کامیابی نہیں ہوتی، مگر ان ترقیوں کے حصول سے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان مطالب سے بہرہ کامل عطا فرمائے اور دوام اذکار اور تمام اشغال کو ان مقاصد سے محظوظ فرمائے۔

دو دن ہوئے کہ آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا اور (اس نے) آپ کی بلند صفات والی شخصیت کی خیریت کی خبر دے کر خوشی بہم پہنچائی۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ! لکھا تھا کہ تین آدمی حافظ قرآن مقرر کر کے باندہ میں بھیجے گئے ہیں۔ ہر آدمی بیس پارے ہر روز تلاوت کرتا ہے۔ اتنی تلاوت

مشکل ہو جاتی ہے۔ دو وقت میں منزل پڑھنا آسان رہتا ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہی پسند ہے۔ لیکن ہمارے بزرگوں (میں) خلیفہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم امیر المومنین (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں ختم فرماتے تھے۔ حضرت غوث الثقلین (شیخ سیّد عبد القادر جیلانی) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ معین الدین (چشتی) رحمۃ اللہ علیہ ہر روز ایک ختم قرآن فرمایا کرتے تھے۔ اربابِ شوق و محبت جینا عبادت میں گزارتے ہیں۔ بغیر بندگی کے زندگی کام نہیں آئے گی۔ وَالسَّلَامْ.

اللہ تعالیٰ ہر جگہ خوش و خرم رکھے کہ آپ چشم عنایت کا گوشہ فقیروں کے حال پر رکھتے ہیں۔ اہلِ خانہ اور تمام عزیزوں کی خدمت میں سلام، شوقِ ملاقات، تاکیدِ نماز و ذکر، (حضرت) محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود (شریف)، استغفار، کلمات طیّبات اور آنجناب کی رضا (ملاحظہ) فرمائیں۔

۴

مکتوب صد و چہارم

سیّد احمد بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان کے عریضہ کے جواب، معہ خانقاہ معلیٰ کے حالات، توجہ کرنے کا طریقہ اور طالبین کی اجازت کے مقام کے بیان میں تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

سیادت اور منقبت مرتبت صاحبزادہ عالی نسب حضرت سیّد احمد بغدادی صاحب سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں۔

مسنون سلام اور ترقی درجات کی دعاؤں کے پورا ہونے کے بعد واضح ہو کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ! فقیر عنایتِ الٰہی سبحانہٗ سے بخیریت ہے اور پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم کی اتباع میں رات دن کے حلقہ و مراقبہ سے اوقات خوش رکھتا ہے۔ طالبین کبھی سو اور کبھی ستر، کبھی اس سے کم (جو) اس وقت ایک سو چالیس ہیں، ہوتے ہیں۔ اس کثرت میں توجہ کم ہو جاتی ہے، لیکن ان کا کہنا ہے کہ ہمیں فائدہ ہوتا ہے۔ اگر تیس آدمی باری سے آئیں تو توجہ جذب اور حضور و واردات حاصل ہوتی ہے۔

انہیں بہت کہا ہے اور آنجناب نے بھی فرمایا تھا کہ پٹھانوں نے نافرمانی کی ہے اور کرتے ہیں۔ اپنے ساتھ برائی فرمارہے ہیں۔

زندگی میں یہی نور و جمعیت کا القاء اور شغل کا حضور (حاصل) کیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اپنے فضل سے اور آنجناب اور دوسرے لوگوں، جنہوں نے عنایتِ الٰہی سے فیوضات پائے ہیں، کے وسیلہ سے میرا طریقہ پائیدار اور باقی رکھے۔

عنایت نامہ کل پہنچا۔ خوشیاں بخشیں۔ خطوط کے آنے سے بہت خوش ہوتا ہوں۔ انتظار کی سختی پریشان رکھتی ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ عنایت الٰہی سے آنجناب کی تحریر کے ذریعے (پریشانی) رفع ہوگئی۔ باطن شریف کی ترقیوں اور مستفید ہونے والوں کے بارے میں لکھیں۔ حضرت حق سبحانہٗ کی جناب میں التجا کی ہمت وتوجہ سے، مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے وسیلہ سے اور خود کو اس فقیر کے خیال میں متصور کر کے طالبین کی ترقی کے لیے سعی کریں۔ جب حضور و جمعیت، توجہ اور عالم امر کے لطائف کے جذبات و واردات ہاتھ لگیں تو لطیفہ نفس پر توجہ کریں۔ پھر عالم خلق کے لطائف اور دوسرے درجات کو (طے) کرنا چاہیے۔ جس آدمی کو حضور قلب اور لطیفہ نفس حاصل ہو جائے، وہ قابلِ اجازت ہے۔

تقدیر سے مناسب، نامناسب جو کچھ بھی ظاہر ہو، شکر اور استغفار کو لازم سمجھیں۔ مطالعہ اور ملاحظہ کریں کہ یہ نامناسب کیوں پہنچا ہے؟ اور اس سے بچنا واجب سمجھیں۔

حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی ایک سال یہاں رہ کر وطن لوٹ گئے ہیں۔ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ. (سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۹۔ یعنی: آپ درگزر کریں اور بھلائی کا حکم دیں اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں) کے کریمانہ اخلاق کو اپنی خو بنائیں اور مجھے (اپنی) دعاؤں میں یاد رکھیں۔ کتنا اچھا ہو کہ بغداد شریف اور اس ملک میں عافیت کے ساتھ پہنچ کر طریقہ کی اشاعت فرمائیں۔ دوستوں کی جانب سے سلام (ہو) اور دوستوں کو سلام پہنچائیں۔

۵

مکتوب صد و پنجم

مولوی بشارت اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، بعض لوگوں کے جھوٹ باندھنے میں، جو توحید وجودی کے قائلین کی تکفیر اور اپنے طریقہ کی دوسرے طریقوں پر افضلیت کو حضرت اقدس کی طرف نسبت کرتے تھے اور جو کچھ اس کے مناسب ہے۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

مولوی صاحب، بلند مناقب، عالی مراتب، حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰہُ تعالٰی!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہ!

اس سے پہلے ایک خط حضرت ابوسعید صاحب کے نام شریف کے خط میں بھیجا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ پہنچادے۔ فقیر کا مزاج معمول کے مطابق اور ضعف غالب ہے۔ ذرا سی حرکت سے سانس سخت اور کوئی دوسری بیماری ہو جاتی ہے۔ دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ عاقبت بخیر کرے۔ ملا عابد نے آ کر بتایا ہے کہ لکھنؤ کے بزرگ کہتے ہیں کہ غلام علی شاہ توحید وجودی کے قائلین کی تکفیر کرتے ہیں اور طریقہ نقشبندیہ کو تمام اولیاء اللہ کے طریقوں پر فضیلت دیتے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ط اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا. (سورۃ الکہف، آیت ۵)۔ یعنی: (یہ) بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور کچھ شک نہیں کہ) یہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ کہتے ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ جو آدمی خلوت، ترک و تجرید، ریاضت و مجاہدہ اور اذکار و عبادات کی کثرت سے محبت میں مغلوب ہو جاتا ہے اور یہ کلمات سکر محبت میں کہتا ہے، وہ معذور ہو سکتا ہے۔ توجہ، خیال باندھنے، وہم کرنے اور رسائل توحید کا مطالعہ کرنے سے محبت کے متوالوں کے یہ اسرار زبان پر لانا جائز نہیں ہے۔ قاضی منع کرتے ہیں کہ قدس الٰہی کی جناب میں بے ادبی نہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں ان مذکورہ توحیدات میں سے

(کوئی شے) نہ تھی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ کے بعد یہ سکر یہ اسرار ظاہر ہوئے ہیں۔ پھر آیات و احادیث کو تاویل سے اس معرفت کے تابع کرنے سے طریقہ بنالیا گیا ہے۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا حضرت شیخ ابن عربی (رحمۃ اللہ علیہ) کی معرفت سے (اپنی) معرفت کی تطبیق کرنا قوتِ علمی سے ہے، نہ کہ حقیقت و واقع میں۔

جاننا چاہیے کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت شرعی دلیل، محکم آیت، صحیح حدیث و اجماع کے بغیر نہیں دی جاسکتی۔ پس جو کچھ ان دو امور کے بارے میں اس فقیر کی نسبت سے مشہور کیا گیا ہے، وہ افترا اور جھوٹ ہے۔ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَاسَمِعَ. (صحیح مسلم، مقدمہ ۵: ۸) یعنی: آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ جو وہ سنے آگے بیان کرے۔

لوگ بغیر تحقیق کے بزرگوں کی خدمت میں واقع نہ ہونے والی باتیں پہنچاتے ہیں۔ مگر جس شخص کی صحبت میں تصفیہ و تزکیہ، اتباعِ سنت، تہذیب اخلاق اور احوال محبت طالبین کو زیادہ ملیں، اس کی فضیلت ثابت ہے۔ جی ہاں! اولیاء کی (کئی) خصوصیات ہیں۔ ان خصائص کی بدولت وہ ایک دوسرے سے امتیاز رکھتے ہیں۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت خواجہ (نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کی تربیت کی برکت سے نئے طریقہ تک پہنچے ہیں۔ یہ طریقہ دس لطائف، بہت سے حالات اور انوار و اسرار پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں، ان درجات تک پہنچادیتے ہیں۔ فَبُشْرٰى لَهٗ. یعنی: اس کے لیے بشارت ہو۔ کہاں ہم کم ہمت اور کہاں وہ مقامات! اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ. یعنی: مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ (لطیفہ) قلب کی سیر میں یہ معرفت اور دوسرے لطائف کی سیر میں معرفت توحید شہودی اور عالم خلق کے لطائف کی سیر میں ''اَلْحَقُّ حَقٌّ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ ''یعنی: ''حق حق ہے اور بندہ بندہ ہے'' ظاہر ہوتا ہے، جو انبیاء علیہم السّلام کا مشرب ہے۔

ہمارے پیر حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے کہ توحید کے معارف تجلیاتِ افعالیہ و صفاتیہ کی سیر میں پیش آتے ہیں۔ تجلی ذاتی دائمی میں عبدیتِ خالصہ ''اَلْعَبْدُ عَبْدٌ وَّالْحَقُّ حَقٌّ '' یعنی: ''بندہ بندہ ہے اور حق حق ہے'' ظاہر ہوتی ہے اور یہ انبیاء علیہم السّلام کا مشرب ہے۔ جن لوگوں نے تجلی افعالیہ و صفاتیہ میں پہنچ کر اسرار توحید میں زبان کھولی اور رسائل توحید لکھے ہیں، ممکن ہے کہ وہاں ترقیاں کی ہوں۔ چنانچہ یہ فقیر اوّل اس معرفت کا علم رکھتا تھا، پھر (وہ) عیان و شہود

میں بدل گیا۔ پھر حضرت سبحانہٗ کی عنایت کے جذب سے شیخ المشائخ حضرت خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے واسطہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے معارف سے مشرف ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ. یعنی: پس ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اس کے شایان شان ہیں۔

تعجب! تعجب (ہے)، تم (لوگوں) نے رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ میں طمانیت (خشوع) کو ترک کرنے کا مزاج بنالیا ہے اور ساز و نغمہ اور... تصویروں کی آواز کو سننے کی عادت بنالی ہے۔ مَعَاذَ اللّٰه ثُمَّ مَعَاذَ الله. یعنی: اللہ کی پناہ! پھر اللہ کی پناہ! ہمارے چشتیہ اور قادریہ اکابرین رحمۃ اللہ علیہم نے مریدوں کو ان بدعتوں کے لیے نہیں فرمایا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ ! مسلمانی اگر یہ ہے جو حافظ رکھتا ہے تو ہمیں اپنے دین کا ماتم کرنا چاہیے۔ ہم روئیں، شاید رحمت (الٰہی) ظہور فرمائے اور ایک کامیابی و بھلائی نظر آئے۔ مشائخ اور مرشدوں کی حالت اس طرح تباہ ہو تو مرید سیدھے راستے اور درست دین کو کم ہی جانتے ہیں۔

۶
مکتوب صد و ششم

سیّد امین الدین (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا، جس میں انہوں نے تعلیم طریقہ کی اجازت کی درخواست کی تھی۔ اس کے ساتھ طریقہ کی بعض روشوں کا بیان ہے۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

میر صاحب عالی مناقب حضرت سیّد امین الدین سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى !

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ الله !

آپ جس روز سے اس جانب تشریف لے گئے ہیں، دو خطوط ایک ہی مضمون کے موصول ہوئے ہیں کہ احوال باطن خوب ترقی میں ہے۔ کسی کو توجہ کی جاتی ہے اور تاثیر ہوتی ہے اور طریقہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کی اجازت ارسال فرمائیں۔

ان بزرگوں کا طریقہ جمعیت و حضور اور جذبات و واردات ہے۔ نسبت کے انوار تمام بدن

کو گھیر لیتے ہیں۔ اگر یہ امور حاصل ہیں اور دوسروں کو پہنچتے ہیں تو اجازت ہے۔ بَارَكَ اللّٰہُ فِیْمَا اَعْطَاكُمْ. یعنی: اللہ تم کو اس میں برکت دے، جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔

حضرت شاہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے پیروں اور خلفاء (رحمۃ اللہ علیہم) کا فاتحہ پڑھ کر اور بندہ کو دل میں رکھ کر ہمت و توجہ کریں۔ جو ذکر بزرگوں سے پہنچا ہے، وہ طالب کے دل میں آ جاتا ہے اور (دل میں) حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہر لطیفہ (میں)۔ لطائف کے ذاکر ہو جانے کے بعد توجہ کریں کہ جو جمعیت و حضور کے انوار بزرگوں سے پہنچے ہیں، وہ طالب کے دل میں فائض ہو جائیں۔ اس کے بعد انجذاب قلب کے لیے توجہ کریں، تا کہ فوق تک انجذاب (حاصل) ہو جائے۔ اسی طرح ہر لطیفہ پر (توجہ کریں)۔ ہر لمحہ و لحظہ میں نسبت باطن کی مشغولیت، نفی خواطر، دوام توجہ اور دوام ذکر کو لازم پکڑیں، تا کہ کل وہ حسرت اور شرمندگی حاصل نہ ہو۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ.

دوستوں اور عزیزوں کو سلام اور دعا کی التماس پہنچائیں۔ ظاہر کو نیک اعمال سے آراستہ کرنا اور باطن کو وسوسوں، آرزو اور غفلت سے خالی کرنا بارگاہِ الٰہی سبحانہٗ کے مقربین کا معمول ہے:

ع　　این کار دولت است کنون تا کرا رسد

یعنی: یہ نصیب کا کام ہے، دیکھئے اب کون اس تک پہنچتا ہے۔

توجہ و آگاہی کو ذکر کی حقیقت اور نسبت باطن کہتے ہیں۔ جب یہ حضور و آگاہی بے خطرگی یا کم خطرگی میں قلبی کیفیت کے ساتھ ہاتھ لگتی ہے تو اسے بدایت (ابتدا) میں نہایت (انتہا) کے موجود ہونے کا نام دیتے ہیں۔

۱۰۷

مکتوب صد و ہفتم

مولوی عبدالرحمٰن شاہ جہان پوری (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان دو اشعار کے معنی میں تحریر فرمایا:

یا تبر بر گیر و مردانہ بزن

تو علیؑ وار این در خیبر بکن

یا چو صدیقؓ و چو فاروقؓ مہین
رو طریق دیگرانرا بر گزین

(مثنوی، جلد۲: ۱۲۷)

یعنی: یا کلہاڑا پکڑ اور بہادروں کی طرح (جڑ پر) مار، یا تو (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کی طرح خیبر کے دروازے کو اُکھاڑ دے۔

۷ یا (حضرت ابوبکر) صدیق (رضی اللہ عنہ اور حضرت) فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کی طرح جا اور دوسروں کا طریقہ اختیار کر۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

پہلے شعر کے معنی ہیں کہ بڑا جہاد نفس کے ساتھ کر، تا کہ وہ آراستہ ہو جائے۔ دوسرے شعر کے معنی ہیں کہ چھوٹا جہاد منکروں کے ساتھ کر اور ظاہری اعمال کو لازم پکڑ۔

جو عقلمند ہے وہ جانتا ہے کہ جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر کا حکم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوا ہے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) دونوں جہاد کرتے تھے اور ظاہری اعمال کی پیروی بھی لازم پکڑتے تھے۔ صبر و توکل اور تسلیم و رضا باطنی اعمال اور تلاوت، تہجد اور صدقات ظاہری اعمال ہیں۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو ظاہری و باطنی اعمال نہ کرے، ورنہ مسلمانی کہاں؟ پس باطنی اعمال کے ترک کرنے اور صرف ظاہری اعمال کو اختیار کرنے سے مسلمانی درست نہیں ہوتی۔... قرآن مجید صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) کی مدح میں نازل ہوا ہے۔... آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) ہزار رکعت پڑھتے تھے، ستو سے افطار فرماتے تھے۔ ختم قرآن مجید تھوڑے وقت میں سرعت سے فرمالیا کرتے تھے۔ میں حق سبحانہٗ سے اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کمال (درجے) کی چاہتا ہوں۔ اہلِ بیت (رضی اللہ عنہم) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اجزاء ہیں اور صحابہ کرامؓ (حضرت) مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دین کو رواج دینے والے ہیں۔ بندہ اس طرح کی باتیں کبھی بھی نہیں کرتا۔ موت اور آخرت کا غم لگا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کے وسیلہ سے خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ آمین۔

غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ، جو تمہیداتِ سلمی میں حضرت

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد میں درج کیا گیا ہے اور سنت پر عمل اور بدعت کے ترک... کی توفیق ہمیں اللہ تعالیٰ کرامت فرمائے، تاکہ دارین کی نجات حاصل ہو۔ آمین۔

ظاہر ہے کہ یہ دو اشعار مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کے نہیں ہیں۔ وہ (مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ) اہلِ سنت و جماعت کے کامل اولیاء اور علماء رحمۃ اللہ علیہم میں سے ہیں اور تفضیلی نہیں ہیں۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اگر علم باطن کے اسرار امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے اور دوسرے (صحابہ کرام رحمۃ اللہ علیہم) کو نہیں فرماتے تھے تو یہ اس آیت کے خلاف آتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ. (سورۃ سبا، آیت ۲۸)۔

یعنی: اور ہم نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو تمام لوگوں کے لیے بھیجا ہے۔

پس علمِ ظاہر و باطن تمام مسلمانوں کو ارشاد کیا گیا ہے۔ حضرت امیر (المومنین علی رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ (نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم) جو علوم و احکام سب مسلمانوں کو (ارشاد) فرماتے تھے، (آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے) وہی علوم ہمیں (ارشاد) فرمائے ہیں۔ پس صوفیہ کے بقول علوم باطن کی تخصیص حضرت امیر (المومنین علی رضی اللہ عنہ) کے لیے ثابت نہیں ہوتی، (بلکہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے) فرائض و واجبات، اخلاق وحسنِ معاملات، جہادِ اصغر، جہادِ اکبر، سننِ ہدیٰ کی اتباع، دنیا سے منہ موڑنا اور آخرت کی طرف توجہ کرنا سب کو تلقین فرمایا۔ اس قول کے مطابق تصفیہ قلب، تزکیہ نفس اور مرتبہ احسان ''كَاَنَّكَ تَرَاهُ'' (مجمع الزوائد، ۱: ۴۱۔ یعنی: جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو) تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو حاصل ہوا ہے، مگر صحابہ (کرام) رضی اللہ عنہم سے خرقِ عادات (کرامات) مروی نہیں ہیں، کیونکہ خوارق کا ظہور فضیلت کا ذریعہ نہیں ہوتا۔ اولیاء سے اس قدر کرامات مروی ہیں کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے مروی نہیں ہیں۔ فضیلت کی وجہ ترویجِ اسلام، مسلمانوں کی موافقت، علومِ دین کی اشاعت اور بدعت و محدثات سے اجتناب ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت امیر (المومنین علی رضی اللہ عنہ) کے مناقب اتنے (زیادہ) مروی ہیں کہ صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) سے منقول نہیں ہیں، لیکن ان چار امور کے کثرت سے ظہور کی بناپر، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو ان میں فضیلت (حاصل) ہے۔

۷۸
مکتوب صد و ہشتم

شیخ غلام مرتضیٰ (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا، اس کے ساتھ اسم ذات اور نفی و اثبات کے ذکر، مراقبہ احدیت و معیت اور دوسری ضروری نصیحتیں (بھی ہیں)۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

شیخ مہربان شیخ غلام محمد مرتضیٰ صاحب سَلَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى (اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے) کی خدمت شریف میں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ!

گزارش ہے کہ آپ کے مکتوب گرامی کی آمد سے مسرت ہوئی اور اس کے مندرجات واضح ہوئے۔ بڑھاپے کے اس ضعف اور بیماری میں سفر کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ ایک خلوت میں بیٹھ کر، میل ملاپ میں خلقت سے منہ موڑ کر استغفار کرنے، گذشتہ پر شرمندہ ہونے اور آئندہ پر افسوس وحسرت کرنے کہ کیا پیش آتا ہے، سے (مشغول رہنا) اور تلاوت و درود، فوت شدہ کی قضا، ذکر اسمِ ذات، نفی و اثبات اور (تہلیل) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس طریقہ سے جو معمول ہے، (اس) معنی کے لحاظ سے کہ کوئی مقصود نہیں ہے سوائے ذات پاک (اللہ سبحانہٗ) کے۔ اگر درمیانے درجے کا (ذکر) جہر ذوق وشوق کے لیے کیا جائے تو (بھی) کوئی ہرج نہیں رکھتا۔ حضرت ذات (اللہ سبحانہٗ) کی طرف دوامِ توجہ، خواطر کی نفی اور مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی طرف رجوع کہ ان کی طرف ہمت متوجہ ہے، سے اوقات کو لبریز رکھنا قربِ الٰہی سبحانہٗ کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق کرامت فرمائے، آمین۔ عمر ضائع کرنے والا یہ بوڑھا فرصت نہیں رکھتا کہ ان اعمال میں مشغول ہو جائے۔ اس بڑھاپے، اعضاء کے ضعف اور بیماری میں تلاوت اور نماز (بھی) مشکل ہے، اور مدد کے بغیر اٹھنا، استنجاء اور وضو کے لیے جانا محال ہے۔ نیز مسجد اور اپنے مرشد کے مزار پر حاضر ہونے، جو گویا حج پر جانا ہے، کے لیے نہیں جا سکتا۔ کثرت توجہ اور

حاجت مندوں کی حاجتوں کے پورا ہونے کے لیے بہت دعا ہوئی۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ ! صالحین سے مشابہت کی جاتی ہے (کیونکہ آیا ہے):

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ ۔ (سنن ابی داود، نمبر ۴۰۳۱، کتاب اللباس)۔

یعنی: جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، پس وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی.

میں اور حضرتِ منعمِ حقیقی عم نوالہٗ کی بہت زیادہ کثیر نعمتیں، حضرت رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بہت زیادہ احسانات اور حضرت پیرو مرشد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَ جَزَاھُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَآءِ (یعنی: ان پر اللہ کی رحمت ہو اور انہیں اللہ سبحانہٗ میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے) کے لاتعداد اور بیشمار انعامات، ایک ضعیف تنکے کو نوازنا اور خاک پر گرے ہوئے کو ذلت وخواری سے بچاتا ہے، اللہ! اللہ:

اگر بر روید از تن صد زبانم
پے سوسن شکر لطفش کے توانم

یعنی: اگر میرے تن پر سو زبانیں پیدا ہو جائیں تو بھی میں (تیری) ایک نعمت کا شکر کب ادا کر سکتا ہوں۔

کیا کہوں؟ اور کیا لکھوں؟ کہ اس ناچیز پر کیسے جمالی معاملات نے ظہور کیا اور کیسے خوشحالی کے سلوک زمانہ میں شاملِ حال ہوئے؟

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ۔ (سورۃ ابراہیم، آیت ۳۴)۔

یعنی: اور اگر خدا کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو گے۔

اگر معاش (روزی) ہے تو فراغت ہی فراغت۔ اجداد میں سے کسی ایک سے بھی مجھے اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملا۔ اگر معاد (آخرت) ہے تو فیوض و برکات اور کرامات۔ معلوم نہیں ہے کہ کسی کو اس وقت میں ان حالات وانوار سے نوازا گیا ہو۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (سورۃ الصّافات، آیت ۱۸۰-۱۸۲)۔ یعنی: یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، تمہارا پروردگار جو صاحبِ عزت ہے اس سے پاک ہے، اور پیغمبروں پر سلام، اور سب طرح کی تعریف سارے جہانوں کے پروردگار کو (سزاوار) ہے۔

ایک وقت مراقبہ احدیت، مسمّٰی ھُوَ اللّٰہ سُبْحَانَہٗ تمام کمالات سے موصوف اور سب نقصانات سے منزہ کا لحاظ رکھتے ہوئے توجہ اور ذکر و نگہداشت سے معمول ہے اور ایک وقت مراقبہ معیت وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَاکُنْتُمْ (سورۃ الحدید، آیت ۴) حضرت حق سبحانہٗ کی معیت کے مفہوم کا لحاظ رکھ کر کہ وہ ہمارے ساتھ ہے، دل و جان اور بدن سے ذکر کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ ذکر میں چند بار دل کی طرف توجہ کرنا معمول ہے، کامل نیاز سے اور دل میں یہ دعا کرنے سے:

اے خدا قربان احسانت شوم
این چہ احسان است قربانت شوم

یعنی: اے اللہ! میں تیرے احسان پر قربان ہو جاؤں، یہ کیسا احسان ہے میں تجھ پر قربان ہو جاؤں۔

میرا مقصود تو ہے، اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔

جو چیز نفل نمازوں سے ہاتھ لگتی ہے، وہ معمول ہے۔ زبان بیہودگی ولغو، غیبت و چغلی اور عیب جوئی سے پاک ہونی چاہیے۔ اپنے اور مسلمانوں کے لیے اور جس شخص کا حق ثابت ہو، یا جس پر طعن ولعن، غیبت اور بدگوئی کا مواخذہ ثابت ہو، کے لیے بخشش مانگنا ضروری ہے۔ گذشتہ سے شرمندہ ہونا اور آئندہ پر افسوس کرنا شاملِ حال ہونا چاہیے۔

شیخ فضل علی سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی، ان کے بیٹے اس تحریر پر عمل کرنا فرض جانیں۔ وَالسَّلَامُ۔

سب عزیزوں اور دوستوں کو سلام قبول ہو۔ اس ناچیز کے لیے دعائے خیر کریں۔ کم بولنا، لوگوں کے ساتھ کم رہنا، کم سونا، ہر کام میں میانہ روی (اختیار) کرنا اور دوام ذکر، حق سبحانہٗ کے طالبین کا یہ طریقہ ہے۔

معمولی سی حرکت اور نماز میں سانس سخت ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے پنڈلی میں: (کڑول) پڑ جاتا ہے۔ اعضاء میں زندگی کے اسباب میں سے کچھ نہیں رہا، ذات قادر قوی (اللہ سبحانہٗ) کے ارادہ سے زندگی کی صورت باقی ہے:

خدایا بحق بنی فاطمہؓ
کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ

(بوستان سعدی، ص ۰۱

یعنی: اے اللہ! (خاتونِ جنت حضرت سیّدہ) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی اولاد کے صدقے کلمہ ایمان پر خاتمہ نصیب فرمانا۔

احوال محبت میں مغلوب اور حضرت حق سبحانہٗ کے شہود میں (رہ کر) میں مرنا چاہتا ہوں اور ابن یمین کبروی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ان اشعار کے معنی کی آرزو کرتا ہوں:

منگر کہ دلِ ابن یمین پر خون شد
بنگر کہ ازین سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست
با پیک اجل خندہ زنان بیرون شد

یعنی: تو مت دیکھ کہ ابن یمین کا دل پُر خون ہوا، تو (یہ) دیکھ کہ وہ اس فانی دنیا سے کیسے گیا؟
ہتھیلی پر مصحف (قرآن مجید)، راستہ چلتے ہوئے اور آنکھ دوست (ربّ قدوس) کی طرف کیے ہوئے موت کے قاصد کے ہمراہ مسکراتا ہوا باہر چلا گیا۔

۷
مکتوب صد و نہم

ملک روم کے شرفاء اور سردار علماء و فضلاء وغیرہما کی خدمت میں (حضرت) مولانا خالد سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کے حالات کے بیان میں تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حمد و صلوٰۃ کے بعد اس برکت آثار ملک کے ذوالاحترام علماء و فضلاء، حفاظ، امراء و حکام اور شرفاء کی خدمت میں گزارش کی جاتی ہے کہ ظاہر و باطن کے مجمع فضائل مولانا خالد سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے غیبی اشارات سے ہندوستان میں شاہ جہان آباد (دہلی) میں احقر ناچیز کے پاس پہنچ کر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں مصافحہ بیعت کیا۔ ایک خلوت میں اذکار و اشغال اور مراقبات میں مشغول ہو گئے۔ عنایت الٰہی سے مشائخ کرام کے واسطہ سے انہیں حضور و جمعیت، بیخودی، جذبات و

واردات، کیفیات و حالات اور انوار حاصل ہوئے اور (سلسلہ) نقشبندیہ کی نسبتِ قلبی سے ایک مناسبت ان کے ہاتھ لگی۔ پھر ان کے عالمِ امر کے لطائف اور عالمِ خلق کے لطائف پر توجہات کی گئیں۔ انہوں نے ان توجہات سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نسبتوں کے دریاؤں سے نمی حاصل کی۔ ان حالات و مقامات کی بدولت طالبین کی تلقین و ارشاد کے لیے انہیں اجازت و خلافت دی گئی۔ (اپنے) وطن میں پہنچ کر وہ ریاضات اور نسبت باطن کی مشغولیت میں مصروف ہو گئے اور انہیں ایک قبولیت نصیب ہوگئی۔ انہوں نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت سے اس ملک میں طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت کی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہ. (پس ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں)۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ، ان کی زیارت میری زیارت ہے، ان کی دوستی میری دوستی اور ان کا انکار و دشمنی مجھ تک پہنچتی ہے اور ان کا مقبول میرے پیران کبار یعنی حضرت شاہ نقشبند، (حضرت) خواجہ (عبیداللہ) احرار، (حضرت) خواجہ محمد باقی (باللہ) اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہم، کا مقبول ہے۔ ان کی تعظیم و احترام اس ملک کے مسلمانوں پر اور ان کی بھلائی، مزید زندگی اور حفاظت کی دعا (کرنا) اس فقیر پر واجب ہے۔ خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسِ. یعنی: لوگوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو ان کو نفع پہنچائے۔

ان کے وجود کو غنیمت سمجھیں۔ ان کی محبت و دوستی اور ان کے آداب کا لحاظ رکھنا واجب جانیں۔ دین اسلام کی حدیث میں چار اجزا ہیں: توحید، اعمال و ایمان، مرتبہ احسان اور قیامت کی تصدیق۔ مرتبہ احسان دین متین کی جان ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! ان کی خدمت میں یہ مرتبہ ہاتھ لگتا ہے اور آخرت کی طرف منہ موڑنے اور دنیا سے روگردانی کی توفیق شاملِ حال ہوتی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک فیض پہنچتا تھا، جس سے سکینہ اور اطمینان قوی ہاتھ آتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اولیاء (اللہ) رحمۃ اللہ علیہم کے دلوں پر فیض وارد ہوا، جو بیقراریوں، اضطراب، جوش اور نعرے کا سبب بنا۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے نعروں کو صوفیہ کے حالات کے عجائب میں سے کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ (محمد) باقی باللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں (حضرت) میر محمد نعمان (رحمۃ اللہ علیہ) اور (حضرت) مرزا مراد بیگ (رحمۃ اللہ علیہ) اور (حضرت) رحم اشرف (رحمۃ اللہ علیہ) ان دو (آخر الذکر) نے اس فقیر سے استفادہ کیا تھا۔ (ان سب کو) نعرہ و آہ اور بیقراریاں بہت حاصل

ہوتی تھیں۔ حضرت میر ابوالعلیٰ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں آہ و نالہ بہت زیادہ ہے۔ اگر (حضرت) مولانا خالد (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھیوں میں یہ امور ظاہر ہوئے ہیں تو یہ (حضرت) مولانا خالد (رحمۃ اللہ علیہ) کا ہنر و خوبی ہیں، نہ کہ نادانوں کی طعنہ زنی کی جگہ۔ پیغمبر (اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے یہ فیوضات خاص طور پر آہ و فغاں اور بیقراریوں کے تقاضا کا مقام ہیں۔ ہمارے پیغمبر (اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے فیض خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچا۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں استہلاک (فنا) اور اضمحلال (نیستی) نے اثر کیا۔ ہمارے پیغمبر (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم سے فیض حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ)، ان تحریر شدہ حالات کے جمع کرنے والے اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے باطن پر وارد ہوا ہے، جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبتوں کی کیفیات بھی شامل ہیں (اور) جو تجلی ذاتی دائمی سے بلند، لطیف اور بے رنگ (صورت میں) جاری ہے اور تمام بدن کو جذبات و واردات پہنچاتا ہے اور عالمِ امر و عالمِ خلق کے لطائف سے برتر ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ.

اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ (حضرت) مولانا خالد (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس مقام کے تمام حالات و درجات کا فیض حاصل کیا ہے اور قابلیتوں کے مطابق طالبین کو اس کا فائض پہنچا رہے ہیں۔ اس طرح کا نایاب گوہر اس ملک میں ہے، (جو) اس زمین کے لیے سعادت اور مستفید ہونے والوں کے لیے یقین کا ذریعہ ہے۔ صوفیہ کے زمانوں میں سے مجھے کسی زمانے اور وقت میں ایسے زیادہ اور کثیر فیوضات کے حامل کا علم نہیں ہے، جن کی تائید (ہوئی) ہو۔ ان سے اخلاص و محبت کرنا اور مستفید ہونا واجب ہے۔ حضرت خواجہ محمد باقی (باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کے اصحاب کرام میں حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ)، حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے اصحاب میں حضرت آدم بنوری (رحمۃ اللہ علیہ) اور اس ناچیز کے اصحاب میں (حضرت) مولانا خالد (رحمۃ اللہ علیہ) امتیازات رکھتے ہیں، بلکہ اس قدر کثیر فیوضات ان اکابر کی صحبت میں نہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ثُمَّ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ! حاسدوں کی دشمنی کو حضرت مولانا (خالد رحمۃ اللہ علیہ) سے دور ہٹائیں اور ثواب پائیں۔ ورنہ حق سبحانہٗ کی نصرت اور مدد (ہی ان کو) کافی ہے۔ سب اخلاص کا راستہ اختیار کریں۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے طریقہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ اپنے والد (بزرگوں) سے، کبرویہ حضرت مولانا یعقوب صرفی (رحمۃ اللہ علیہ) سے حاصل کیا ہے اور نقشبندیہ شیخ المشائخ

حضرت خواجہ محمد باقی (باللہ رحمۃ اللہ علیہ) سے اخذ کیا ہے اور تھوڑے ہی وقت میں بہت زیادہ اسرار وانوار، حالات و کیفیات اور جذبات و واردات حاصل کیے ہیں۔ پھر حضرت خواجہ محمد باقی (باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی تربیت کی برکت سے صوفیہ کے طریقہ سے آگے اور صوفیہ میں غیر متعارف بلند علوم و معارف (کے حامل) ایک نئے طریقہ پر فائز ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے) فرمایا: ''تمہارے علوم صحیح اس قابل ہیں جو انبیاء علیہم السّلام کی نظر میں آتے ہیں۔'' (حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے: ''شیخ احمد نام حضرت مجدد ہیں، جو ایک آفتاب ہیں، جس کے سائے میں ہم جیسے ستارے گم ہیں، ان کی نظیر آسمان کے نیچے نہیں ہے۔'' (حضرت) ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ آپ مجدد ہیں۔ امام المحد ثین (حضرت) شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے مکہ شریف میں حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے رسالہ ردّ روافض کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے اور اس میں لکھا ہے:

''بَلِّغْ اَمْرُہٗ اَنْ لَّا یُحِبُّہٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَلَا یُبْغِضُہٗ اِلَّا مُنَافِقٌ شَقِیٌّ.

یعنی: اپنی بات اس تک پہنچا کہ نہیں محبت کرتا ان سے، مگر مومن متقی اور نہیں دشمنی کرتا ان سے، مگر منافق بدقسمت۔

حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے فیوض سے بلادِ اسلام پُر ہو گئے ہیں اور مسلمانوں پر ان کا شکر گزار ہونا واجب ہو گیا ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے جو کئی قسم کے فیوض اپنے نئے طریقہ میں بیان کیے ہیں، وہ صوفیہ سے مروی نہیں ہیں۔ مولانا خالد، مولوی ہراتی اور مولوی قمر الدین پشاوری (رحمۃ اللہ علیہم) بہت زیادہ انکار لکھ بھیجتے تھے۔ (پھر) بندہ کے پاس آ کر انہوں نے فیوض مجددیہ کسب کیے اور (طریقہ) مجددیہ میں بیعت کی کہ ہم یہ فیوض کتابوں اور سینوں، بلکہ مزارات میں نہیں پاتے۔ علماء و فضلاء طریقہ مجددیہ کے درجات مقامات کا اقرار کرتے ہیں۔ برزنجی کے جھگڑے میں کوئی سند نہیں ہے۔ ایک مشہور عارف نے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے مکتوبات کی عبارت میں تحریف کی (اور) تحریف شدہ عبارت کا عربی الفاظ میں ترجمہ کر کے مدینہ منورہ میں برزنجی کے ہاتھ سے رسالہ بھیجا۔ اجازت سے ناسمجھ جگہ سے ہٹ گیا اور بغیر تحقیق اس نے آپ کے انکار میں رسالہ لکھ کر مکہ شریف میں ارسال کیا اور (وہ) میرزا محمد یار بدخشی (رحمۃ اللہ

علیہ) کے ہاتھ آیا، جنہوں نے مکتوبات کی صحیح عبارات کو مکتوبات (شریف) سے جمع کر کے عربی الفاظ میں ترجمہ کیا اور اس عبارت پر کوئی گرفت نہیں ہے اور انہوں نے علمائے مکہ (مکرمہ) کی مہریں اس رسالہ پر لگوائیں کہ اس صحیح عبارت پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور وہ رسالہ یہاں (موجود) ہے۔ (حضرت) شیخ عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) انکار سے باز آ گئے اور انہوں نے رسالہ لکھا کہ اس طرح کے عزیزوں سے برائی نہیں کرنی چاہیے اور ہماری بشریت کا پردہ نہیں رہا۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے اعتراضات کا جواب خود لکھا ہے اور مخلصین نے بھی۔ کلام الٰہی سبحانہٗ میں تاویل جاری ہے اور کلام اولیاء میں بھی۔ حضرات اولیاء کا سب کلام اور حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کا تمام کلام بھی مشروع ہے، اعتراض کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اعتراض کرنے والوں کو بے ادبی سے منع کرنا چاہیے، کیونکہ اولیاء کا منکر خطرے میں ہے۔ وَالسَّلَامُ.

کہتے ہیں کہ عارفوں کے دلوں سے کبھی ایسے معانی نکلتے ہیں کہ عبارت کے الفاظ ان کے مددگار نہیں بنتے۔ پس (ان کو) مان لینا ہی سب سے بہتر ہے۔ لاکھوں (طالبین حضرت) مولانا خالد (رحمۃ اللہ علیہ) کی توجہ سے ذکرِ قلب اور لطائف تک پہنچے ہیں اور انہوں نے بدعت کی ڈاکہ زنی پر صلح جوئی نہیں کی۔ ہزاروں حضور و جذبات پر فائز ہوئے ہیں۔ اے بھائی! انصاف کرنا چاہیے کہ یہ سعادت و دولت کہاں سے آئی ہے؟ حضرت وہاب سبحانہٗ نے پیرانِ نقشبندیہ کے واسطہ سے انہیں ان عطاؤں تک پہنچایا ہے۔ ہم ان سے دعا و ہمت کی امید رکھتے ہیں۔

۲

مکتوب صد و دوم

(حضرت) مولانا خالد رومی (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

ظاہر و باطن کے کمالات کے جامع، فیوضِ الٰہیہ کے مجمع حضرت مولانا خالد سَلَّمَهُ اللّٰهُ تعالٰی!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ ۲۲ رذی الحجہ ۱۲۳۷ھ تک فقیر بخیریت ہے۔ مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے طریقہ کی تعلیم وتلقین کے بارے میں جو حکم ہے، اس سے اوقات لبریز رکھتا ہوں۔ آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا، اس نے خیریت کی خبر سے مسرور فرمایا۔ آپ سے طریقہ کی جو اشاعت ہو رہی ہے (اور) طالبین کو فیوض مل رہے ہیں، (یہ) جناب منعم حقیقی عم نوالہٗ کی جناب میں ہزاروں شکر وحمد ادا کرنے، رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود وسلام بھیجنے اور مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم کی ہزاروں مدحیں اور ستائشیں کرنے کا موجب بن رہا ہے کہ آپ جیسے بارگاہِ الٰہی سبحانہٗ کے مقبول ظاہر ہوگئے ہیں۔

حضور وتوجہ اور یادداشت کے سبب، جسے مرتبہ احسان اور شہود ومشاہدہ کہتے ہیں، دل وسوسوں اور آرزو سے پاک اور حضرت حق سبحانہٗ کی طرف توجہ میں مستغرق، یہ ہے مشاہدہ اور عارفوں کی آرزو، (جس نے) اس ملک میں ایک رواج پایا اور لوگ اتباعِ شریعت پر زیادہ قائم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نسبت شریفہ وشریعت کو اور زیادہ رواج بخشے۔ آمین۔

آپ سے مستفید ہونے والوں، جو درحقیقت مجھ سے مستفید ہونے والے ہیں، آپ کے تمام مخلصین اور محبین پر ہر کام میں آپ کی رضائے خاطر اور اتباع واجب ہے۔ اگر اعمال میں نقصان (پیدا) ہو اور باطن کا اخلاص باقی رہے تو مرشد کی خدمت میں خرابی نہیں آتی۔ بیقراریوں اور آہ ونالہ کا ظاہر ہونا اکابر صوفیہ کی سنت ہے۔ حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ، جو کہ ''اوستاد'' مشہور ہیں، کی خدمت میں لوگ اضطراب اور بے قراری سے مر جاتے تھے۔ کاش ان نعروں میں جان بھر جائے۔ اگر اس جاناں کو حق سبحانہٗ کے دیدار کے اس پرتو سے مار ڈالیں تو وہ دوست نشان اور مشتاق جان (ہے):

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ قَتْلًا بِسَیْفِ غَلَبَۃِ الْاِشْتِیَاقِ فِیْ حُبِّکَ، مَنْ قَتَلَہٗ مَحَبَّتِیْ فَاَنَا دِیَتُہٗ.

یعنی: اے اللہ! مجھے اپنی محبت کے شوق کے غلبہ کی تلوار سے قتل فرما (کیونکہ تیرا ارشاد ہے کہ) جو میری محبت میں قتل کیا گیا، پس میں اس کی دیت ہوں۔

لَا (نفی) کی تلوار خودی کے سر کو کاٹ ڈالتی ہے اور انانیت (غرور) ختم ہو جاتی ہے۔

اَلْإِطَالُ الْإِشْتِيَاقُ إِلَى الْقَاءِ حَبِيْبِيْ زَادَاللّٰهُ شَوْقِيْ إِلَيْهِ.

یعنی: میرے محبوب کی زیارت کے شوق کی زیادتی! اللہ تعالیٰ میرا شوق اس کے لیے بڑھادے۔

میں روتی ہوئی آنکھوں اور جلے ہوئے سینہ کے ساتھ جاؤں گا:

مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست

یعنی: مصحف (قرآن مجید) ہتھیلی پر، راستہ چلتے ہوئے اور آنکھ دوست (اللہ سبحانہٗ) کی طرف (ہوگی)۔

جو فیض بھی امت میں جاری ہوا، وہ ہمارے پیغمبر (اکرم) صلی اللہ علیہ وسلّم کا فیض ہے۔ مگر خصائص کے ظہور سے محل ناگزیر ہے۔ آفتاب کا نور آئینوں میں رنگ کے مطابق گوناگوں رنگوں میں چمکتا ہے۔ توحید وجودی کے اسرار لطیفہ قلب کی سیر میں (پیش) آتے ہیں:

ز دریا موج گوناگون برآمد
ز بیچونی برنگ چون برآمد
گہے در کسوت لیلیٰ فروشد
گہے در صورت مجنون برآمد

یعنی: دریا سے گوناگون موجیں باہر نکلتی ہیں، بیچونی سے رنگ چون میں باہر نکلتی ہیں۔
کبھی لیلیٰ کے لباس میں سامنے آئی ہیں اور کبھی مجنون کی صورت میں باہر نکلتی ہیں۔

یہ توحید غلبہ محبت کے شعبدوں میں سے ہے، جو کہ کثرت ذکر، مراقبہ وعبادات اور گوشہ نشینیوں سے ہاتھ لگتی ہے۔ مجنوں نے جہاں دیکھا، غلبہ محبت سے (وہاں) لیلیٰ کی صورت مشاہدہ کی۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک دوسری توحید بیان فرمائی ہے اور (اسے) انبیاء علیہم السلام کا مشرب اَلْعَبْدُ عَبْدٌ وَّالْحَقُّ حَقٌّ (یعنی: بندہ بندہ ہے اور حق حق ہے) فرمایا ہے۔ ان حالات ومعارف میں سے جو کچھ عنایت فرماتے ہیں، وہ طالب کی استعداد کے مطابق (ہی) ہوگا۔ میں نے کیا کہا اور کیا لکھوں؟ استفادہ کرنے والے اور محبین تمہاری رضا کے تابع رہیں، کوئی شخص بھی اختلاف نہ کرے۔ وَالسَّلَامُ.

۱۱۱

مکتوب صد و یازدہم

(حضرت) خواجہ حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ بعض طعنوں کے ردّ میں، جو اس طریقہ شریفہ میں اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر کیا تھا۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

حضرت سلامت! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ!

آپ نے لکھا ہے کہ طریقہ نقشبندیہ کی نسبت ایک عکس ہے۔ جن اشخاص نے ریاضت و عبادت اور کثرت اذکار سے تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کیا ہے، اس نسبت نے ان کو آراستہ کیا اور نیستی و فنا، عاجزی و انکساری اور مفلسی و محتاجی ان کی پسندیدہ خُو بن گئی، مگر جس شخص نے ریاضتوں اور خلوت و گوشہ نشینی میں ایک قصور کیا (اور) اسی عکس و انوار، کیفیات و توجہ اور حضور پر اِکتفا کیا (اس نے) اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم) پر طعن کرنے میں زبان دراز کی اور انبیاء (علیہم السّلام) سے ہمسری، بلکہ اس نے خیر الانبیاء علیہ (الصلوٰۃ و) السّلام پر اپنی فضیلت میں زبان کھولی۔ سُبْحَانَ اللّٰہ!

جب بھی نسبت باطن کسی شخص کو پہنچتی ہے، دیدِ قصور اور مقربین بارگاہِ الٰہی سبحانہٗ کی تعظیم کے سوا اس سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا، ورنہ اسے نسبت مع اللہ سے کوئی حصہ نصیب نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار (رحمۃ اللہ علیہ) سے چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ (سلسلوں) کے اذکار کی تلقین کے بعد (حضرت) مولانا یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ کبرویہ اور حضرت خواجہ محمد باقی (باللہ) قدس سرہٗ سے طریقہ نقشبندیہ حاصل کیا اور تھوڑے سے وقت میں حضور و شہود، جذبات و واردات اور توحید وجودی کے انوار و اسرار جو طریقہ احراری میں ہیں، سے مشرف ہوئے۔ آپ کے پیر حضرت خواجہ (قدس سرہٗ) نے آپ کی بلند استعداد اور ترقیات ارجمند، جن تک آپ محض اللہ سبحانہٗ کی بخشش سے پہنچے ہیں، کی ستائش میں فرماتے تھے: ''شیخ احمد ایک آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کے سایہ میں گم ہیں۔'' اور ''ان کی نظیر

آسمان کے نیچے نہیں ہے۔'' اگر یہ سب ترقیات اللہ تعالیٰ کی عطا اور آپ کے حضرت پیر (قدس سرہٗ) کے التفات ہیں، لیکن آپ قوی العلم، کثیر العمل اور طریقہ نقشبندیہ میں جو کچھ ہے، اس کے تابع تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت خواجہ محمد باقی (باللہ قدس سرہٗ) کی تربیت کے واسطہ سے ایک نیا طریقہ عنایت فرمایا۔ یہ طریقہ دس لطائف پر مشتمل ہے اور اس سے آگے بہت سے علوم و معارف ہیں۔ ہر لطیفہ میں جداگانہ اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر لطیفہ بہت زیادہ حالات و کیفیات رکھتا ہے۔

آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے پیر حضرت خواجہ محمد باقی (باللہ قدس سرہٗ) فرماتے تھے: '' آپ کے یہ علوم سب صحیح اور انبیاء علیہم السّلام کے مطالعہ کے قابل ہیں۔'' علماء و عقلاء نے آپ کا نیا طریقہ حاصل کر کے اس کی صحت کی شہادت دی ہے۔

آیت شریفہ: ''وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا '' (سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۰، یعنی: وہ اپنے علم سے خدا کے علم پر احاطہ نہیں کر سکتے) ہے، کہ تمام علوم الٰہی تک پہنچنا انسان کے بس میں نہیں ہے۔ پس اولیاء میں (باہم) فضیلت و بزرگی ظاہر ہے۔ ان پر مقامات اولیاء سے جو کچھ ظاہر ہوا ہے، انہوں نے وہ لکھا ہے۔ کسی کی سیر تجلی افعالی میں ہے اور کسی کی سیر تجلی صفاتی میں اور کسی کی سیر تجلی ذاتی میں ہے۔ اس تحریر سے حضرات اولیاء پر کوئی نقصان عائد نہیں ہوتا۔ مقامات انبیاء (علیہم السّلام) کی سیر میں، جو خود کو آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے بہرہ یاب پایا ہے، کہتے ہیں کہ خادم مخدوم کے ہمراہ ہوتا ہے اور مخدوم کے ساتھ برابری نہیں رکھتا۔ آیت شریفہ: يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (سورۃ الانعام، آیت ۵۲، یعنی: وہ اس کی ذات کے طالب ہیں) میں صحابہ کرام کو اپنی ذات کا مرید فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرید تھے۔

پس اولوالالباب صحابہ (کرام) حضرت ذات (پاک سبحانہٗ وتعالیٰ) کے مرید ہیں اور حق تعالیٰ نے اپنی ارادت میں اپنے پیغمبر (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب میں مساوات فرمائی۔ جو شخص اس آیت پر ایمان رکھتا ہے، وہ پیغمبر (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کے حضرت ذات (پاک سبحانہٗ) کے مرید ہونے میں شک نہیں کرتا۔ مرتبہ خلت کی افزونی کی طلب میں تمام امت برابر ہے۔ ایک سے زیادہ اور دوسرے سے کم۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: '' جو کچھ مجھے حاصل ہے، سب حضرت پیغمبر (اکرم)

صلّی اللہ علیہ وسلّم کے واسطہ سے ہے۔ تمام اولیاء (رحمۃ اللہ علیہم) اور انبیاء (علیہم السّلام) حضرت محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے واسطہ سے مراتب قرب تک پہنچے ہیں۔"

جو کچھ لکھا گیا ہے (یہ) تمام اہلِ اسلام کا ایمان ہے۔ حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے اس نئے طریقہ سے، بنی آدم کے ایک جہان نے فیض پایا اور آپ کے فیض سے بلادِ اسلام پُر ہو گئے ہیں۔

حضرت سلامت! (آپ) نے (یہ) بھی لکھا ہے کہ مجھے حضرت آدم (علیہ السّلام) سے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کی خلافت کی اجازت ہے اور اجازت نہیں ہوتی، مگر فیض کے حصول کے بعد۔ ورنہ اجازت محض لغو ہوتی ہے۔ اگر نسبت انعکاسی پر بس کرتے ہوتے تو یہ فیوض وعلوم کس طرح حاصل ہوتے؟ کبھی تمام رات مراقبہ کرتے تھے۔ اکثر آدھی رات سے صبح تک تہجد میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ کم کھانے اور رات دن ذکر و تلاوت، عبادت اور سلسلہ کے طالبین کو فیض پہنچانے میں مصروف رہتے تھے۔

آنجناب (آپ) نے لکھا ہے کہ طریقہ چشتیہ سلاسل صوفیہ پر افضلیت رکھتا ہے۔ جس شخص کو کسی خاص سلسلہ سے فیض پہنچتا ہے، وہ اس کو افضل سمجھتا ہے، ورنہ سلاسل اور مشائخ کو اتباع سنت اور ترک بدعت کے مطابق ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے اور یہ حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ ہے۔ چشتیہ طالبین کی تربیت ان کی استعداد کے مطابق کرتے ہیں۔ ایک (ہی) طرز پر تربیت کرنا شیخ کی مہارت سے دور ہے۔ (صرف) حبیب رب العالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام جہان کی تربیت کے لیے شریعت کا ایک (ہی) نسخہ، ایمانیات، عملیات اور اخلاقِ حسنہ لائے ہیں۔ مسلمانوں نے اسی ایک نسخہ کے ذریعے بیماری سے شفا پائی ہے۔ مرتبہ احسان، آخرت کی طرف منہ اور دنیا سے روگردانی، بس یہی شفا ہے، جس کو (لوگوں) نے حاصل کیا ہے۔ (حضرت) شاہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) نے دل اور حضرت حق سبحانہٗ کی جانب توجہ، نفی خواطر اور ذکر خفی پر طریقہ مقرر فرمایا، (اور) اسی ایک طرز کی تربیت سے ایک جہان کو کامیاب کیا۔ جو مفید ہو دلوں کی اصلاح کے لیے، مرتبہ احسان کے حصول سے، دنیا سے بیزاری، آخرت کی طرف توجہ، اتباع سنت پر استقامت اور بدعت کے ترک سے اختیار کرنا چاہیے۔

آنجناب (آپ) نے ارشاد کیا ہے کہ بعض کو جہر اور سماع کے ذریعے تربیت کرتے ہیں۔

علماء دونوں کا انکار کرتے ہیں اور جو کچھ ان دونوں سے حاصل ہوتا ہے، اس کے منکر (ہیں)، جو کچھ شریعت کی منع کردہ چیز سے حاصل ہو، اس سے منع کرتے ہیں۔ بعض کو محض ظاہری اعمال کا ارشاد کرتے ہیں۔ ظاہری اعمال اپنی خواہش سے سیکھتے ہیں، اس پر اکتفا کیسے کیا جا سکتا ہے؟ بعض کو چلہ کشیوں، کھانے کی چیزوں میں سختیوں اور متواتر روزوں کا فرماتے ہیں۔ یہ سب دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی جائز اور روا کردہ چیزوں کے خلاف ہے (جبکہ ارشاد الٰہی ہے):

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ. (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۵)۔

یعنی: اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے۔

''میں تمہارے لیے ایک آسان دین لایا ہوں'' (حدیث) ہے، نیز (مروی ہے):

لَا رَهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلَامِ (کشف الخفا، ۲: ۵۲۸)۔

یعنی: اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

مگر حضرات نقشبندیہ کے طریقہ کی بنیاد معتدل اعمال اور ذکر خفی پر ہے، جو ذکر جہر سے ستر درجہ افضل ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ! ظاہر سنت کی پیروی سے آراستہ، باطن ماسوی اللہ کی محبت و تعلق سے خالی اور اعمال میں مرتبہ احسان حاصل ہو گیا۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے۔ الٰہی! حضرت شاہ نقشبند (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے خلفاء (رحمۃ اللہ علیہم) کو اس مسکین کی طرف سے ہزاروں (بار) جزائے خیر کرامت فرما اور جو کچھ تو نے ان کو عطا فرمایا ہے تو اس ضعیف بوڑھے کو عطا فرما، آمین، آمین، آمین۔

بندہ اولیاء کے مخلصین میں سے ہے اور بارگاہِ الٰہی سبحانہ کے مقربین کا ثناء خوان! بے ادبی زبان کو دراز کر دیتی ہے، اس سے رکنا ضروری ہے۔ (ذکر) جہر و سماع، جوگیوں کے اعمال، اذکار میں ضربیں لگانا اور اعمال میں تشدد کرنا صحابہ (کرام) کا طریقہ نہیں ہے۔ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ چیخ و نعرہ ان سے مروی نہیں ہے۔ اس سے منع کرنا بے ادبی؟ بندہ سے ممکن نہیں! اولیاء اور اقطاب تمام سلاسل میں ہوتے ہیں۔ کسی خاص طریقہ کی تخصیص نہیں ہے۔ (حضرت) کئی سال ہو رہے کہ آپ ہمارے پیر کا ذکر طعنہ زنی سے فرماتے ہیں۔ اگر میں خاموش رہوں تو (یہ) اخلاص سے دور ہے۔ (کیونکہ بزرگوں کا قول ہے): ''جو شخص تیرے پیر کے ساتھ برا ہو اور تو اس کے ساتھ نیک ہو، طریقت میں ایسے آدمی سے کتا بہتر ہے۔'' اگرچہ دیدِ قصور مجھے کسی چیز پر فضیلت نہیں دیتی،

لیکن اس بے حمیتی اور بے غیرتی کے ساتھ زندہ رہنا حرام ہے، اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاَنْتَ غَفَّارُ الذُّنُوْبِ. (الترغیب والترہیب، ۲:۲ ۴۷)۔

یعنی: اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور میں تیری رحمت کا زیادہ طلبگار ہوں۔ پس تو میری مغفرت فرما، پس تو گناہوں کا بخشنے والا ہے۔

توحید وجودی حالات وارادہ الٰہی میں سے ہے، دوامِ اذکار، ریاضت وعبادت، ترک اور گوشہ نشینی کی وجہ سے، نہ کہ خیال (باندھنے) اور صوفیہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے۔ (یہ) قاضی کو پہنچتی ہے، جو اس سے منع فرماتا ہے، اشعار جن میں زلف وتل وغیرہما کا تذکرہ ہو اور سلمٰی و لیلٰی کے ذکر سے تجلیات الٰہی چاہنا، حضرت ذات مقدس منزہ (سبحانہٗ) سے کوئی تلمیح (اشارہ) کرنا اور سماع اگر چہ بے محظور ہے، میں ان خیالات سے رقص کرنا، پہلی صدی کا طریقہ نہیں ہے اور جو عمل قرن اوّل کے موافق نہ ہو، وہ کوئی اعتبار نہیں رکھتا۔ جو طریقہ اور جو عمل خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (کرام) کے طریقہ سے مشابہت نہ رکھتا ہو وہ خطرے کی چیز ہے۔ وَالسَّلَامُ.

مکتوب صد ودوازدہم

طعنہ دینے والوں کے طعنہ کے ردّ میں، جو خود خطا کرتے ہیں اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں زبان پر نامناسب الفاظ لاتے ہیں۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ. قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ. (سورۃ الروم، آیت ۴۷)۔

یعنی: اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں اور اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے: اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ (یعنی) ہمارے فضل پر واجب ہے، مومنوں کی نصرت۔

جان لیں کہ (حضرت) امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کے حفظ اور علم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد ماجد (حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ) خلیفہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ، (حضرت) شیخ یعقوب صرفی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے (طریقہ) کبرویہ حاصل کیا اور شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد باقی احراری (رحمۃ اللہ علیہ) سے طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا اور آنجناب کی توجہات شریفہ سے نسبت نقشبندی حاصل کی۔ یہ نسبت دوام آگاہی اور حضور حضرت حق سبحانہٗ سے عبارت ہے اور یہ چھ جہات پر محیط ہے۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) نے حالات، جذبات و واردات، طریقت وحقیقت کے علوم و معارف اور اسرار توحید پیدا کر لیے اور حضرت (خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی عنایت کی برکت اور فضل الٰہی سبحانہٗ کے جذبات سے آپ کو نیا طریقہ مرحمت ہوا۔ یہ طریقہ دس لطائف اور اس کے علاوہ (امور) پر مشتمل ہے۔ ہر لطیفہ الگ کیفیت اور علم ومعرفت رکھتا ہے۔ اس طریقہ میں کثیر علوم، دقائق وحقائق اور بہت زیادہ مقامات بیان کیے گئے ہیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ علماء وعقلاء نے ان کی شہادت دی ہے۔ ان میں کوئی شبہ وشک نہیں ہے۔ قلب اور نسبت باطن کی طرف دوامِ توجہ، اور حضرت حق سبحانہٗ کی جانب توجہ، جسے مرتبہ احسان کہتے ہیں، ذکر خفی، ترک بدعت، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی طرح اتباعِ سنت اور اولیاء کی خدمت میں اخلاص ونیاز آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کا طریقہ ہے۔

آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کے کلام پر جو بغیر غور وفکر کے اعتراض کرتے ہیں، مخلصین نے اس کا جواب دیا ہے اور انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پس اس طریقہ کی وجہ سے، جو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے طریقہ کی مانند ہے، آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کو اور آپ کے ساتھیوں کو کافر کہنا، یہ کیسی مسلمانی ہے؟ حدیث (پاک) میں آیا ہے، جو شخص کسی کو کافر کہتا ہے، اگر وہ کافر نہیں ہے تو خود کافر بن جاتا ہے۔ عقیدہ اہلِ سنت، حضرت حق سبحانہٗ کی طرف توجہ، ذکر خفی، اتباع سنت، ترک بدعت اور حضرات مشائخ سے اخلاص اگر کفر ہے تو پھر دین اسلام کیا ہے؟ جان لیں کہ مشائخ عظام عقیدہ اہلِ سنت و جماعت، ترک بدعت اور ذکر خفی کا طریقہ رکھتے تھے اور ... اپنے پاس تصویر رکھنے، تراشیدہ پتھر کا نام قدم پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم رکھنے، خلقت کو سنگ پرست بنانے، عورتوں کا رقص دیکھنے، داڑھی کو کم کرنے، نماز کو قومہ وجلسہ کے ترک سے ادا

کرنے، خشوع کو ضائع کرنے، لہو ولعب، مرغ لڑانے، ستار کے ساز (و) نغمہ، جوگیوں کے اعمال اور مختلف اذکار جو قدماء سے مروی نہیں ہیں، کا معمول بنانا صحابہ کرام کا طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی بزرگ اس کے حامل تھے۔ اس کا حلال سمجھنا کفر ہے، ورنہ فسق۔ عجیب مسلمانی ہے کہ صحابہ (کرام رضی اللہ عنہم) کے طریقہ کو کفر کہتے ہیں اور خود ان امور کا معمول رکھتے ہیں۔ قلبی حالات کی گرمی کی تاثیر، کشف اور خرق عادت کافروں سے بھی (ظاہر) ہوتے ہیں۔ صراطِ مستقیم (سیدھی راہ) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ظاہر و باطن میں اتباع ہے۔ یہ ہے مسلمانی اور قرآن مجید اسی لیے نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس فقیر اور تمام مسلمانوں کو کرامت فرمائے اور اس پر ہمت رکھ کر مخلصوں اور بامرادوں میں سے بنائے۔

۷

مکتوب صد و سیزدہم

سیّد احمد بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) کو ان کے عریضہ کے جواب میں اپنے خلفاء کے حالات اور فقر و قناعت کے بیان میں تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

سیادت و شرافت مرتبت حضرت سیّد احمد سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَبْقَاهُ لِاِنْتِفَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ بِطُوْلِ بَقَائِهٖ. یعنی: اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اور مسلمانوں کو نفع پہنچانے کے لیے (انہیں) پوری زندگی باقی رکھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ!

ایک دو عنایت نامے پہنچے، انہوں نے بڑا مسرور، خوش اور شادکام بنایا۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَآءِ. یعنی: اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ظاہر و باطن میں آپ کی ذاتی صفات کی خوبیوں اور بلند اخلاق کی ان عنایتوں، جن سے اس حقیر فقیر کو زیادہ فوقیت فرمائی ہے، سے آگاہی ہوئی۔ سچ یہ ہے کہ آپ جیسے عزیزوں، مولانا

خالد، سیّد اسماعیل، میاں ابوسعید، ان کے صاحبزادے احمد سعید، میاں رؤف احمد، مولوی بشارت اللہ، مولوی کرم اللہ اور دوسرے اعزہ سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَعَلَهُمْ لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا، یعنی: ''اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور ان کو متقین کا امام بنائے'' کا اس طریقہ میں ہونا اور (خود کو) اس ناچیز سے منسوب کرنا، بے نیاز اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ مراسم (طریقہ) آگے پہنچانے پر (اللہ تعالیٰ) کا شکر و ستائش ہے:

از دست و زبان کہ بر آید
کز عہدہ شکرش بدر آید

(گلستان، ص۵)

یعنی: کس کے ہاتھ اور زبان سے ہو سکتا ہے کہ اس کے شکر کی ذمہ داری پوری کرے۔
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اتنا شکر جتنی کہ اس کی نعمتیں ہیں، بلکہ اس کا حق اس سے بھی دوگنا ہے۔

ظاہر و باطن میں شامل وقت ہونے والی کیفیات، تجلیات صفاتیہ کی ترقیات سے، جو عالمِ امر کے لطائف میں (پیش) آتی ہیں اور تجلیات ذاتیہ سے، جو عالمِ خلق کے لطائف میں کمالات و حقائق سے ہاتھ لگتی ہیں اور مستفید ہونے والوں کے حالات، دوام توجہ و حضور اور لگاتار و مسلسل پیش آنے والے جذبات و واردات کے بارے میں تحریر کر کے ضرور مسرور فرمائیں۔ ہم لوگ جنہوں نے فضلِ الٰہی سے فقر محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ذریعے زیب و زینت کا شرف پایا ہے، اللہ تعالیٰ (ہمیں) قضا سے جاری (معاملات پر) شکر و رضا اور تسلیم (کی توفیق) عطا فرمائے:

مرا بر سادہ لوحیہائے حزمی خندہ می آید
کہ عاشق گشتہ و از یار چشم مرحمت دارد

یعنی: مجھے حزمی کی نادانیوں پر ہنسی آ رہی ہے، جو عاشق بنا ہے اور محبوب سے نگاہ شفقت (کی امید) رکھتا ہے۔

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّهٗ وَرِضَاكَ وَرِضَاهُ وَشَفَاعَتَهٗ، اٰمِيْن.

یعنی: میں راضی ہوں اللہ کے رب ہونے پر اور (حضرت) محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نبی ہونے پر، اے اللہ! تو ہمیں اپنی محبت نصیب فرما اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی محبت نصیب فرما اور اپنی رضا نصیب فرما اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی رضا اور شفاعت نصیب فرما۔ (اے اللہ!) قبول فرما۔

مَعَاذَ اللّٰہ! یہ شعر سہواً لکھا گیا ہے۔ ہم ضعیف رنج فقر کی تاب نہیں رکھتے ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفَقْرِ وَالْعَنَتِ وَضِيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ الْآخِرَةِ وَنَسْئَلُهٗ دَوَامَ الْعَفْوِ وَالْعَافِيَةِ فِي الدَّارَيْنِ وَالشُّكْرِ وَالرِّضَاءِ.

یعنی: ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، فقر اور بھوک سے اور دنیا کی تنگی سے اور آخرت کی تنگی سے اور ہم اس سے سوال کرتے ہیں دونوں جہان کی ہمیشہ کی سلامتی اور عافیت کے لیے اور اس کے شکر اور رضا (کی توفیق کے لیے)۔

۱۴

مکتوب صد و چہار دہم

حاجی عبداللہ بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، بدعتی صوفیہ کی صحبت سے بچنے کے بیان میں، جو دین کے چور ہیں اور طریقہ بہائیہ (خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ) کے مشائخ کی صحبت کو لازمی پکڑنے کی ترغیب میں، جو طریقہ الٰہیہ کے ہادی ہیں اور جو کچھ اس کے مناسب ہے۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

تَبَارَكَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ (سورۃ الاحزاب، آیت ۴)۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ عَلٰى صَحْبِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ.

یعنی: اللہ سبحانہٗ بڑی برکت والی ذات ہے۔ وہ سچ فرماتا ہے اور وہی راستہ دکھاتا ہے اور درود و سلام ہو ہمارے سردار (حضرت) محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آل (اطہارؓ) پر اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صحابہ (کرامؓ) پر۔

اس شہر کے صوفیہ تسخیر اور خلقت کے رجوع کے لیے اسماء پڑھتے ہیں اور تعویذ لکھتے ہیں اور...طنبور و سارنگی کے سننے اور بدعتوں کا طریقہ رکھتے ہیں۔ اذکار میں ضربیں لگانے اور جوگیوں کے اعمال کا معمول بناتے ہیں اور فاسق لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ نماز میں قومہ و جلسہ اور جماعت و جمعہ کو ترک کرتے ہیں۔ یہ امور اور ان جیسے (کام) متقدمین میں ہرگز نہ تھے، کیونکہ یہ سب (چیزیں) دین سے نہیں ہیں۔

اہلِ سنت و جماعت کے علماء ان بدعتوں سے تقویٰ (اختیار) کرتے ہیں۔ مَعَاذَ اللّٰه (اللہ کی پناہ!) کہ یہ خلافِ شرع کام جن سے روکا گیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوں۔ جو دینِ اسلام چاہتا ہے اور سلفِ صالح کے طریقہ پر ہے، دین کے ان چوروں سے دور رہے۔ ذکر و شغل اور حبس گرمی و شورش رکھتا ہے۔ کشف معتبر نہیں ہے، جوگی بھی رکھتے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ. (سورۃ الحشر، آیت۲) یعنی: اے (بصیرت) کی آنکھیں رکھنے والو! عبرت پکڑو۔

دین اور دنیا جمع نہیں ہوتے۔ دنیا کے لیے دین کو برباد کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ بخارا شریف کے مشائخ نے توکل و تفویض کو اختیار کیا۔ وہ دعوت پر بلانے اور جو چیز خلقت کے رجوع کا ذریعہ ہو اور دل کو تشویش میں ڈالتی ہو، اس سے بچتے ہیں۔ انہوں نے سلف صالحین کا عقیدہ، سنت و عزیمت پر عمل اور ترک بدعت کو اختیار کیا ہے۔ جو چیز حرام اور مکروہ کیفیت سے پیش آئے، اس سے بچتے ہیں۔ حرام سے جو کچھ شاملِ حال بنے، وہ حرام ہے۔ ذکر خفی جو جہر سے افضل ہے، مرتبہ احسان میں مشغولیت اور مبدء فیاض (اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ) کی طرف دوام توجہ ان کا طریقہ ہے۔ ان اکابر کی توجہات سے دل، بلکہ تمام لطائف جاری (ذاکر) ہو جاتے ہیں اور توجہ و حضور اور دل غیر سے خالی، جسے مشاہدہ کہتے ہیں اور جذبات و واردات، ظاہر و باطن کے انوار کا احاطہ انہیں ہاتھ لگتا ہے۔ دل غیر کے وسوسے سے خالی، حضور و مشاہدہ حاصل اور باطن سنت و عزیمت کے اعمال سے آراستہ (ہو جاتا ہے)۔ سُبْحَانَ اللّٰه! (یہ) ایک عجب سعادت اور (عجیب) عبادت ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِحَبِيْبِكَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهٰٓؤُلَآءِ الْمَشَائِخِ الْكِرَامِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ، آمِيْن.

یعنی: اے اللہ! ہمیں اپنے حبیب (حضرت محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور ان مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے طفیل (یہ درجات) نصیب فرما۔ (اور اے اللہ!) قبول فرما۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ تمام لطائف میں انہی مقاصد کا حصول ہے۔

ع وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَام

یعنی: اور بزرگوں کے پیالے میں سے کچھ زمین کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔

(یہ) نصیب (ہوں)، آمین۔

۲

مکتوب صدو پانزدہم

اس ناچیز بندہ (حضرت رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا، یہ کہ استخارہ ہر کام میں ضروری ہے، اس کے ہمراہ اپنے بعض خلفاء کے حالات (تحریر فرمائے)۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

عالی نسب، ولایت حسب، جامع کمالات و مقامات احمدیہ مجددیہ حضرت شاہ رؤف احمد صاحب سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَعَلَہٗ لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور انہیں متقین کا امام بنائے) کی خدمت شریف میں۔

سلام مسنون اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کے بعد واضح ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! ۲۲ر ذی الحجہ تک خیر و عافیت ہے، مگر ضعف کا حد درجے سے زیادہ غلبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر فرمائے۔ دعا اور ہمت سے مدد فرمائیں کہ ایمان کے کلمہ اور حالات سے خاتمہ ہو، آمین۔ بڑے انتظار کے بعد آپ کی خیریت و عافیت، سلامتی و استقامت کے بارے میں عنایت نامہ وارد ہوا، اس نے خیریت کی خبروں سے مسرور فرمایا۔

آپ نے طالبین کے رجوع اور ان کے حال پر توجہ کی تاثیرات کے ظہور سے جو کچھ لکھا ہے، اس سے دل بہت خوش ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ. یعنی: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اے اللہ! مزید اضافہ فرما۔

اگر وہاں طریقہ رواج پا رہا ہے اور طالبین زیادہ ہو رہے ہیں تو اس جگہ ہی ٹھہرے رہنا مناسب ہے۔ استخارہ ہر کام میں ضروری ہے۔ میاں بشارت اللہ جیو (رحمۃ اللہ علیہ) ابھی نہیں آئے ہیں۔ شاید تشریف فرما ہو جائیں۔ مولوی غلام محی الدین قصوری (رحمۃ اللہ علیہ) کا خط پہنچا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ لوگ طریقہ (میں شمولیت) کے لیے بہت آتے ہیں اور فائدے پاتے ہیں۔ دل بہت خوش ہوا۔ میں نے لکھا ہے کہ روحانی ملاقات حاصل ہے اور تمہارے حال میں عنایت شامل۔ اس طرف آنے کے ارادے سے رک جائیں۔ گل محمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے کابل میں ایک قبولیت پالی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے طفیل اس نامقبول کے مقبولوں کو بھی ایک قبولیت عطا فرمائے۔ وَالسَّلَامُ.

بندہ کو دعا میں یاد رکھیں۔ شیخ جلیل الرحمٰن (رحمۃ اللہ علیہ) سلام پہنچاتے ہیں۔

۲

مکتوب صد و شانزدہم

نیز اس نالائق بندہ رؤف احمد جعل اللہ سبحانہٗ لذاتہٖ کو تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه!

عنایت نامہ پہنچا اور اس نے امیدوارانہ خبروں سے خوشی بخشی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ آپ طالبین کے حال پر قابل رسا توجہات فرماتے ہیں۔ حضور و جمعیت، توجہ، جذبات و واردات، استہلاک (فنا) واضمحلال (نیستی)، اخلاق کی آراستگی اور شکر و صبر حاصل ہو جائیں تو ان احوال و کیفیات کی اجازت دیں اور طریقہ کو رائج کریں۔ آنے میں جلدی نہ کریں۔ کام بنانے والے کریم (اللہ) کے سپرد کر کے مامور کام میں مشغول ہو جائیں۔ وَالسَّلَامُ.

بندہ کو دعا میں یاد رکھیں۔

۷۶

مکتوب صدو ہفتدہم

نیز اس عاصی پر معاصی عفی عنہ (شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم)

صاحبزادہ عالی نسب حضرت شاہ رؤف احمد صاحب سَلَّمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ فقیر (اس) تحریر تک عافیت سے ہے اور ضعف غالب (ہے)۔ اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر فرمائے۔ حسن خاتمہ اور دونوں جہان کی عافیت کی دعا سے یاد رکھیں۔ عنایت نامہ پہنچا۔ اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ تحریر شریف کے مطابق دونوں جہان کی سلامتی کے لیے دعائیں کی ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں پیران کبار (رحمۃ اللہ علیہم) کے طریقہ پر ظاہری و باطنی طور پر استقامت کرامت فرمائے۔ اپنے باطن اور مستفید ہونے والوں کے حالات لکھ بھیجیں۔ ہر کام میں پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم کے ارواح پاک کے وسیلہ سے جناب الٰہی عم نوالہٗ کی درگاہ میں التجا اور زاری کرنے کو لازمی سمجھیں کہ وہ ان کے وسیلہ سے دینی و دنیاوی حاجتوں کو پورا فرماتا ہے۔ وَالسَّلَامْ.

دوستوں کو سلام (پہنچائیں)۔

۷۷

مکتوب صدو ہژدہم

نیز اس گنہگار بندہ (حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ اپنی ذات مبارک

کے ضعف، اس کے ساتھ پسندیدہ نصیحت اور فیض اشارات بشارتوں کا بیان۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

عالی مراتب، بلند مناقب حضرت میاں رؤف احمد صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ!

اَلْحَمْدُ لِلّٰه! ۱۵ر شوال تک سلامتیاں نصیب ہیں، لیکن بڑھاپے کے ضعف اور دل کی کمزوری کا غلبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کاموں کا انجام بخیر فرمائے۔ عرصہ ہوا کہ آپ نے خیریت کی خبروں سے انتظار کو رفع نہیں فرمایا۔ امید ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے احوال باطن اور مستفید ہونے والوں کے (احوال) باطن لکھ بھیجیں گے۔ (اللہ کی) وسیع اور بڑھی ہوئی رحمت کی امید واثق سے پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم کے ارواح پاک کے وسیلہ سے مامور کام میں مستعد ہوں گے۔ فکر نہ کریں، فقیر بھی دعا اور توجہ سے غافل نہیں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کی ترقیات شاملِ حال ہوں گی۔

ہر کام میں دو رکعت نماز (نفل) اور شجرہ طیبہ کا پڑھنا اور دعا و زاری کرنا لازم سمجھیں۔ اس سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے کہ ظاہر و باطن، (حضرت) مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اعمال (سنت) سے آراستہ اور دل غیر کے وسوسوں سے خالی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں نصیب فرمائے۔

قُلِ اللّٰهُ لا ثُمَّ ذَرْهُمْ. (سوۃ الانعام، آیت ۹۱)۔

یعنی: آپ کہیں اللہ (اور) پھر چھوڑ دیں۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. (سورۃ آل عمران، آیت ۱۷۳)۔ یعنی: ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔

کتبِ تحصیلی: ہدایہ، نہایہ، توضیح، تلویح، مسلم، شرح وقایہ، کنز اور کتبِ حدیث اور جو کتاب بھی ہو، بیضاوی، مدارک، جلالین، مکتوبات شریفہ، عوارف، قشیری اور تعرف میں سے جو کتاب بھی مل جائے، وہ بھیج دیں اور اس کی قیمت طلب کریں۔ رسالہ حد فاصل حضرت سراج احمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں (سے) ہے، یقیناً ہوگا، اگر ہاتھ آئے تو بھیج دیں۔ وَالسَّلَامُ.

۱۹۹

مکتوب صد و نوزدہم

نیز بندہ (شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو اس کی درخواست کے جواب میں تحریر فرمایا۔ اس کے ساتھ شوق انگیز اور طلب آمیز کلمات، عنایت شامل اور بشارت حاصل تحریر فرمائی۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی کی طرف سے عالی مراتب، بلند مناقب حضرت میاں شاہ رؤف احمد صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ!

آج ۱۶ رشوال کو عباد اللہ نے عنایت نامہ پہنچایا اور خیریت کی خبروں نے مسرور کیا۔ میں نے تحریر میں القاب و آداب کے مبالغہ سے کئی بار منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے موافق فرمائے۔ دید قصور کے کلمات جو فنا پر مبنی ہیں، کو لکھنے کا ارشاد حضرت خواجہ بزرگ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے۔ کثرتِ اعمال اور دیدِ قصور عالم قدس کی فضا کے پرندوں کی پرواز کے لیے دو پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ پرندوں کے ان دو پروں کے ذریعے اپنی نیستی اور حضرت حق سبحانہٗ کی ہستی کے شہود میں استغراق میسر کرے اور اضافوں کو کاٹ دینا روزی فرمائے۔

ع تو مباش اصلاً کمال اینست و بس

یعنی: تو نہ رہے، اصل میں کمال یہی ہے اور بس!

(یعنی) ہماری نسبت (انانیت: خودی) ختم ہو جائے۔

اگر وہاں طالبین جمع ہو جائیں تو اقامت بہتر (ہے)۔ اگر دور کی مسافت میں سفر آسان ہو اور استخارہ اور دلی گواہی اجازت دے (اور) یہ دولت ہاتھ لگے تو مبارک! یہ ویران گھر تعمیرِ قدوم سے یقیناً روشن ہونے کا ہر وقت مشتاق ہے۔ کیسی نعمت ہو کہ کچھ وقت خود رفتگی کے عالم میں

آپس میں فنا ہو جانے کی صورت پیدا کریں۔ شعر:

دمے کہ یار گزرد قدم بخانۂ ما
سزد کہ کعبہ شود سنگ آستانۂ ما

یعنی: جو لحظہ کہ محبوب ہمارے گھر میں قدم رکھے، سزاوار ہے کہ ہمارے گھر کا پتھر اس میں کعبہ بن جائے۔

وَالسَّلَامُ.

۱۲۰
مکتوب صد و بستم

نیز اس ناچیز (شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنی بیماری کے حالات میں تحریر فرمایا، اس کے ساتھ مواعظ اور نصیحت (بھی تحریر فرمائی)۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

ولایت نسب صاحبزادہ، عالی حسب حضرت شاہ رؤف احمد صاحب **سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی** کی خدمت شریف میں۔

سلام و نیاز اور دعا کی التماس کے بعد گزارش کی جاتی ہے، **اَلْحَمْدُلِلّٰه** کہ ۶ ربیع الاوّل تک خیریتیں ہیں، مگر بڑھاپے کا ضعف اور دل کی کمزوری کا غلبہ ہے۔ خارش رنجیدہ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر فرمائے۔ دعا و ہمت اور کلمہ طیّبہ کے ثواب سے مدد فرمائیں۔ اس ویران گھر کی آبادی کے لیے دعا فرمائیں کہ ہمیشہ اس طریقہ شریفہ کے درویشوں اور تفسیر و حدیث اور فقہ و تصوف کے اہلِ علم کا مسکن رہے۔ **مَقْضِیًّا مَرَامَاتِهِمْ، آمِیْن**. (یعنی: ان کے ارادوں کے تحت۔ اے اللہ! قبول فرما)۔

طریقہ میں ٹوٹے ہوئے ہاتھ، ٹوٹے ہوئے پاؤں، کٹی ہوئی زبان، صحیح دین، صحیح یقین، ماسویٰ اللہ سے خالی دل، رونے کی آرزو میں بیٹھے ہوئے، آنکھ دوست (ربّ قدوس) کی طرف

لگائے ہوئے اور جگر آہ کے شوق میں جلا ہوا (ہونا چاہیے):

ع اے خدا! قربان احسانت شوم

یعنی: اے اللہ! میں تیرے احسان پر قربان ہو جاؤں۔

ہر بال کی جڑ سے دل کی آنکھ کے ذریعے سجدہ کرنے کو زندگی کا حاصل بنانے اور قضا پر راضی رہنے کی خو بنانے کی ضرورت ہے، تاکہ کس کو نوازتے ہیں؟ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ. (سورۃ الانبیاء، آیت ۸۳) یعنی: اے رب! مجھے ایذا ہو رہی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

(تو) سب کے قدموں کی اس خاک کو عارفوں کے ان بلند مقاصد تک پہنچا، آمین۔

اگر کسی سبب سے بغیر کوشش کے نوازیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت ابو سعید، ان کے صاحبزادے (شاہ احمد سعید)، آپ کی ذات اور مولوی بشارت اللہ برگزیدہ اصحاب میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

کل (آپ کے) چند روز (پہلے) کے لکھے ہوئے عنایت نامے نے صحت و شفا کی خوشخبری پہنچا کر مسرور بنایا۔ ہمیشہ سلامت باعافیت اور (راضی) برضا کے موافق رہیں۔

۶ ربیع الاوّل کو بیماری کے دنوں کے لکھے ہوئے مکتوب گرامی نے آج پہنچ کر (اپنے) پیارے مندرجات سے ملاقات اور بہت زیادہ دعاؤں کا مشتاق بنایا۔ امید ہے کہ اثر ظاہر ہوا ہو گا۔ جو کچھ لکھا ہے، اللہ تعالیٰ آنجناب اور اس عمر ضائع کرنے والے کے (ایسے) دائمی احوال بنائے اور سلامتی و عافیت اور استقامت سے طریقہ شریفہ کے رواج فرمانے والے بنیں۔

شرح وقایہ، تلویح، توضیح تحصیلی کتابیں، حدیث شریف، مقامات حریری، تفسیر اور جو کچھ لکھا ہے، البتہ درکار ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو مل جائیں گی۔ وَالسَّلَامُ.

بزرگوں، عزیزوں اور دوستوں کی خدمت میں سلام (پہنچائیں)۔

۴
مکتوب صدوبست ویکم

نیز اس ناچیز بندہ رؤف احمد (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔ اس مکتوب کے ارسال فرمانے میں آپ کی کرامت ہے کہ ان دنوں توحید وجودی اور (توحید) شہودی کی بات ایک شخص کے ساتھ درمیان میں آئی تھی اور اس نے حضرت مجدد (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں طعنہ زنی کی تھی (کہ) اچانک یہ عنایت نامہ آپہنچا۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

حضرت سلامت!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه!

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے پیروکار فرماتے ہیں کہ وحدتِ وجود کی معرفت (لطیفہ) قلب، اذکار و ریاضات، عبادات و گوشہ نشینی اور مراقبہ معیت میں ہاتھ لگتی ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو تفصیل سے اس معرفت کے اسرار شیخ المشائخ حضرت خواجہ (محمد باقی باللہ قدس سرہٗ) کے فیض صحبت سے پہنچے ہیں اور (آپ نے یہ) لطیفہ قلب کی سیر میں پائے ہیں۔ پھر حضرت خواجہ (قدس سرہٗ) کی تربیت کی برکت سے بہت زیادہ ترقیاں حاصل کر کے دوسرے معارف پر فائز ہوئے ہیں اور وحدتِ شہود کی معرفت کو دوسرے لطائف کی سیر میں پایا ہے۔ پھر حضرت خواجہ (قدس سرہٗ) کی عنایت سے اور ترقیاں نصیب ہوئیں اور آپ نے تجلیات ذاتیہ الٰہیہ کے درجات سے وافر حصہ حاصل کیا۔ آپ (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ان درجات کے حصول میں عینیت وظلیت اور توحید وجود و شہود کی نسبت مفقود ہے اور غیریت محضہ کا جز "اَلْعَبْدُ عَبْدٌ وَّالْحَقُّ حَقٌّ" (یعنی: بندہ بندہ ہے اور حق حق ہے) ثابت نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرح کی بات زبان سے نہیں کی ہے۔ مشائخ عظام ولایت میں جو کہ تجلیات صفاتیہ سے جاری ہے، محبت کے سکر کے غلبہ سے جو کہ ذکر وتوجہ کی کثرت

سے ہاتھ لگتا ہے، ان معارف میں امتیاز رکھتے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! اس کمترین کی صحبت میں اگر درویش ارادہ کریں تو یہ تینوں مراتب شاملِ حال بن جائیں گے۔

جناب حضرت محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ مسمّٰی ''حد فاصل در حق و باطل'' ان دونوں معرفت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے اور وہ حضرت سراج احمد صاحب کی کتابوں میں یقیناً ہوگا۔ ان کے فرزندوں سے طلب کریں، یا جہاں سے ہاتھ آئے، وہ ضرور بھیج دیں۔

فقیر کی صحت و شفا کے لیے دعا کریں کہ بہت زیادہ ضعف اور دردناک خارش لاحق ہے۔ اس ویران گھر کی آبادی کے لیے، جس کی تیاری کے لیے بہت دکھ اٹھائے ہیں، لازم جانیں۔ ذکر و مراقبہ، شغل (باطن)، حضرت حق سبحانہٗ کی طرف نیاز مندی کے ساتھ توجہ اور (ربّ) کبریا عم نوالہٗ کی درگاہ میں انکساری کے ساتھ مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے وسیلہ سے التجا کرنا لازم سمجھیں۔

غالب (گمان) ہے کہ جناب حضرت محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ نے بصیرت کے ساتھ سلوک اور مقامات مجددیہ میں کشف (حاصل) کیا ہوگا۔ پس انہوں نے یہی درجات بیان کرتے ہوئے اس میں علمی گفتگو کا اضافہ کر دیا ہوگا۔

۲

مکتوب صد و بست و دوّم

نیز اس بندہ (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

صاحبزادہ عالی مراتب (اور) بلند مناقب حضرت شاہ رؤف احمد صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

عرصہ دراز ہو رہا ہے کہ آپ کے حالات کی خبر نہیں پہنچی اور آپ نے عنایت نامہ بھی نہیں

لکھا۔اس کی وجہ معلوم نہیں۔اللہ تعالیٰ اپنی یاد میں (مشغول) رکھیں۔

میاں محمد حسین بیس روز کے وعدہ پر یہاں سے گئے ہیں۔انہوں نے بھی اپنے حالات کی اطلاع نہیں دی ہے۔ضروری ہے کہ اپنے اور (خود سے) مستفید ہونے والے کے حالات لکھا کریں۔

فقیر کے مزاج کی حقیقت یہ ہے کہ دل کی کمزوری و دھڑکن کے اضافے اور خارش کے عارضہ نے نہایت تکلیف اور درد میں مبتلا کر رکھا ہے۔دعا اور ختموں سے مدد فرمائیں۔اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر بنائے اور اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع، (اپنے) جان افزا لقاء کا شوق اور ماسویٰ (اللہ) سے قطع تعلق ہمیں اور تمہیں نصیب فرمائے۔وَالسَّلَامُ.

رسالہ حدالفاصل بین الحق والباطل جو حضرت مولوی فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، تلاش کر کے بھیجیں۔

۳
مکتوب صدوبست وسوم

نیز اس عاصی (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنی مرضِ خارش، جو آپ کو لاحق ہو گئی تھی، کے حالات کے بارے میں تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

صاحبزادہ ولایت نسب (اور) عالی حسب حضرت رؤف احمد صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں۔

سنتِ سلام کے سلام اور انجام کی عافیت کی دعا کے بعد گزارش کی جاتی ہے۔اَلْحَمْدُلِلّٰه کہ یہاں خیریت ہے، لیکن ضعف نے غلبہ کر لیا ہے۔اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر فرمائے۔دعا و ہمت، توجہ اور کلمہ طیبہ و قرآن مجید کے ثوابات سے مدد فرماتے رہیں۔کچھ عرصے سے خارش بھی لاحق ہو گئی ہے۔اعمال کی سزا ہے۔اس شہر میں بخار اور خارش کی بیماری سے معلوم نہیں ہے کہ کوئی آدمی

بچا ہوا ہو، لیکن لوگ اس بخار سے کم مرتے ہیں۔

حضرت مولوی بشارت اللہ والد کے طلب کرنے پر وطن چلے گئے ہیں۔ چاہیے تھا کہ مجھے اس وقت نہ چھوڑتے۔ اس قوی ضعف اور انتقال کے قریب وقت میں (اللہ کی) بڑھی ہوئی (اور) وسیع رحمت (ہی) کافی ہو رہی ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

مدتوں کے بعد عنایت نامہ پہنچا۔ معلوم نہیں کہ لکھنے میں رکاوٹ کیوں آتی ہے؟ عارضہ لاحق ہونے کے بارے میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ (آپ کو) شفا بخشے۔ دعا کامل زاری سے کی گئی ہے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی کچھ کمی ہوئی ہوگی اور مزید بھی ہوگی۔ عَافَاکُمُ اللّٰهُ وَسَلَّمَکُمْ. یعنی: اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت بخشے اور سلامت رکھے۔

آپ نے (اپنے) احوالِ باطن شریف اور جو شخص استفادے کے لیے آتا ہے، کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ ہمیشہ تحریر فرمایا کریں۔

حضرت حافظ ابوسعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے فرزند (حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ) لکھنؤ میں تشریف رکھتے ہیں اور لوگ استفادے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ. یعنی: اے اللہ! اضافہ فرما۔ پس مزید اضافہ فرما۔

۱۰۴

مکتوب صد و بست و چہارم

نیز اس نالائق بندہ (حضرت رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)

ولایت نسب (اور) عالی حسب صاحبزادہ حضرت رؤف احمد صاحب سَلَّمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کی خدمت شریف میں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ!

مدت ہوئی ہے کہ آپ نے اپنے حالات شریف پر مشتمل عنایت نامہ سے مسرور نہیں

فرمایا۔ ہمیشہ اپنے باطن اور (خود سے) مستفید ہونے والوں کے باطن کے حالات لکھا کریں۔ فقیر پر بڑھاپے کی کمزوری اور ضعفِ دل کا غلبہ ہے۔ نیز خارش کی بیماری سے بڑی تکالیف ہیں۔ دعا و ہمت اور ختموں کے ثواب سے مدد فرماتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی، حسنِ خاتمہ، دائمی عفو و عافیت، دائمی رضا اور اپنے جانفزا لقاء کا دائمی شوق اس فقیر، آپ اور سب کو عنایت فرمائے۔

میاں شاہ ابوسعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)، میاں احمد سعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) مولوی بشارت اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے حالات ٹھیک ہیں اور انہیں طریقہ شریفہ پر استقامت (حاصل) ہے۔ وَالسَّلَامُ.

مکتوب صد و بست و پنجم

مرض الموت میں حضرت شاہ ابوسعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

عالی نسب (اور) ولایت حسب صاحبزادہ حضرت شاہ ابوسعید صاحب اور احمد سعید صاحب جَعَلَهُمَا اللّٰهُ لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (اللہ تعالیٰ ان دونوں کو متقیوں کا امام بنائے) کی خدمت میں۔

مسنون سلام اور عافیت سے پُر دعا کے بعد واضح ہو کہ آپ کو طلب کرنے کے لیے فقیر نے مکرر خطوط ارسال کیے ہیں۔ معلوم نہیں کہ خدمت میں پہنچتے ہیں، یا راستے میں ضائع ہو جاتے ہیں۔

فقیر کے مزاج کی حالت بڑی بیمار (ہے)، بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی، بیماریوں کا ہجوم (ہے) اور کوچ کرنے کی صدا لگ چکی ہے۔ آپ کو دیکھنے کے سوا فقیر کی کوئی آرزو نہیں ہے۔ بلکہ غیب سے القا ہو رہا ہے کہ ابوسعید کو طلب کرنا چاہیے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک اس کا سبب ہے۔ دیکھا ہے کہ میں نے تمہیں اپنی دائیں ران پر بٹھایا ہے اور ایک منصب جس کے

آثار عنقریب تمہاری طرف عود کریں گے، تمہیں سونپ دیا ہے۔ (میری) خانقاہ تمہیں مبارک ہو۔ بہت جلدی آئیں اور اللہ پر بھروسہ کر کے یہاں آ کر بیٹھ جائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے پیران کبار رحمۃ اللہ علیہم کے صدقے مجھے بخشا تو میں توجہ و ہمت سے قاصر نہیں ہوں۔

فتوح میں سے جو کچھ غیب سے پہنچے، اسے اپنی اور اپنے وابستگان کی ضرورت کے لیے خرچ کریں۔ جو کچھ باقی بچے، وہ فقراء پر تقسیم کر دیں۔ تمام اہل خانقاہ اور شہر کے لوگ آپ کو چاہتے ہیں، مثلاً احمد یار، ابراہیم بیگ، میر خورد، مولوی عظیم، مولوی شیر محمد (رحمۃ اللہ علیہم)، بلکہ شہر کے تمام لوگ بارہا کہتے ہیں کہ میاں ابوسعید (اس) لائق ہیں کہ اس جگہ (مسند) پر بیٹھیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) اور شہر کے اکثر عزیزوں نے تمہارے اخلاقِ حسنہ، مسکینی و عاجزی، حفظ و مشغولی اور بردباری پر نگاہ ڈالی ہے (اور) بلاشرکت غیرے تمہیں طلب کرنے کی تجویز دی ہے۔ بہرصورت یہاں آنے کا عزم کریں۔ پالکی یا گاڑی میں آئیں۔ کہاروں (مزدوروں) کی اُجرت یہاں ادا کر دی جائے گی۔ اہلِ خانقاہ کا اتفاق اس پر ہوا ہے: ''آپ کو، یعنی تمہیں طلب کیا جائے۔'' مجھے بھی یہی الہام کیا گیا ہے کہ اس کام کی قابلیت صرف تم میں ہے۔ استخاروں کے بعد تنہا آئیں اور کسی دوسرے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں رہیں اور طریقہ شریفہ کو رواج فرمائیں اور معاش کو خدا کے حوالے کریں۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۷۳)۔ یعنی: ''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بڑا بھلا کارساز ہے''، کا وعدہ الٰہی کافی ہے۔ (سب کو) چھوڑو اور یہاں آ جاؤ، ہمارا وقت آخر کو پہنچ چکا ہے۔ باقی رہنے والے چند سانسوں کو دیکھو اور فیض سمیٹو۔ شاید یہ آرزو پوری ہو جائے۔ شعر:

مرگ آرزو کنم چو شوی مہربان من
یعنی بہ بخت خویش مرا اعتماد نیست

یعنی: میں مرنے کی آرزو کروں، جب تو میرا مہربان بن جائے، یعنی اپنے مقدر پر مجھے (ایسا) اعتماد نہیں ہے۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت دو حضرات رحمۃ اللہ علیہم حاضر تھے اور لوگ کہتے ہیں کہ ان دو اشخاص میں سے ایک کو متعین کریں، تا کہ تمہارے بعد جھگڑا واقع نہ ہو۔ اگرچہ وصیت نامہ کے کاغذ میں، فقیر کی مہر اور تین میاں صاحبان (حضرت مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ،

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرزندان گرامی حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ) اور دوسرے عزیزوں کی گواہی سے تمہارا نام میں نے سب سے پہلے اور نہایت موزوں لکھا ہے۔ اس وقت میں نے تمہیں ترجیح دی ہے۔ برخوردار احمد سعید (رحمۃ اللہ علیہ) کو وہاں چھوڑ کر، ہمارے خط کے پہنچنے پر سب کو جواب دے کر فوراً ہمارے پاس آ جائیں۔ ہماری قبر اسی مکان کے صحن میں ہوگی اور تبرکات سرہانے تنگ گنبد پر۔ آپ سے وابستہ لوگ جب آ جائیں گے تو دو حویلی میں رہیں۔ تم یہاں ہمارے مزار پر رہنا۔ خانقاہ کے تمام اخراجات کا اختیار تمہیں ہوگا، جس طریقے سے کہ مناسب سمجھیں۔ برداشت اور تحمل سے (زندگی) بسر کریں۔ حسنِ خاتمہ، جان افزا کے لقاء اور حبیب خدا (حضرت) محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کے لیے زیادہ دعا فرمائیں۔

وَالسَّلَامُ

جامع مکاتیب

مکاتیب شریفہ کے جامع حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت (غلام علی دہلوی قدس سرہٗ) کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں۔ان کا نسب شریف حضرت شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔وہ علوم ظاہری و باطنی میں علماء وعرفاء کے سردار تھے۔بہت زیادہ اور مفید کتابوں کے مصنف تھے۔انہوں نے شہر بھوپال میں کامل قبولیت پائی۔علماء، فقراء اور اُمراء اُن کے حلقہ میں حاضر ہوتے تھے اور فیوضات حاصل کرتے تھے۔ان کی ولادت باسعادت ۱۲۰۱ھ میں رام پور کے شہر میں ہوئی اور وفات ماہ ذی قعدہ ۱۲۵۳ھ میں ملک یمن کی بندرگاہ لیس میں، زیارت حرم کے سفر میں واقع ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔رحمۃ اللہ علیہ۔ان کی اولاد سے حضرت شیخ خطیب احمد (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت شیخ حسیب احمد (رحمۃ اللہ علیہ) ظاہری و باطنی کمالات کے جامع تھے اور انہوں نے اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد بھوپال میں سکونت اختیار کی (اور) کامل قبولیت پائی۔ان کی اولاد بھوپال کے شہر میں موجود ہے۔

تمت بالخیر بروز جمعہ ۱۷ر جمادی الآخر ۱۳۷۱ھ

از قلم عنایت کریم نقشبندی غفرہ اللہ تعالیٰ

فرہنگِ اصطلاحات

آدمی المشرب— تجلی فعلی (ر۔ک: بآن) اور فنائے قلب کا عمل۔ اس لطیفہ کی ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے۔ (حضرت مظہر ۲۴)

ابراہیمی المشرب— اس میں سالک اپنی صفات کو مسلوب پاتا ہے اور حق تعالیٰ سے منسوب کرتا ہے۔ اس حالت کو تجلیٔ صفات کہتے ہیں۔ اس لطیفہ کی ولایت زیرِ قدمِ حضرت ابراہیم ہے۔ (مکتوبات حضرت مظہر ۲۴)

اتصال بے کیف— محبوب اور محبّ کے وصال اور فنائے محبّ کے بعد مشاہدہ۔ یہاں اتصالِ شہودی مراد ہے۔ (شرح منازل السائرین ۲۰۶)

اثباتِ غیریت— نفی حق واثباتِ غیر۔ (رسالۂ قدسیہ، طبع ملک اقبال ۱۴۹)

اثر— اسماء وصفات کے جمال وکمال کے مظاہر۔ (سرِ دلبراں ۴۲)

احسان— وہ مقام ہے جس میں بندہ خدا کے اسماء وصفات کے آثار دیکھتا ہے۔ (سرِ دلبراں ۴۲)

احوالِ تازہ— مواہب فائضہ بندے پر رب کی طرف سے یا بہ جزائے اعمال نیک بہ سبب تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب یا محضِ امتنان۔

اذواق— وہ حالت جو کلام محبوب سن کر طالب میں پیدا ہوتی ہے۔ مشاہدۂ حق کا پہلا اثر ذوق ہے۔ صوفیہ نے درجۂ اوّل کے شہود کو ذوق کا نام دیا ہے۔ (سرِ دلبراں ۱۷۰، سجادی ۲۲۳)

اربابِ کشف— وہ اصحاب جو مشاہدۂ حق اور اس کی تجلی میں تکرار نہیں کرتے۔ (سجادی ۳۳)

اربابِ جہل— طالبوں کی وہ قسم جو طلب میں مردہ دل اور ادراک حقائق سے عاری ہو۔ (ر۔ک: جہل)

استغراق— ذکر حق میں حصول فنا کا نام۔ (سجادی ۳۷-۳۸)

استہلاک— ہر وقت مشاہدۂ جمال الٰہی میں ڈوبے رہنا، اپنی ذات کو ذاتِ حق میں مستہلک پانا۔ (لسان العرب ۳/۸۲۱)

استیلائی غیب—(ر۔ک: غیبت)

اسرارِ توحید—وحدانیت کا علم مع اقسام توحید۔ (سجادی ۱۴۱، لسان العرب ۳/۸۸۹)

اسماء وصفات—اسم اس لفظ کو کہتے ہیں، جس سے حق تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا جائے اور وہ اشارہ اس کی ذات سے ہو یا صفت سے۔ (سجادی ۴۱، سرِ دلبراں ۴۷)

اسماعِ نفس—ذکر قلبی مع ذکر لسانی کی قسم اوّل یعنی ذکر خفی۔

اسم الباطن—بطونِ حق کو اسم الباطن کہتے ہیں، از اسم ذات۔ (سجادی ۴۱)

اسم صغیر—انسان کا خلق اور امر کا جامع ہو کر اس اسم کا مستحق ہونا۔

اسم الظاہر—ظہورِ حق کو اسم الظاہر سے تعبیر کرتے ہیں۔ (از اسم ذات)

اشرف خواطر—دلوں کے بھید جاننا، کشف قلوب۔ (سجادی ۳۹۱)

اصطفاء—ایک مقام سے دفعتاً دوسرے مقام پر فائز ہونا، منتخب کر لینا۔ (سجادی ۴۷)

اضمحلال—فنا ہونا، نیستی، وارفتگی۔ (لسان العرب ۲/۵۴۶)

اعدام—اعیانِ ثابتہ جو علم حق تعالیٰ میں تو موجود ہیں لیکن خارجاً معدوم ہیں۔ (سرِ دلبراں ۲۵۳، سٹینگاس، فارسی ۴۷)

اعدام اضافیہ—جن پر آثار واحکام کا تحقق ہو۔ جو فیضانِ وجود کے بعد وجود کا صالح ہو۔ (اجمیری ۱۹۹)

اعیان ثابتہ فی العلم—حقائق ممکنات جو علم حق تعالیٰ میں ہیں۔ (قول سیّد شریف، دستور ۱/ ۱۳۸)

اعیانِ خارجیہ—موجودات ذہنی کے مقابلے میں موجودات خارجی مراد ہیں اور صور علمیہ جو کہ اعیان ثابتہ ہیں، ر۔ک: اعیان ثابتہ۔ (فرہنگ معارف اسلامی از سجادی ۲۵۰)

افاضۂ کمالات—متابعت کا ایک درجہ جو صرف محبت سے متعلق ہے۔

افاقہ—حالتِ صحو

القاء—وارداتِ ربانی سے عبارت ہے۔ (سجادی ۵۶)

امر التزامی—وجود بمعنی کون اور حصول بھی ہے جسے امر انتزاعی کہتے ہیں۔ (دستور ۱/۱۷۳-۱۷۷، سرِ دلبراں ۷۶)

امکان—موصوف کے لیے کسی صفت کی نسبت کا غیر ضروری ہونا۔ (اجمیری ۵۹-۶۰، دستور ۱/۱۶۴)

انا—اشارہ ہے مرتبۂ وحدت اور حقیقتِ محمدی کی طرف کہ برزخ اور جامع ہے۔ اس کو علم مجمل اور

تعین اوّل بھی کہتے ہیں۔(سرِ دلبراں ۷۸)

انا الشمس—صوفی کی نظر میں اپنی جہت اور اپنے انوار مستعار پر پڑے تو وہ انا الشمس کا دعویٰ کرتا ہے۔

انوار جمعیت—ہمت کو مجتمع کرنا اور اپنی توجہ سوئے حق کرنے سے جو انوار حاصل ہوں۔(سجادی ۱۵۷،۷۱)

اوّل الاوائل—مفہوماً لاہوت ہی اوّل الاوائل ہے۔(عبقات)

اولیائے عزلت—ایسے افراد جنہوں نے انقطاع از ماسوا کرلیا ہو۔(اولیائے مستور، سرِ دلبراں ۱۷۳)

اولیائے عشرت—اولیائے ظاہر۔حالت شعور میں لذتِ حق حاصل ہونا۔(سرِ دلبراں ۱۷۳،۲۵۴)

اوتاد—رجال اللہ کی بارہ اقسام میں سے ایک قسم۔اوتاد چار ہوتے ہیں۔(سرِ دلبراں ۱۷۵)

بازگشت—طالب بوقت ذکر اپنے دل میں یہ دعا کرے، ''الٰہی! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے......'' مشائخ نقشبندیہ کی شرائط میں سے چھٹی شرط ہے۔(رسالہ قدسیہ، طبع عراقی)

باطنِ وجود—''ہر چیز کا وجود علم میں ثابت ہے۔'' اس مرتبہ کو صوفیہ کی اصطلاح میں باطنِ وجود کہتے ہیں۔

بسط—وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے کو قبض اور کھل جانے کو بسط کہتے ہیں۔(نفائس ۲۱۹)

بسیط حقیقی—وجود خداوندی۔(اجمیری ۷۷، دستور ا/ ۴۴۸)

بعد الجمع—نفس کو حقیقتِ فنا ملنے کے بعد اُسے دعوت وارشاد کا حق مل جاتا ہے، اس مقام کو بعد الجمع کہتے ہیں۔(سرِ دلبراں ۱۲۸، سجادی ۱۵۸)

بے خطرگی—خطرہ، ایک قسم کا خطاب ہے جو ضمیر پر وارد ہوتا ہے۔بے خطرگی ایسا مقام ہے جب طالب کو نفسِ مطمئنہ حاصل ہو جائے تو وہ ان خطرات شیطانی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(سرِ دلبراں ۱۵۶، سجادی ۱۹۴، دفعایت ۹۰)

بے خودی—مرحلۂ فنا، حالتِ سکر۔(سجادی ۱۵۸)

بے رنگی—وحدانیت کا ظہور۔(مقامات مظہری)

بیعت مع اقسام—اپنی جان و مال کو خدا یعنی مالکِ حقیقی کے حوالے کر دینا۔احکامِ شرع کی پیروی کے لیے کسی رہنما کے ساتھ پابندی احکام کا عہد کرنا۔

تجلی—ذات و اسماء و صفات و افعال الٰہی کا کسی پر پڑنے کا نام تجلی ہے۔اس کی بہت سی اقسام

ہیں۔ (نفائس ۶۴)

تجلی افعال—اللہ تعالیٰ صفات افعالی اور صفات ربوبیت سے سالک پر ظاہر ہوتا ہے۔ تجلی افعالی کے وقت بندہ افعال کی نسبت اپنی طرف نہیں کرسکتا۔

تجلی ذات—جب ذات کی تجلی سالک پر ہوتی ہے تو سالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم وشعور سے بے تعلق ہو جاتا ہے، تجلی ذاتی میں اس فنائیت عبد کے بعد بقائے حق سے باقی ہونے کو بقاباللہ کہتے ہیں۔

تجلی ذات بحت—بحت کہتے ہیں خالص کو تجلی ذات (ر۔ک: بآن) کی تعریف کے پیشِ نظر اسے فنائیت خاصا کہتے ہیں۔

تجلی صفاتی—اس میں سالک حق تعالیٰ کو اُمہاتِ صفات میں متجلی پاتا ہے۔

تجلی صوری—رؤیت الٰہی۔

تجلی فعلی—اس میں سالک صفاتِ فعلیہ ربوبیہ میں سے کسی صفت کے ساتھ حق تعالیٰ کو متجلی پاتا ہے۔ اس میں بندے سے قول وفعل وارادہ سلب ہو جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں قدرت کو دیکھتا ہے۔ (سجادی ۱۱۸، نفائس ۶۴، اجمیری ۸۶)

تنزلات—وجود نے مرتبہ وراء الوراء سے جن منازل سے علی الترتیب نزول فرما کر کائنات میں گلشن آرائی کی انہیں تنزلات سے موسوم کرتے ہیں۔ جملہ تنزلات شہود میں واقع ہوئے ہیں۔ (سرِ دلبراں ۲۴۲، اجمیری ۱۰۴) مقامات مظہری میں کئی مقامات پر تنزلی وجوبی، روحی، مثالی اور جسدی استعمال ہوا ہے۔

تنزیہ—ذاتِ حق تعالیٰ کا صفاتِ نقص یا صفات ممکنات سے پاک ومنزہ ہونا۔ (اجمیری ۱۰۴، سجادی ۱۳۶)

تعدد وتکثر—دراصل کثرت شیونات کی وجہ سے ہے۔ ملاحظہ ہو ''شیونات''۔

تعین—حق تعالیٰ کا اپنی ذات کو پانا۔ (سرِ دلبراں ۱۲۰، سجادی ۱۳۰، نفائس ۷۳، دستور ا/۳۲۵)

تعین امر—وہ عالم جو کہ موجدِ امر سے دفعتاً بے مادہ ومدت کے موجود ہو گیا، عالمِ امر ہے۔ (سرِ دلبراں ۲۵۱)

تمکن وثبات—وہ مقام ہے جس میں سالک مغلوب الحال نہیں ہوتا، تلوین کا متضاد ہے۔ (نفائس ۷۹)

توجہ—تمام ماسویٰ اللہ سے روگردان ہو کر حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونا۔ (سرِ دلبراں ۱۲۲، سجادی ۱۴۱)

جمعیت قلبی۔۔۔ ہمت کو مجتمع کر کے اپنی توجہ سوئے حق کرنا اور دل کو ماسویٰ سے کندن کرنا۔ (سجادی ۱۵۷)

جہل۔۔۔ "مرگِ دل" کو صوفیہ کنایتاً جہل سے تعبیر کرتے ہیں۔ خواہ سالک نے سالہا سال تک علم حاصل کیا ہو۔ (سجادی ۱۶۱، اجمیری ۱۱۷)

حبس نفس۔۔۔ ذکر کے دوران سانس روکنا۔ (مقامات مظہری)

حبل المتین۔۔۔ احکام الٰہی کی پیروی۔ (قرآن وحدیث)

حسن۔۔۔ کمالات ذاتِ احدیت۔ (سجادی ۱۷۲)

حسن محض۔۔۔ حسن کامل، حسن لازوال، خالص کمالاتِ ذاتِ احدیت۔ (ر۔ک: حسن)

حصولِ جمعیت۔۔۔ ر۔ک: جمعیت۔

حضور۔۔۔ قلب کا خلق سے غافل ہو کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا۔ مقامِ وحدت، صاحب لمع کہتے ہیں کہ حضور سے مراد حضورِ قلب ہے۔ (سرِ دلبراں ۱۴۴، ۱۷۲، سجادی ۱۷۳)

حق۔۔۔ صوفیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ "حقِ بسیط" اسی طرح اصطلاحاً مستعمل ہے۔ (سجادی ۱۷۵)

حقِ نفس۔۔۔ فرائض کی ادائیگی کے لیے بقدرِ توانائی کھانا کھانا۔ (مقامات مظہری)

حقائق۔۔۔ وہ علم ہے جس سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو، حقائق کی کئی اقسام ہیں جن میں حقائقِ سبعہ کا ذکر مقاماتِ مظہری میں شامل ضمیمۂ شاہ عبدالغنی میں کیا گیا ہے۔

حقائق ممکنات یا حقائق کونی۔۔۔ اعیانِ ممکنات اور کثرتِ حقیقی کو کہتے ہیں۔ (سرِ دلبراں)

حقیقت الحقائق۔۔۔ مراد ذات احدیت ہے۔ "حقیقة کل شی ھو الحق"۔ (سجادی، سرِ دلبراں)

حقیقت محمدی۔۔۔ حقیقتِ انسانی کی اصل حقیقتِ محمدی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات (۱۲۴/۳) میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

حقیقتِ حال۔۔۔ طالب کے احوال وواردات (ر۔ک: بآن) میں بعض اوقات خاص لمحات میں "غلبۂ احوال" سے افاقہ ہوتا ہے۔ خصوصاً نماز کے اوقات میں ایسی حالت کو جو غیر استقرار ہو، حقیقتِ حال کہتے ہیں۔ (مقامات مظہری)

خُلت۔۔۔ دوستی، مراد ہے حق تعالیٰ کا بندہ کا دوست بننا، خصوصاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرف

اشارہ۔ (مکتوباتِ حضرت مجدد میں کئی مقامات پر تشریح)

خیرِ محض۔۔۔ فلاسفہ وجود کو "خیرِ محض" تصور کرتے ہیں، اور وہ وجود صوفیہ کے نزدیک ذاتِ مطلق اور مقام جمع الجمع احدیت مطلقہ ہے۔ (سجادی)

دائرۂ صفات کبریٰ، دائرۂ ظلال وولایت صغریٰ، دائرۂ ظلال اسماء وصفات، دائرۂ ولایت، دائرۂ ولایت علیاء۔۔۔ ان دوائر کی تفصیل سے صوفیہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ملاحظہ ہو: سرِ دلبراں ۳۰۰

دائمی حضور۔۔۔ ر۔ک: حضور۔ حضور میں دوام حاصل ہونا۔

دائمی حضوری۔۔۔ ایضاً

ذکر۔۔۔ اللہ کی یاد۔ یادِ الٰہی میں جمع غیر اللہ کو دل سے فراموش کر کے حضور قلب کے ساتھ قرب و معیت حق تعالیٰ کا انکشاف حاصل کرنے کی کوشش کو ذکر کہتے ہیں۔ صوفیہ نے اس کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں۔ (ر۔ک: مکتوب حضرت مظہر نمبر ۱۱ شامل مقاماتِ مظہری)
چنانچہ ذکر خفی، ذکر جلی، ذکر رابطہ، ذکر قلبی، ذکر لسانی کے معانی اس کتاب میں متعدد مرتبہ بیان ہوئے ہیں۔

ربط ظلیت۔۔۔ صوفیہ اضافی موجودات کو ظل قرار دیتے ہیں۔ یہ اضافہ موجودات اعیانِ ممکنہ ہیں۔ جو درحقیقت معدومات ہیں۔ لیکن وجود حقیقی کے نور اور فیضان کے طفیل ان کی ظلیت عدمیت، ظلی وجود اختیار کر گئی ہے۔ (دستور ۲/ ۲۸۷، اجمیری ۱۹۲)

ربودگی۔۔۔ شیفتگی۔ (مقامات مظہری)

رضا۔۔۔ محبت خدا میں کسی حالت میں بھی فرق نہ ڈالنا، خوشی، غم اور تکلیف میں رضائے الٰہی پر شاکر رہنا۔ (متن، سرِ دلبراں ۱۷۸)

رؤیت۔۔۔ کسی چیز کو آنکھ سے دیکھنا، نہ کہ بصیرت سے معلوم کرنا۔ رؤیتِ حق ولقاءِ خدا۔ (نفائس ۱۴۶، سجادی ۲۳۹)

رؤیت الٰہی۔۔۔ ر۔ک: تجلی صوری۔

زوال عین۔۔۔ عین سے مراد عین ثابت ہے جو کہ عالم کے اس آئینہ کو کہتے ہیں جو علم حق تعالیٰ میں قبلِ تخلیق عالم موجود تھا اور اب بھی ہے۔ اسے مقام واحدیت بھی کہتے ہیں۔ (سجادی

۳۴۷، نفائس ۲۰۵)

سکر—بے خودی، تعطل عقل جو مشاہدۂ جمال معشوق حقیقی کا نتیجہ ہو۔ یہ وہ حالت ہے جو غیبت سے تقویت پاتی ہے۔ (سرِ دلبراں ۱۹۸، نفائس ۱۶۰، سجادی ۲۶۷)

سیر علمی—سیر کا مطلب ہے سالک کا ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک فعل سے دوسرے فعل، ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہونا۔ ر۔ک: علم۔ (متن مکتوب ۴)

شرط محاذات—مقاماتِ سلوک کے لیے مرشد کی موجودگی لازم ہے۔ (متن)

شہود—رؤیتِ حق بحق شہود۔ حق تعالیٰ کا اس طرح مشاہدہ کہ سالک مراتب تعینات عبور کر کے توحید عیانی کے مقام میں پہنچ جائے۔ غیریت کو دور کرے۔ (سرِ دلبراں ۲۳۸، مکتوبات حضرت مجدد، نفائس ۱۷۶)

شہودیہ—نظریۂ وحدت الشہود (ر۔ک: بآن) کو ماننے والے۔

شیونات—مرتبہ علم میں تعیناتِ وجود حق۔ شیونات الٰہی خاص کی قسم ہیں۔ اور صفات الٰہی ان شیونات کی فرع ہیں...... (معارف لدنیہ از حضرت مجدد)

صانع—افعالِ الٰہی کے مراتب میں سے تیسرا مرتبہ صنعت ہے۔ جس کا مطلب ہے کسی چیز کو پیدا کرنا۔ اسمِ صانع، بندے اور خدا کے درمیان مشترکہ طور پر مستعمل ہے۔ جب بندہ کوئی چیز بنائے گا تو اُسے خالق نہیں کہا جائے گا بلکہ صانع ہوگا۔ (سرِ دلبراں ۶۲)

صادرِ اوّل—وجود منبسط۔ (ر۔ک: بآن)

صحو—سکر (ر۔ک: بآن) کا متضاد ہے۔ عارف کا غیبت سے احساس کی جانب واپس آنا۔

صفا—پاکیزگی، خلوص، دل کو خطراتِ اغیار سے پاک کرنا۔ (سرِ دلبراں ۱۳۹)

صفاتِ حقیقہ، صفاتِ سلبیہ، صفت مرئیہ—واجبِ تعالیٰ کی چار صفتیں ہیں: اوّل صفت سلبی، دوّم صفت ثبوتی حقیقی محض، سوّم صفتِ حقیقی مضاف، چہارم صفت اضافی محض۔ صفت سلبی جیسے کہیں کہ اللہ تعالیٰ بشر نہیں، شجر نہیں، جسم نہیں۔ صفتِ ثبوتی حقیقی محض، جیسے واجب تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے، پائندہ ہے، ذات کا عالم ہے۔ صفت حقیقی مضاف جیسے خدا موجودات کی پیدائش پر قادر ہے۔ صفت اضافی محض، مانند وصف علیت جو معلومیت کے مقابل ہے۔ اللہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ صفت اصطلاح میں ظہور ذات حق کو کہتے ہیں۔

(صوفیہ کے ہاں صفات کی مختلف اقسام ہیں)۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: سجادی ۳۰۵،
نفائس ۱۸۱، سرِ دلبراں ۱۱۴)

صورعلمیہ— اسماء الٰہی جن صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں، انہیں مظاہر اسماء کہتے ہیں۔ وہ صورتیں،
جن میں اسمائے الٰہی علمِ الٰہی میں ظاہر ہوتے ہیں، اعیان ثابتہ اور صورعلمی کے نام سے
موسوم ہیں۔ (سرِ دلبراں ۵۱)

طریقۂ احمدیہ— سلاسلِ تصوف میں سے سلسلۂ نقشبندیہ کی وہ شاخ جس کو حضرت مجدد الف ثانی
شیخ احمد سرہندی نے ترقی دی اور انہی کے نام سے طریقہ یا سلسلۂ احمدیہ کہلاتا ہے، اسے
سلسلۂ مجددیہ بھی کہتے ہیں۔ (مقامات مظہری)

طفرہ— ادنیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچنا۔ (صراح)

طمانیت— سالک کے قلب و نفس کا حق تعالیٰ کے ساتھ سکون و قرار پانا۔ (سرِ دلبراں ۲۴۵)

ظل— جملہ ظہورات و تعینات۔ وجودِ اضافی جو اعیان ممکنات و تعینات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔
(سرِ دلبراں ۲۴۷، سجادی ۳۲۲)

ظلمانی عقل— وہ عقل جو رہنما کی مدد سے راہِ راست پر آئے۔ (مقامات مظہری)

ظلمانی و نورانی حجاب— حجاب کا مطلب ہے ہر وہ چیز جو بندہ کو حق سے محتجب کرے۔
سالک کو سب سے پہلے حجاب ظلمانی کو دور کرنا ہوتا ہے، جو گناہ اور لذاتِ طبیعی سے عبارت ہیں۔
پھر اُسے حجاب نورانی کو دفع کرنا پڑتا ہے جو علوم رسمیہ سے مکلّف ہوتے ہیں۔ [سجادی ۱۶۶،
(ر۔ک: حجاب)]

عالم ارواح— اس سے مراد عالم ملکوت ہے، عالم ملکوت کی فرع عالم محسوس ہے، عالمِ ارواح
بمقابلہ عالم محسوس، ذوق شہود میں ظاہر تر اور زیادہ قوی ہے۔ اس میں معانی محسوس
صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ (سرِ دلبراں ۱۴۴، سجادی ۳۲۷، نفائس ۱۹۱)

عالم امر— وہ عالم جو بلا مدت و مادہ حق تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آیا۔ (سرِ دلبراں ۲۵۱، اس کا نام
عالم امر بھی ہے۔ سجادی ۳۲۷)

عالم خلق— عالم شہادت، وہ عالم جو مادہ سے پیدا کیا گیا۔ (سجادی ۳۲۷)

عالم مثال— یہ عالمِ برزخ ہے۔ درمیان عالمِ ملکوت اور عالم ناسوت کے۔ اس کا نام عالم مثال

اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ عالمِ جسمانی کی صورتوں پر مشتمل ہے۔ (سجادی ۳۲۸)

عبودیت۔۔۔خروج از اختیار۔ عبودیت کی نہایت حریت ہے۔ (سجادی ۳۲۹)

عدم۔۔۔معدوم، ناپید، سلب محض، نفی محض۔ (اجمیری ۱۹۸)

عدم اضافی۔۔۔یہ وجود کی ضد نہیں ہے۔ (سجادی ۳۳۰)

عدم القدرت۔۔۔عجز۔ ر۔ک: عدم۔

عدم العلم۔۔۔جہل۔ ر۔ک: عدم۔

عدم محض۔۔۔وجود کا نقیض ہے۔ جیسے کہ شریک باری تعالیٰ۔ (مقامات مظہری)

عروج۔۔۔اجسام سے احدیت تک پہنچنا۔ سالک اپنے جسم کو محو کر کے عالم مثال میں اور عالم مثال کو کم کرنے کے بعد عالمِ ارواح میں، اسی طرح عالم اعیان میں اور وہاں سے وحدت میں اور وحدت سے احدیت میں۔ (سرِ دلبراں ۲۰۰-۲۰۱)

علم۔۔۔کسی چیز کا کماحقہٗ جاننا، حیات جس طرح ذات کے اقرب اوصاف میں سے ہے اسی طرح علم بھی حیات کے اقرب اوصاف سے ہے۔ صوفیہ نے اس کی (باطنی علوم) بہت سی اقسام بتائی ہیں۔ ان میں سے بعض قسموں پر حضرت مظہر نے اپنے مکتوب (نمبر ۴ شامل مقاماتِ مظہری) میں بحث کی ہے۔ جیسے علم حصولی، علم حضور، علم ازلی وغیرہ۔

عناصر اربعہ۔۔۔صوفیہ نے چار عناصر کو ''چہار نفس'' سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی آتش کو نفسِ امارہ، ہوا کو نفسِ لوامہ، پانی کو نفسِ ملہمہ اور خاک کو نفسِ مطمئنہ سے۔ (سجادی)

عیسوی المشرب۔۔۔لطیفۂ خفی کا شغل، جس کی ولایت حضرت عیسیٰ کے زیرِ قدم ہے۔ اس لطیفہ کا سالک عیسوی المشرب ہوگا۔ (مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ شامل مقاماتِ مظہری)

عین۔۔۔ذات حق تعالیٰ کے ساتھ اتحاد، ہستی حق میں گم ہونا، سالک کا ذات حق میں محو ہو جانا۔ (سجادی)

عینیت و اتحاد۔۔۔وصال پانا، مقام بقا میں پہنچنا۔ (ر۔ک: عین)

غلبہ۔۔۔وہ حالتِ مغلوبی جس میں سالک کے لیے سبب کا ملاحظہ اور ادب کی رعایت ناممکن ہو۔ (سرِ دلبراں ۱۷۲، سجادی ۳۵۰)

غیبت۔۔۔اپنے نفس سے اور خلق سے غائب اور حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر رہنا کبھی مقام

کثرت کو اور کبھی اللہ سے محجوب اور خلق کے سامنے حاضر ہونے کو غیبت کہتے ہیں۔
(سجادی ۳۵۲)

غیرت—— شرم کرنا۔ یہ دو طرح سے ہے، ایک خلق سے اور دوسری حق سے۔ (سجادی ۳۵۳،
سرِ دلبراں ۲۶۵، ۲۷۳)

غیرت از خلق—— غیرت از خلق سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو اور کسی کی حق تلفی
نہ کرے۔ (سرِ دلبراں ۲۷۳)

فنا—— فنائیت عدم شعور کو کہتے ہیں۔ ذات احد میں اس درجہ استغراق کہ اپنا بھی ہوش نہ ہے۔ اس
کے کئی مدارج بیان کیے گئے ہیں۔

فنائے افعالی—— اپنے افعال اور خلق کے افعال کو افعالِ حق میں فنا کر دینا۔ اسی طرح دیگر اقسام
فنائے صفاتی، فنائے ذاتی، فنائے قلب (ر۔ک: بہ قلب)، فنا و بقا (ر۔ک: بہ بقا)۔
(سرِ دلبراں ۲۷۷، سجادی ۳۶۶، نفائس ۲۱۶)

قبض—— وارداتِ قلبی کے بند ہو جانے کو قبض کہتے ہیں۔ (نیز ر۔ک: بہ بسط)

قلب—— قلب ایک جوہر نورانی ہے جو مادہ سے مجرد اور روح اور نفس انسانی کے مابین ایک درمیانی
چیز ہے۔ (سرِ دلبراں، سجادی نے اس سے متعلق بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، ص ۳۸۰-۳۸۲)

قلب صنوبری—— گوشت کا لوتھڑا، صنوبری یا مخروطی شکل کا بائیں پستان کے نیچے، اس کا نور زرد
ہے۔ سرسوں کے پھول جیسا۔ (مقامات مظہری)

قناعت—— مالوفاتِ طبع کے معدوم ہونے کی صورت میں سکونِ قلب کا ہونا۔ (سرِ دلبراں ۲۸۳،
سجادی ۳۸۳)

کثرت ظلی—— مخلوقات اور کثرتِ ظہور اسماء۔

کسب—— بندہ کی قدرت اور اس کے ارادہ کے تعلق سے عبارت ہے جس کے کرنے کی اُسے
قدرت حاصل ہو۔ اس میں عموماً کسب خیر اور کسبِ شر کی انواع کے ساتھ استعمال کرتے
ہیں۔ (سجادی ۳۹۰)

کشف—— امورِ غیبی اور معانیِ حقیقی پر سے حجابات (ر۔ک: بآن) کا اُٹھنا اور حقیقت ورائے
حجاب پر وجوداً اور شہوداً اطلاع پانا کشف ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں، کشف صوری اور

کشف معنوی۔ (سجادی ۳۹۰، سرِ دلبراں)

کشف کونی۔۔۔ کشفِ صوری میں وہ معاملات جو خواب میں پیش آتے ہیں، وہ بیداری میں بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ کشف صوری کی وہ قسم جس سے مغیباتِ دنیوی پر اطلاع یابی ہوتی ہے۔ اُسے کشف کونی کہتے ہیں۔ (ر۔ک: بہ کشف)

کمال۔۔۔ صفات اور آثار مادہ سے منزہ ہونے کا نام کمال ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: اوّل کمالِ ذاتی جس کا تعلق ظہور حق تعالیٰ سے ہے۔ دوّم کمالِ اسمائی ظہور حق کا بنفسِ خود اور شہود ذات خود سے تعلق ہے۔ (کشاف تھانوی، سجادی)۔ چنانچہ صوفیہ کے ہاں کمالاتِ الٰہیہ، کمالاتِ اولوالعزم، کمالاتِ ثالثہ وغیرہ کا استعمال اسی ضمن میں آیا ہے۔

لطائف۔۔۔ جسم انسانی کے مختلف مواضع، جن پر فیوض و انوار و برکاتِ الٰہی کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اس کی صوفیہ نے عموماً چھ اقسام گنوائی ہیں، لیکن حضرات مجددیہ نے بتایا ہے کہ انسان دس لطائف سے مرکب ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: مکتوب حضرتِ مظہر نمبر ۲۴ شامل مقامات مظہری)

لطیفہ۔۔۔ اشارۂ دقیق جو باآسانی سمجھ نہ آ سکے۔ مختلف واردات کا نزول اس کی مختلف اقسام جیسے لطیفۂ دماغی، لطیفہ روح، سر، خفی، اخفی، نفس، سر کی تشریحات مذکورہ بالا مکتوب میں درج ہیں۔ (ر۔ک: لطائف)

مبداء۔۔۔ جائے ظہور، سالک کی ابتداء چونکہ اسمائے کلی کونی (ر۔ک: بآن) کی راہ سے ہوتی ہے، اس لیے اسے مبداء کہتے ہیں۔ صوفیہ نے مبداء و معاد کے موضوع پر مستقل رسائل تالیف کیے ہیں۔ چنانچہ مقاماتِ مظہری میں مبداء فیاض اور مبداء المبادی کا استعمال بھی ہوا ہے۔

محمدی المشرب۔۔۔ لطیفۂ اخفی (ر۔ک: بآن) کا شغل، جس کی ولایت حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ قدم ہے۔ اس لیے ایسے سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔ (ر۔ک: مکتوب نمبر ۲۴ شامل مقاماتِ مظہری)

محویت۔۔۔ منتہی کا وہ مقام محویت کہلاتا ہے جہاں پہنچ کر کشف و کرامات بند ہو جاتے ہیں اور لذت حضوری سے بھی سیری نہیں ہوتی۔ (سرِ دلبراں)

مرأت۔۔۔ علم الٰہی کو کہتے ہیں۔

مرأتِ کونی — وجود (ر۔ک: بآن) مضاف وحدانی سے عبارت ہے، کیونکہ تمام اکوان، اوصاف، مظاہر اور احکام کا اس میں ظہور ہوتا ہے۔ (سجادی ۴۲۳)

مرأت الوجود — تعینات شیون (ر۔ک: بآن) باطنی سے عبارت ہے۔ (ر۔ک: بہ وجود)

مراقبہ — دل کی ماسوئی سے نگہبانی، مراقبہ، لفظ ترقب سے لیا گیا ہے، جس کے معنی انتظار کے ہیں۔ یعنی انتظار فیضِ الٰہی۔ مراقبہ میں دو شرائط ہیں، اوّل ملاحظۂ ذاتِ احدیت، دوّم اپنا دل۔ (شاہ غلام علی: ملفوظاتِ شریفہ، ص ۳۷، سجادی ۴۲۴)

مرتبہ — جس پر اشیاء کا ترتب ہو سکے۔

مراتب — جمع مرتبہ کی۔

مرج البحرین یلتقیان — وجوب (ر۔ک: بآن) اور امکان کے دونوں دریا ملتے ہیں۔ مگر یہ برزخ ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہیں ہونے دیتا۔

مستی — حیرت اور ولولہ جو سالک صاحبِ شہود کو جمال دوست میں پیدا ہو۔ (سرِ دلبراں ۳۰۵، سجادی ۴۳۲)

مشہود — ر۔ک: بہ شہود۔

مصنوع — ر۔ک: بہ صانع۔

مقام رضا — ر۔ک: بہ رضا۔

مقام — جب حال دائمی ہو جاتا ہے اور سالک کا ملکہ واضح ہو جائے تو اُسے مقام کہتے ہیں۔ (سجادی ۴۴۴)

ملکہ — اعمال کا پختہ ہونا، نیک اعمال کا عادی ہونا۔ (سرِ دلبراں ۳۰۷)

ملکۂ حضوری — ر۔ک: بہ حضور اور حضوری۔

مواجید — وہ حالات جو صوفہ پر بطریق کشف و وجد ظاہر ہوں۔ (سجادی ۴۵۵)

موسیٰ المشرب — لطیفۂ سر کا شغل۔ جس کی ولایت زیرِ قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے، اس لیے ایسے سالک کو موسیٰ المشرب کہتے ہیں۔ (ر۔ک: مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۴ شامل مقاماتِ مظہری)

نسبت — وہ تعلق جو خدا اور بندہ کے درمیان ہوتا ہے۔ صوفیہ نے اس کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔

چنانچہ نسبت بقائی، نسبت محاذات اور نسبت فنا کی تفصیلات حضرتِ مظہر کے مکتوب نمبر ۳ (شامل مقاماتِ مظہری) میں ملاحظہ کریں۔

نفس۔۔۔بدن سے تعلق اور بدن کی تدبیر کی جہت سے اسے نفس کہتے ہیں۔ (سرِ دلبراں ۳۲۳، سجادی ۴۶۷)

نفسِ امّارہ۔۔۔جب نفسِ حیوانی کا قوتِ روحانی پر غلبہ ہو جائے تو اُسے نفسِ امارہ کہتے ہیں۔ (سرِ دلبراں، سجادی، مقاماتِ مذکور)

نفس الامر۔۔۔بعض صوفیہ کے نزدیک عقل اوّل یہی ہے۔ (سجادی) محلِ اعیانِ ثابتہ (ر۔ک: آن) اور صور علمیہ (ر۔ک: بآن) سے بھی اس کی تعبیر کی گئی ہے۔

نفسِ مطمئنہ۔۔۔نفس کا خود کو بُرے اعمال پر ملامت کرتے رہنے کے عمل کو نفسِ لوامہ کہتے ہیں۔ جب قلبی انوار نفس میں قوتِ حیوانی پر غالب آ جاتے ہیں تو اس سے نفس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے جسے نفسِ مطمئنہ کہا جاتا ہے۔ (سجادی ۴۷۱)

نفی و اثبات۔۔۔توحید کی دو جہتیں ہیں، نفی اور اثبات۔ کلمۂ طیبہ ان کا مرکب ہے۔ نفی سے ذات باری تعالیٰ ان اوصافِ ناقص سے منزہ ہے، ان ہی اوصافِ ناقصہ سے اس کی نفی کی جاتی ہے۔ اور ان اسمائے حسنہ سے جن کو اس نے خود اپنی شان میں بیان کیا ہے، اس کا اثبات کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت خداوند تعالیٰ نفی اور اثبات دونوں سے منزہ ہے۔ (سرِ دلبراں ۳۲۷، سجادی ۴۷۱)

نورانی عقل۔۔۔جو بلاواسطہ مقصود پر دلالت کرے۔ (نیز ر۔ک: بہ ظلمانی عقل)

نور منبسط۔۔۔وہ نور جس کا پھیلاؤ بہت زیادہ ہو۔ (مقاماتِ مظہری)

نیستی۔۔۔نیستی کے مقابلہ میں ہستی، ہستی کی تعبیر تحقق اور یافت سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ ہستی ہی پائی جاتی ہے، نیستی کے لیے نہ یافت ہے نہ تحقق۔ (سجادی ۴۷۵)

واردات۔۔۔قسم معانی میں سے جو چیز بلا کوشش دل پر صادر ہو، خواطرِ محمودہ۔ وہ بات جو بندہ بغیر آواز کے ہی سمجھ جائے۔ (واحد، وارد، سرِ دلبراں ۳۳۱)

وجوب۔۔۔ذات واجب تعالیٰ کا اپنے وجود کا مقتضی ہونا۔ کبھی وجوب سے حق تعالیٰ مراد لیتے ہیں۔ (سرِ دلبراں ۳۵۳)

وجود— ہستی، ذاتِ بحت (ر۔ک: بآن) ہستیٔ مطلق، واحدیت، ذات کا وہ مرتبہ جہاں صفات سلب ہوں۔ صوفیہ نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس اصطلاح کی تعبیرات کی ہیں۔
(سرِ دلبراں ۳۳۱، سجادی ۴۸۱)

وجودمنبسط عام— یہ ظل و سایۂ وجود ہے۔ رحمت واسعۂ حق وجود خارجی اور وجود ذہنی ظل اسی سایہ کا ظل ہیں۔ (سجادی ۴۸۲ بحوالہ شرح فصوصِ داؤد قیصری)

وجودخارجی— احکام ممکنات جو کہ دراصل معدومات سے ہیں اسم نور سے ظاہر ہوئے۔ اس لیے اس ظہور کو وجودِ اضافی اور وجود خارجی کہتے ہیں۔ (اجمیری ۲۸۳، سرِ دلبراں ۳۴۱)

وحدت الوجود— ر۔ک: بہ مکتوب حضرت مظہر نمبر ۲۳ (شامل مقاماتِ مظہری)۔

وحدت الشہود— ر۔ک: مکتوب حضرتِ مظہر ۲۴ (شامل مقاماتِ مظہری)۔

وصل— محبوب سے ملنا جو ہجر کے بعد کی لذت ہے۔ وداع اور وصل صوفیہ کے نزدیک دونوں ہی لذیذ ہیں۔ (سجادی ۴۸۷، سرِ دلبراں ۳۳۴)

وقوف قلبی— ذاکر کا حق تعالیٰ سے واقف و آگاہ رہنا۔ (دستور ۳/ ۲۶۳، سجادی ۴۹۲)

ولایت— وہ مقام ہے جس میں بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ تصرفات عطا ہوتے ہیں جن سے طلب الٰہی کی استعداد رکھنے والوں پر اثرات ڈالے جاتے ہیں اور سالکانِ طریقت کو مقاماتِ قرب تک پہنچایا جاتا ہے۔ ولایت کی مختلف اقسام کے لیے ملاحظہ ہو: سرِ دلبراں ۳۱۶-۳۱۷۔

ولایت علیا— ملائکہ کی ولایت۔

ولایت صغریٰ— جب ذکر کثیر انتہا کو پہنچتا ہے تو ولایت صغریٰ یعنی وحدت الوجود کی ابتداء ہوتی ہے۔ (معیار السلوک ۱۰۸)

ولایت کبریٰ— سالک کو اَنانیت کبریٰ میں فنا ہو کر بقا حاصل کرنا ہی ولایتِ کبریٰ ہے۔

ہُبا— تنزلاتِ وجود (ر۔ک: بآن) کا وہ مرتبہ جس میں اجسامِ عالم کو کشادہ کیا جاتا ہے۔ یہ مرتبہ عینی نہیں بلکہ عنقا ہے۔ یہ عقلِ اوّل کے بعد چوتھا مرتبہ ہے۔ (سرِ دلبراں ۳۳۶، سجادی ۴۹۵)

ہجوم— کسی چیز کا دل پر قوت کے ساتھ وارد ہونا۔ اس میں کوشش کو دخل نہیں ہوتا۔ (سرِ دلبراں ۳۳۶)

مآخذ ومنابع

مقدمہ اور متن کے حواشی میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ آثار الصنادید (اُردو)
سر سیّد احمد خان، دہلی: ۱۹۶۵ء

۲۔ آئینہ اودھ (اُردو)
ابوالحسن، سیّد، کانپور: مطبع نظامی، ۱۳۰۵ھ

۳۔ اتحاف السادۃ المتقین (عربی)
سیّد مرتضٰی الزبیدیؒ، قاہرہ: المیمنہ، ۱۳۱۱ھ، جلد ۲، ۹

۴۔ احوال العارفین: حالات شاہ سعد اللہ نقشبندی (اُردو)
محمد قطب الدین و محمد خلیل الرحمٰن، حیدر آباد دکن، ۱۳۱۷ھ

۵۔ ارشاد المسترشدین (فارسی)
ظہور حسن، آگرہ: مطبع اکبری، ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء

۶۔ اسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ (عربی)
علامہ نور الدین علی بن محمد سلطان المشہور بالملا علی القاریؒ، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۷۔ الاعلام (عربی)
الزرکلی، خیر الدین، بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۷۷ء، جلد ۲

۸۔ انساب الانجاب (فارسی)
محمد حسن جان، ٹنڈو سائیں داد (سندھ)، ۱۳۴۰ھ

۹۔ انوار محی الدین: سوانح غلام محی الدین قصوریؒ (اُردو)
شبیر احمد خان، لائل پور (فیصل آباد): ۱۹۶۶ء

۱۰۔ ایضاح الطریقہ: شامل سبع سیارہ (فارسی)
شاہ غلام علی دہلویؒ، لکھنؤ، مطبع علوی، ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء

۱۱۔ ایضاح المکنون فی الذیل علیٰ کشف الظنون (عربی)
حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ، بیروت: دارالعلوم الحدیثیہ، س۔ن، جلد ا

۱۲۔ برصغیر پاک وہند میں تصوف کی مطبوعات: عربی فارسی کتب اور اُن کے اُردو تراجم (اُردو)
محمد نذیر رانجھا، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۱۹۹۹ء

۱۳۔ بستان معرفت (اُردو)
سیّد محمد محفوظ، لاہور: ۱۳۰۳ھ

۱۴۔ بوستان (فارسی، اُردو)
شیخ شرف الدین مصلح سعدی شیرازی/ مولانا قاضی سجاد حسین (مترجم)، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن (عکسی طباعت از ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء)

۱۵۔ البہجۃ السنیہ فی آداب الطریقہ الخالدیہ (عربی)
محمد بن عبداللہ خانی خالدی، مصر: ۱۳۱۹ھ

۱۶۔ تاریخ دعوت وعزیمت (اُردو)
ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سیّد، کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء، جلد ۴

۱۷۔ تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (اُردو)
محمد نذیر رانجھا، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء

۱۸۔ تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ دہلی (اُردو)
محمد نذیر رانجھا، لاہور: جمعیۃ پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء

۱۹۔ تحفہ رسولیہ (فارسی)
غلام محی الدین قصوریؒ، لاہور: مطبع محمدی، ۱۳۰۸ھ

۲۰۔ تذکرہ صوفیائے بلوچستان (اُردو)
انعام الحق کوثر، ڈاکٹر، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء

۲۱۔ تذکرہ علمائے پنجاب (اُردو)

اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر)، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۹۸ء، جلد۲

۲۲۔ تذکرہ علمائے ہند (اُردو)
رحمٰن علی، مولانا/محمد ایوب قادری (مترجم)، کراچی: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

۲۳۔ تذکرہ کاملان رام پور (اُردو)
احمد علی شوق رام پوری، دہلی: ۱۹۲۹ء

۲۴۔ ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی (فارسی)
اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر)، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۲۵۔ الترغیب والترہیب (عربی)
حافظ زکی الدین عبدالعظیم ابن عبدالقوی المنذریؒ/مصطفیٰ محمد عمارۃ (تحقیق)، دمشق: دارالایمان، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء جلد۲

۲۶۔ تعارف مخطوطات کتب خانہ دارالعلوم دیوبند (اُردو)
محمد ظفرالدین، دیوبند: ۱۹۷۳ء، جلد۱

۲۷۔ تفسیر ابن کثیر (عربی)
ابوالفدا اسماعیل ابن کثیرؒ، مصر: مطبعۃ المنار، ۱۳۴۳ھ، جلد۶

۲۸۔ تفسیر قرطبی: الجامع الحکام القرآن (عربی)
ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ، مصر: طبعۃ دار الکتب المصریہ، ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء، جلد۱۹

۲۹۔ تکملہ مقامات مظہری: ضمیمہ مقامات مظہری (اُردو)
عبدالغنی مجددیؒ، مولانا شاہ، دہلی: مطبع احمدی، ۱۲۶۹ھ

۳۰۔ جامع الترمذی (عربی)
امام ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ابن موسیٰ الترمذیؒ/ شیخ صالح بن عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم (اشرف ومراجعہ)، ریاض: دارالسلام، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء

۳۱۔ الجامع الکبیر (عربی)

شیخ جلال الدین سیوطیؒ، مصر: الھیئۃ المصریہ، س۔ن، جلد ۱-۲

۳۲۔ جواہر العلویہ (اُردو)

رؤف احمد رافت مجددیؒ، لاہور: ۱۹۱۹ء

۳۳۔ حالات حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، مشمولہ مقامات مظہری (اُردو)

عبدالغنیؒ، مولانا شاہ، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء

۳۴۔ حدائق حنفیہ (اُردو)

فقیر محمد جہلمی، مولوی، لاہور: مکتبہ حسن سہیل، س۔ن، (عکسی طباعت از طبع ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)

۳۵۔ حدیقۃ الاولیاء (اُردو)

غلام سرور لاہوریؒ، مفتی، لاہور: المعارف، ۱۹۷۶ء

۳۶۔ حضرات کرام نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم (اُردو)

نذیر احمد نقشبندی مجددی، حافظ، کندیاں، ضلع میانوالی: خانقاہ سراجیہ شریف، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء

۳۷۔ حیات جاوید (اُردو)

حالی، الطاف حسین، کانپور: ۱۹۰۱ء

۳۸۔ خزینۃ الاصفیاء (فارسی)

غلام سرور لاہوریؒ، مفتی، لکھنؤ: ثمر ہند، ۱۸۷۳، جلد ۱، ۲

۳۹۔ درالمعارف (فارسی)

رؤف احمد رافت مجددیؒ، استنبول (ترکی): ۱۹۷۴ء

۴۰۔ دیوان (عربی)

محمد خالد رومیؒ، مولانا، استنبول (ترکی): ۱۹۵۵ء

۴۱۔ دیوان حافظ (فارسی)

حافظ شیرازیؒ، بمبئی: س۔ن

۴۲۔ ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین (اُردو)

محمد معصوم رام پوری، رام پور: مطبع مظہر العلوم، ۱۳۰۸ھ

۴۳۔ الرسالۃ الغوثیہ (عربی، اُردو)
شیخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ/ غلام دستگیر قادری ناشادؒ، جھنگ: حضرت غلام دستگیر اکادمی، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

۴۴۔ رشحات عنبریہ (عربی)
محمد مظہر مجددیؒ/محمد اقبال مجددی، استنبول (ترکی): ۱۹۷۹ء

۴۵۔ رودکوثر (اُردو)
محمد اکرام، شیخ، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۰ء

۴۶۔ سنن ابی داؤد (عربی)
امام حافظ ابی داؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق الازدی السجستانیؒ، ریاض: دارالسلام، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

۴۷۔ سخن شعرا (اُردو)
عبدالغفور نساخ، لکھنؤ: نول کشور، ۱۲۹۱ھ

۴۸۔ سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی، مشمولہ رسائل ابن عابدین (عربی)
شامی، علامہ، لاہور: سہیل اکیڈمی، ۱۹۸۰ء

۴۹۔ سلسلۃ الاولیاء (فارسی)
محمد صالح کنجاہی، مخطوطہ بخط مصنف، مملوکہ محترم ڈاکٹر احمد حسین احمد قریشی قلعہ داری، نور پور پڈہ روڈ، گجرات

۵۰۔ سلسلہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ (اُردو)
شوکت محمود، راولپنڈی: محلّہ قطب الدین، س۔ن

۵۱۔ الشفافی شمائل صاحب الاصطفا صلّی اللہ علیہ وسلّم (عربی)
امام ابوالفضل عیاض بن موسیٰ غرناطیؒ، مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، س۔ن، جلدا

۵۲۔ صحیح البخاری (عربی)
امام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ، ریاض: دارالسّلام، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

۵۳۔ صحیح مسلم (عربی)
امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوریؒ/محمد فواد عبدالبقای (تحقیق)، بیروت
۵۴۔ عہد بنگش (اُردو)
ولی اللہ فرخ آبادی/ شریف الزمان شریف (مترجم)/ محمد ایوب قادریؒ (مرتب)، کراچی: ۱۹۵۵ء
۵۵۔ الغنیہ لطالبی طریق الحق (عربی)
شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی حسنیؒ، لاہور: مکتبہ خاور، ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء، جلد۲
۵۶۔ فتح الباری بشرح البخاری (عربی)
حافظ شہاب الدین ابی الفضل العسقلانی، المعروف با بن حجرؒ، مصر: مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء، جلد ۱۱، ۱۳
۵۷۔ فہرست مخطوطات مخطوطات شفیع (اُردو)
محمد بشیر ڈاکٹر، لاہور: دانشگاہ پنجاب، س۔ن
۵۸۔ کتاب خانہ ہائے پاکستان (فارسی)
محمد حسین تسبیحی (ڈاکٹر)، اسلام آباد: مصنف، ۱۹۷۷ء، جلد ۱
۵۹۔ کشف الخفاء (عربی)
عجلونی، بیروت: مکتبہ دارالتراث، س۔ن، جلد ۲
۶۰۔ گلستان (فارسی، اُردو)
شیخ شرف الدین مصلح سعدی شیرازیؒ/ مولانا قاضی سجاد حسین (مترجم)، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، س۔ن (عکسی طباعت از ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء)
۶۱۔ مثنوی مولوی معنوی (فارسی، اُردو)
مولانا جلال الدین رومیؒ/ قاضی سجاد حسین (مترجم)، لاہور: الفیصل، س۔ن
۶۲۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (عربی)
حافظ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمیؒ، بیروت: مؤسسہ المعارف، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء، جلد ۱
۶۳۔ مجموعہ فوائد عثمانیہ، ملفوظات ومکتوبات ومعمولات حضرت محمد عثمان دامانیؒ (فارسی)

علی اکبر نقشبندیؒ، ملتان،۱۳۸۳ھ

۶۴۔ مزارات اولیائے دہلی (اُردو)

فریدی، محمد عالم، دہلی :۱۳۴۶ھ (طبع دوّم)

۶۵۔ مسند احمد بن حنبلؒ (عربی)

امام احمد بن حنبلؒ، بیروت: المکتب الاسلامی، س۔ن، جلد ا-۵

۶۶۔ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ (اُردو)

محمد حسن نقشبندی مجددی، مولانا/ علامہ اقبال احمد فاروقی (ترتیب وتہذیب)، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ،۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

۶۷۔ مشکاۃ المصابیح (عربی)

محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزیؒ/ محمد ناصر الدین الالبانیؒ، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

۶۸۔ مظہر جمال مصطفائی (اُردو)

صوفی سیّد نصیر الدین ہاشمی قادری، لاہور: ضیاالقرآن پبلی کیشنز،۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

۶۹۔ معارف القرآن (اُردو)

مفتی محمد شفیعؒ، مولانا، کراچی: ادارۃ المعارف،۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء، جلد ۵

۷۰۔ المعجم الکبیر (عربی)

حافظ ابی قاسم سلیمان ابن احمد الطبرانیؒ، طبع عراق، س۔ن

۷۱۔ معجم المطبوعات العربیہ والمغربیہ (عربی)

سرکیس، یوسف الیان، سرکیس،۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۸ء، جلد ا-۲

۷۲۔ معجم المومنین (عربی)

عمر رضا کحالہ، بیروت: داراحیاء التراث لعربی، س۔ن، جلد ۴

۷۳۔ المغنی حمل الاسفار فی الاسفار فی تخریج مافی الاحیاء من الاخبار (عربی)

حافظ ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین عراقیؒ، مصر: مصطفی البابی الحلبی،۱۹۳۹ء، جلد ۲

۷۴۔ مقامات خیر (اُردو)

زید، ابوالحسن فاروقی، دہلی: ۱۳۹۲ھ

۷۵۔ مقاماتِ طیبین (فارسی)

امام الدین کھوتکی، مخطوطہ مکتوبہ ۱۳۰۸ھ، مخزونہ کتب خانہ خانقاہ مولانا نبی للّٰہی، لِلّٰہ شریف، ضلع جہلم

۷۶۔ مقاماتِ مظہری (اُردو)

شاہ غلام علی دہلویؒ/ محمد اقبال مجددی، لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء

۷۷۔ مکاتیب شریفہ (فارسی)

شاہ غلام علی دہلویؒ/ شاہ رؤف احمد رافت مجددیؒ، لاہور، بیڈن روڈ: حکیم عبدالمجید سیفیؒ (مصحح وطابع وناشر)، ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء

۷۸۔ ملفوظاتِ شریفہ شاہ غلام علی دہلویؒ (اُردو)

غلام محی الدین قصوریؒ، مولانا/ محمد اقبال (مقدمہ وحواشی)/ اقبال احمد فاروقی (مترجم)، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء

۷۹۔ مناقبِ احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ (فارسی)

محمد مظہر مجددیؒ، دہلی: اکمل المطابع، ۱۲۸۴ھ

۸۰۔ موطا (عربی)

امام مالک بن انسؒ، جدہ: دارالشروق، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

۸۱۔ نزھۃ الخواطر (عربی)

عبدالحی حسنیؒ، حیدرآباد دکن: دائرۂ معارف عثمانیہ، ۱۹۶۲-۱۹۷۰ء، جلد ۷

۸۲۔ نفائس السانحات فی تذئیل الباقیات الصالحات، معروف بہ تکملہ رشحات (عربی)

محمد مراد مکی قزانی، بکر، ترکی، س۔ن

۸۳۔ ہدیہ احمدیہ (فارسی)

احمد مکی، ابوالخیر، کانپور: مطبع انتظامی، ۱۳۱۳ھ

84. The Encyclopaeidia of Islam (English)

E.J. Brill, Leiden: E.J. Brill, 1995 A.D, vol. 7

محمد نذیر رانجھا نامہ

نذیر، من تویی رانجھائے جانان — محمد ہستی و گوہر فشانان
دل تو مرکز مہر و محبت — زبان تو نشان پاک ایمان
نوشتی تذکرہ تاریخ نقشبند — بہ نقشبندی تویی پیوند خوبان
نسیم گلشن از تو گشتہ خوشبو — بہ شرح مثنوی داری دل و جان
اگر یعقوب چرخیؒ زندہ گشتی — تشکر می نمود احسنت گویان
اگر ابدالیہ خواہی بخوانی — بہ کوشش آمدہ تحقیق عرفان
نشان چرخی شیرازی ما — بہ فارسی آمدہ ''تفسیر قرآن''
بہ انس و اُنس و دانش بستہ گشتی — ''رسالہ اُنسیہ'' شور نیستان
تصوف بر دل رانجھا رسیدہ — بہ چاپ و نشر آثارش سخندان
نوائے دلبری از گل شنیدم — ہمان گل آمد از سوئے گلستان
رسیدہ نور حق بر قلب رانجھا — محمد پاک دل چون ماہ تابان
بہ آبادی جلالش روح و رحمت — کہ زادگاہش بود در قلب انسان
اگر بحر الحقیقہ ترجمہ شد — صفائے زندگی را بستہ پیمان
سریر کشور حسن خدائی — بہ مسجد دادہ او محراب رحمان
نماز و روزہ اش پیوند اللہ — صفات حضرت حق را ثنا خوان
بہ درگاہ خدا دست دعائش — بہ محراب و بہ مسجد در شبستان
طلوع زندگی در کار و کوشش — شود روشن ہمارہ قلب پژمان
امید ہر کسی آیندہ او — ہمین آیندہ گوید مہد نیکان
بہ اخلاق خوش و شیرین زبانی — چراغ روشن رانجھا درخشان
محبت مردمان گردیدہ رانجھا — دما دم نغمہ ہائے خوش نوازان
شدم من ہم نشین رانجھائے گل — بہ گنج بخش کتاب و گنج احسان
سفر کردم بہ ہمراہش بہ گلزار — بہ گلزار خلیل و خانقاہان
الٰہی زندہ و پایندہ باشد — نذیر رانجھا امیر باغ و بستان

منم بندہ رہا خدمتگر علم
زبان فارسی را نغمہ خوانان

سرودۂ جناب آقائے دکتر محمد حسین تسبیحی

۱۳-شوال المعظم ۱۳۸۲ش/۳-جنوری ۲۰۰۴ء

''مکاتیب شریفہ'' کے مصنف حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید قدس سرہٗ کے خلیفہ و جانشیں اور حضرت شاہ ابو سعید مجددی دہلوی قدس سرہٗ کے شیخ و مرشد تھے۔ آپ پینتالیس برس تک خانقاہ مظہریہ شریف، دہلی کی مسندِ ارشاد پر متمکن رہے اور ایک جہان کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض و برکات سے لذت آشنا فرمایا۔ آپ کے زمانے میں نہ صرف برصغیر پاک و ہند، بلکہ روم، شام، بغداد، مصر، چین اور حبش سے خلقِ خدا اور مستانِ الست خانقاہ مظہریہ کے بقعہ نور کی زیارت کو اُمڈ آئے۔ آپ سے متعدد کتب و رسائل بھی یادگار ہیں، جن میں سے اکثر زیرِ نظر کتاب میں شامل ہیں۔

''مکاتیب شریفہ'' کے مترجم جناب محمد نذیر رانجھا کی تصنیفی سرگرمیوں میں صوفیہ بالخصوص نقشبندی بزرگوں کی مساعی جمیلہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس وقت تک ان کی اُنتالیس کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ جن میں شرح مثنوی معنوی، نسائم گلشن، لمحات من نفحات القدس (وسطی ایشیا کے صوفیہ کے بارے میں ایک اہم و نادر متن) اور برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی و فارسی کتب اور اُن کے اُردو تراجم) جیسی اہم کتب شامل ہیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ پر مستقل بالذات کتاب تصنیف کی اور برصغیر بالخصوص خطہ پنجاب و سرحد میں نقشبندی بزرگوں کے تذکرے مرتب کیے۔ انھیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے دلی محبت و عشق ہے اور خواجہ خواجگان حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی (سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی) کے مسترشد اور دست گرفتہ ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں انھوں نے حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے رسالہ ابدالیہ کو تصحیح و تعلیقات کے ساتھ متعارف کرایا اور بعد ازاں حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ کے تمام فارسی آثار کو مرتّب و مدوّن کیا، نیز انھیں اُردو کا جامہ پہنایا۔

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

کندیاں، ضلع میانوالی